حق حق حق حق

الله

هو هو هو

قال الله تعالیٰ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما

ہذہ الرسالۃ من تصنیف زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مولانا حضرت سید پیر مہر علیشاہ صاحب ادام اللہ فیوضہم

سنہ ۱۳۲۰ ہجری

سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

سیف چشتیائی

یعنی

حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ

صلاح الفصیح لاعجاز المسیح

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار

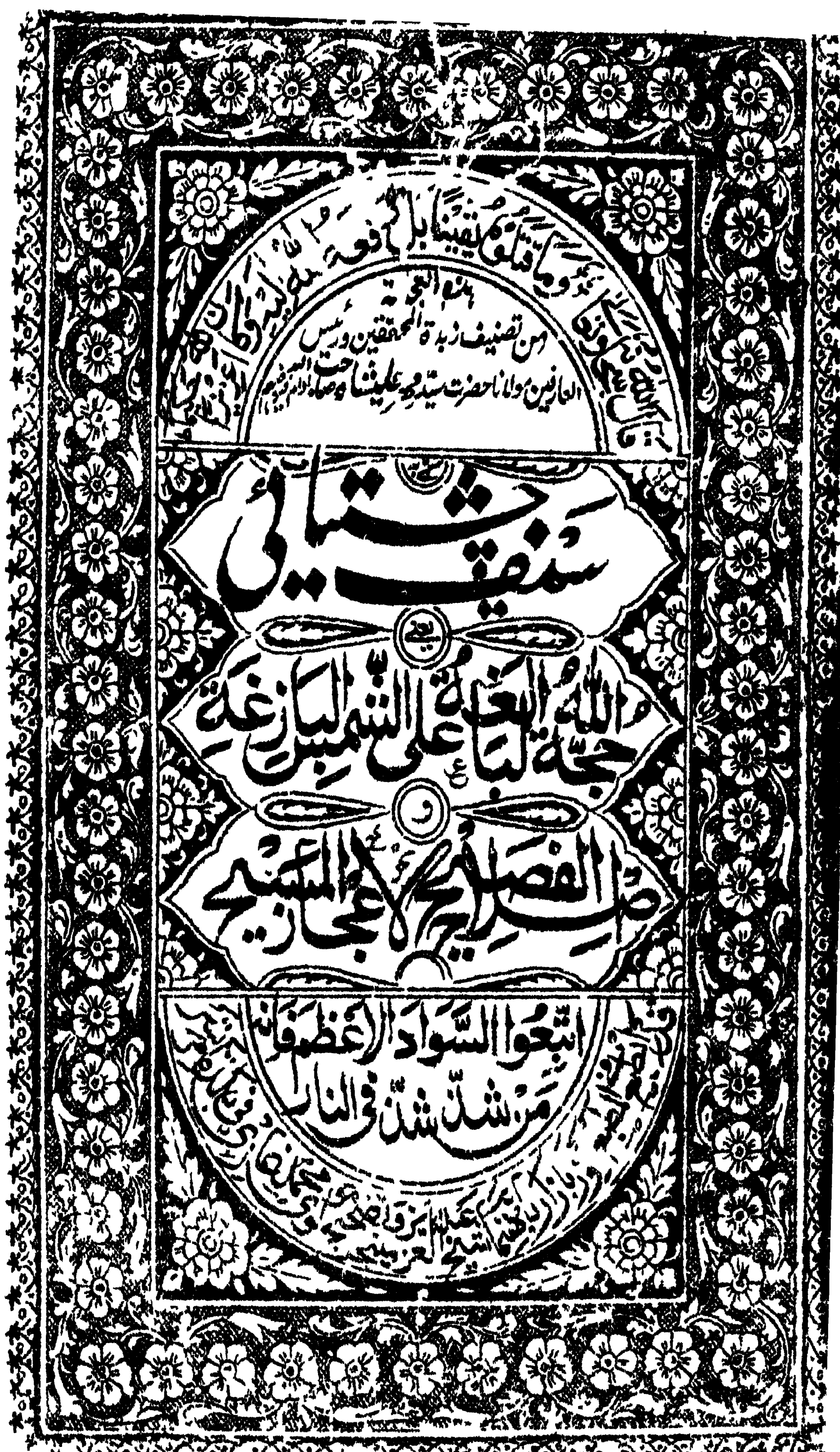
قابل توجہ اہل اسلام

اس ہیچمداں خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامۃ فی الوحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری اور یا بغرض حصول دولت کئے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو دونوں امور سے نفرت ہے۔ آجکل کے ابنائے زمان اُن کمالات کو پسند کرتے ہیں جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں۔ اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے اُس طرز قدیم کو جس پر زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں اور جس سے اس ہیچمداں کو قدرے موانست ہے نفرت رکھتے ہیں باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ شمس الہدایۃ لکھا گیا تھا جس سے مراد نہ تو طلب شہرت اور نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہی تھی کہ اعلاء کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں اور اگر ان اوراق کی تصنیف سے کم از کم دو برادر راہ پا جاویں یا متزلزل الاعتقاد گمراہ ہونے سے بچ جاویں تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔ اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب قادیانی اور اوسکے مریدوں کی طرف سے بجائے کسی جواب کے مباحثہ کیلئے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے ہر چند کہ مباحثہ کیلئے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کئے تھے اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی۔ اور خادم الفقرا مع علمائے کرام و مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہونچ گئی رونق محمدن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی کے ٹھہرا رہا۔ مگر مرزائی قادیانی قادیان سے نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا میری اطلاع کے تشہیر بھی کر دی تھی اسلئے اب اسکی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں اسکے بہت عرصہ بعد شمس الہدایۃ کے جواب میں مرزا قادیانی کے ایک مرید نے شمس بازغہ لکھا اور مرزا نے تفسیر فاتحہ چھپوائی تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اسکے جواب میں قلم فرسائی کروں مگر بہت کچھ انکار کیا گیا اور کہا گیا ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ۔ آنست جوابش کہ جوابش ندہی

لیکن پھر یہی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اسکے مریدوں سے کیا غرض ہے عوام مسلمانان پنجاب کے فائدے کیلئے ہی سہی۔ لہذا مجبوراً یہ چند اوراق لکھکر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالے بغرض طبع کر دیئے کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں تاکہ یہ علمائے کرام و معززین اہل اسلام میں بلا معاوضہ مفت تقسیم کیا جائے کیونکہ محض اسکی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔ وما علینا الا البلاغ۔

محب الفقرا مہر علی شاہ عفی اللہ عنہ



وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه
هذه التحفة
من تصنيف زبدة المحققين ورئيس
العارفين مولانا حضرت سيد مهر عليشاه صاحب
سیف چشتیائی
یعنی
حجة الله البالغة على الشمس البازغة
و
اتبعوا السواد الأعظم فإنه
من شذ شذ في النار

٧٨٦ ١٩٦٢

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی ارسل رسله مبشرین ومنذرین وختمهم بمن انزل فیه ولکن رسول الله وخاتم النبیین نزل علیه قرانا عربیا غیر ذی عوج بأبهر ایات واظهر حجج لو اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل هذا القران لعجزوا عن الاتیان بمثل اقصر سورة منه مع الخذلان واشهد ان لا اله الا هو اله العلمین واشهد ان محمدا عبده ورسوله وحبیبه وخلیله خاتم النبیین علیه وعلی اله من الصلوة اسناها عدد علمه ومن التسلیمات ازکاها ملأ حلمه وعلی صحبه الذین اووه ونصروه والذین اتبعوهم باحسان الی یوم الدین سیما مجددی دینه المتین الهازمین المتنبئ القادیانی فالقاطعین من ملته الوتین اللهم انصر من نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی الله علیه وسلم ولا تجعل مثلنا مثل الذین قلت فیهم [وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ وایضا اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝]

امابعد فیقول الفقیر الملتجی الی الله الغنی به عمن سواه عبده وابن

محمد علی شاہ الحسینی نسباً الحنفی مذہباً الچشتی النظامی والقادری
الذہبی مسلکا ان اسنی ما یرغب فیہ ویشرف علیہ والیہ ما تمتد اعناق الهمم
الیہ ہو علم الکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ
عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا وقال اللہ تعالی كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ
لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ وقال تعالی اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ
قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وانی اوتیت القرآن
ومثلہ معہ فعلمہما من اہتم ما تشد رحال القصد الیہ واعظم ما تناخ
مطایا الطلب لدیہ ومن اوکد ما لاجلہ ترکب الخوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی
ومن اشد ما یجتدی لدفع معرۃ العوادی من الاہاضیب الشوادی کما قال
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ ما نزلت آیۃ من
کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احدا اعلم بکتاب
اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ ۔ فالواجب علینا معشر المسلمین تعلمہما ممن ہو
اہل لذلک ویقدم تفسیر القرآن بالقرآن علی حسب اللغۃ العربیۃ وعلی
طبق ما فسرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ
وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ وقال اللہ تعالی إِنَّا أَنْزَلْنَا

لہ فہو رضی اللہ عنہ ۔ وعن سلافہ ابن السید بیر بدر الدین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشن دین بن السید
عبد الرحمن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید
فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید ابی محمد بن میان سید محمد کلان
بن میران شاہ قادر قمیص السندھوروی فی نواحی السہارنفور ومشائخ کلیر بن السید ابی الحیات بن السید
تاج الدین بن السید بہاؤ الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی
صالح نصر بن السید عبد الرزاق بن السید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی
رضی اللہ عنہ وعن اولادہ واصفیاءہ الی یوم القیامۃ ۱۲

حررہ الراجی عفو ربہ محمد غازی مقیم آستانہ عالیہ

محمد جلال بن الشیخ

[illegible] ١٩٦٢

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسله مبشرين ومنذرين وختمهم بمن انزل فيه ولكن رسول الله
وخاتم النبيين نزل عليه قرآنا عربيا غير ذي عوج باهر آيات واظهر حجج لو اجتمعت الا
نس والجن على ان يأتوا بمثل هذا القرآن لعجزوا عن الاتيان بمثل اقصر سورة
منه مع الخذلان واشهد ان لا اله الا هو اله العلمين واشهد ان محمدا
عبده ورسوله وحبيبه وخليله خاتم النبيين عليه وعلى آله من الصلوة
اسناها عدد علمه ومن التسليمات ازكاها ملأ حلمه وعلى صحبه الذين
آووه ونصروه والذين اتبعوهم باحسان الى يوم الدين سيما مجددي دينه
المتين الهازمين المتنبئ القادياني فالقاطعين عن ملته الوتين اللهم انصر
من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد
صلى الله عليه وسلم ولا تجعل مثلنا مثل الذين قلت فيهم [وَاِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ
وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ وايضا اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ
اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ
وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝]

اما بعد فيقول الفقير الملتجي الى الله الغني به عمن سواه عبده وابن

مهر علی شاه الحسینی نسباً الحنفی مذهباً الچشتی النظامی والقادری

الذهبی مسلکاً ان اسنی ما یرغب فیہ ویشرف علیہ وابہی ما تمتد اعناق الهمم

الیہ هو علم الکتاب والسنة قال اللہ تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ

عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا وقال اللہ تعالیٰ کِتَابٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ

لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ وقال تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی

قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا وانی اوتیت القرآن

ومثلہ معہ فعلمہا من اہتم ما تشد رحال القصد الیہ واعظم ما تناخ

مطایا الطلب لدیہ ومن اوکد ما لاجلہ ترکب الخوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی

ومن اشد ما یجتدی لدفع معرة العوادی من الاہا ضیب الشوادی کما قال

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ والذی لا الٰہ غیرہ ما نزلت آیة من

کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احدا اعلم بکتاب

اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ ۔ فالواجب علینا معشر المسلمین تعلمہما ممن هو

اهل لذلک ویقدم تفسیر القرآن بالقرآن علی حسب اللغة العربیة وعلی

طبق ما فسرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ

وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ وقال اللہ تعالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا

لہ فہو رضی اللہ عنہ ۔ وعن اسلافہ ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشن دین بن السید عبد الرحمٰن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید ابی محمد بن میان سید محمد کلان بن میران شاہ قادر قمیص السندوری فی نواحی السہارنفور ومشائخ کلیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بہاؤ الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزاق بن السید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ وعن اولادہ واصفادہ الی یوم القیامة ۱۲

حررہ الراجی عفو ربہ محمد غازی مقیم آستانہ عالیہ

محمد جلال بن [illegible]

إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا وأيضاً وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وأيضاً قال تعالى وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وقال صلى الله عليه وسلم الا وانى اوتيت القرآن ومثله معه ـ فتفسيره صلى الله عليه وسلم بدر القوادى ونجم الدادى واقدم من كل شئ لا تسوغ مخالفته لمسلم قط على رغم ما زعم المتنبى القاديانى وحزبه فانهم اتوا فى التفسير كل مضادى والضوادى فجعلوه مرجا واصلا لتفسير الرسول ولو بنا ويل تمجه العقول كما فى احاديث النزول ثم تفسير علماء الصحابة اذهم ادرى بذلك لما شاهدوا من القرآن والاحوال المعينة على فهم المراد مع نيل سعادة السماع والتعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ابن مسعود رض قال كان الرجل منا اذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن ـ وقال ابو عبد الرحمن السلمى حدثنا الذين كانوا يقرؤننا انهم كانوا يستقرؤن من النبى صلى الله عليه وسلم وكانوا اذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعملوا بما فيها من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جميعاً وبالجملة تفسير الصحابي مقدم على رائ غيره لا كما زعمت المرزائية فانها طائفة اشربت فى قلوبها نبوة القاديانى ورسالته تفسير القرآن برايها تفسيرا يقرر لنبوته بان تجعل هذا المطلوب متبوعاً والتفسير تابعاً له فترد اليه باى طريق امكن وان كان ضعيفا او تحريفا وخرقا للاجماع فسودوا الكراريس العديدة لاثبات ان غلام احمد القاديانى نبى ورسول ...

... فمن لم يؤمن بنبوته فهو احد الكفرة الذين انكروا رسالة الرسل خارج عن الاسلام والعياذ بالله فصرفوا جهدهم وما زال المقصود ينصرف ويبذلوا انفسهم والمطلوب يعرض ويحرف فالحمد لله على ما النصرمت عرى امالهم عن الفوز بما فى خيالهم واين الحضيض من السماء والثريا من الثرى

ولنعم ما قیل فی الھندیۃ کیا پڑی اور کیا پدی کا شوربا انظر ما بال القرون الاولی
کیف ادعی المسیلمۃ وغیرہ ممن تنبأ قد سعروا فی اعین عدۃ من الجھلۃ یحبونھم
کحب اللہ فباؤا بالذلۃ مع الاعوان فی الآخرۃ والاولی وللہ در علماء الاسلام
حیث صنفوا کتباً ورسائل اطفاء لفتنۃ القادیانی وامتہ قد ھدی اللہ
بھا کثیرا من المرزائیۃ فی اکثر البلدان وتابوا توبۃ نصوحا والحمد للہ علی
ذلک وطالما یلقی فی روعی ان اکتب کتابا یوضح سبیل المؤمنین الذین انعم
اللہ علیھم من السلف الصالحین ویجتنب طریق المبتدعین الذین نبذوا
الکتاب والسنۃ وراء ظھورھم مقتفین باثار اصحاب ارسطاطالیس
معرضین عما علیہ ارباب النوامیس فحال بینی وبین ما کنت ارم تراکم
الاشغال وتزاحم الھموم حتی الح علی واظھر الفقر لدی من لا یسعنی الا اسعاف
ما املہ وانجاح ما سئلہ فھا انا اشرع فی المقصود مجیبا عما قال المولوی
محمد احسن امروھی واخوتہ من المعترضین علی رسالتی المسماۃ
شمس الھدایۃ ومصلحا لما تفوہ بہ القادیانی فی تحریف سورۃ الفاتحۃ
مبطلا لدعوی اعجازہ فی تفسیر سورۃ الشافیۃ معتمدا علی فضل اللہ
متشبثا بذیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنعم المنیع منیعی ونعم
الشفیع شفیعی بابی وامی ھو وما بین اضلعی قال فی خطبۃ رسالتہ المسماۃ
بالشمس البازغۃ ۔

شعر

واولوا العلم کلھم[1] شھدوا	انہ لا الٰہ الا ھو
ثم قال الرسول قولوا معی[2]	انہ لا الٰہ الا ھو

[1] کلھم کلمۂ کل بوجہ مضاف ہونے کے معرفہ کی طرف مجموع اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں ۱۲ منہ [2] لا یصح ایراد ثم فی ھذا المقام بکلا احتمالیہ لان الکلام السابق علی العموم ۱۲ [3] وزن میں اختلال ہے ۱۲ محمد غازی عفی اللہ عنہ۔

قبلنا لا الٰہ الا ھو انہ لا الٰہ الا ھو		خیر ما قلتہ وقال بہ ما عدا الانس کلھم شہدوا

صفحہ (۱) قولہ واشہد ان محمداً خاتم النبیین لا نبی بعدہ

اقول یَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ اور نیز قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ مین ایسی ہی شہادات کا بیان ہے۔ آپ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہین۔ تو پھر غلام احمد قادیانی دعوئے نبوت مین کاذب کیون نہین سمجھا جاتا۔ کیا اوس نے دعوئے نبوت کا نہین کیا اور بذریعہ شتہار مورخہ ۵ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کے جس کا عنوان (ایک غلطی کا ازالہ) جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ للکار کر نہین پکارا کہ مین نبی اور رسول ہون۔

سوال۔ خاتم النبیین اور ایسا ہی لا نبی بعدی مین مراد نبی سے وہ انبیاء ہین جن کی نبوت اصالۃً ہو نہ یہ کہ بسبب کامل اتباع کے ظلی طور پر اُن کو رسول اور نبی کا لقب دیا جاوے۔ اور غلام احمد قادیانی ظلی طور پر نبوت ورسالت کا مدعی ہے۔ نہ اصالتاً۔

جواب قادیانی نے گو کہ بظاہر ظلیت اور بروز اور فنا فی الرسول کے الفاظ کو سپر بنا رکھا ہے۔ مگر فی الحقیقت نبوت اصلیہ کا مدعی ہے۔ اور برتقدیر تسلیم فنا فی الرسول ہونے اوسکے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ورسول کہلوانے کا مجاز نہین ہو سکتا۔ کما سنبینہ۔

نبوت اصلیہ کے مدعی ہونے کا ثبوت اور اُس کی تردید

دیکھو اشتہار مذکور صفحہ (۱) سطر (۱۳) چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ مین شائع ہو چکی ہین۔ اُن مین سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ ھو الذی ارسل

لہ عہ والجن مثل الانس وانکار الجن انکار النصوص القاطعۃ فتخصیص الانس بالاستثناء لیس بصحیح ۱۲

کہ عہ یہان پر بھی ماسبق کیطرح اضافۃً کل مین افادہ غیر مقصود کا ہے۔ ۱۲ محمد غازی

رسولہ بالھدے ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس مین صاف طور پر اس عاجز کو رسول کرکے پکارا گیا ہے ✦

اقول یہ آیت سورۂ فتح کے رکوع اخیر مین موجود ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کے دین پاک کے غالب کردینے کا ذکر ہے۔ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب مین یا بیداری مین آیت مذکورہ سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال وخیال کے سبب سے ایسا ہوا کرتا ہے۔ فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی۔ تو کیا وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلوانے کا مجاز ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ ورنہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینھم کے سُننے سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور اصحاب کبار بھی ہر ایک سُننے والا کیون نہو۔ جبکہ (رسولہ) کے سُننے سے رسول بنگیا تو (محمد رسول اللہ) کے سُننے سے محمد رسول اللہ۔ اور (والذین معہ) کے سُننے سے اصحاب کبار اور (الکفار) کے سننے سے کفار کیون نہین بن سکتا۔ ایسا ہی (اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ) کے سننے سے کوئی دعوی کرسکتا ہے کہ مین نبی ورسول ہون۔ اور نئی نماز وزکوٰۃ کا حکم میرے پر نازل ہوا ہے۔ ہرگز نہین۔ اگر نہین کرسکتا تو پھر آیت ارسل رسولہ بالھدے کے الہام ہونے سے بروزی رسالت کو (رسولہ) کے لفظ سے کس طرح مراد لے سکتا ہے۔ بیّنوا وانصفوا ✦

الغرض برتقدیر تسلیم الہام بآیۃ مذکورہ کادیانی کو استحقاق (رسول) کہلوانیکا ہرگز نہین پہونچتا۔ بفرضِ محال اگر آیت مذکورہ کے سُننے سے (رسول) کہلوانیکے مستحق بنین تو اوسی معنے سے رسول ہون گے۔ جو معنے آیت مذکورہ مین مراد ہے۔ یعنی رسول اصلی۔ ورنہ دلیل دعوی پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعوے مین رسول ظلی اور دلیل یعنے (ارسل رسولہ) مین رسول اصلی ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ✦ اور نیز رسولہ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر پر تحریف معنوی کلام الٰہی مین لازم آوے گی۔ لہٰذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ کادیانی رسول اصلی ہونے کا مدعی ہے چنانچہ اُس کا للکار کر کہلوانا بھی اسپر شاہد ہے کیونکہ ظرف فنا فی الرسول ہونا اسکا مقتضی نہین ✦

پھر اُسی اشتہار مین متصل عبارت منقولہ بالا کے لکھتے ہین۔ "پھر اسکے بعد اسی کتاب مین میری نسبت یہہ وحی اللہ ہے (جری اللہ فی حلل الانبیاء) یعنی خدا کا رسول نبیون کے حلون مین۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴"۔ ✦

اقول یہ تو نئی لغت ہے جری اللہ کا ترجمہ خدا کا رسول ✦

پھر اوسی اشتہار مین لکھتے ہین کہ "پھر اسی کتاب مین اس مکالمہ کے قریب ہی یہہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی مین میرا نام محمد رکھا گیا۔ اور رسول بھی"۔ ✦

اقول اس وحی الٰہی مین الکفار کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس کو آپنے نہین لیا تلک اذا قسمۃ ضیزی ھل ھذا بھتان او المالیخولیا فتوبۃ نصوحا والد واعلم اللہ یھدی او یھب الشفاء وینجی من ذی الداھیۃ الدھیا لکنہ من دون التصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الھاشمی المصطفی لیس ممایرجی وان دکت الارض دکا وتنفطر السموات العلی۔ ✦

پھر اوسی اشتہار کے صفحہ (۲) سطر (۷) پر لکھتے ہین۔ "اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہین۔ جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت مین ایک پیشینگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفون کو خبر نہین۔ اور وہ یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت مین فرماتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشینگوئیون کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہین کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیان بند کی گئین مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اوسپر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہین"۔ الخ ✦

اقول بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ مضمون مذکور (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا مدلول ہے۔ صرف دو ہی سوال جواب طلب معروض کئے جاتے ہین ✦

(۱) فنافی الرسول ہونے کا معیار اتباع کامل ہوتا ہے دیکھو سیرت صدیقی فاروقی عثمانی مرتضوی وغیرہ اصحاب کرام وسائر اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ سب کمالات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو رہنے دیجئے۔ صرف زہد اور فقر وفاقہ اور تفسیر دانی کے بارہ مین اپنے گریبان مین موںہہ ڈال کر اپنے ہی قلب لِلّٰہ شہادت لیجئے انا محمدؐ و مفسرؐ کی صدا آتی ہے یا انا متزیدؐ و محرف کا لقب ملتا ہے چنانچہ ہر جگہ تحریف ثابت ہو رہی ہے۔ کیا ایسے ہی استنباط من القرآن کا مالک وارث النبی کہلا سکتا ہے۔ ہرگز نہین۔ بلکہ اوس کے لئے صدیقی وفاروقی وعثمانی ومرتضوی ملکہ ومہارت قرآن مین چاہیئے جس سے صرف وارث النبی کہلانے کا مستحق ہوگا۔ نہ یہ کہ نبی ورسول نبی کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رض الا انہ لا نبوۃ بعدی۔ مسلم۔ وقال علی لست بنبی حاکم۔ حیرت انگیز مقام ہے کہ جس شخص کو شب و روز بذریعہ اشتہارات کے بلکہ کئی حیلون سے حتی کہ تحلیل محرمات سے بھی زر وسیم کے مطالبہ کے بغیر اور کچھ نہ سوجھے معہذا پھر اس پاک نبی افضل الانبیاء مین فانی ہونے کا دعویٰ کرے جس کی یہ شان ہے وراودتہ الجبال الشم من ذہب ٭ عن نفسہ فاراہا ایما شمم ٭ واکدت زہدہ فیہا ضرورتہ ٭ ان الضرورۃ لا تعدو علی العصم ٭ وکیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من ٭ لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم ٭ یہان تو پلاؤ۔ قورمہ۔ زردا۔ مشک عنبر یاقوتیین۔ مفرحات کے بغیر گذرتی ہی نہین۔ اور وہان بیت نبوت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مین یہ کیفیت تھی جو احادیث مفصلہ ذیل سے پائی جاتی ہے۔ عن عائشۃ رض قالت ماشبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام من خبز بر تباعا حتی مضی لسبیلہ وعنہا قالت کنا ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم یمرّبنا الہلال والہلال والہلال ما نوقد بنار الطعام الا انما التمر والماء الا انہ حولنا اہل دور من الانصار فیبعث اہل کل دار بغریرۃ بغزیرۃ شاتہم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذالک اللبن اخرجاہ فی الصحیحین۔ قال انس رض ما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغیفا مرققا حتی لحق باللہ ولا رای شاۃ سمیطا بعینہ تطعیم المخلم

وعن انس ما اكل رسول الله صلى الله عليه وسلم على خوان ولا في سكرجة ولا خبز له مرقق فقيل له على ما كانوا يأكلون قال على السفر - صحيح البخاري وعن عمر بن الخطاب انه خطب وذكر ما فتح على الناس فقال لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يتلوى يومه من الجوع ما يجد من الدقل ما يملأ به بطنه صحيح مسلم - وعن انس انه مشى الى النبي صلى الله عليه وسلم بخبز شعير واهالة سنخة ولقد رهن درعه عند يهودي فاخذ لاهله شعيرا ولقد سمعته يقول ما امسى عند ال محمد صاع تمر ولا صاع حب وانهم يومئذ تسعة ابيات - صحيح البخاري وعن عائشة قالت كان فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادم حشوه ليف صحيح البخاري وفي الصحيحين من حديث عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه لما ذكروا اعتزال رسول الله صلى الله عليه وسلم نساءه قال فدخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في خزانته فاذا هو مضطجع على حصير فادنى اليه ازاره وجلس واذا الحصير قد اثر فيه بجنبه وقلبت عيني في بيته فلم اجد شيئا يرد البصر غير قبضة شعير وقبضة من قرظ نحو الصاعين واذا افيق معلق فابتدرت عيناي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يبكيك يا ابن الخطاب فقلت يا رسول الله ص ومالي لا ابكي وانت صفوة الله وخيرته من خلقه وهذه فراشك وهذه الاعاجم كسرى وقيصر في الثمار والانهار فقال اوفي شك يا ابن الخطاب اولئك قد عجلت طيباتهم في الحيوة الدنيا وفي روايته اوما ترضى ان تكون لهم الدنيا ولنا الاخرة قال بلى قال فاحمد الله عز وجل قال قلت استغفر الله وفي صحيح مسلم عن ابي هريرة رض قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اجعل رزق ال محمد قوتا - وروى الطيالسي باسناد صحيح عن ابن مسعود قال اضطجع النبي صلى الله عليه وسلم على حصير فاثر الحصير في جلده فجعلت امسحه واقول بابي وامي انت يا رسول الله الا اذنتنا فنبسط لك شيئا تنام عليه قال مالي وللدنيا انما انا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها ورواه

الحاکم فی صحیحہ عن ابن عباس عن عمر شیخ الاسلام الحرانی - وفی الترمذی عن انس بن مالک قال حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث وقطیفۃ ولم یکن شیئہا وحدث انہ حج علی رحل وکانت زاملتہ - وعن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس خشنا واکل خشنا لبس الصوف واحتذی المخصوف قیل للحسن ما الخشن قال غلیظ الشعیر ما کان یسیغہ الا بجرعۃ ماء شیخ الاسلام الحرانی +

خلاصۂ احادیث مذکورہ کا یہہ ہے

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی تین دن متواتر گیہون کی روٹی نہیں کھائی اور نہ کئی ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بوجہ نہونے طعام کے آگ ہی جلی اکثر پانی اور کھجور پر گذر ہوتی تھی - فقر وفاقہ کی یہہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے انصار کھانے پینے کے لئے آپ کو دودھ یا ہدیہ دیا کرتے تھے - آنحضرت نہ تو پتلی روٹی تناول فرماتے تھے اور نہ بکرے کا بھنا ہوا گوشت - اور نہ کبھی میز پر کھانا کھاتے تھے اکثر چمڑے کے دسترخوانون پر تناول فرمایا کرتے تھے - آپ کبھی چھوٹے پیالون مین بھی کھانا نہیں کھاتے تھے - گاہے گاہے ایسا بھی اتفاق ہوتا رہا ہے کہ شکم مبارک مین بھوک کی وجہ سے بل پڑ جاتے تھے - کبھی جناب کو ردی کھجور بھی میسر نہوتی تھی - فرش آپکا چمڑے کا ہوتا تھا - اور اس مین کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہوتے تھے - کبھی نیند کے وقت چٹائی پر استراحت فرمایا کرتے تھے - چنانچہ ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم مطہر پر بوریہ کے نقش دیکھکر رو پڑے اسپر جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رونیکا کیا باعث ہی - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کفار جو دشمن خدا ہین وہ تو عیش کرین اور آپ محبوب الٰہی ہو کر ایسے حال مین رہین - پس کیون نہ رؤن - اسپر جناب نے فرمایا کہ کفار کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہی کیا اے ابن خطاب تو اس تقسیم پر راضی نہین اسپر حضرت عمرؓ خوش ہوئے - اور خدا کی حمد وثنا کہہ کر استغفار کیا +

اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بدن مبارک سے بوریا کے نقش مٹاتے

اور کہتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو آپ کیلئے فرش بچھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک مسافر سوار کی طرح ہوں جو کہ درخت کے سایہ کے نیچے تھوڑے عرصہ کیلئے آرام لیتا ہے پھر اُسکو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

مفخرِ موجودات حالانکہ بخل کی عادت سے مبرا تھے تاہم آپ نے بوڑھی اور دُبلی سواری پر پرانی چادر پہنکر حج ادا کیا۔ موٹا کپڑا پہنتے تھے جو کی موٹی روٹی کھاتے تھے جو کہ بغیر پانی کے حلق سے نہ اُترتی تھی۔ دعا یہ مانگتے تھے کہ یا اللہ آلِ محمد کو رزق گذارہ عطا فرما یعنی اتنا رزق جسے زندگی بسر ہو سکے۔

وَلنعمَ ماقیل رباعی

ابنان زکجا و عشقبازی زکجا	ہندو زکجا و زبانِ تازی زکجا
چون اہلِ حقیقت سخنِ عشق کنند	بیہودۂ این قومِ مجازی زکجا

رباعی

اے خواجہ سرائے فنا رسولی زکجا	وین نفس پرستی و فضولی زکجا
جانبازی و سرِ دہی بعشقش	ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ

دیگرے فرمودہ

منزلِ عشق از مکانِ دیگر است	مرد این راہ رانشانِ دیگر است

چہ گویم و چہ نویسم نشان این بے نشانان کہ والہسان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و والیانِ کمال احمدی صلے اللہ علیہ وسلم اند۔ چند رباعیات مسطورہ ذیل شمۂ از حال این عزیزان حکائیت می نمائید۔ وللہ درّ القائل

رباعی

مہ را بینم روئے توام یاد دہد
گل را بویم بوئے توام یاد دہد
چون زلفِ بنفشہ را زند برہم باد
آشفتگیٔ موئے توام یاد دہد

حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق

رباعی

عشقِ تو کہ شاہ بود در ملکِ درون
چون دید بہ شاہی او گشت فزون
شد ہمرہِ آبِ دیدۂ دہسم آہ
وز پردہ سرائے سینہ زد خیمہ برون

رباعی

فصاد بقصد آنکہ بردارد خون
شد تیز کہ نشترے زند بر مجنون
مجنون بگریست گفت انان می ترسم
کاید بدلِ خون غمِ لیلےٰ بیرون

رباعی

مست می اگر دستِ کرم جنباند
خبر بخشش دینار و درم نتواند
چون مست غمت مرکبِ ہمت راند
بر فرقِ دوگون آستین افشاند

رباعی

ما مست معربدیم و رند چالاک
در عشقِ نہادہ پا بمیدانِ ہلاک
صدبار بہ تیغِ غم اگر کشتہ شویم
آن مایۂ عمر جاودانی است چہ باک

رباعی

بس تخت نشین کہ شد ز سودائے تو مست
در خیلِ گدایانِ تو بر خاک نشست
سر جبہِ تو نہادہ بوسد پیوست
سگ را بہ نیاز پا و سگبان را دست

رباعی

ہمے شانہ زد آن ماہ خمِ گیسو را
بر چہرہ نہاد زلفِ عنبر بو را
پوشیدہ بدین حیلہ رُخِ نیکو را
تا ہر کہ نہ محرم نشناسد او را

رباعی

ساقی مے ازان مہینہ جامم دردہ ... ازہم مگسل علے الدوام دردہ

چون درلغت عرب مدام آمدے ... اے ماہِ عجم توہم مدامم دردہ

رباعی

روزی کہ مدارِ چرخ وافلاک نبود ... وآمیزشِ آب وآتش خاک نبود

بریادِ تومست بودم وبادہ پرست ... ہرچند نشان بادہ وتاک نبود

مؤلف می گوید عفی عنہ رب بہ سرشار بادہ عشق محمدی نہ تنہا بلال است بلکہ ہزارہا بدر از بار غمش چون ہلال **کماقیل**

رباعی

تنہا نہ منم زعشقِ تو بادہ پرست ... آن کیست تو خود بگو کزین بادہ برست

آن روز کہ من گرفتم این بادہ بدست ... بودند حریف مے پرستان الست

بادر کسی کہ کوچہ وبازار مدینہ طیبہ را علے صاحبہا الصلوۃ والسلام گردیدہ واز شاخ ہر گیاہی روایاتِ حسن آن دُلدل سوار راشنیدہ باشد باید پرسید کہ چگونہ از در وبام آن احسن الانام صلے اللہ علیہ وسلم صدائی این **رباعی** بگوش مقیمان کوئے پاکش میرسد۔

آئی تو کہ از نام تو مے بارد عشق ... وز نامہ وپیغام تو مے بارد عشق

عاشق شود آنکس کہ بکویت گذرد ... گوئی ز در وبام تو مے بارد عشق

فسبحان من خلقہ واحسنہ واجملہ واکملہ سبحانہ سبحانہ

ع چو عبد این ہست معبودش چہ باشد۔

(۲) **سوال جواب طلب**۔ اگر صرف مقام فنا فی الرسول ہی کا۔ کادیانی کو (رسول) اور (نبی) کہلانے کی اجازت دیتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبرؓ نے جسکی شان مین لوکنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا فرمایا گیا۔ اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمانؓ نے باوجود کمال اتباع صوری ومعنوی کے

اور علیؓ مرتضی نے باوجود بشارت (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے اور سیدا شباب اہل الجنۃ حسنینؓ[1] نے جن کا مجموعہ بعینہٖ جمال باکمال آنحضرت صلعم کا آئینہ تھا (رسول) اور (نبی) کہلوانے پر جرأت نہ کی۔ اور ہزارہا اہل اللہ جنکے فانی فی الرسول ہونے پر انکے سایہ کا گم جانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے (نبی) اور (رسول) نہین کہلوایا۔ قطب الاقطاب سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ مکالمات الٰہیہ مین سے کسی مکالمہ مین باوجود شان (خضنا بحرا لم یقف علی ساحلہ الانبیاء) کے یعنی فیفنا فی النبی الامی الذی ھو کالبحر فی السخاء (نبی) اور (رسول) کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہہ سب تو اسی قاعدہ مسلمہ مین محدود رہے۔ کہ الولی لا یبلغ درجۃ النبی اور قادیانی صاحب باوجود اوصاف منافرہ عن مقام الفنا کے نبوت تک پہونچ گئے بلکہ الوہیت مستقلہ متقابلہ لالوہیتہ الباری عز اسمہ بھی العیاذ باللہ حاصل کرلی۔ چنانچہ اپنی تالیف کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹ سطر ۴ پر لکھتے ہین کہ [اور اس حالت مین مین یون کہہ رہا تھا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہین سو مین پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت مین پیدا کیا جس مین کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر مین نے منشاء حق کے موافق اسکی ترتیب و تفریق کی۔ اور مین دیکھتا تھا کہ مین اسکے خلق پر قادر ہون۔ پھر مین نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر مین نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی الخ] اس عبارت مسطورہ مین ہم ناظرین کو صرف اسی طرف توجہ دلاتے ہین کہ وہ آسمان دنیا جس کو قادیانی صاحب نے پیدا کیا ہے وہ کہان ہے۔ اگر کہین رکھا ہے تو پتہ بتلاوین۔ ورنہ یہ کشف اپنی غیر واقعی اور محض از قبیل اضغاث احلام ہونے پر صاف شہادت

[1] حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہین ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا الحسن بن علی وانا ابن النبی وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج المنیر وانا من اھل البیت الذی کان جبرائیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھل البیت الذی اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذی افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک وتعالی ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا فاقتراف الحسنۃ مودتنا اھل البیت
ازالۃ الخفا

دے رہا ہے۔ کیا ایسی ہی مکاشفات والہامات غیر واقعیہ قادیانی صاحب کی نبوت ورسالت کے چھت کیلئے شہتیرین بن سکتی ہین؟۔ ہان بدینوجہ ہوسکتے ہین کہ خیالی چھت کی شہتیرین بھی خیالی ہونی چاہئین۔ جاننا چاہئیے کہ ولی کے منکر کو کافر نہین کہا جاتا۔ جیسا کہ تصدیق بولائیت کو ایمان نہین کہتے۔ ورنہ امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ واولیائہ الخ ایمانی طور پر ہر مومن کو ماننا لازم ہوتا۔ قادیانی کا یہہ کہنا کہ (مین ظلی طور پر نبی ورسول ہون اور میرا ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے) اسکو ایک تمثیل عام فہم کے پیرایہ مین سمجھنا چاہئیے۔ زید مثلاً کہتا ہے۔ کہ مین فقیر مسکین ہون۔ اور میرا نافرمان مستوجب سزا ہے قید کیا جاویگا۔ کیا زید کو بسبب دوسرے فقرہ دعوے کے مدعی سلطنت وحکومت کا نہ خیال کیا جاویگا۔ اہل عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قول مذکور سے بادشاہی کا دعویٰ کر رہا ہے اور (مین فقیر مسکین ہون) کے فقرہ کو سپر بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی قادیانی بھی فنا فی الرسول اور بروز اور ظلیت کی آڑ مین مطاعن سے بچنا چاہتا ہے۔ اور فی الواقع مطلب اوسکا دوسرے فقرہ سے متعلق ہے جو خاصہ لازمہ انبیاء کیلئے سمجھا گیا ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ قادیانی نے اپنے چیلون کو غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑہنے سے روک دیا ہے اور ایسا ہی ناطہ وغیرہ سے بھی وجہ اسکی یہہ بھی ہے کہ اوس نے اپنے منکرین کو کافر سمجھا ہوا ہے حالانکہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ فتوحات مین لکھتے ہین۔ کہ مین فلان شخص کو (جسکا نام اب مین بھول گیا ہون اور فتوحات مین مندرج ہے) مبغوض اور برا سمجھا تھا بسبب اس کے کہ وہ میرے شیخ ابومدین مغربی قدس سرہ کو نہین مانتا تھا۔ پس مین آن حضرت صلعم کے دیدار فیض آثار سے خواب مین مشرف ہوا اور آپنے فرمایا کہ فلان شخص کو کس لئے تو برا مانتا ہے مین نے عرض کیا کہ وہ ابومدین مغربی کا منکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ توحید اور میری رسالت کے ساتھ ایمان نہین رکھتا۔ شیخ فرماتے ہین کہ مین نے سویرے جا کر اس شخص کو کچھ دیکر بڑی عجز ومنت سے خوش کیا۔ اس وقت مجھ کو فتوحات کا اتنا ہی مضمون خیال مین ہے۔ شاید کم وبیش ہو واللہ اعلم۔

بڑی افسوس کیحالت ہے۔ کہ ابومدین جیسے ولی کامل سے منکر ہونا بعد الایمان باللہ ورسولہ کے موجب بغض وکراہت نہین ہوسکتا۔ بلکہ محی الدین بن عربی جیسے شخص کو

اوسپرناخوش ہونے کے باعث سے آنحضرت صلعم تنبیہ فرماتے ہین - اور قادیانی صاحب کے منکرین باوجود ایمان باللہ و رسولہ کے کافر سمجھے جارہے ہین -

ناظرین خدارا انصاف فرمائے اگر یہ نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہین تو اور کیا ہے مسلمانو! بعد آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب (نبی) و (رسول) کا کسی مسلمان کیلئے شرعی نظر سے جائز نہین نہ اصلی اور نہ ظلی - اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنافی الرسول کا مقام مجوز اسکا ہوتا - تو سب سے مستحق مہاجرین وانصار تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین جنکا ذکر خیر کتاب و سنت مین موجود ہے - اللہ جلشانہ نے قرآن مجید کے سورہ فتح مین اصحاب کرام علیہم الرضوان کو صرف وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا - سے یاد فرمایا - اور رسالت کا لقب خاص سرور عالم و سید ولد آدم ہی کے لئے رکھا - کما قال عز من قائل - محمد رسول اللہ - باوجودیکہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کو اس سفر مین حدیبیہ سے واپس ہونیکے باعث اور دخول مکہ سے مشرکین کی رکاوٹ کے سبب سے اپنی ناکامیابی کا سخت رنج و ملال تھا - جس کے دفع کرنیکے لئے ان القاب سے انکو اطمینان دیا گیا - یعنی معہ اور اشداء علی الکفار اور رحماء بینہم اور رکعا سجدا - پس نظر بمقتضائے مقام اُن کے اطمینان دہی اور دفع ملالت اعلیٰ لقب سے ضروری تھی جسکے اوپر اور کوئی تمغہ ولقب متصور نہو - یعنے نبوت و رسالت جس کے اوپر صرف الوہیت ہی رہ جاتی ہے - تو بجائے اوصاف مذکورہ فی الآیتہ کے والذین معہ انبیاء و رسلاء ہونا چاہئے تھا - اس سے اہل انصاف سمجھ سکتے ہین کہ بعد آنحضرت صلعم کے (نبی) اور (رسول) کا لقب ظلی طور پر بھی کسی کا استحقاق نہین - بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرام مین سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم جن مین اتم اور اعلیٰ موجبات تشبہ بالنبی صلعم کے قوۃ عاقلہ و عاملہ دونو کی جہت سے موجود تھی وہ تو (نبی) اور (رسول) کے لقب سے محروم کئے جاوین - اور تیرہ [۱۳] سو برس کے بعد ایک شخص جس کے قوت عاقلہ کے کمال پر اوسکے استدلالات بآیات قرآنی اور قوت

حالانکہ جلال پاپن کا راز تقریر سانی وانحصار و تعلم رانی شاہد ہین) بلا تحاشی (نبی) اور (رسول) کا لقب حاصل کرلے ۔ بلکہ حقیقی نبی ہی بن بیٹھے یعنی یہ کہے کہ میری ازواج کو امہات المومنین کے لقب سے پکارا کرو ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ نہایت ہی حیرت انگیز مقام ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو باوجود بیان کمال اتحاد کے جو قریب عینیت ہے ۔ اس لقب کی اجازت نہ دیجاوے بلکہ صریح لفظون مین روکدیا جاوے ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں بروائیت سعد حدیث طویل کے ضمن مین مذکور ہے ۔ کہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی یعنی علی کرم اللہ وجہہ کو جبکہ آنحضرت صلعم نے بعض غزوات مین خلیفہ بناکر مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین چھوڑ کر جانے لگے تو علی رضہ نے عرض کیا کہ آپ نے مجھکو عورتون اور لڑکون کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے ۔ بجواب اسکے آپنے فرمایا ۔ کیا تو خوش نہین میرے قائم مقام ہونے پر جیسا کہ موسیٰ کا قائم مقام ہارون علے نبینا وعلیہما السلام تہا ۔ اور میرے قائم مقام ہونیکی نعمت تو تمکو ملی ہے مگر نبی کا لقب خاص میرے ہی لئے ہے ۔ تمکو نہین ملتا ۔ کیونکہ میرے پیچھے نبوت نہین ۔ اور کادیانی کو جو نبوت و رسالت کے اوصاف صوری و معنوی سے بمراحل بعید ہے چنانچہ ہر جگہ اوسکی قرآن دانی اور تفسیر بیانی شہادت دے رہی ہے (نبی) اور (رسول) کہلوانے کی اجازت ملجاوے ۔ ہان وجہ اسکی شائد یہ ہو کہ کادیانی نے سوچا کہ آنحضرت صلعم نے جب علی کرم اللہ وجہہ جیسے قریبی کو نبی کہلوانے سے روکدیا ہے تو آپ سے اس لقب کا حاصل کرنا ناممکن ہے ۔ چاہئے کہ آن حضرت صلعم کو خبر ہی نہو اور پیش قدمی کرکے جھٹ اللہ جلشانہ سے یہ تغمہ حاصل کرلون ۔ لہذا مکالمات الہیہ سے بزعم خود کامیاب ہوتے ہی لگاتار اشتہار دینے شروع کئے مگر دقت یہ ہے کہ اُن مکالمات مین بھی بعض آیات وہی ہین ۔ جو افضل الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی اُتری تہین جنکے ساتھ استدلال پکڑنے سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے العیاذ باللہ اُن آیات سے اجازت عامہ ہر ایک فانی فے الرسول کیلئے نبی و رسول

کہلوانے کی نہین سمجھی تھی لہذا علی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کمال فنا کے (لا الٰہ لا نبوۃ بعدی) فرماکر محروم رکھا۔ اور اس آیتہ (فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول) کو جسطرح کادیانی صاحب نے سمجھا ہے آنحضرت صلعم نے نہین سمجھا نعوذ باللہ من ہذیان الجاہلین۔ دوسری وقت یہ ہے کہ بقول قادیانی فنا فی الرسول کے حاصل ہونے سے یہ لقب ملتا ہے اور رسول صلعم کی خیرات اور آپکے ہی طفیل یہ عنایت ہوتی ہے۔ مگر رسول صلعم اس سے بیخبر ہین العیاذ باللہ۔ لہذا علی کرم اللہ وجہہ کو صرف تین ہی لقب عطا ہوئے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک مین بروایت اسعد بن زرارہ اخراج کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلعم اوحی الیّ فی علی ثلث انہ سید المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین۔ اور نبی و رسول کے لقب سے مشرف نفرمایا باوجود اسکے کہ خیبر کے دن یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ) سے اونکی محبت اور محبوبیت کل اصحاب کے سامنے ظاہر ہوئی پھر قادیانی صاحب اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۲۲ پر لکھتے ہین:۔ "اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہین کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہان یہ معنی صادق آئین گے نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہو تو پھر غیب مصفی کی خبر اوسکو مل نہین سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول اب اگر آنحضرت صلعم کے بعد ان معنون کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہون گے بالضرورت اسپر مطابق آیتہ لا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا۔ اسی طرح جو خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہین گے"۔ **اقول** سبحان اللہ اودھر تو عربیت اور بلاغت فصاحت مین یکتائی اور اعجاز کا دعویٰ ہے اور ادھر یہ کہ نبی کا معنے لغت کے رو سے خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ نہین صاحب نبی کا معنے لغت کے رو سے مطلق خبر دینیوالا ہے دیدہ سے ہو یا شنیدہ سے۔ اور نیز بذریعہ نجوم جفر رمل کہانت کے ہو یا بوساطت

وحی کے۔ اور اصطلاح شرعی مین خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ جسکو خود بھی قطعی علم ہو۔ اور دوسرون پر بھی ایمان اوسکے ساتھ لانا فرض ہو ایسے شخص کو از روئے شرع کے نبی و رسول کہا جاتا ہے اور ایسی نبوت و رسالت بعد آنحضرت صلعم کے کسی کو نہین مل سکتی جنکو پہلے مل چکی ہے اونہین کیلئے ہے اور اُن کی نبوت گو کہ دائمی ہے مگر خاتم النبیین کو منافی نہین کیونکہ آپ سے پہلے اُنکو مل چکی تھی بخلاف نبوت کادیانی کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے اسکے حاصل کرنیکا مدعی ہے لہٰذا خاتم النبیین کے منافی ہے۔ اور مکالمات و مخاطبات امت مرحومہ مین بعد آنحضرت صلعم کے بند نہین کئے گئے مگر اس وجہ کو نہین ہو سکتے کہ اونکی ظنیت یا قطعیت حجت علے الغیر ہو بعد خبر دینے اونکے اگر کوئی انکار کرے تو اُسکو شرعاً کافر نہین کہا جاتا گو کہ فی الواقع ظہور مین بھی اوسکی خبر دینے کے مطابق ہو جاوے بنا بران انبیاء علیہم السلام کی اخبار بالمغیبات کے ساتھ ضروری طور پر قبل از وقوع تصدیق کرنی ہوگی جسکو ایمان شرعی کہا جاتا ہے اور اُن کے انکار کو کفر شرعی بخلاف اخبارات اولیاء اللہ کے کہ انکی تصدیق کو ایمان نہین کہا جاتا۔ اور نہ اُن کے انکار کو کفر آیۂ مذکورہ فلا یظہر علی غیبہ احدا مین مراد اظہار علے الغیب سے اطلاع وہی علے سبیل القطعیت ہے اور یہی اطلاع مخصوص بالانبیاء والرسل ہے یعنی انہین کی وحی و الہام کو قطعیت اور الزام علے الغیر کا استحقاق ہے غیر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ظنی طور پر ہوگی یا قطعی غیر متعدی یعنی ولی کو اگرچہ بسبب تکرار الہام و کثرت تجربہ کے فی نفسہٖ علم قطعی بھی حاصل ہو مگر الزام علی الغیر کا مستحق نہو گا تا کہ اوسکے ساتھ تصدیق کرنیکو ایمان کہا جائے اور اوس سے انکار کرنے کو کفر۔ اور معلوم ہو کہ آئیت مین چونکہ اظہار الشخص علی الغیب کی نفی ماسوئی رسول سے کیگئی جس کا مفاد علم قطعی ہے۔ اور رسول کیلئے اثبات لہٰذا غیر انبیاء سے مطلق علم بالغیب کی نفی نہوئی بلکہ صرف علم قطعی کی۔ ہان اگر اظہار الغیب علی الشخص کی نفی ہوتی جسکا مفاد علم ظنی ہے تو معتزلہ کا استدلال بآیت مذکورہ نفی اطلاع الاولیاء علی الغیب پر صحیح ہو سکتا تھا اور ایسا ہی نقض باخبار رمال و جفار

وکاہن وردنویا وارد ہوتا کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بارہا رملی جفری کاہن کی خبر اور خواب دیکھنے والے کی خواب سچی نکلتی ہے۔ آیۃ مذکورہ کا مطلب یہہ ہوا کہ علم قطعی بحد یکہ حجت علی الغیر ہو بغیر رسول کے کسی کو نہین دیا جاتا۔ رہا علم ظنی یا قطعی جسکی قطعیت حجۃ علی الغیر نہین ہو سکتی سووہ ولی کو فنائی الرسول ہونیکے روسے اور رمال وجفار وغیرہ کو اپنے اپنے فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے اور قبل از وقوع اُن کے ساتھ تصدیق کرنیکے ہم مکلف بھی نہین اور آئیۃ مذکورہ ایسے علوم کو غیر انبیاء کرام سے نفی نہین کرتی تاکہ نقض بموادمذکورہ آئیۃ پر وارد ہو۔

ناظرین کو بشرط تدبر اس مقام سے کئی امور دریافت ہوسکتے ہین (۱) رسول اور غیر رسول مین فرق بحسب العلم والظن والزام علی الغیر وعدم الزام۔ (۲) دفع اُس اعتراض کا جو اہل اعتزال بآئیۃ مذکورہ متمسک ہو کر کرامت ولی پر وارد کرتے ہین (۳) دفع نقض باخبار رمال ومجفر وغیرہ۔ (۴) کادیانی صاحب کے استدلال بالآئیۃ کا فساد۔ **تشریح** ۔ کادیانی صاحب کا مدعیٰ مین نبی اور رسول ہون یعنی ظلی طور پر مجھے نبی و رسول کہلوانے کا استحقاق ہے۔

دلیل

صغریٰ ۔ مجھکو غیب مصفی پر اطلاع دیجاتی ہے **کبریٰ** اور جس کو غیب مصفی پر اطلاع دیجائے وہ بشہادت آئیۃ مذکورہ رسول ہوتا ہے۔

نتیجہ

پس مین بھی رسول ہون وجہ فساد یہہ ہے۔ دلیل مذکورہ کے پہلے مقدمہ مین مراد اطلاع سے اگر اطلاع قطعی حجۃ علے الغیر ہے تو ہم کہتے ہین اسطرح کی اطلاع خاصہ نبی اور رسول کا ہے بحکم آئیۃ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کیونکہ اسمین اطلاع قطعی بحد مذکور کی نفی بغیر رسول شرعی کے سب سے کیگئی ہے اور اگر مراد اطلاع سے اطلاع غیر قطعی الی الحد المذکور ہے عام اس سے کہ ظنی ہو یا قطعی غیر بالغ الی الحد المذکور تو حد اوسط مکرر نہین۔ یعنی پہلا مقدمہ یہہ ہوا کہ مجھکو اطلاع غیر قطعی

حاصل ہے اور دوسرا مقدمہ یہ کہ جس کو اطلاع قطعی بحدنذکور حاصل ہو وہ رسول ہوتا
ہے تو اس استدلال سے قادیانی صاحب کو کیا فائدہ ملا کیونکہ قطعی علم والا رسول بنا اور
اس کا علم چونکہ غیر قطعی ہے لہذا وہ رسول اور نبی کے لفظ کا مستحق نہوا (۵) یہی
آیت جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کا علم بالغیب قطعی واجب التسلیم ہوتا ہے قادیانی
کے اس دعوئی کو کہ مین مسیح موعود ہون اڑا رہی ہے کیونکہ بموجب اس آیت کے
رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی متواتر پیشینگوئیین دربارہ نزول مسیح بن مریم سچی اور واجب
التسلیم ٹھہرین جنکی تصدیق کو ایمان اور انکار کو کفر کہا جائیگا۔

سوال

قادیانی صاحب مع امروہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا انکار
نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم اونکو ماول ٹھہراتے ہین یعنی مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم
سے مراد قادیانی ہے بعلاقہ مماثلتہ

جواب

تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصًا جبکہ قرائن مانعہ عن
التاویل بھی موجود ہون کیونکہ ایسے تصریحات دربارہ نزول اوسی مسیح بن مریم بعینہ نہ
بمثیلہ کے آنحضرت صلعم سے موجود ہین جنمین کسیطرح تاویل ممکن ہی نہین چنانچہ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ
دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور یعنی آنحضرت صلعم نے یہود کو مخاطب کرکے فرمایا
کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہین مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے
تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے اب یہ پیشینگوئی کیسی صریح طور پر صاف صاف
لفظونمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے جسمین مومن کو کسیطرح کا وسوسہ
اور شک نہین مگر افسوس کہ بحکم ع اے تیزی طبع تو برمن بلا شدی۔
امروہی صاحب یہان پر بھی دار گئے بغیر نہیں تہامے۔ فرماتے ہین کہ (لم یمت) یعنے
دکہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہین مرے) دیکھو شمس بازغہ ص ۷۰ س ۲۰ معلوم نہین

اس تحریف نے آپکو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہین کیا کہ ما بعد کا فقرہ (وانہ راجع الیکم)
کیا کہہ رہا ہے یہ تو اوسی عیسیٰ کو جس کا ذکر آنحضرت صلعم نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا
مین لاتا ہے آپ کے کادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہین۔

سوال

ممکن ہے کہ "راجع" سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور بصورت قادیانی ہو۔

جواب

مرزا جیو چونکہ بروز عیسوی اور بروز محمدی دونون کے مدعی ہین تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت
صلعم عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے احادیث متواترہ مین خبر دیتے ہین اور اپنے
رجوع بروزی یعنے دوبارہ دنیا مین بصورت قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث مین بھی
اعلام نہین فرماتے اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہین بلکہ رجوع بعینہ۔
اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے
تو یہ استفاضہ قادیانی کے بغیر بہتیرے لوگون کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ فتوحات
مین فرماتے ہین کہ عیسیٰ ابن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے۔ اوسکے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور
ہمارے حال پر اونکی بڑی عنائیت ہے کما قال وھو شیخنا الاول رجعنا علے
یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ اور ان کے ماسوا اور بھی عیسوی
المشرب صوفیہ بہتیرے گذر گئے اور موجود ہین تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود
ہونیکا دعوی نہین کیا۔ اور نیز اس طرح کا افاضہ عیسیٰ بن مریم کا اوسکے زندہ ہونے پر
موقوف نہین۔ بلکہ بر تقدیر مر جانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا
ہے۔ پس آنحضرت صلعم کا فرمانا (وانہ راجع الیکم) اگر بطریق بروز ہوتا تو ان عیسے
لم یمت ا بے ربط ٹھیرتا تھا کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نیز راجع الیکم
سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہودمین سے ہون
کیونکہ آنحضرت صلعم یہود سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہین کہ (وانہ راجع الیکم) ای
بامرہ فیکم اور یہی امر صاحب کو شاید محقق ہو گیا ہو کہ قادیانی صاحب یہود مین سے ہین

لہذا یہ تاویل غلط ہے یعنی الغرض راجع الیکم یعنی بابن زفیکم جب ہی صادق آئیگا کہ یہودیوں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جاوے چنانچہ لیتزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسی کا بروز ہوگا اور آجتک چونکہ کوئی شخص رجوع ونزول بروزی کا مدعی نہیں بنا تا کہ اوسپر یہودی ہونیکا الزام عائد ہو لہذا یہ امر یہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کیلئے پیشکش ہو سکتا ہے۔ اور اگر مراد بروز سے یہہ ہے کہ روح عیسوی قادیانی کے بدن میں آگیا تو یہ تناسخ ہوا وہو باطل اور نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکور کا کہ (ان عیسے لم یمت) مردود کرتا ہے کیونکہ جب عیسیٰ بن مریم بقول آنحضرت صلعم کے مرا نہیں زندہ ہے تو (انہ راجع) سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ بن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا اور امرزا صاحب کی تاویل مذکور پراس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔

سوال

اس قسم کی صریح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہہ ہے۔ کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسی بن مریم فوت ہوگیا۔ اور جو مرجاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے بناءً علیہ دفعاً للتعارض تاویل کرنی ضروری ٹھہری۔

جواب

قرآن کریم کی آیات اسی رسالہ میں اپنی جگہ پر شرح لکھی جائینگی۔ اسجگہ اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن حدیث اجماع میں حقیقی تعارض واختلاف ہرگز ممکن نہیں پس جبکہ احادیث متواترہ اور اجماع اوسی عیسی ابن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہیں کما سیظہر تو ضرور آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو سنت اور اجماع کے مخالف نہو جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا۔ اور نیز معلوم ہو کہ ماول یعنے تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد جانکر تاویل کرتا ہے تو بیشک تحریف کے الزام سے کسیطرح بری نہیں ہوسکتا (صحیح الثبوت ومسلم المراد) کا معنی یہہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت صلعم ہی کا فرمان پاک ہے اور آپکی صلعم مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہے جس کو چھوڑکر تاویل کے روسے اور معنی

لیا جاتا ہے قادیانی صاحب اور امروہی صاحب ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد سمجھکر ماؤل ہین اسکا ثبوت دونون صاحبون کا آجتک کسی تالیف مین حدیث مذکور و نظائرہ کی صحت پر معقول کلام نکرنا اول دلیل ہے تسلیم صحت حدیث پاور بلاوجہ مردود کہنا قابل اعتبار نہین بلکہ علامہ سیوطی جیسے محدث کی تصحیح (جن کے پاس صحت حدیث کیلئے معیار علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بہی تہا جس کو قادیانی صاحب بہی ازالہ اوہام مین تسلیم کرتے ہین) کافی ہے حدیث مذکور کی صحت کیلئے دیکہو مقدمہ فتح البیان امروہی صاحب کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول و رجوع اور اقوال مفسرین مین جن سے حیات و رجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے قائل کی مراد وہی معنے ہے جس کو ہم چھوڑکر تاویلی معنے لیتے ہین اور اس تاویل کر نہین ہم مجبور ہین کیونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ کے معارض ہین۔ دیکہو ص ۷۰ س ۳ شمس بازغہ پر لکہتے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال مین توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے پس ایسی تاویل کیون کر قبول کیجا سکتی ہے تو گذارش یہہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہین کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہین لہذا محض باطل ہین پس ہم اُن کے نہ تسلیم کر نہین مجبور ہین۔ انتہی اور صفحہ ۷۰ سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکہتے ہین۔ پس اگر آپکو ان عیسیٰ لم یمت الخ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے نہین مرے جو ملعون ٹہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونیوالے ہین آخرتک توفبہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بہی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہین اور نہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیون کر کر سکتے ہین۔ انتہی

اور قادیانی صاحب کی تالیف مین مکرر لکہا ہوا ہے۔ کہ کشف نبوی علی صاحبہ السلام نے دجال وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما ہو فی الواقع احاطہ نہین کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان پیشینگوئیون واقعی امر کو نہین سمجھ سکے۔ دیکہو ص ۳۴ سطر ۱۰ ایام الصلح و ہچنین لازم نیست کل استعارات انبیاء اعلم نبی از قبل احاطہ کند الخ

پس امروہی صاحب نے تو تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ کے علاوہ قائل کو آیات قرآنیہ سے

جاہل قرار دیا العیاذ باللہ اور قادیانی صاحب نے بہی نہ صرف بڑی مہتم بالشان کشف نبوی کو
وصبہ لگایا بلکہ واقعی تقدیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کل امت مرحومہ کو قرآن کریم سے
بے بہرہ خیال کیا نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین رہا بیان اُن آیات کا جنکو اونہون نے
دلائل قطعیہ باعثہ علی التاویل ٹہرایا ہے سو بیان اونکا اسی عجالہ مین اپنے اپنے مقام پر
لکھا جائے گا ۔ اسجگہ صرف اتنا ہی بیان کرنا منظور تہا جو ہوچکا یعنی یہ لوگ آنحضرت صلعم
کے معنے مراد کو عمداً چھوڑ کر تاویل کرتے ہین اللہ اُن کو راہ راست پر لائے ۔ یا ہادی اہدنا
الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
قادیانی صاحب اس اشتہار مین اور کل تصانیف مین عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کے نزول کو آیۃ (خاتم النبیین) کے منافی لکھتے ہین اسکا جواب الزامی طور پر یہجگہ
وہی فقرہ کافی سمجہا جاتا ہے جس کو اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲ پر قادیانی نے اپنے رسول او نبی
ہونیکے لئے لکہا ہے ۔ کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہین
جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ مین کہتا ہون کہ عیسیٰ بن مریم کے بارہ مین بہی سب اہل اسلام کا
یہی عقیدہ ہے کہ جدید شرع اپنے ساتھ نہ لائینگے بلکہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے
مطابق حکم کرینگے کما ہو مصرح فی الفتوحات وغیرہا ۔ جبکہ قادیانی کا نبی ورسول ہونا خاتم
النبیین کے مفہوم مین بباعث نہ لانے شریعت جدیدہ کے فرق نہین لاتا تو عیسیٰ بن مریم کا
نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کی مُہر کو کسطرح توڑ سکتا ہے ۔

سوال

عیسے بن مریم چونکہ نبی مستقل انبیا اولوالعزم مین سے ہین ۔ تو بر تقدیر نزول کے بشرع محمدی
حاکم ہونا اونکو نبوت سے معزول کرتا ہے جو سراسر خلاف ہے عقل ونقل کے اور درصورت نزول
مع النبوۃ کے خاتم النبیین کی مُہر ٹوٹتی ہے بخلاف قادیانی کے نبی ورسول بننے کے
کیونکہ یہہ فنا فی الرسول ہونے کے باعث نبی ورسول ہونیکا مدعی ہے ۔

جواب

فنا فی الرسول ہونیکی وجہ سے بعد آنحضرت صلعم کے نبی ورسول ہونے کا کوئی مستحق نہین

چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کیلیے
دو رُخ ہین یا یون کہو بطون و ظہور ہے۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب الٰہی
جس کو خدا کے ہان مقربین مین سے ہونا لازم غیر منفک ہے۔ اور ظہور عبارت ہے توجہ الی
الخلق سے یعنی تبلیغ شرائع و احکام کی۔ اس ظہور مین تو بسبب تغیر و تبدل شرائع کے انقلاب
آسکتا ہے۔ نبی لاحق کی شریعت (چونکہ ناسخ ٹہری نبی سابق کی شریعت کیلیئے تو نبی سابق
کو بہی بر تقدیر موجود ہونے اوسکے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ مین اپنا شرع چہوڑ کر شرع
لاحق کے ساتھ عملدرآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اُسکو
بہی بغیر میری شریعت کے عملدرآمد کرنا جائز نہوتا اور اس عملدرآمد کے تغیر و تبدل سے وہ نبوت
کا بطون جسکو قرب الٰہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہین ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جا
سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف
نماز پڑہنے کی اجازت دی اور بعد اسکے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو
آپ کی نبوت و رسالت مین فرق آگیا یا آپ اس قدر و منزلت سے جو آپکو پہلے بارگاہ
خداوندی مین حاصل تہی معزول کیگئے۔ ہرگز نہین۔ الحاصل بطون نبوت مع لازم اپنے کے
جو قرب ہے کبہی انبیاء و رسل سے زائل نہین ہوتا بخلاف ظہور نبوت و تبلیغ شرائع اپنے
کے کہ یہ محدود ہے تا ظہور نبوت نبی لاحق کے اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون
گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت صلعم کے دنیا مین تشریف لانے سے پہلے اونکو ملا ہے لہذا
خاتم النبیین کی مُہر کو اگر سارے انبیاء دنیا مین آپکے بعد آجائین تو بہی نہین توڑ سکتے اور
یہی ہے مطلب قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ (مع انہ آخر من نبیٔ) اس تشریح
سے ناظرین خیال فرما سکتے ہین کہ نزول مسیح کو آیۃ خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل
اُمت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت صلعم کو بہی اس منافاۃ سے بیخبر خیال کرکے اپنی قرآن دانی پر
نازان ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے۔ اور نیز یہ بہی معلوم ہوگیا کہ تنازع اس مسئلہ مین
کہ نزول مسیح مع وصف النبوۃ ہوگا یا بدون اسکے (تنازع لفظی ہے یعنی جنہون نے
مع وصف النبوۃ لکہا ہے مراد اُن کی بطون نبوت کا ہے اور جنہون نے بدون النبوت

کہا ہے اونہون نے ظہور نبوت کا لیا ہے مضمون ہذا مین اگر جناب مولوی صاحب ذرہ غور
فرماوین تو شمس الہدائیت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہون گے مسیح بن مریم بلکہ
کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود ہ بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الہدایت
ص ۸۷ س ۲۲ اسی صفحہ کی سطر ۷ مین عبارت ہذہ (بعد نزول در رنگ آحاد
اُمت ہی اترینگے) پھر جناب موصوف کا دوسرا اعتراض آپ فرماتے ہین (بعد النزول)
اور پھر (اترینگے) یہ تکرار کیا۔ **جواباً** گذارش ہے کہ عبارت مسطورہ مین (در رنگ آحاد امت)
ظرف لغو ہے متعلق بہ (اترینگے) پس (اترینگے) مقید ٹھہرا بہ نسبت (نزول) کے۔ اور ظاہر ہے
کہ تقیید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے۔ اور بوجہ فرق اطلاق و تقیید تکرار بہی نہین۔ ثانیاً معروض
ہے کہ بالفرض اگر تقیید مذکور بہی نہ ہوتی اور صرف (بعد النزول اترینگے) ہوتا تو بہی چون کہ
اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبدء کیلئے لہذا صدق (اترینگے) کا بعد تحقق النزول ہی
ہوگا۔ شمس الہدایۃ کے **ص ۹۴ س ۱۷** عبارت ہذہ (اور وہ انبیاء سابقہ
بہی الخ) پر جناب کا تیسرا اعتراض یعنی قولہ تعالے (انہم میتون) مین مرجع ہُم کا انبیاء
نہین بلکہ مشرکین ہین۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ یہان پر قصر المسافۃ سوق
الکلام علی طرز استدلال الخصم ہے۔ استدلال خصم کی تقریر (انک میت) مین مرجع
ضمیر آنحضرت صلعم ہین اور (انہم میتون) مین مشرکین صراحۃً باقی کفار دلالۃً پس نبی و غیر
نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالۃً اذ لا فارق بین نبی و غیرہ فی الموت۔ پس انہم میتون سے

ا؎ یعنی فیض عالم [عفی عنہ] مراد مولوی صاحب سے مولوی عبد اللہ صاحب مقیم گڑہی افغانان کے ہین کیا صاحب
یہ اُس انعام کا شکریہ ہے جو کہ مؤلف رضی اللہ عنہ کی جانب سے آپ لوگون پر ہوا تہا جبکہ کادیانی
نے بذریعہ اشتہار سب سجادہ نشینون کو مقابلہ کیلئے بلایا تہا اُسوقت تو سب عالم مراقبہ مین خاموش
رہے یہ مناسب نہ تہا بلکہ اگر آپکو کسی جگہ بوجہ کم علمی کے شک پیدا ہوا تہا تو براہ راست اگر مؤلف
صاحب سے دریافت کرکے اپنے شک کو رفع کراتے تعجب ہے ادہر تو نفسانیت جو کہ دریافت
کرنے محروم رکھے اور اُدہر وہ سجادہ نشینی اور لیاقت علمی کہ ہر وقت مریدین مین بیٹھ کر دم مارے
کہ ہم چو من دیگر نیست۔ ہمارا کیا بگڑے گا آپ خود ہی پشیمان ہونگے چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

موت منجملہ جن کے مسیح ہی ہے ثابت ہوئی۔ تشریح سوال وجواب بطرز دیگر اور اظہار اس امر کا کہ استدلال اس آیت سے کس نے کیا اور کیا کیا۔ ایہا الناظرون یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا نے کسی تالیف مین وفات مسیح پر آیتہ مذکورہ سے استدلال نہین پکڑا اور نہ بظاہر ہو ہی سکتا ہے کیونکہ اسمین (انہم) کا مرجع انبیا ورسل نہین۔ مرزا صاحب کے ایک حواری نے ہمارے سامنے آیتہ مذکورہ سے وفات مسیح پر استدلال کیا تھا جس کا طرز استدلال یہہ تھا کہ آیت مذکورہ سے دلالت النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نبی وغیر نبی موت مین مساوی ہین اذ لا فارق بین المذکور وغیرہ یعنی آنحضرت صلعم اور کل انبیا جن کا یہان پر ذکر صراحتہ نہین اور ایسا ہی مشرکین مکہ اور غیر اُن کے بشریت کی وجہ سے مساوی فی الموت ہین جواب کا حاصل (میتون) کا اطلاق بدلالتہ النص گو کہ انبیاء سابقہ پر مفہوم ہوتا ہے لکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ سب انبیا مر چکے ہون چنانچہ (میت) کے اطلاق سے آنحضرت صلعم کا اس عالم سے تشریف لیجانا نزول آیت کے وقت ثابت نہین پس قضیہ مطلقہ عامہ ٹھہرا۔ نہ دائمہ مطلقہ اور اس جواب مین ضمیر (انہم) کا ارجاع انبیا کی طرف نہین بلکہ طرز استدلال کے مطابق حاصل واقع ہے۔ پہر اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۱۱ پر لکھتے ہین (اور اگر بروزی معنون کے رو سے بہی کوئی شخص نبی اور رسول نہین ہو سکتا تو پہر اس کے کیا معنے ہین کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

اقول اس کا معنے یہہ ہے کہ ای اللہ بتا ہم کو اُن لوگون کا سیدھا رستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے یعنی ہم بہی اُن کی مانند کتاب آسمانی کی ہدایت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے رستہ پر چلنے سے تیری حب وانس ورضا ولقا کو پالیوین۔

اس کا یہہ معنی نہین کہ ہم بہی انبیا ورسل گذشتہ کا مقام نبوت ورسالت حاصل کر لیوین یا بسبب کمال اتباع کے اُن کے لقب مخصوص کے مستحق بن جائین کیونکہ نبوت ورسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہون یا احکام خاصہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء سے تعلق رکھتے ہین یعنی موہوبی ہین نہ کسبی اور بسبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام خاصہ مل سکتے تو خلفاء اربعہ اور حسنین اور اولیاء سلف رضوان اللہ علیہم بڑا استحقاق رکھتے

علی کرم اللہ وجہہ باوجود شان (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے فرماتے ہیں الا و انی لست بنبی ولا یوحیٰ الی الخ ازالۃ الخفاء ص ۱۳۳ پر اسی صفحہ ۳ کی سطر ۱۵ پر فرماتے ہیں (اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اوس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

اقول مجھکو اپنے اوقات عزیزہ کے تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے۔ مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان ولا حول ولا قوۃ الا بک عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منہم احد فان عمر بن الخطاب منہم۔ مسلم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضہ کو (جن کی ملہمیت پر ایک عالم کا اتفاق ہے) اس حدیث میں مُحدّث کا لقب عطا فرمایا۔ شاید بزعم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو محدث کے لفظ کا ٹہیک لغوی معنے معلوم نہیں ہوا ورنہ محدث نہ فرماتے العیاذ اللہ۔ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مقصد دوم ازالہ میں لکھتے ہیں کہ وانا تشبہ در زیادت قوت علمیہ بان وجہ

تواند بود کہ کسی را از امت محدث وملہم فرمائید تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دل وی اندازد۔ تحدیث کا معنے لغت کے رُو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنیکا ہے لہذا الہام پانیوالے کو بھی مُحدَّث کہا گیا جیساکہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتا دیگئی ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ مُلہم بھی ٹہیک ٹہیک پتہ دیتا ہے۔

اب دیکھو عمر رضہ کو آنحضرت صلعم نے مُحدَّث نام فرمایا اور (نبی) کا لقب نہیں دیا اس حدیث کے رُو سے بہی (نبی) اور (رسول) کے لقب کی اجازت بعد آپ کے کسی کو نہیں ملتی۔ جیساکہ حدیث (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی) اور ایسا ہی حدیث ۳۳ یعنی قول علی رضہ کا الا و انی لست بنبی ولا یوحی الی۔ اجازت نہیں دیتے یعنی میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے

علی کرم اللہ وجہہ اور ایسا ہی عمر رضؓ کے مکاشفات و اخبارات خفیہ جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہین وحی نہین کہا گیا اور ان کے سبب سے اُن کو (نبی) کہلوانے پر جرأت ہوئی بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات و اخبارات اور بیان حقائق و معارف قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہمکو نبی اور موحیٰ الیہ سمجھیں گے تو جھٹ اُن کے غیر واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ (الا) کیساتھ کہا کہ الا وانی لست بنبي ولا یوحیٰ الیّ) اور آج قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ ۱۳ و سطر ۲ پر لکھتے ہین۔ اور مین جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہون ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلے کھلے وحیؑ ایمان لاتا ہون جو مجھے ہوئے جسکی سچائی اس کے متواتر نشانون سے مجھ پر کھل گئی ہے اور مین بیت اللہ مین کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہون کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔

اقول

آپکی صداقت اور حلفی بیان کو آپکا کشف و الہام و وحی ظاہر کر رہا ہے۔ **دیکھو ازالہ اوہام ص ۷۶ س ۱۳** پر آپ لکھتے ہین۔ اسجگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جسمین قادیان مین نازل ہونیکا ذکر ہی ہوا تھا اوس روز کشفی طور پر مین نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہین اور پڑھتے پڑھتے اونہون نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان تو مین نے سنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف مین لکھا ہوا ہے تب اونہون نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب مین نے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کی داہنے صفحہ مین شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب مین نے دل مین کہا کہ ہان واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف مین درج ہے الخ ۱۲

بہ نسبت اس الہام کے گذارش ہے کہ یا انا انزلناہ قریبًا من القادیان کو قرآن شریف
مین دکھلائیں اور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اقرار کرین۔ اور آئندہ جھوٹی قسم
نہ کھائین۔

دوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریۃ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہین۔
ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہین۔ سو مین نے پہلے تو آسمان
اور زمین کو اجمالی صورت مین پیدا کیا جسمین کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر مین نے منشاء حق کے
موافق اسکی ترتیب و تفریق کی۔ اور مین دیکھتا تھا کہ مین اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر مینے
آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر مین نے کہا اب ہم انسان
کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرین الخ۔

اسجگہ بھی وہی گذارش ہے کہ یا تو نئی آسمان اور زمین کو جو آپنے بنائے ہین دکھلائیں یا ایسے
کشفون کو مالیخولیا جانکر نبی و رسول نہ بنین۔

تیسرا کشف آپنے اپنے صمیم الاخلاص مرید پشاوری سے کہا کہ مجھکو بارہا الہام ہو چکا ہے
کہ فلان شخص یعنی محمد رسطو تیرے قتل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے سو معلوم ہو کہ مین اپنے خدائے
لایزال ولم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھکر کہتا ہون کہ مینے قادیانی کے قتل کرانیکا ارادہ
نہین کیا۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری میرزائی نے واقعی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہمارے
مخلص جناب مولوی ہندی صاحب سے تنہائی مین دریافت کیا تہا اونہون نے اس الہام
کے غیر واقعی اور محض افترا پر اطمینان بخش ثبوت دیا یہانتک کہ وہ مرزائی بھی قادیانی
صاحب کے الہام مین مذبذب ہو گیا۔ قادیانی صاحب کے بعض الہامات کو اگر واقعی سچا مانا جائے
تو وہ اُن کے مُحرّف سنت اور احادیث صحیحہ کے قطع و برید کرنے پر صاف گواہی دیتے ہین
دیکھو ازالہ اوہام ص ۷۶ س ۶ پر۔ پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے
میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ مین ان کے چولہے ہین میری پرستش کی جگہ
ان کے پیالے اور ٹھوٹھیان رکھی ہوئی ہین اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہین

اقول

ناظرین خدارا انصافی احادیث نبویہ کو کترنے والے بہلا وہ علما اور مولوی جو مخالف قادیانی کے ہیں ہو سکتے ہین۔ ہرگز نہین۔ کیونکہ اونہون نے تو احادیث نزول مسیح وخروج دجال وظہور مہدی کو سلف صالحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے اگر اس تسلیم کا نام قطع وبرید اور کترانا ہو تو چاہیئے تہا کہ قرون ماضیہ مین ہر صدی کے سرے پر جو جو مجدد گذرے ہین اونکو بذریعہ کشف و الہام سمجہایا جاتا کہ تم خود بہی اور دوسرونکو بہی اس عقیدہ سے (کہ عیسی بن مریم بعینہٖ آسمان سے اتریگا یا کہ دجال ایک شخص معین ہوگا اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہوگا یعنے اولاد فاطمۃ الزہرا رض عنہا سے) باز آؤ اور روکو اور میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مت کترو بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہوگا۔ سو ناظرین کو معلوم ہے کہ آجتک سب اہل اسلام اور مجدد دین اونکے اوسی عیسی بن مریم کو بعینہٖ بغیر مثیل اوسکے آسمان سے اُترنیوالا مانتے آئے ہین اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی کو احادیث کا مدلول ٹہراتے رہے ہین اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ مین اتناعی الہام نہین ہوا لہذا اس الہامی عبارت منقولہ بالا مین چو ہون سے مراد علماء مخالفین للقادیانی نہین ہوسکتے بلکہ اس سے مراد وہی مولوی صاحبان ہین جنہون نے کادیان مین جاکر چہپے ڈالے اور ٹہو ٹہیان پائیان مین قادیانی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہوکر احادیث کو کترنا شروع کیا تاکہ نیا عقیدہ درست کیا جاوے۔ الہامی عبارت کا معنے یہہ ہوا کہ کادیانی صاحب کو اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا یہ بیت الذکر یا یون کہو یہ قلب تمہارا جو ان مولویون تمہارے کے جمع ہونے سے پہلے میری عبادت کی جگہ تہی اب بحکم فبئس القرین یا بحکم منقولہ سعدی رح

بیت۔ خیالات نادان خلوت نشین + بہم برکند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہین رہی بلکہ تمہارے مولویون نے اپنا اپنا وطن اصلی چہوڑ کر اسی مسجد کادیان مین ڈیرے لگا دیئے۔ (یعنی متصل اوسکے) اور چوہونکی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا شروع کیا یا تیرے قلب مین ایسے اصول اور استنباطات شیطانیہ گہس گئے کہ میری عبادت کا نشان بہی نہ رہا۔ اس الہام کا یہہ معنی کیسے صاف طور پر اوس سے سمجہا جاتا ہے بخلاف اُس معنی کے

جو قادیانی صاحب نے لکہا ہے اوسی صفحہ پر بعد نقل الہام مذکور لکہتے ہین (عبادت گاہ سے مراد اس الہام مین زمانہ حال کے اکثر مولویون کے دل ہین)

اقول

یہہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے الہام مذکور کے معنے کو نہین سمجھے کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپکے مخالف ہین وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہین بن سکتے اسکا مصداق وہی ہین جنہون نے اپنی اوطان اصلیہ کو چھوڑکر قادیانی کی مسجد کے پاس فروکش ہوکر چولہے بنالئے - اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوگئے - اونہیں کی تہوتہیان قادیانی مسجد مین ہین بخلاف اُن علماء کے جو قادیان مین نہیں پہونچے - کیونکہ اُن کی تہوتہیان پیالے اپنے اپنے گہرونمین رکھی ہوئی ہین - قادیانی صاحب اگر بنظر انصاف دیکہین تو یہ الہام نہایت وضاحت سے اُن کو اور اُن کے مولویون کو احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کُترنے سے روک رہا ہے مگر من یهدی الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له حاکم فی جمیع الازمنہ ہے -

سوال

کیا گذشتہ زمانہ میں بہی ایسے لوگ گذرے ہین جنکو ایسے الہامات و مکاشفات وپیش آئے ہون اور اونہون نے بنا بر اُن الہامات کے اپنے تئین عیسیٰ بن مریم وغیرہ یقینی طور پر سمجھ رکھا ہو -

الجواب

ہان ایسے لوگ گذرے ہین مگر اُن کو سابقہ عنایت الٰہیہ نے اپنے شیخ کے برزخ[۱] مین غالباً اور بغیر اس کے گاہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہون کتاب وسنت کے بچاتی رہی الا ماشاء اللہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۱۸۱ مین فرماتے ہین والجامع لهذا مهمات الشیخ عبارة عن جمع جمیع ما یحتاج الیه المرید السالک فی حال تربیته وکشفه الی ان ینتهی الی الاهلیة للشیخوخة وجمیع ما یحتاج الیه المرید اذا مرض خاطره وقلبه بشبهة وقعت له لا یعرف صحتها من سقمها کما وقع لسهل فی سجود القلب وکما وقع لشیخنا حین قیل له انت عیسیٰ بن مریم فیداویه الشیخ بما ینبغی

۱؎ یعنی بدون پیر و مرشد

حضرت شیخ فرماتے ہین کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہہ واقع ہوا تھا اور اُس کو اس الہام نے کہ (تو عیسی بن مریم ہے) دھوکا دیا تھا۔

سوال

کیا قادیانی صاحب کو بھی اہل اللہ کیطرح یہ شبہہ واقع ہوا ہے یا مفتری علے اللہ ہین۔

جواب

جہان تک اُن کے دعاوی و مضامین کی اصلاح ہو سکتی ہے دریغ نہین کیا جاتا مگر تاہم بعض الہامات اون کے مفتری کہنے پر مجبور کرتے ہین چنانچہ الہام ارادہ قتل محر رسطور کے بارہ مین یعنی مین اُن کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتا ہون) اور اسمین بھی شک نہین کہ اُن کا اپنا اجتہاد اور استنباط (جو الہامی کلام سے کر لیتے ہین) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دھوکا ہے چنانچہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق الخ کے الہام سے اپنے کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات والہامات مخترعات کے ذریعہ سے جو خود بھی اپنے کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہین مثلاً انا انزلناہ قریبا من القادیان کا قرآن مین لکھا ہوا دیکھنا) اونکو دھوکا لگ رہا ہے اور اس اشتہار مین آیۃ فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول سے متمسک ہو کر یہ نتیجہ نکال لیا کہ مین نبی اور رسول ہون حالانکہ ازالہ اوہام مین خضر صاحب موسیٰ کے شان مین لکھا ہے کہ صرف ملہم ہی تھا نبی نہین تھا اوس کے بارہ مین اس استدلال نے کام نہ دیا شاید ان کا الہام خضر کے الہام سے سچا ہوگا۔ الغرض اکثر الہامات اُن کے تو کاذب ہونیکی وجہ سے اونکو مفتری علی اللہ قرار دیتے ہین اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہین مثل آیات قرآنیہ ملہمہ کی مگر اون سے اُلٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے اونپر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہین اور معہذا تلبیس ابلیس ہونیمین بھی کوئی شک نہین رہتا بھلا یہ ممکن ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی کرم اللہ وجہہ جیسے شخص کو (جسکے مکاشفات والہامات کے صادق ہونے پر تاریخ شہادت دیتی ہے) الا انہ لا نبوۃ بعدی) فرما کر (نبی غیر مشترع) کے لقب سے بھی مایوس فرماوین اور آپکو (فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول) کا مطلب العیاذ باللہ سمجھ مین نہ آوے تاکہ اس آیت سے متمسک ہو کر علی کرم اللہ وجہہ کو

نبی کا لقب عطا فرماوین اب اگر ایسے استدلالات واجتہادات کو تلبیس شیطانی نہ کہا جاوے
تو اور کیا نام رکہین اور بہت ہی تعجب ہے کہ قادیانی صاحب ملہم ہونے کی وجہ سے نبی ہوجاوین
اور خضر علیہ السلام اس لقب سے محروم رہین۔

قادیانی کے الہامات کی تقسیم

(۱) الہامات کاذبہ جن کے کاذب ہونے پر وہ خود ہی گواہ ہین

(۲) الہامات کاذبہ جن کو بوجہ نہ پورا نکلنے اون کے کاذب سمجہا گیا ہے اس
قسم کے الہامات کو واقف کارون اور قادیانی صاحب سے تعارف رکھنے والون نے لکہا
ہے چنانچہ عنقریب نقل کئے جاوینگے۔

(۳) الہامات صیادیہ جن کا ابن صیاد کے الہام کیطرح اگر سر ہے تو پاؤن نہین اگر پاؤن ہین
تو سر نہین سورۂ دخان کو آنحضرت صلعم نے توریہ فرماکر ابن صیاد سے رجواس وقت مدینہ طیبہ
مین بوجہ ظاہر کردینے امور غیبیہ کے مشہور تہا امتحاناً فرمایا کہ خَبَأْتُ لَكَ یعنی مین نے تیرے
سے کوئی چیز چہپا رکہی ہے تو بتادے کہ وہ کیا چیز ہے اوس نے جوابدیا کہ دُخ۔ دخان سے
دُخ کا پتہ دیا پہر آپنے فرمایا اِخسأ فلن تعدو قدرك یعنی خوار ہو پس تو اپنے قدر سے
ہرگز تجاوز نہ کریگا حضرت شیخ قدس سرہ اسکا نام مکر آلہی اور استدراج رکھتے ہین اور اس منزل
میں لغزش سے بچنے کا طریق بیان فرماتے ہین کہ اگر صاحب اس منزل کا سارے تصرفات
مین خدا کی جانب سے اطلاع نہ پاسکے تو اتنا اہتمام اوسکے لئے نہایت ضروری ہے کہ اوس
میزان کو جو اوسکے لئے مقرر کیا گیا ہے یعنی اپنے پیغمبر کا شرع ہرگز نہ چہوڑے تا کہ وہ میزان
اوسکو اس مکر آلہی سے محفوظ رکھے قال الشیخ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی الباب الاربعین
وثلثمائة وهو منزل عظيم فيه من المكر الالهي والاستدراج مالا تا من
مع العلم به الملائكة من مكر الله فالعاقل اذا لم يكن من اهل الاطلاع فی
تصرفاته فلا اقل من انه لا يزيل الميزان المشروع له الموزون به فی تصرفاته
من يده بل من يمينه فيحفظه فی نفس الامر من هذا المكر الخ قادیانی صاحب بہی اگر میزان

ف یعنی بالفرض اگر کادیانی کو الہامات ہوتے ہین تو اقسام مذکورہ مین سے ہونگے خلاف شرع کیوجہ سے ۱۲
محمد قاسم عفی عنہ

شرعی کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ کے فرمان پاک (لا انہ لا نبوۃ بعدی)
کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الٰہی اور استدراج سے محفوظ رہتے۔ اب میزان شرعی کو چھوڑ
دینے کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک رہے اللہ تعالیٰ اُن کو اور ہم کو بھی میزان شرعی کے محکم
پکڑنے کی توفیق عطا فرماوے۔ ابن صیاد کا مادہ صرف اخبار غیبی کا تہا قادیانی صاحب استنباط
واجتہاد کے رو سے اُس سے سبقت لیگئے ہیں۔

(۴) الہامات شیطانیہ انسیہ جنکو کسی آدمی پڑہے ہوئے نے اوس کے قلب میں ڈالدیا ہے۔

(۵) الہامات شیطانیہ جنیہ۔

(۶) الہامات شیطانیہ معنویہ جن کا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے
قال الشیخ الاکبر قدس سرہ فی الباب الخامس والخمسین ۵۵ اعلم ان الشیطان
قسمان قسم معنوی وقسم حسی ثم القسم الحسی من ذلک علی قسمین شیطانی
انسی وشیطانی جنی یقول اللہ تعالیٰ شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی
بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرہم وما یفترون۔
فجعلهم اهل الافتراء علی اللہ وحدث فیما بینهما شیطان معنوی۔ یعنی شیطان
جنی اور انسی کے مابین تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے وذلک ان شیاطین الجن والا
نس اذا القی من القی منهم فی قلب الانسان امرا ما یبعدہ عن اللہ بہ فقد یلقی امرا
خاصا وهو خصوص مسئلۃ بعینها یعنی کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص
شخصی مضمون ڈالدیتا ہے (مثلا تو مسیح موعود ہے) وقد یلقی امرا عاما ویترک فان کان
امرا عاما ننتج له فی ذلک طریقا الی امور لا یتفطن لها الجنی ولا الانسی یتفقه
فیها ویستنبط من تلک الشبه امورا اذا تکلم بها تعلم ابلیس غوایته فتلک الوجه
التی تنتج له فی ذلک الاسلوب العام الذی القاہ او لا شیطان الانس......
...... او شیطان الجن تسمی الشیاطین المعنویۃ لان کلا من شیاطین الانس
والجن یجهلون ذلک یعنی کبھی ایک امر عام قاعدہ کے طور پر شیطان انسان کے دل میں
ڈالتا ہے اور پھر کھولدیتا ہے وجوہ فاسدہ اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ جنکو

شیطان معنوی کہاجاتا ہے مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول ہے گو کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہی ہو وما قصدوا علی التعیین وانما ارادوا بالقصد الاوّل فتح ھذا الباب علیہ لانھم علموا ان قوتہ وفطنتہ ان یدقق النظر فیہ فینقدح لہ من المعانی المھلکۃ ما لا یقدر علی ردہ بعد ذٰلک وسبب ذٰلک القصد الاول فانہ اتخذہ اصلا صحیحا وعول علیہ فلا یزال التفقہ وفیہ یسوقہ حتی یخرج بہ عن ذٰلک الاصل وعلی ھذا جری اھل البدع والاھواء فان الشیاطین القت الیھم اصلا صحیحا لا یشکون فیہ ثم طرءت علیھم التلبیسات من عدم الفھم حتی ضلوا فینسب ذٰلک الی الشیطان بحکم الاصل وما علموا ان الشیطان فی تلک المسائل تلمیذ ھم یتعلم منھم۔

حاصل عبارت ہذہ کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخصی اوس کے دلمین ڈالدیتا ہے اور کبھی مضمون عام۔ اور یہ معاملہ اوسی کے ساتھ کرتا ہے جس کا مادہ مالیخولیانہ ہو۔ پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط و تفقہ و استدلالات و براہین زعمیہ نکالتا ہے جن مین مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اوسکی شاگردی پر نازان ہوتا ہے۔ مضمون خاص مثلاً تو مسیح موعود ہے (قادیانی سے پہلے بھی یہی مضمون کئی ایک لوگون کو القا ہو چکا ہے چنانچہ ابھی اوپر بحوالہ **فتوحات** لکھا گیا ہے۔ مگر اُن لوگون کو اپنے مشائخ کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ جلشانہ نے محفوظ کرلیا کما قال سبحانہ وتعالیٰ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان مضمون عام مثلاً (جسم ثقیل کا بالطبع میلان مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے) یا مثلاً (جس شخص کو غیب کی خبرین معلوم ہو جائین وہ نبی اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت صلعم کے ہی ہو) یا مثلاً **مین نے آسمان اور زمین نئے پیدا کئے** اور جو کوئی آسمان و زمین کو پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ ھل من خالق غیر اللہ یا مثلاً **مین سمیع بصیر ہون** اور سمیع بصیر بغیر خدا کے دوسرا نہین لقولہ تعالیٰ انہ ھو السمیع البصیر پس مین ہی خدا ہون وغیرہ وغیرہ جو قادیانی صاحب وامردہی صاحب کی تالیفات سے بہت اور ارزان مل سکتے ہین۔ **نتائج مُہلکہ**۔ آنحضرت صلعم کے جسمانی

معراج سے انکار سا اور یکہ مین بہی بشہادت فلا یظہر علی غیبہ احد ا الا من ارتضی من رسول کے نبی اور رسول ہون وغیرہ آجکل یُوحِیْ بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا کی ایک یہہ صورت بہی موجود ہے جس سے مسلمانون کو بچنا ضروری ہے کہ کادیان مین اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور اُن کے مشن کی تعلیم سا اور باہر والون کیلئے الحکم جو فی الواقع الشرر) ہے اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو اس ایجار کے کسب اقسام سے سلامت رکھے - اربعہ غیر متناسبہ اسلئے لکھتا ہون کہ ایک صاحب کچھ اور لکھ رہے ہین دوسرے کچھ اور تیسرے دونون سے برخلاف چوتھے تینون سے الگ - سب صاحبان کی خدمت مین بڑی ادب سے گذارش ہے کہ بجسب وصیت حضرت شیخ اکبر رضہ مسطورہ بالا آپ لوگ میزان شرعی کو محکم پکڑین صورت اسکی یہہ ہے کہ کسی سمجھ دار عالم سے علوم الہیہ پڑہکر بلکہ حاصل کرنیکے بعد قادیان مین بیٹھ کر تدریس اور ارشاد مین مشغول ہو وین تاکہ آیتہ مسطورہ ذیل کا مصداق نہ آپ بنین اور نہ سادہ لوحون اُردو خوانون کو بناوین - قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ہ الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ہ اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا ذلک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا ایتی ورسلی ھزوا ہ خدا کی آیات کا تمسخر اس سے اوپر کیا ہوگا جو ایک عبد البطن ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی الخ کو منکر فرض کر و الہامی طور پر یہی ہی خود رسول و نبی بن بیٹھے[ل] - خدا کے رسولون کا بالخصوص افضل الرسل کا صلی اللہ علیہ وسلم تمسخر اس سے بڑہکر کیا ہو سکتا ہے کہ اونکی احادیث متواترہ کی قطع و برید کرکر اپنے شیطانی الہام کے مطابق کیجادین مطابقت بہی ایسی کہ دمشق سے خط منحنی (ٹیڑہا) نکلتا ہوا قادیان مین آپہونچے مبدء خط خاص دمشق کو ٹہرانا کوئی وجہ نہین رکہتا اور دوسری کروٹ بدلنے اُن کا انکار ہی کیا جاوے - اور اجماع امت مرحومہ کو کبہی کو رانہ اور کبہی اُس سے انکار کر کے اوشا

[ل] قادیانی کو بحکم آنکہ دروغگوئی را حافظہ نباشد یہہ خیال نہین رہا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۱۰ پر لکھہ چکا ہون کہ خضر علیہ السلام باوجود ملہم ہونے کے نبی نہین تہا حرف بحرف دیکھو ازالہ اوہام

اجماعی مسئلہ کی نقیض پر انعقاد اجماع کا کل امت مرحومہ کو اتہام دیا جاوے کما فی ازالۃ الاوہام
وایام الصلح وغیرہ وغیرہ اور عیسیٰ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زنا کار کسبی عورتین لکہا جاوے کما فی ضمیمہ انجام آتہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف عینی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپکو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے العیاذ باللہ قال اللہ تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ قال ابن عباس رویا عین معراج کا قصہ سنکر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے اُن کے بارہ مین فتنۃ للناس فرمایا گیا قادیانی مشن کے لوگ بہی بوجہ انکار معراج جسمی اور رویۃ عینی کے فتنۃ للناس کا مصداق ہین حضرت عائشہ کے قول کا ذکر عنقریب اسی کتاب مین آئے گا۔

(سوال)

امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبرےٰ کے صفحہ ۱۳ مین فرماتے ہین کہ صاحب کشف مقام یقین مین مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبہی بعض مجتہدین سے بڑہ جاتا ہے کیونکہ وہ اوسی چشمہ سے چلو بہرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔ اور پہر امام صاحب اسجگہ یہہ بہی لکھتے ہین کہ صاحب کشف اُن علوم کا محتاج نہین ہوتا جو مجتہدین کے حق مین اونکی صحت اجتہاد کیلئے شرط ٹہرائے گئے ہین اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔ پہر صفحہ ۳۳ مین فرماتے ہین کہ بعض حدیثین محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہین مگر اہل کشف کو اونکی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث پہر صفحہ ۴۳ مین فرماتے ہین کہ ہمارے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہین جو کلام اہل کشف کو رد کرے کیونکہ شریعت خود کشف کی مؤید ہے پہر صفحہ ۴۸ مین فرماتے ہین کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے عالم ارواح مین یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور اون کے ہمعصروں نے ان کے دعوی کو تسلیم کیا۔ پہر امام شعرانی صاحب نے ان لوگون کے نام لیئے ہین جن مین سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بہی ہین اور فرماتے ہین کہ مین نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی اون کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تہا جس نے اُن سے پادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تہی سو امام صاحب نے

اس کے جواب مین لکہا تہا کہ مین آنحضرت صلعم کیخدمت مین تصحیح احادیث کیلئے جنکو محدثین ضعیف کہتے ہین حاضر ہوا کرتا ہون چنانچہ اس وقت تک پچہتر دفعہ حالت بیداری مین حاضر خدمت ہو چکا ہون اگر مجہے یہ خوف نہوتا کہ مین بادشاہ وقت کے پاس جانیکے سبب سے اس حضوری سے رُک جاؤنگا تو قلعہ مین جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات مین اس بارہ مین لکہا ہے اسمین سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلعم سے احکام پوچہتے ہین اور انمین سے جب کسی کو کسی واقعہ مین حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پہر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہین اور آنحضرت صلعم جبرئیل سے وہ مسئلہ جسکی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچہ کر اوس ولی کو بتا دیتے ہین یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بنزول جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پہر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہین بہتیری حدیثین ایسی ہین جو محدثین کے نزدیک صحیح ہین اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہین اور بہتیری حدیثین موضوع ہین اور آنحضرت صلعم کے قول سے بذریعہ کشف کے صحیح ہو جاتی ہین۔

اور فتوحات مکیہ مین ابن عربی صاحب نے یہہ بہی فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کہلتے ہین جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہین ہوتے اور یہہ علوم اور اسرار و معارف انبیا و اولیا کے ساتھ مخصوص ہین۔ اور جنید بغدادی سے نقل کیا ہے کہ اونہون نے تیس سال اس درجہ مین رہکر یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ اور ابو یزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مُردون سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدا تعالےٰ ہے۔ تم کلامہ۔ تو بموجب شہادت نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی صاحب نے بہی بذریعہ کشف کے آنحضرت صلعم سے پوچہکر مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی ماؤلہ حسب اجازت آنحضرت صلعم کے بیان کئے ہون اور اپنے دعوی کے اثبات مین وہ احادیث جنکو علماء ظاہر ضعاف مین شمار کرتے ہین آنحضرت صلعم سے صحیح کرلی ہون اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے

لہ سوال سے لیکر یہانتک ازالہ اوہام کی عبارت ہے ۱۲ منہ

جواب

اقول چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلامہ تک ازالہ کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۳ تک کی ہے لہذا قادیانی صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ کے کشفی فیصلے کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سوگذارش ہے کہ محی الدین بن عربی قدس سرہ اور علامہ سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحب کتاب اقتباس الانوار جسکو عالم کشف میں آنحضرت صلعم نے اور خلفاء اربعہ وسیدنا ابی محمد عبدالقادر جیلانی وسیدنا خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہم نے مقبول فرمایا) نزول عیسیٰ بن مریم بعینہ کے قائل ہین بلکہ کل اہل کشف وشہود کا اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر اتفاق ہے۔ اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلعم پر بھی۔ حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہ فتوحات کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج مین فرماتے ہین۔ فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء واسکنہ بھا وحکمہ بھا وھو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ واحدۃ الخ یعنی آنحضرت صلعم نے شب معراج مین عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسدہ العنصری پایا۔ کیونکہ وہ اب تک مرا نہین الخ اور نیز فتوحات کے باب ۳ مین لکھتے ہین۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ وھم ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء الرابعۃ والسموات السبع ھو من عالم الدنیا الی ان قال وابقی فی الارض ایضا الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین الخ اور علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو جاوے جس سے عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ مین اور بعد اوس کے مدفن اُن کا روضہ نبویہ مین علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ثابت فرماتے ہین۔ اکثر احادیث درمنثور کی شمس الہدایۃ مین لکھی گئی ہین اور حدیث بر شلاوصی عیسیٰ بن مریم کی فتوحات کی جلد اول مین ملاحظہ ہو جو شمس الہدایت مین لکھ چکا ہون اور اس رسالہ مین بھی انشاء اللہ تعالے کسی جگہ نقل کیجاویگی جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول پر پایا جاتا ہے۔

اور شیخ محمد اکرم صابری رح اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہین چنانچہ لکھتے ہین (و بعضی بر انند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازین بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم و این مقدمہ بغایت ضعیف است) پہر اسی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہین۔ (یک فرقہ بر آن رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است و این روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلعم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ مریم با و اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بر این متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزمان از ال رسول صلعم من اولاد فاطمہ زہرا رض ظاہر شود انتہی۔

قادیانی صاحب نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے آپ اپنے تالیف ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۸۰ پر اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے شیخ محمد اکرم صابری صاحب کو باین صفت موصوف کرکے (شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیا متاخرین بودہ اند) صرف اسی قدر نقل کرتے ہین کہ (و بعضی بر آنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمین بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم بعد اس کے شیخ محمد اکرم قدس سرہ کا قول ہذا (و این مقدمہ بغایت ضعیف است) حذف کر دیتے ہین تاکہ ہمارے دعویٰ کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہو جاوے۔

الغرض کل اہل کشف و شہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیٰ بن مریم نہ بشیلہ کے نزول اور نیز اوسکے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہین۔ ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلعم پر بھی ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اوسکے کاذب ہونے پر کیونکہ ان لوگون کا کشف برابر آیت و حدیث کے ازالہ اوہام مین مانا گیا ہے۔ اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام علی بینۃ من ربہ اور کشف صحیح کے مالک ہوتے ہین انکا کشفی مقولہ ایک امر کے بارے مین ایک ہی ہوتا ہے مختلف نہیں ہوتا کما قال الشیخ الاکبر فہم علی نور من ربہم نور علی نور ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

اب قادیانی صاحب سے دریافت کرنا چاہئے کہ آپ مسیح موعود و مہدی موعود و دجال شخصی و معراج جسمی و آیات بیّنات قرآنیہ یعنی معجزات کے بارہ مین کس لئے علامہ سیوطی و محی الدین بن عربی و کل اہل اللہ سے علیحدہ ہو گئے اور آپکے مونہہ سے اقوال متناقضہ کیون نکلتے ہین آپ اس اشتہار مین غیب مصفی پر اطلاع پاتے اور ملہم ہونیکی وجہ سے آیتہ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول سے متمسک ہو کر نبی و رسول بن گئے اور حضر صاحب موسیٰ جیسے ملہم کو جسکی پیشین گویون کی صداقت پر قرآن کریم شاہد ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۹ پر نبی نہین مانتے چنانچہ لکھتے ہین (وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف مین ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہین تھا) کیا آپکی پیشینگویون کی صداقت خضر علیہ السلام کی صداقت پر بڑہی ہوئی ہے لہذا آپ نبی و رسول اور وہ صرف ملہم ہے نہ نبی۔

اور نیز آپ کبھی مسیح بن مریم گلیل مین کشف کی آنکہہ سے مدفون دیکھتے ہین۔ اور کبھی کشمیر خاص سری نگر مین بلکہ انا انزلناہ قریبا من القادیان کو قرآن مجید مین لکہا ہوا ملاحظہ کر لیتے ہین کیا ایسے ہی مکاشفات کو قرآن مجید اور توریت و انجیل و زبور کے ہم پلہ سمجھتے ہین اور صلفی طور پر بیت اللہ مین کہڑے ہو کر بیان کرینگا معتقدین کو سہارا دیتے ہین۔ اونہین سے عقلمند توتاڑ گئے ہین ہم اسجگہ نقل کرنا (پیشین گوئی متعلقہ ڈپٹی آتہم) کا غیر مناسب نہین سمجھتے یہ پیشینگوئی مرزا جی نے ۵ جون ۹۳ء کو امرتسر مین عیسائیون کے مباحثہ کے خاتمہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتہم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہہ ہین۔

آج رات کو جو مجہپر کہلا ہے وہ یہہ ہے کہ جبکہ مین نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی مین دعا کی کہ تو اس امر مین فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہین تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہین کر سکتے تو اوس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث مین دونون فریقون مین سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنون مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ مین گرایا جاوے گا اور اوسکو سخت ذلت پہونچے گی بشرطیکہ حق کیطرف

ا نقل از رسالہ (الہامات مرزا) مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۲

رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اوسکی اوس سے عزت ظاہر ہوگی
اور اُس وقت جب پیشینگوئی ظہور مین آئیگی بعض اندہے سوجاکھے کئے جاوینگے اور بعض لنگڑے
چلنے لگین گے اور بعض بہرے سننے لگین گے ۔ (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸) پہر فرماتے ہین ۔ مین
حیران تھا کہ اس بحث مین کیون مجھے آنیکا اتفاق پڑا معمولی بحثین تو اور لوگ بھی کرتے ہین
اب یہ حقیقت کہلی کہ اس نشان کیلئے تہا ۔ مین اسوقت اقرار کرتا ہون کہ اگر یہ پیشینگوئی جہوٹی
نکلی یعنی وہ فریق جو خداتعالے کے نزدیک جہوٹ پر ہے وہ پندرہ ۱۵ ماہ کے عرصہ مین آجکی تاریخ سے
بسزائے موت ہاویہ مین نہ پڑے تو مین ہر ایک سزا کے اوٹہانیکے لئے تیار ہون مجھکو
ذلیل کیا جاوے ۔ روسیاہ کیا جاوے میرے گلے مین رسہ ڈالدیا جاوے مجھکو پہانسی دیا جاوے
ہر ایک بات کے لئے تیار ہون ۔ اور مین اللہ جلشانہ کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا
ضرور کریگا ضرور کریگا ۔ زمین آسمان ٹل جائین پر اوسکی باتین نہ ٹلین گی ۔ حوالہ مذکور) اس
پیشینگوئی کا مضمون بالکل صاف ہے یعنی ڈپٹی آتہم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزاجی
کی طرح موحد مسلم نہوا تو عرصہ پندرہ ماہ مین مرجائیگا اور ہاویہ مین گرایا جاویگا ۔ مگر افسوس کہ ایسا
نہوا ۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیقت مین ایسے مکاشفات کا محتاج نہین لکن تاہم مرزاجی نے مخالفین
سے اسلام پر دہبہ لگوایا ۔ اس پیشینگوئی کے متعلق مرزاجی نے جو جو حیرت انگیز چالاکیین
کی ہین انکی تردید اس پیشینگوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے ۔ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
نے اپنے رسالہ (الہامات مرزا) مین وہ تردید لکہی ہے کہ جس سے بڑہکر متصور نہین اور پیشینگوئی
مع نظائر اوسی رسالہ سے نقل کیگئی ہے ۔ چٹھی

اسجگہ پر نقل کرنا اوس چٹھی کا جو خانصاحب محمد علیخان رئیس مالیرکوٹلہ نے آتہم والی پیشینگوئی کے
خاتمہ پر بہیجی تہی) ضروری ہے تاکہ مسلمانون پر صداقت پیشینگوئیون مرزاجیو کی بخوبی ظاہر
ہو جاوے اور مرزاجیو کے بیت اللہ مین حلف اوٹہانیکا دہوکا نہ کہائین ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولینا اکرم سلمکم اللہ تعالے ! السلام علیکم ! آج ۷ ستمبر ہے اور پیشینگوئی
کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۹۴ء تہی ۔ گو پیشینگوئی کے الفاظ کچھ ہی ہون لیکن آپنے جو الہام

کی تشریح کی تھی وہ یہہ ہے - مَیں اس وقت اقرار کرتا ہون کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی
نکلی یعنے وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ مین آجکی تاریخ سے
بسزائے موت ہاویہ مین نہ پڑے تو مین ہر ایک سزا کے اٹھانیکے لئے تیار ہون مجھکو ذلیل
کیا جاوے - روسیاہ کیا جاوے میرے گلے مین رسّا ڈالدیا جاوے - مجھکو پہانسی دیا جاوے
ہر ایک بات کیلئے تیار ہون اور مین اللہ جلشانہ کی قسم کہا کر کہتا ہون کہ ضرور وہ ایسا ہی کریگا
ضرور کرے گا - زمین و آسمان ٹل جاوین پر اوسکی باتین نہ ٹلین گی - اب کیا آپ کی پیشینگوئی آپکی
تشریح کے موافق پوری ہوگئی - نہین ہرگز نہین - عبد اللہ آتہم ابتک صحیح و سالم موجود ہے
اور اوسکو بسزائے ہاویہ مین نہین گرایا گیا - اگر یہ سمجھو کہ پیشینگوئی الہام کے الفاظ کے بموجب
پوری ہوگئی - جیساکہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکہا ہے اور ظاہری معنے جو سمجھے گئے تھے
وہ ٹھیک نہ تھے - اوّل تو کوئی ایسی بات نظر نہین آتی جسکا اثر عبد اللہ آتہم صاحب پر پڑا ہو -
دوسری پیشینگوئی کے الفاظ یہ ہین - اس بحث مین دونون فریقون مین سے جو فریق عمدًا
جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے - اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے -
وہ انہین دنون مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ مین گرایا جاویگا
اور اوسکو سخت ذلت پہونچے گی بشرطیکہ حق کیطرف رجوع نہ کرے - اور جو شخص سچ پر ہے اور
سچے خدا کو مانتا ہے اُسکی اس سے عزت ظاہر ہوگی - اور اُسوقت جب پیشینگوئی ظہور مین آویگی
بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگین گے بعض بہرے سُننے لگینگے
پس اس پیشینگوئی مین ہاویہ کے معنے اگر آپکی تشریح کے بموجب لئے جاوین اور صرف ذلت اور
رسوائی لیجائے تو بیشک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی[ل] کے ہاویہ مین گر گئی - عیسائی مذہب
اوسی حالت مین سچا سمجھا جاوے - اگر یہ پیشینگوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیونکو
ہے وہ مسلمانون کو کہان - (مسلمانون کو تو نہین بلکہ مرزائیون کو) شرمندگی اور بڑی
شرمندگی ہوئی - پس اگر پیشینگوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے
فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی - اب رسوائی مسلمانون کو ہوئی - میرے خیال مین
اب کوئی تاویل نہین ہوسکتی - دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے

ل ہاویہ میں گرے

کہ ہر پشینگوئی کے سمجھنے مین غلطی ہوئی - لڑکے کی پشینگوئی مین تفاول کیطورسے ایک لڑکے
کا نام بشیر رکہا وہ مرگیا - تو اس وقت بہی غلطی ہوئی - اب اس معرکہ کی پشینگوئی کے اصلی
مفہوم کے نہ سمجہنے نے تو غضب ڈہا دیا - اگر یہہ کہا جاوے کہ اُحد مین فتح کی بشارت دیگئی
تہی - آخر شکست ہوئی تو اسمین ایسے زور سے اور قسمون سے معرکہ کی پشین گوئی نہ تہی - اور
اوسمین لوگون سے غلطی ہوگئی تہی - اور آخر پہر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی - کیا کوئی ایسی نظیر
ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹہراکر ایسی شکست
ہوئی ہو مجہکو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے - لیکن الحمد للہ ابتک جہانتک غور
کرتا ہون اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچہا معلوم ہوتا ہے - لیکن آپکے دعاوی
کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا - پس مین نہائت بہرے دل سے التجا کرتا ہون کہ آپ اگر
فی الواقع سچے ہین تو خدا کے کہ مین آپ سے علیحدہ نہون - اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنائت
فرمائین جس سے تشفی کلی ہو - باقی جیسے کہ لوگون نے پہلے ہی مشہور کیا تہا کہ اگر پشینگوئی پوری
نہوئی تو آپ یہی کہدینگے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تہی - الہام کے مفہوم سمجہنے مین غلطی ہوئی -
براہ مہربانی مدلائل تحریر فرماوین - ورنہ آپنے مجکو ہلاک کردیا - ہم لوگون کو کیسا منہ دکہاوین -
(لوگون کی پرواہ نہ کرو - خدا کو کیا موہنہ دکہاؤگے) مین برائے استفادہ نہائت دلی رنج سے یہہ
تحریر کر رہا ہون - راقم محمد علیخان

سوال

قادیانی صاحب کی صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بہی ایسے شخص کو برا نہین کہا
جاسکتا کیونکہ اوس نے اسلام کی حقیت پر براہین قاطعہ قائم کرکر مخالفین دین اسلام کو لاجواب کردیا ہے

جواب

براہین قاطعہ کا نمونہ نہین دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالیوین - کیا ایسے ہی جاہلانہ
خیالات کو براہین نام رکہا جاتا ہے ہرگز نہین - اسلام کا خدا خود حافظ ہے اور خود ہی اوسکی
حقیت مخالفین کو ہر زمانہ مین لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی قادیانی صاحب نے جو بصورت
دوست اور بمعنی اسلام کے دشمن تہے) جہالت کی وجہ سے اسلام کی ہجگینی کردی تہی مگر الحمد للہ
کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کرلیا - سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے - **بیت**

ترا اژدہا گر بود یار غار   ازان بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت صلعم کے شان مین وہ وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدہ عالم پر اونکو بوجہ تحریری ہونے اُن کے ثبت کرادیا الحمد للہ والمنتہ کہ اللہ جلشانہ بجسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے ہمیشہ اوسکو پشینگویون مین ناکامیابی دیتا رہا تاکہ عوام کالانعام اوسکو بوجہ صداقت پشین گوئی کے کتاب وسنت کے بیان مین سچا نہ سمجھ لین بلکہ یہ جان لین کہ یہ شخص قرآن اور سنت کا محرف ہے کیونکہ اکثر فی زماننا قرآن والی کا معیار جاہلون کے ہاتھ مین صرف پشینگویون کی صداقت ہی رہ گئی ہے۔

عیسٰے ابن مریم کے نزول پر اجماع

یعنی اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کما اخترعہ القادیانی آسمان سے بجسب پشینگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتریگے اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جاوے ممکن نہین لہذا بڑے زور سے ہم کہتے ہین کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عندالرفع پر بھی یعنی آسمان کیطرف اٹھایا جانے کیوقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا کما ہو مذہب الجمہور یا وفات پاکر بعد ازان اُٹھانے کیوقت زندہ کیا گیا کما ہو مذہب النصارے وبعض اہل الاسلام مثل مالک رحمتہ اللہ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اسپر اجماع نہین کیونکہ امام مالک وفات کے قائل ہین نصاریٰ کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو اُن کی کتابون سے ظاہر ہے اور مالک رحمہ اللہ کا قائل ہونا بحیات المسیح عندالرفع۔ اُن کے بڑے بڑے معتبرون مقلدون کی تصریحات سے پایا جاتا ہے ورنہ مقلدین امام مالک اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور برتقدیر علیحدہ ہونیکے نزول جسمی بعینہ کو جو فرع ہے رفع جسمی بعینہ کی مجمع علیہ کل اُمت مرحومہ کا نہ لکھتے لہذا مجمع البحار مین (قال مالک مات) کے بعد شیخ محمد طاہر یہ تاویل لکھتے ہین ولعلہ اراد رفعہ علی السماء او حقیقۃ ویجئ آخر الزمان لتواتر خبر النزول اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کیطرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے کل اہل اسلام سب متفق ہین بلکہ نصاریٰ بھی

اسمین مسلمانون سے الگ نہین۔ مگر اجماعی حیات الی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عند الرفع مانی گئی ہے۔

اس مضمون پر عبارات مسطورہ ذیل شاہد ہین امام الائمۃ ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر مین فرماتے ہین وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل ائمہ شفعویہ کا یعنی سب اوسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بشبہہ کے نزول پر متفق ہین۔ چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی مین تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانون سے عیسیٰ علیہ السلام کا اُترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی مین بڑی بسط سے لکھتے ہین فاذا نزل سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلعم بالہام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لہا من الکتاب والسنۃ ونحو ذلک اس کے بعد لکھتے ہین۔ فہو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فہو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض انہ یاتی واحدا من ہذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجہل انہما لا تزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ہو حیّ نعم ہو واحد من ہذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ۔

اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام مین فرماتے ہین انہ یحکم بشرع نبینا ووردت الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع۔ اور فتح البیان مین ہے کہ وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل تتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ فی غیرہ وصحح الطبری ہذا القول ووردت بذلک الاحادیث المتواترۃ۔ فتح البیان ص ۳۴۳ ج (۲)۔

ائمہ اربعہ کے ساتھ اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصنیفات مین احادیث نزول موجود ہین

کسی نے نزول عیسیٰ بن مریم کو نزول مثیل عیسیٰ نہین لکھا بلکہ نزول جسد بعینہ کی تصریح کی ہے فتوحات کی نقلین بحوالہ ابواب ابہی گذر چکی ہین ۔ اور نیز حضرت شیخ اکبر اس نزول کے اجماعی ہونیکو اس عبارت سے باب ۳۷ مین ظاہر فرماتے ہین وانہ لاخلاف انہ ینزل فی اخر الزمان الخ اور نیز حدیث برثملا وصی عیسیٰ فتوحات مین موجود ہے جس سے جابر رض صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے وسیجئی انشاء اللہ تعالےٰ الغرض کل محدثین اور ائمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روائیت و درائیت اور صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمر رض اور حضرت ابن عباس رض اور حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود اور ابوہریرہ اور عبداللہ بن سلام اور ربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور جابر و ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری وغیرہا اور بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد اور بیہقی و طبرانی و عبد بن حمید و ابن ابی شیبہ و حاکم و ابن جریر و ابن حبان و امام احمد و ابن ابی حاتم و عبدالرزاق وغیرہ وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰ ابن مریم کے زندہ اٹھایا جانے اور اُترنے پر بعینہ لا بمثیلہ کما قال شیخ الاسلام الحرانی وصعود الادمی ببدنہ الی السماء قد ثبت فی امر المسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فانہ صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وھذا مما توافق النصاری علیہ المسلمین فانھم یقولون المسیح صعد الی السماء ببدنہ وروحہ کما یقولہ المسلمون ویقولون انہ سوف ینزل الی الارض الخ وھذا کما یقولہ المسلمون وکما اخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الاحادیث الصحیحۃ لکن کثیرا من النصاری یقولون انہ صعد بعد ان صلب وانہ قام من القبر وکثیر من الیھود یقولون انہ صلب ولم یقم من قبرہ اما المسلمون وکثیر من النصاری یقولون انہ لم یصلب ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن وافقھم من النصاری یقولون انہ ینزل الی الارض قبل یوم القیمۃ وان نزولہ من اشراط الساعۃ کما دل علی ذلک الکتاب والسنۃ الخ اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ مین سب اہل اسلام سے الگ ہے ۔ اور نیز اس سے ناظرین کو تعین ہو سکتا ہے کہ بلاشک قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے غیر اجماعی کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو

غیر اجماعی اور جہال کو کیسے کیسے دہوکے دئیے ہین کہ پناہ بخدا - ایہا الناظرون قادیانی صاحب کا دعوی کہ مسیح موعود خود مین ہی ہون مقدمات ذیل پر مبنی ہے ۱ علیے مسیح بن مریم فوت ہوچکا ہے ۲ موتی مرنیکے بعد دوبارہ دنیا مین نہین آتے ۳ الہام - جوابًا اتنا ہی کافی معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کا الہام بوجوہ مذکورہ بالا جو اُسکے بطلان پر شاہد ہین مفید مدعی نہین ہوسکتا - مگر ناظرین کے اطمینان کیلیئے مقدمہ اوّل اور ثانیہ کی طرف بہی متوجہ ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے پہلے مقدمہ کی تائید مین قادیانی صاحب نے لکہا ہے کہ کسی بشر کا آسمان پر جانا محال ہے اور آنحضرت صلعم کا معراج جسمانی نہین ہوا چنانچہ ازالہ کے ص ۴۷ مین لکہدیا کہ یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتہ نہین تہی بلکہ وہ نہایت اعلی درجہ کا کشف تہا اور اس قسم کے کشفون مین مؤلف (قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے انتہی - اور آیتہ او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا - کو اونہون نے امتناع صعود علے السماء کیلیئے دلیل ٹہرایا ہے - حالانکہ یہی آیت ثابت کرہی ہے کہ کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہین کیونکہ اس آیت مین آنحضرت سے اسوقت کے موجودہ کفار نے وہ امور طلب کیئے تہے جن کا وقوع بہ نسبت انبیاء سابقہ کے اون کے مسلمات مین تہا اور اونہین امور کو منجملہ دلائل دعوی نبوت کے خیال کرتے تہے چنانچہ اونہون نے کہا لن نؤمن حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا (ہم تجہ پر ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ تو زمین پہاڑ کر (حضرت موسی کی طرح) ہمارے لیئے پانی کا چشمہ نکالے او تکون لك جنة من نخیل و عنب فتفجر الانهار خلالها تفجیرا (یا تیرے لیئے (ابراہیم کیطرح جسپر کہ آتش نمرود باغ ہوگئی) ایک باغ ہو کہجور اور انگور کا جسکے بیچ تو نہرین نکالے (او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا (یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے حسب مزعوم اپنے کے گرائے (جیسے کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اٹہایا گیا تہا) او تاتی بالله والملائكة قبيلا) یا تو خدا اور اوسکے فرشتون کو ہمارے سامنے لا ہوتے (چنانچہ حضرت موسی سے بہی یہی سوال کیا گیا) او یکون لك بیت من زخرف (یا تیرے لیئے کوئی سنہری گہر ہو (چنانچہ ادریس علیہ السلام کیلیئے بہشت مین ہوا) او ترقی فی السماء (یا تو آسمان پر (حضرت مسیح کی طرح چڑہ جائے) ولن نؤمن لرقیك

حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ) اور ہم تیرے آسمان پر چڑھنے کو ہرگز نہ مانینگے یہان تک کہ تو آسمانون سے کوئی ایسی کتاب اُتار لاوے جس کو ہم پڑھ سکین (الواح موسیٰ کیطرح) ایہا الناظرون (لرقیک) مین لام تعلیل کیلئے ہے ای لاجل رقیک) دیکھو فتح البیان پس حاصل یہ ہوا کہ ہم تیرے اوپر ایمان اوسوقت لائینگے جبکہ تو آسمان پر چڑھ گیا اور چونکہ تو چڑھ جاوے گا تو پہلے ہم صرف تیرے چڑھ جانے پر اکتفا نہین کرتے بلکہ یہی شرط لگاتے ہین کہ تو آسمان سے الواح موسیٰ کیطرح کوئی ایسی کتاب اُتار لاتے جس کو ہم پڑھ سکین اللہ تعالیٰ بجواب سوال کفار کے فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم تو انکو کہدے کہ (سبحان ربی) پاک ہے پروردگار میرا ہر عجز سے) یعنی وہ ان سب امور بالا کے لانے پر قادر ہے ہان (ہل کنت الا بشرا رسولا) مین بذات خود نہین ہون مگر اوسکا بندہ بھیجا ہوا ہون الہذا ان امور کے سوال کرنیکا بھی بغیر اجازت اوسکے مختار نہین ہون - ایہا الناظرون (سبحان ربی) سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ امور مذکورہ بالا ممتنعات سے نہین ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ایقاع پر قادر ہے کجا یہ کہ اوسکو اثنا امور مذکورہ کے امتناع پر دلیل ٹھہرایا جاوے والا تو چاہئے کہ کل امور مذکورہ بسوال کفار ممتنعات سے ہون وہو باطل - بلکہ سورہ بنی اسرائیل مین صاف فرما دیا کہ (وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون) ہم کو آیات بینات کے بھیجنے سے محمد صلعم کیطرف کسی چیز نے نہین روکا بجز اسکے کہ پہلے انبیا جو ایسے معجزات اور آیات کے ساتھ آئے انکی تکذیب کیگئی اور یہی مضمون ام عطا کی حدیث سے بھی ظاہر ہے روی ام عطا عن النبی قال والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ما سألتم ولو شئت لکان ولکنہ خیرنی بین ان تدخلوا باب الرحمۃ فیؤمن مؤمنکم وبین ما وکلکم الی ما اخترتم اہ ابن کثیر آپ صلعم فرماتے ہین کہ جو امور اللہ تعالیٰ نے مجھکو عطا فرمائے ہین اگر مین چاہون تو ہو جائین لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے مختار کیا ہے الخ معراج شریف کی نسبت قادیانی صاحب کا لکھنا کہ (اس جسم کثیف کے ساتھ نہین گئے تھے) سخت گستاخی اور بے ادبی ہے - گو کہ جسم شریف کی کثافت بہ نسبت روح مطہر ہی کے خیال کیجائے - کیونکہ تاہم جسمی کثافت کو وجہ دلیل ٹھہرانے امتناع صعود علی السماء کے تابعدے ماننا پڑتا ہے کہ اور اجسام کی کثافت

کی طرح صعود علی السمار کے مصادم ہو۔ ایہا الناظرون یہ تو ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلعم کے جسم مبارک کا سایہ زمین پر کبھی دیکھا نہیں گیا۔ اسی لئے کہ روح کیطرح لطیف تہا جب آپ کا بول اوس شخص کے حق مین جس نے اندہیری رات مین پانی کے خیال سے نوش کیا تہا عنبر اور مشک کی طرح موجب تعطر اور نورانیت ہو گیا تہا پس کیا ہو گا حال ذات مبارک کا اللھم صل وسلم وبارک وادم علی سیدنا محمد وآلہ وعترتہ وعلی جسمہ فی الاجسام وعلی روحہ فی الارواح وعلی قبرہ فی القبور وعلی مشہدہ فی المشاہد۔ قاضی عیاض شفا مین اور قاضی ثنار اللہ مالابد مین لکھتے ہین جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نوع کی بے ادبی کا مرتکب بجناب نبوی بلکہ کل انبیار علیہم السلام کی نسبت خواہ مسلمان ہی کیون نہو کا فر واجب القتل ہے اور بہر حیرت انگیز گستاخی ہے کہ قادیانی اپنے کو آنحضرت صلعم کا ہم پلہ اور آنحضرت صلعم کے کمالات کو اپنی کمالات تک محدود سمجہتا ہے چنانچہ لکہتا ہے کہ (اور اس قسم کے کشفونمین مؤلف (قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے) اقول فرض کیا کہ آپ کشفون مین صاحب تجربہ ہین تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج آپکے کشفی عروج وسیر سے اعلیٰ درجہ پر نہو۔ آنحضرت صلعم کے نتائج مین سے نماز پنجگانہ کی فرضیت بہی ابدالدہر ثابت ہوئی۔ اور آپ کے کشف یا خواب رخیال نکاح آسمانی کو ایک لمحہ بہر کیلئے بہی ظہور مین نہین لایا۔ حضرت کیا ایسے معارج مالیخولیا نہ عروج نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام سے نسبت رکھتے ہین ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا +

ایہا الناظرون معراج جسمی آنحضرت صلعم کا بحالت بیداری آیتہ ذیل سے ثابت ہے (سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ) کیونکہ (سبحان) کا اطلاق اوسی موقعہ پر ہوتا ہے جہان کہین کسی عظیم الشان اور مستبعد ومحال عادی کا ذکر ہو اور ظاہر ہے کہ نیند مین آسمانون پر جانا یا اطراف السموات والارض مین سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہین اور نیز (اسریٰ) کا استعمال نیند مین نہین آتا۔ قاضی عیاض۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کی اسرار شل اور انبیار کے کشفی اور روحی نہ تھی

ہ صراحۃً یا اشارۃً۔ عمداً یا سہواً۔ منہ

بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی ہیں بعض احادیث کے الفاظ سے شل بین النائم والیقظان یا وھونائم اور واستیقظت معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالت منام ہوا ہے سواسکی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہین کہ ان الفاظ مین کوئی حجت نہین کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنیکیوقت یا اسرار کے شروع مین آنحضرت صلعم سوئے ہوئے ہون اور ان احادیث سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسرار مین سوئے ہون۔ ہان ثم استیقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے اسرار کے وقوع پر بحالت منام ونیند کے لیکن اسکے معنے صبح کرنے کے بہی ہیں یا محتمل ہے کہ اسرار کے بعد گہر مین سوگئے ہون۔ اور محتمل ہے کہ تیقظہ بمعنی ہوشیاری وافاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے انتہی الملخص قولہما۔ اور انہین الفاظ مذکورہ کی طرح اختلاف روایات کا بہ نسبت تعیین مکان اسرار کے موجب تشتت واضطراب معلوم ہوتا ہے مگر مرقاۃ اور لمعات مین بوجہ جمع بین الروایات اسطرح بیان کیگئی ہے کہ آنحضرت صلعم شب اسرار مین ام ہانی کے گہر سوئے ہوئے تھے اور ام ہانی کا گہر ابیطالب کے کوچہ مین تہا پہر اوسکے گہر کی چہت کہل گئی اور آنحضرت صلعم نے بسبب اسکے کہ اوسمین رہا کرتے تہے اوسکو اپنا گہر کہا اور اوسی سے فرشتہ اُترا اور آنحضرت صلعم کو اوس گہر سے نکالکر مسجد کعبہ کیطرف لے گیا درحالیکہ آنحضرت صلعم ام ہانی کے گہر آرام فرمارہے تہے اور نیند کا اثر باقی تہا پہر حطیم سے باب مسجد مین لاکر آنحضرت صلعم کو براق پر سوار کرایا اور گہر مین ہونا اسغرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ مین ہوا نہ مدینہ مین۔

مین کہتا ہون ان سب وجوہ تطبیق مذکورہ مفیدہ سے اطمینان بخش وہ وجہ ہے جس کو رئیس المکاشفین محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ مین لکھا ہے ولو کان الاسراء بروحہ تکون رؤیا راٰھا کما یری النائم فی نومہ ما انکرہ احد ولا نازعہ احد وانما انکر واعلیہ کونہ اعلمہم ان الاسراء کان بجسمہ فی ہذہ المواطن کلہا (یعنی بتقدیر معراج روحی کے انکار اُس کا کوئی معنی نہین رکہتا ہان معراج جسمی کو بعید از عقل جان کر انکار کیا گیا۔) ولہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ وثلثون مرۃ الذی اسری بہ منہا اسراء واحد بجسمہ والباقی بروحہ

رویا رلہا کا آنحضرت صلعم کیلئے ۳۴ معراج ہوئے جنمین سے ایک جسمی تھا اور باقی روحی
عالم خواب مین - بعد اسکے فرماتے ہین (وبعضهم ازاد على الجماعة عند رسول الله صلى الله
عليه وسلم باسلاء الجسم واختراق السموات والافلاك حسا وقطع مسافات
حقيقة محسوسة وذلك كله لورثته معنى لا حسا من السموات فما
فوقها) یعنی معراج جسمی کیوجہ سے آنحضرت صلعم کو باقی اہل اللہ پر فوقیت اور زیادت ہے
مگر قادیانی صاحب ہرگز اس فضیلت و زیادت کو گوارا نہین کر سکتے - اب تو اہل مکاشفہ کے
اقوال کو بھی چھوڑے جاتے ہین مع آنکہ جلد اول ازالہ مین اہل کشف خصوصاً شیخ کی نسبت
لکھا ہے کہ ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے **اقول** تعدد معراج کی تقدیر
پر الفاظ مذکورہ و روایات مختلفہ مین تطبیق حاصل ہے اور یہی تقدیر احوال شریفہ آنحضرت صلعم
سے مناسب ہے گویا رویت منامی مقدمہ اور تمہید ٹھہری معراج جسمی کیلئے چنانچہ اکثر وقائع
شریفہ مین ایسا ہی ہوا کرتا تھا - پہلے آپ کو بحالت خواب امور غیبیہ دکھلائی دیتے تھے بعد ازان
مطابق خواب ظہور مین آتے تھے - تعدد معراج پر قادیانی کے تین اعتراضات **اول** انہین
احادیث سے ثابت ہے کہ انبیا کیلئے خاص خاص مقامات آسمانون مین مقرر ہین جن سے
وہ آگے نہین بڑھ سکتے چنانچہ گریہ و بکا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بروقت جانے آنحضرت
صلعم کے ساتوین آسمان سے آگے اسی پر دال ہے - کیونکہ اگر حضرت موسیٰ کے اختیار مین تھا
کہ کبھی پانچوین آسمان پر آ جاتے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتوین پر تو یہہ گریہ و بکا کیسا تھا -
جیسے پانچوین یا چھٹے سے ساتوین پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جا سکتے تھے - **الجواب**
حضرت موسیٰ کا بکا اور رونا اسلئے نہ تھا کہ اونکو ساتوین آسمان سے آگے رفع نہ ہوا ہے -
بلکہ انکا رونا بسبب فقدان کمال و عموم دعوت کے تہا جس کو حضرت موسیٰ نے اپنے مین
نہ پایا اور آنحضرت صلعم کی ذات مبارک مین یہہ کمال دیکھا چنانچہ امام بخاری باب المعراج
حدیث مالک بن صعصعہ مین لکھتے ہین (فلما تجاوزت بكى قيل له ما يبكيك قال ابكى
لان غلاما بعث بعدى يدخل الجنة من امته اكثر من يدخلها
من امتى بخارى) - جب آنحضرت صلعم آگے بڑہے تو حضرت موسیٰ رونے لگے -

رونے کی علت جب اُن سے دریافت کیگئی تو کہا کہ میرا رونا اس لئے ہے کہ یہ غلام نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت مین داخل ہوگی - گویا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے یہ رونا تہا نہ یہ کہ وہ آگے نہین بڑھ سکتے - حالانکہ مشکوٰۃ باب من حضرہ الموت مین بروایت براابن عازب مذکور ہے کہ کل نفوس کاملہ آسمانِ ہفتم تک رفع ہونیکے بعد اپنے اپنے ابدان مین بامرِ الٰہی لوٹائے جاتے ہین - (فیشیعہ من کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا حتی ینتھی بہ الی السماء السابعۃ فیقول اللہ عز وجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوہ فی الارض الخ -
علامہ زرقانی کی شرح مواہب پر نظر ڈالنے سے بخوبی محقق ہوجاتا ہے کہ شبِ معراج مین جن انبیاء نے جہان جہان دکہائی دی اُن کے لئے اُن مقامات سماویہ کی کوئی تخصیص نہین بلکہ اظہار تفاضل اور اُن وجوہ اختصاص کیلئے تہا جن کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین مفصل لکہا ہے اور جدا جدا آسمانون مین دکہائی دینا تعین مقام کے لئے کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ارواح کاملہ کے عروج مقامات مذکورہ تک ہی محدود نہین اور اسی پر دال ہے وہ حدیث ذیل جس کو احمد - اور مسلم اور نسائی نے ذکر کیا ہے - (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ) آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شبِ اسرا مین میری گذر اُس سُرخ ٹیلے کے پاس سے ہوئی جہان حضرتِ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مین کہڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور پہر اوسیوقت بیت المقدس مین آنحضرت صلعم سب انبیاء کیلئے امام ہوئے اور پہر اُن کو علیحدہ علیحدہ آسمانون مین دیکہا بحکمتہ یعلمھا الحکیم العلیم اور علامہ زرقانی لکہتے ہین کہ ان حضرات کا جُدا جُدا آسمانون مین دکہائی دینا دراصل اُن کے واردات خاصہ کیطرف اشارہ ہے جو اونکو اپنی اپنی قوم سے پیش آئے اور اوسی کی مثل آنحضرت صلعم کو بہی درپیش آنیوالے تھے الخ رہا یہ امر کہ اُن انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کل مواطن مین روحانی صورت مین دیکھا یا بصورت عنصری جسدی - قرطبی کے نزدیک ہے کہ وہ اپنے اپنے

اجساد کیساتھ سرے ہوئے اور لمعات مین دونون طرح دکہائی دینے کو محتمل لکہا ہے باین طور کہ اون کی روحین بصورت اجساد متمثل ہوگئی ہون مگر عیسیٰ کہ اون کا اپنے جسم کیساتھ مرفوع ہونا ثابت ہے اور فتوحات مین حضرت شیخ نے بہی حضرت عیسیٰ کے بارہ مین ایسا ہی لکہا ہے کما مر۔

قادیانی صاحب کا باتباع ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ دوسرا اعتراض تعدد معراج کے مطابق یہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ ہر دفعہ اول پچاس نمازین مقرر کیگئین اور پہر پانچ رہین جب بہیجا اور لغو طور پر منسوخیت ماننی پڑتی ہے۔

جواب

فرضیت صلوٰۃ کا تعدد حالت خواب مین بطریق توطیہ کوئی مستبعد نہین ہان حالت بیداری مین اسکا تعدد دیجا اور غیر مناسب سمجہا جاتا ہے کما فی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

تعدد معراج پر قادیانی صاحب کا تیسرا اعتراض (بلکہ یہہ حدیث جو بخاری کے ص ۱۱۲ مین ہے خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے کیونکہ ایک طرف تو یہہ لکہہ دیا کہ بعثت کے پہلے یہ معراج ہوئی تہی اور پہر اوسی حدیث مین یہہ بہی لکہا ہے کہ نمازین پانچ مقرر کر کے پہر آخر کار ہمیشہ کیلئے پانچ مقرر ہوئین اب ظاہر ہے کہ جس حالت مین یہہ معراج نبوت سے پہلے تھی تو اوسکو نمازون کی فرضیت سے کیا تعلق تہا۔ اور قبل از وحی جبرئیل کیونکر نازل ہوگیا۔ اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ انتہیٰ ملخصا۔

جواب

ایہا الناظرون حدیث ذیل کے الفاظ کو غور سے دیکہین اور پہر قادیانی کی حدیث دانی و کمال علمی کا خیال فرماوین۔ عن شریک بن عبد اللہ انہ قال سمعت انس بن مالک یقول لیلۃ اسریٰ برسول اللہ صلعم من الکعبۃ انہ جاءہ ثلثۃ نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو فقال اوسطھم ھو خیرھم فقال اٰخرھم خذوا خیرھم فکانت تلک اللیلۃ فلم یرھم یہان تک مطلب شریک بن عبد اللہ کا یہ ہے کہ انس رضہ شب اسرا کا واقعہ بیان کرنے وقت کہتے ہین کہ

قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے اور آنحضرت صلعم اُسوقت مسجد حرام مین سوئے ہوئے تھے اور وہ آپس مین باتین کرکے چلے گئے اور آپنے اونکو نہ دیکھا بس یہانتک تو شب اسراء کے پہلے کا ذکر بطریق تمہید تھا اب شب اسرا کا ذکر شروع ہوتا ہے (حتی اتوہ لیلۃ اخری فیما یری قلبہ و تنام عینہ الخ یعنی اُن ملائکہ کو آپنے نہ دیکھا یہانتک کہ پھر آئے وہ کسی اور رات مین یعنی شب اسرا مین اور آسمانون پر لیگئے۔ اور پانچ نمازین مقرر ہوئین الخ اس ترجمہ سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ قادیانی صاحب نے بجائے اس کے کہ اپنی کم فہمی پر روتے اور کسی عالم سے پوچھتے اُلٹا حدیث بخاری پر حملہ کیا اور آنحضرت صلعم کے ایک کمال جداگانہ اور مخصوص کی گستاخی کی چنانچہ لکھا ہے (ایک طرف تو یہ لکھدیا الخ) گویا ایسے گستاخانہ تعبیرات سے لوگونکو دہوکا دینا چاہا تاکہ بہ نسبت احادیث کے اضطراب کی وجہ سے بے اعتباری پیدا کیجائے جس کا نتیجہ یہہ ہو کہ جو کچھ مین اور میرے جاہل مولوی بکتے جائین اوسی کو لوگ واجب التسلیم سمجھین حضرت کیا سارا ہی جہان تو جاہل نہین اللہ تعالے خود اپنی حبیب پاک صلعم کے قرآن اور حدیث کا حافظ ہے۔ شفا قاضی عیاض مین ہے کہ بغیر عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سب کا مذہب معراج جسمی اور بحالت یقظہ ہونیکا ہے اور ان دونون کا قول اُن جماہیر صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہین کرسکتا کیونکہ حضرت عائشہ واقعہ اسراء کیوقت پیدا ہی نہین ہوئی تھین یا سن ضبط و تمیز کو نہین پہونچی تہین علے اختلاف القولین بلکہ حضرت عائشہ سے (ما فقد جسد رسول اللہ صلعم) والی حدیث کا مروی ہونا بتصریح قاضی عیاض و علامہ زرقانی باطل اور غیر ثابت ہے پہر اونکی روایت کو مع عدم المشافہۃ والثبوت کیونکر ترجیح دیجاوے اُن مشاہیر اور جماہیر صحابہ کے اقوال پر جنہون نے بالمشافہ نور نبوت سے اس معنی کا استفاضہ کیا کہ معراج شریف جسمی اور بحالت یقظہ ہے۔ اور بر تقدیر صحت اس حدیث کے علامہ تفتازانی نے اس طرح پر تاویل کی ہے کہ آنحضرت صلعم کا جسم مبارک روح سے مفقود نہ ہوا بلکہ دونون ساتھ تھے اور یہی معنی مطابق ہے حضرت عائشہ کی دوسری حدیث کے جس کو ازالۃ الخفا صفحہ ۳۰۵ مین شاہ ولی اللہ مرحوم نے بتخریج حاکم ذکر فرمایا ہے۔ اخرج الحاکم عن عائشۃ قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی اصبح یحدث الناس بذلک

فارتد ناس ممن کانوا امنوا به وصدقوہ وسعوا بذالک الی ابی بکر فقالوا ھل لک
فی صاحبک یزعم انہ اسری بہ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال او قال ذالک
قالوا نعم قال لئن قال ذالک لقد صدق قالوا اتصدقہ انہ ذھب اللیلۃ الی بیت
المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ بما ھو ابعد من ذالک اصدقہ
بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذالک سمی ابو بکر الصدیق - فرمایا حضرت
عائشہ رضؓ نے جبکہ آنحضرت صلعم کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی تو آپ نے صبح ہوتے ہی لوگون سے
اسرا شب کے واقعات بیان فرمائے پس بعض ایمان والے بھی اوس کے سنتے ہی مرتد ہو گئے
او صدیق اکبر رضؓ کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور پوچھا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب (محمدؐ)
زعم کرتا ہے کہ وہ آج کی رات کو بیت المقدس کو گیا اور صبح ہوتے پہلے واپس بہی آگیا -
ابو بکر رضؓ نے پوچھا کیا میرے صاحب نے کہا ہے اونہون نے جواب دیا کہ ہان کہا ہے ابو بکر رضؓ نے کہا اگر
میرے صاحب نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے اونہون نے پوچھا کہ پہر تو اوسکی تصدیق کرتا
ہے ابو بکر رضؓ نے جواب دیا کہ ہان مین اسکی تصدیق کرتا ہون اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی
تصدیق کرتا ہون جو آسمانون کے متعلق طلوع شمس کے قبل یا زوال کے بعد بھی خبر دے - اور
اسی وجہ سے ان کا نام صدیق ہوا - منہاج العلوی مین ملا علی قاری حدیث معاویہ کے
متعلق لکھتے ہین کہ وہ اسرا نبوی کے وقت ابہی ایمان بہی نہ لائے تھے لہذا اون کا سائل کو یہہ
جواب دینا کہ (کانت رؤیا صالحۃ) معراج جسمی اور اسرا جسدی کے متعلق نہین جو اون کے
ایمان سے اول اور اون کے علم سے باہر تہا - معراج جسمی کے منکرین نے آیتہ (وما جعلنا الرؤیا)
سے تمسک پکڑا ہے کہ یہ واقعہ منجلہ رؤیا منام سے تہا - مگر اسکو قاضی عیاض نے شفا مین رد کیا ہے
ساتھ آیتہ (سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی) کے کیونکہ (اسری) نیند کے متعلق نہین بولا جاتا - اور نیز
آیتہ مذکورہ مین (فتنۃ للناس) بہی اسی کا مؤید ہے کیونکہ خواب کی صورت مین کوئی فتنہ اور
امتحان نہین اور نہ کسی کا انکار متصور ہو سکتا ہے - اور نیز اس آیتہ کو بعض مفسرین نے قصہ حدیبیہ
کے متعلق لکھا ہے - معہذا رؤیا کا استعمال کلام عرب مین حالت یقظہ و بیداری کیلئے بہی آگیا ہے
شعر - فکبر للرؤیا وھش فوادہ ۔ وبشر نفسا کان قبل یلومھا ۔ اور نیز حضرت ابن عباس رضؓ کا

قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے کما فی البخاری۔

تنبیہ۔ بیشک راویوں نے واقعات اسرات روحی وجسمی کو ایکدوسرے سے جدا کرکے بیان
مین تساہل کیا ہے مگر اسکو روائیت بالمعنی ہونے کی وجہ سے معیوب اور مستکرہ خیال نہین
کیا جا سکتا۔ وعن بعض التابعین قال لقیت اناسا من الصحابۃ فاجتمعوا فی المعنی
واختلفوا علی فی اللفظ فقلت ذلک لبعضہم فقال لا باس بہ ما لم یحیل معناہ
حکاہ الشافعی وقال حذیفۃ انا قوم عرب نورد الاحادیث فنقدم ونؤخر
وقال ابن سیرین کنت اسمع الحدیث من عشرۃ المعنی واحد واللفظ مختلف
وممن کان یروی بالمعنی من التابعین الحسن والشعبی والنخعی بل قال
ابن الصلاح انہ الذی شہد باحوال الصحابۃ والسلف الاولین فکثیرا
ما کانوا ینقلون معنی واحدا فی امر واحد بالفاظ مختلفۃ وما ذاک الا لان
معولہم کان علی المعنی دون اللفظ قال الحسن لولا المعنی ما حدثنا وقال النووی
لو اردنا ان نحدثکم بالحدیث کما سمعناہ ما حدثناکم بحرف واحد فتح المغیث

ناظرین کو واضح ہو چکا ہوگا کہ آئیۃ او ترقی فی السماء الخ سے کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا
محال نہین سمجھا جاتا بلکہ آئیۃ (سبحان الذی اسری بعبدہ) اس کے وقوع پر دال ہے
لہذا قادیانی صاحب کا پہلی آیت کو مؤید و مثبت امتناع ٹھہرانا غلط ٹھہرا پھر قادیانی صاحب
فلسفی طور پر صعود بجسدہ العنصری کے امتناع پر ازالہ کے صفحہ ۴۷ مین لکھتے ہین کہ
نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس
خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہونچ سکے الی ان قال پس اس جسم کا کرہ ماہتاب
یا کرہ آفتاب تک پہونچنا کس قدر لغو خیال ہے انتہی مختصرا **اقول** آیت اور حدیث اور اجماع
کے مقابلہ مین ایسے استدلالات سے کام لینا مسلمان کا کام نہین اور نیز استدلال مذکور موقوف
ہے امور ذیل کے ثبوت پر و دونہ خرط القتاد ۱ اتحاد نوعی کل طبقات ہوائیہ کا ۲
لوازم طبقات ہوائیہ کا از قبیل لوازم ماہیت ہونا ۳ تبدل فصول کا مؤثر ہونا خصوص
کیفیات کے تغیر مین ۴ لزوم کا ضروری ہونا نہ عادی۔ امور مذکورہ سے صرف انہدام

ہی کا اگر خیال کیا جائے تو شہادت (یا نار کونی برداً و سلماً علیٰ ابراھیم) کے حرارت
وبرودت وغیرہا کا انفکاک اپنی ملزومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور
حکیم مطلق جس نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کو سرد کر دیا اسپر قدرت نہین رکھتا کہ زمہریری کرہ
کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بہ نسبت ایک مقبول بندے اپنے کے متبدل کر دے
سوال۔ آیتہ قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ ہی عند الخصم ماول ہے۔
جواب۔ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی
اور سچ ہے کما ذکرہ الشیخ فی الفتوحات۔ اور اس زمانہ مین بہی عوام سے خواص تک اسکو دیکھ
چکے ہین لہذا آیت کو امتناع انفکاک الحرارت عن النار کی بنا پر ماول ٹھیرانا سراسر تعصب وجہالت
ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانیکے استحالہ کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہین کرتے
کما ذکرہ النووی فی شرح مسلم۔ ہان صرف چند جہلہ نے معتزلہ مین سے اس پہلو کو اختیار کیا ہے
کہ پہلے صرف عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص مین تاویل اور ردوبدل کیا ہے۔ اس مسلک
مین انکو تین وجہ سے دہوکا ہوا ۱ ایک تو عقل جزئی کے استقرار ناقص کا نام قانون قدرت
رکہا۔ اور ظاہر ہے کہ جزئیات معدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ مستنباط نہین
کیا جاسکتا ہے ۲ دوسرا مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا ہے ۳ تیسرا آیات واحادیث
کو اُن معانی پر محمول کیا جو بالکل برخلاف ہین طرز محاورہ دانون اور اُن لوگون کے جنہون نے
نور نبوت سے بالشافہ معانی مرادہ کا استفاضہ کیا۔ قادیانی صاحب اہل اعتزال پر دو قدم آگے بڑہ گئے ہے
۱ دعویٰ مسیحیت موعودہ ومہدویت ونبوت ورسالت ۲ اس چالاکی ودجل یا جہالت
مین کہ ہمارا ایمان وغلبہ محبت بآنحضرت صلعم امور ذیل کو گوارا نہین کر سکتا۔ آنحضرت صلعم
باین عزو شرف جسمین کل انبیاء سے فائق ہین مدینہ طیبہ کی خاک مین مدفون ہون اور
عیسیٰ ابن مریم آسمانون پر جابسے۔ ایسا ہی آنحضرت صلعم کیلئے عمر شریف صرف ۶۳ سال ہی
عطا کیجاوے اور عیسیٰ ابن مریم دو ہزار سال پر بہی بس نہ کرین اور عیسیٰ ابن مریم کو بوجہ استغنا کے کہانے
پینے سے حی قیوم سمجہا جاوے آنحضرت صلعم کیلئے تو اور عوام کیطرح والدین ہون اور عیسیٰ ابن
مریم کیلئے باپ نہو وغیرہ وغیرہ۔ ایہا الناظرون ان سب امور مذکورہ ونظائر ہا مین قادیانی صاحب

پیش امام اہل اعتزال اور جہمیہ و فلاسفہ ہی ہین یعنی صرف زعمی قانون قدرت کو مشعل راہ بنایا ہے اور تقریر یذکو بلباس مجبون اور مومنون کاملون کے دجل ہے گویا لوگون کی آنکھون مین اپنی نئی طرز کو دو لباس عشاق دکہاتے ہین - ان دعوی نبوت و رسالت و مسیحیت موعودہ مین الہام سے کام لیا ہے - پہر الہام بہی وہ جو علاوہ بطلان فی نفسہ کے تعارض و تخالف بہی کتنا ہے نہ صرف اپنی ہی الہامات مین بلکہ دوسرے ملہمین محدثین کے الہامات سے بہی الگ اور مخالف ہے چنانچہ رئیس المکاشفین محی الدین عربی اپنی الہامی کتاب مین معراج جسمی آنحضرت صلعم کے مثبت اور قائل ہین اور مرزا جیو منکر - ایسا ہی حضرت شیخ مسیح ابن مریم کے رفع بجسدہ العنصری و حیات الی مابعد النزول کے قائل ہین اور مرزا جیو مخالف - ایسا ہی کشف والہام نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اخبار متواترہ اور مشہورہ کے رو سے عیسی ابن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول کا مثبت ہے اور مرزا جیو کا پچھلا الہام بروزی نزول کا پتہ دیتا ہے - ایہا الناظرین آنحضرت صلعم کے کشف پاک اور مرزا کے خبط ناپاک مین تطبیق کی کوئی صورت نہین بن پڑتی بغیر اسکے کہ یا تو آنحضرت صلعم کی وحی صادق کو العیاذ باللہ کاذب کہا جاوے اور یا کل احادیث کو بروزی نزول پر حمل کیا جائے اور یا آنحضرت صلعم کیلئے خطائی التعبیر ٹہرا کر بعد ازان بقائم علی الخطاء مدت العمر تک مانا جاوے جن کے وجوہ بطلان اسی کتاب مین مفصل لکہے گئے ہین ایہا الناظرون کیا متصور ہو سکتا ہے کہ وہ رسول پاک جو اعلیٰ درجہ کے امت مرحومہ کے بارہ مین حریص اور رحیم اور ہر ایک مہلکہ سے اعلام فرمانیوالے ہین -) دانستہ امت مرحومہ کو بجائے اس کے کہ لغزش سے بچائین اور شادہوکے مین ڈال گئے ہون - یا ایک امر مہلک عظیم الشان سے بیخبر چلے گئے ہون یا بر تقدیر حصول علامت مرحومہ کو نزول بروزی کا پتہ نہ دیا ہو مع آنکہ پہلے زمانہ مین نزول ایلیا کے مشتبہ ہونیکی وجہ سے بہتیرے لوگ کافر ہوئے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اگر نزول مسیح بروزی طور پر ہوتا تو بالضرور آنحضرت کا شان (حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم) اور (وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین الخ) ہرگز گوارا نہین کر سکتا تھا کہ اس اشتباہ کے زہریلے اثر سے امت مرحومہ کو نہ بچائین اور ایک حدیث مین بہی بروزی نزول کو ذکر نفرماوین اور اہل اسلام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ شارع علیہ السلام نے کل امور مہلکہ

تصریح فرما دی ہے قال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھدٰھم حتیٰ یبین لھم ما یتقون وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آپکی پیشین گوئیں بھی بالخصوص وہ جنکے بیان مین نہایت اہتمام و بیان تفصیل و تاکیدات سے کام لیا گیا ہے دین مین داخل ہین۔ دین کو صرف عملیات مین محدود سمجہنا جہالت ہے دین کی علمی جز عملی پر سبقت اور اصالت کا استحقاق رکہتی ہے۔ وقال تعالیٰ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وقال تعالیٰ وما علی الرسول الا البلاغ المبین وقال تعالیٰ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم قرآن کریم کا ہادی ہونا انہین مومنونکی نسبت ہے جنہون نے بحسب بیان و تفصیل آنحضرت صلعم کے اوس کے ساتہ ایمان لایا ورنہ کل فرق ضالہ قرآن ہی سے متمسک ہین۔ سعدی علیہ الرحمۃ گم آن شد کہ دنبال راعی نرفت ÷ وقال تعالیٰ ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لھم واشد تثبیتا واذا لاٰتیناھم من لدنا اجرا عظیما ولھدیناھم صراطا مستقیما۔ اس آیت کے روسے بہی امت مرحومہ کو صراط مستقیم کی ہدایت ضروری ہے جس کا مقتضیٰ یہہ ہوا کہ نزول بروزی کی تقدیر پر بیان بروز واجب تہا پشینگویون مین سے ایسی پشینگوئی کہ جس مین امت مرحومہ کو بچانے کا اہتمام کیا گیا ہو کوئی نہین جس کے بیان مین آپنے دہوکہ کی وجہ سے خلاف واقع بیان فرمایا ہو تاکہ قادیانی بروز کیلئے نظیر بن سکے اور یاد رہے کہ بحسب قولہ تعالیٰ (ان ھو الا وحی یوحیٰ) کے قادیانی صاحب ناکامیاب رہین گے وقال تعالیٰ قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ابوذر رض فرماتے ہین۔ لقد توفی رسول اللہ صلعم وما طائر یقلب جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما صحیح مسلم مین ہے ان بعض المشرکین قالوا لسلمان لقد علمکم نبیکم کل شئی حتی الخراءۃ قال اجل وقال صلی اللہ علیہ وسلم ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارھا لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک وقال ما ترکت من شئی یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم بہ ولا من شئی یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم عنہ آپ فرماتے ہین ما بعث اللہ من نبی الا کان حقا علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ خیر الھم وینھاھم عن شر ما یعلمہ

شر الهم۔ ان آیات واحادیث کے رو سے بر تقدیر مزعوم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو نزول بروزی عیسیٰ ابن مریم کا کھلا کھلا بیان فرمانا جسمین نزول بعینہٖ کی گنجائش نہو ضروری سمجھا جاتا ہے حالانکہ معاملہ بالعکس ہوا۔

سوال تعارض عقل ونقل کیصورتمین عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے نقل کیلئے کیونکہ جب تک دلائل عقلیہ کے رو سے وجود صانع نہ مانا جاوے تب تک تصدیق بالنقل وبما جاءت بہ الرسل علیہم السلام متصور نہین ہوسکتی تقدیم عقل ہی کیوجہ سے نصوص قطعیہ مین تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے کمافی ان اللہ علی کل شئ قدیر بنابران ارادہ معراج روحی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات وخوارق کا ماؤل ٹھہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے

جواب یہ امر قابل غور ہے کہ قضیہ ذیل (العقل اصل للنقل) مین (عقل) سے مراد کیا ہے بعد تدبر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مراد عقل سے جوہر مدرک یا قوۃ عاقلہ نہین۔ کیونکہ اس معنیٰ کے رو سے عقل اور نقل مین تعارض نہین ہوسکتا۔ اس لئے کہ جوہر مدرک یا قوت عاقلہ حیات کیطرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کیلئے۔ اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی منافی ومعارض نہین ہوتی مشروط کیلئے۔ پس معلوم ہوا کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ امر ضروری نہین سمجھا جاتا بلکہ واقعی یہی نہین کہ ہر علم وادراک عقلی اصل اور دلیل ہو سمعی اور نقلی کیلئے۔ کیونکہ سمعیات ونقلیات کی صحت کا توقف صرف انہین عقلیات پر ہے جن کے رو سے تصدیق بصدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو چنانچہ (الصانع موجود) وھو مصدق الرسل علیہم السلام بالآیات والمعجزات) وامثال ذلک۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ قضیہ مذکورہ (العقل اصل للنقل) کلیہ نہین بلکہ اسمین حکم انہین بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدیق بصدق الرسول صلعم ہین اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی (الرفع والنزول الجسمی وامثالھما من المحالات) جو منجملہ عقلیات ہین کوئی علاقہ نہین تصدیق بصدق الرسول صلعم سے۔ نہ اسطور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول صلعم کا ثبوت نفس الامری انپر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ واسطہ فی الاثبات کی مثل ہمارے اذہان مین تصدیق مذکور کا حصول انپر مترتب ہو۔ ثانیاً آنکہ محل بحث (الرفع والنزول الجسمی من المحالات) صادق

ہی نہین کیونکہ رفع اور نزول جسمی صرف مستبعدات عقلیہ سے ہین نہ محالات سے چنانچہ آیۃ
سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا سے ہم ثابت کرچکے ہین اور امروہی صاحب نے اسی
آیۃ کے متعلق شمس بازغہ مین مان لیا ہے کہ رفع و نزول جسمی من السماء ممتنعات سے نہین
اور نہ ہم نے کہا ہے ۔ دیکھو کتاب مذکور کو متعلق آیۃ مذکور کے ۔ رہا قادیانی صاحب کا استدلال
عقلی نئے اور پرانے فلسفہ والا جسکو ازالہ کی جلد اول مین لکھا ہے سو اوسکی تردید بھی گذر چکی ہے
فائدہ تعارض کے مسئلہ مین احتمالات ذیل متصور ہو سکتے ہین ۱ دلیل عقلی و نقلی دونون
قطعی ہون ۲ یا دونون ظنی ۳ یا ایک قطعی اور دوسری ظنی تیسری صورتمین قطعی کی تقدیم
ظنی پر اتفاقی مسئلہ ہے خواہ قطعیت عقلی کیلئے ہو یا نقلی کیلئے ۔ اور دوسری صورتمین بحسب ادلہ ترجیح
و تعادل عمل کیا جائیگا ۔ اور پہلی صورت صرف احتمال ہی فی الواقعہ تحقق اسکا ممکن نہین ۔
کیونکہ دلیل قطعی اوسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو ۔ پس بر تقدیر
واقعیت اس صورت کے جمع بین النقیضین لازم آئیگا جن موارد مین بظاہر ایسی صورت
معلوم ہو وہان پر نفس الواقع بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی ۔ الغرض ادلہ کی تقدیم مین قطعیت کو
ملحوظ رکھا گیا ہے نہ خصوص عقل کو جیسا کہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے ۔ **سوال**
نقلی کی قطعیت چونکہ بوجہ توقف اوسکے مسائل نحویہ و معانی پر جو اکثر ظنیات سے ہین مع احتمال
استعارہ و مجاز کے ہر جگہ پر ممکن نہین کسی آیۃ یا حدیث کو رفع و نزول جسمی مین قطعی نہیں کہہ
سکتے **جواب** جبکہ قرائن قویہ مفیدہ للیقین موجود ہون اوسجگہ توقف یا احتمال مذکور قطعیت
دلیل نقلی مین مؤثر نہین ہوتا ۔ جن لوگون نے دلیل نقلی کی قطعیت کی بتقلید علامہ رازی وغیرہ
وجہ مذکور کے رد سے نفی کی ہے بالکل مخالف ہے امور ذیل سے جو منجملہ سمعیات قطعیۃ الدلائل
سے ہین ۱ لم یحج ھو صلی اللہ علیہ وسلم بعد الھجرۃ الا حجۃ واحدۃ ۲ القرآن لم
یعارضہ احد ۳ لم یفرض صلوۃ الا الصلوات الخمس ۴ لم تؤخر صلوۃ النھار
الی اللیل وصلوۃ اللیل الی النھار ۵ لم یؤذن فی العیدین والکسوف والاستسقاء ۶
وانہ صلعم لم یرض بدین الکفار لا المشرکین ولا اھل الکتاب ۷ وانہ صلعم لم یسقط
الصلوات الخمس عن احد من العقلاء ۸ وانہ لم یقاتلہ احد من المؤمنین ولا اھل

الصفة ولا غيرهم ۹ــ وانه لم يكن يؤذن بمكة ۱۰ــ ولا كان بمكة اهل الصفة
ولا كان بالمدينة اهل الصفة قبل ان يهاجر الى المدينة ۱۱ــ وانه لم يجتمع اصحابه
قط على سماع كف اودف ۱۲ــ وانه لم يقص شعر كل من اسلم اوتاب من ذنب ۱۳ــ
وانه لم يكن يقتل كل من سرق اوقذف اوشرب ۱۴ــ وانه لم يكن يصلي الخمس اذا كان
صحيحا الا بالمسلمين لم يكن يصلي الفرض وحده ولا في الغيب ۱۵ــ وانه لم يحج في الهواء
قط وغيرها من النظائر مما يعلم العلماء باحوال علماء ضروريا انه لم يكن۔ شيخ الاسلام
الحراني مختصرا۔ اسی طرح خواص وعوام کے معلومات اضطراریہ سے ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے
احادیث نزول مین نزول بروزی کا ارادہ نہین کیا اور نہ کہین سنت مین اسکا ذکر نفیا یا اثباتا
واقع ہوا ہے جس کا ثمرہ یہہ نکلا کہ احادیث نزول مین قول بالبروز بوجہ مصادمت علم اضطراری
علماء سنت کے باطل مردود ہے یعنی کل علماء اسلام صحابہ سے لیکر آجتک اس قول کو بشہادت
علم اجماعی باطل ٹہرائین گے اور امر یہی وقادیانی صاحبان کی طرح جو شخص کتاب وسنت
سے برخلاف علم اجماعی واضطراری ان کے فلسفیات ووہمیات وخرقیات الاجماع کو ثابت
کرے توبیشک یحرفون الکلم عن مواضعه۔ اور ایسا ہی لا یعلمون الکتاب الا امانی
مین داخل ہے کما قال شیخ الاسلام وھو متناول لمن حمل الکتاب والسنة
على ما اصله من البدع الباطلة الى ان قال ومتناول لمن كتب كتابا بيده مخالفا
لكتاب الله لينال به دنيا وقال انه من عند الله مثل ان يقول هذا هو الشرع والدين
وهذا معنى الكتاب والسنة وهذا قول السلف والائمة وهذا هو اصول الدين
الذي يجب اعتقاده على الاعيان او الكفاية انتهى موضع الحاجة ناظرین کو اب
قادیانی دعوی کے دوسرے مقدمہ ذیل (موتیٰ مرنیکے بعد دوبارہ دنیا مین نہین آتے) کیطرف
توجہ دلائی جاتی ہے۔ سو معلوم ہو کہ اموات کا پہر دوبارہ زندہ ہونا اقوال ذیل سے ثابت ہے
قال الله تعالى او كالذي مر على قرية وهي خاوية على عروشها قال انى يحيي هذه الله
بعد موتها فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما او بعض يوم
قال بل لبثت مائة عام فانظر الى طعامك وشرابك لم يتسنه۔ حاصل یہہ ہے کہ

عزیر نبی اللہ نے بطریق استبعاد و تعجب کے کہا جب کہ ایک شہر پر سے گذرے جس کی چہتون پر اوسکی دیوارین گری پڑی تہین کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شدہ شہر کو اللہ تعالی کہان سے زندہ کریگا پس حضرت عزیر کو سو برس تک مُردہ رکہکر زندہ اوٹہایا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہان رہا کہا اوس نے کہ ایکدن یا کچھ کم۔ اللہ تعالے نے فرمایا نہین بلکہ تو سو برس رہا۔ اپنا کہانا اور پینا دیکہہ کہ وہ سڑا نہین اور اپنی گدہا کو دیکہہ کہ کسطرح اوسکی ہڈیان بوسیدہ ہوگئین اور تجہے لوگون مین ہم اپنی ایک نشانی بناتے ہین اور دیکہہ ہڈیان ہم کسطرح پہلے اونکو ابہارتے ہین اور پہر اونپر گوشت پہناتے ہین جب یہہ حال حضرت عزیر نے دیکہا تو کہا مین نے جان لیا کہ بیشک اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہے۔ قادیانی صاحب اس آیت کی تاویل یا تحریف اسطرح پر ازالہ مین لکہتے ہین (خدائیتعالی کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کیلئے عزیر کو زندہ کرکے دکہلایا مگر وہ دنیا مین آنا صرف عارضی تہا اور دراصل عزیر بہشت مین ہی موجود تہا ازالہ صفحہ ۳۶۵ انتہی) **اقول** یہ بالکل تحریف ہے آیتہ مذکورہ کی کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت مذکورہ کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عزیر کی موت وحیات سے کلام ربانی کا مطلب حقیقی موت وحیات ہے نہ مجازی۔ دیکہو حضرت ابراہیم کے قول ذیل کو (ربي الذي يحيي ويميت) اور ایسا ہی (ارني كيف تحي الموتى) ایسا ہی حضرت عزیر کے قول تعجب آمودہ (انى يحيي هذه الله بعد موتها) کو جن سے تاویل مذکور بالکل تحریف سمجہی جاتی ہے۔ اور نیز وہ مکالمہ جو کہ مابین حق سبحانہ وتعالے و عزیر علیہ السلام کے واقع ہوا اوسکا تمام ہونا ایک لمحہ اور ایک چشم زدن مین مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔ قال البیضاوی وهو لما احياه الله بعد مائة عام املى عليهم التورىة حفظا فتعجبوا من ذلك الخ۔ اور نیز تاویل مذکور موجب تطبیق مابین آیتہ اوكالذى مر على قرية الخ اور آیتہ (وحرام على قرية اهلكناها انهم لا يرجعون) کے نہین ہوسکتی کیونکہ لمحہ بہر بہی دنیا مین آنا مرنیکے بعد اسکے منافی ہے اور اسی طرح آیتہ (ثم بعثناكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون) قوم موسی کے جلانے سے بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے اور اسیطرح آیتہ (الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت فقال لهم الله موتوا ثم احياهم) نہایت صریح الفاظ سے بتا رہی ہے کہ اے محمد صلعم کیا تجہے معلوم نہین وہ ہزارون لوگ جو اپنے گہرون سے موت کے ڈر کے مارے

نکلے اور کہا اللہ تعالےٰ نے اونکو مرجاؤ پہر اونکو اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا۔

جلالین مین ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونیکے بعد مدت دراز تک زندہ رہے لیکن اونپر موت کا اثر باقی رہا جو کپڑا کہ وہ پہنا کرتے تہے کفن کی طرح ہوجاتا تہا اور یہ حالت اُن کے تمام قبائل مین باقی رہی۔ اور ایسا ہی اون چوبیس[2] سردار قریش کو جو بدر کے کنوؤن مین پہینک دئیے گئے تہے اللہ تعالےٰ نے زندہ کردیا اور آنحضرت صلعم کا ارشاد پاک اونکو توبیخاً وحسرۃً سنا دیا۔ چنانچہ بخاری مین بروایتہ قتادہ ہے وزاد البخاری قال قتادۃ احیاھم اللہ حتی اسمعھم قولہ توبیخاً وتصغیرا ونقمۃ وحسرۃ وندما۔ مشکوٰۃ۔ اور قادیانی صاحب خود بہی ازالہ مین لکہہ چکے ہین کہ الیسع کی نلاش نے بہی وہ معجزہ دکہلایا کہ اوسکی ہڈیون کے لگنے سے ایک مُردہ زندہ ہوگیا الخ

الحاصل ان آیات مذکورہ وغیرہا من الخوارق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت واسعہ پر کوئی قانون مخترعہ ہمارا محیط نہین ہوسکتا۔ بالکل برخلاف نصوص وشان قدرت خداوندی ہے کہ ہم اوسکے ایک قاعدہ سنت کو اپنی استقراء ناقص کے تابع کرین یا یہان پر باوجود نصوص قطعیہ صرف استبعاد کی وجہ سے تعارض عقل و النقل کے مسئلہ کو دخل دیوین اور آیتہ وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون) کا مطلب یہہ ہے کہ موتیٰ کا دوبارہ دنیا مین آنا قاعدہ کلیہ کے طور پر انکی طبع کا مقتضیٰ نہین بس اور یہ منافی نہین اسکو کہ اگر اللہ تعالےٰ اون کے اعادہ اور دوبارہ لانیکا ارادہ کرے تو وہ موتی پہر دنیا مین آسکتے ہی نہین چنانچہ آیات مذکورہ مین گذر چکا ہے احیاء اموات کے متعلق گو کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے بہتیرے ثبوت بطریق تواتر وشہرت کے ملتے ہین مگر یہان پر ہم صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین جو ذکر کیا گیا ہے۔ ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ قادیانی صاحب کا سہ پایہ دعویٰ تینون ٹانگون کے ٹوٹنے کے بعد قائم نہین رہ سکتا۔ بس حق وہی ہے جس کو آنحضرت صلعم نے قرآن کریم سے سمجہا اور اُمت مرحومہ کو پہونچا دیا۔

وما علینا الا البلاغ

سوال

ہم نے مانا کہ بیشک نزول عیسےٰ بن مریم کا بعینہٖ لا بمثیلہٖ اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ علامہ سیوطی اور شیخ الاسلام حرانی اور شیخ محی الدین بن عربی وغیرہ کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی مانا کہ مرزا صاحب کے استدلالات ابلہ فریب کا منشا جہالت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ یہ اجماع برخلاف نصوص قرآنیہ کے کیسا منعقد ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ وغیرہ وغیرہ۔

جواب

نزول مسیح بعینہٖ کا چونکہ اجماعی ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ بحسب قولہ علیہ السلام (لن تجتمع امتی علی الضلالۃ) کے کل اُمت مرحومہ کا خطا پر متفق ہونا ممکن نہیں لہذا آیات مذکورہ کے معانی جو قادیانی صاحب نے گھڑ لئے ہیں ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر نزول بعینہٖ پر اجماع نہ ہو یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مع کل امت مرحومہ کے بقاء علے الخطا ممکن ہو تو البتہ ان دونوں صورتوں میں معانی مخترعہ قادیانی صاحب کے بناءً علےٰ ان القرآن تحمیل وجوہ کسی وجہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت تو باطل ہے کیونکہ نزول مسیح بعینہٖ پر اجماع کا ثبوت مفسرین محدثین فقہاء متکلمین مکاشفین کی کلام سے دیا گیا ہے۔ اور دوسری صورت بھی ممکن نہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ کل انبیاء کا بقاء علے الخطا منافی ہے انکی عصمت کے لئے اور نیز بقاء علے الخطاء خصوصاً ایسے مہتم بالشان مسئلہ میں جس کے ذریعہ سے آپ امت مرحومہ کو دھوکا کھانے سے بچانا چاہتے ہوں۔ بالکل منافی ہے شان نبوت اور (بالمؤمنین رؤف رحیم) کونکہ بجائے ہدایت اولٹا اُمت مرحومہ کو بڑے دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسےٰ بن مریم فرما دیا۔ حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دُھوکا کھا چکے تھے۔ اور معانی ان آیات کے بالتفصیل عنقریب اپنے اپنے محل میں انشاء اللہ تعالےٰ آجائیں گے۔

سوال

قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ وفصیح وملیح لکھنا باوجود اُمّی ہونے کے

اور حریف مقابل کا اسپر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اسکے صدق پر۔

جواب

امی ہونے کا پتہ تو مرزاجی کے استاذ اور اون کے ہمدرسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ضیمہ میں مذکور ہے۔ میں صرف تفسیر بلیغ وفصیح ملیح کے متعلق چند غلطیوں کا اظہار واصلاح چاہتا ہوں۔ **فاقول** قادیانی صاحب کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ اُن براہین کے جو آپ کو مسیح موعود و نبی و رسول نہیں بننے دیتے کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ وچوری سے کام لیا گیا ہے اور کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنوی جن پر ادنےٰ طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں۔ ایسی تفسیر کو اعجاز نام رکھنا اپنے مونہہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔ البتہ بدیں خیال اس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ حریف مقابل ہرگز ایسے اغلوطات وتحریفات کو نہیں لکھ سکتا۔ اور تیز دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے۔ کیا اُنکو نبی و رسول بننا منظور تھا یا اپنی کلام کو قرآن کریم کے مساوی فی الاعجاز خیال کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہونا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو بفضل اللہ وقولہ (خاتم النبیین) اور (الا انہ لانبوۃ بعدی) کو مانتے ہیں اور (قل لئن اجتمعت الانس و الجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن) کے مطابق اعجاز فی الکلام کو خاصہ لازمہ قرآن کریم کا سمجھتے ہیں۔ **اب اعجاز المسیح کے وجوہ اعجاز کو خیال فرمایئے**

قادیانی صاحب اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ پر جو ہندسہ سے خالی ہے لکھتے ہیں۔ فی سبعین یوما من شھر الصیام **اقول**۔ رمضان شریف ستر دن کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل خالی نہ ہوگا

---

* یہ مثل اسکے ہے کہ ایک گاؤں کے مندر میں ملا رہا تھا۔ اور گاؤں کے لوگ تاریخ اُس سے دریافت کیا کرتے تھے اُس کا مبلغ علم یہ تھا کہ یکم تاریخ ہر ماہ کو ایک مینگنی کسی خاص برتن میں ڈال دیتا تھا اور ہر صبح کو ایک مینگنی اُس میں بڑھاتا جاتا تھا۔ جب کوئی تاریخ دریافت کرنے آتا تو مینگنیوں کو گن کر تاریخ بتلا دیتا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ بکری نے اُس برتن میں اتنی مینگنیاں کیں۔ کہ وہ برتن مینگنیوں سے بھر گیا جب کوئی سائل تاریخ دریافت کرنے آیا۔ تو وہ گھبرا گیا۔ اور چالیس تک گن کر فرمایا کہ آج چالیسویں تاریخ ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ مہینہ تو تیس دن کا ہوتا ہے۔ آج چالیسویں تاریخ کہاں سے ہوگئی۔ اندھے نے جواب دیا۔ کہ میں نے تو چالیس ڈر کر کہا ہے اگر ساری مینگنیاں گنتا تو شاید ستر سے زائد ہوتیں۔ کیا آپ بھی شاید اُن کے شاگرد نہ ہوں۔

(دم ددن)

ایہام معنے غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو۔
پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ وکان (ص۲) من الہجرۃ ۱۳۱۸ھ ومن شہور النصاریٰ ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء
اقول بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب ہے۔ پھر لکھتے ہیں مقام (ص۲) الطبع قادیان ضلع گورداسپور۔ اقول (ضلع گورداسپور) بھی خلاف محاورہ عرب ہے۔ نہ صرف اسی وجہ کہ بجائے (گورداسپور) (غورداس فور) چاہیئے تھا بلکہ من جہتہ الترکیب والاعراب بھی۔ پھر کہتے ہیں۔ باہتمام (ص۲) الحکیم فضل دین۔ اقول بعد التعریب فضل الدین چاہیئے جیسا کہ البھیروی
قال صفحہ ۲ کد ست غاب صدرہ۔ او کلیل افل بدرہ اقول یہ عبارت حریری کے صفحہ ۴۲ سے ماخوذ ہے۔ قال صفحہ ۲ وخلت راحتہا من بجل المزنۃ
اقول۔ ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیلیہ موہم ہے معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا قال کاحیاء الوابل للسنۃ الجماد اقول مقامات حریری کے صفحہ ۴۲ سے ماخوذ ہے بتغیر ما قال وعاد جرہا وسبرہا۔ اقول یہ مثل مشہور ہے قال (ص۳) من کل نوع الجناح اقول کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں اسلئے نوع للجناح چاہیئے تھا
قال صفحہ ۳ کل امرھم علی التقویٰ اقول۔ یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اسلئے کل امر ہم چاہیئے تھا۔ قال (ص۳) فلا ایمان لہا و یضیع ایمانہ اقول۔ لفظ ایمان کا مکرر دو دفعہ منکرہ ہے۔ قال (ص۳) وافرق بین روض القدس وخضراء الدمن۔
اقول یہ عبارت مقامات حریری کی ہے قال (ص۳) کالربیع الذی یمطر فی ابانہ
اقول یہ بھی حریری سے ہے۔ قال (ص۳) وعندی شہادات من ربی لقوم مستفسرین وایات بینات للمبصرین ووجہ کوجہ الصادقین اقول ووجہ عطف ہے شہادات پر گویا وعندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جز پر عند نہیں آتا قال (ص۳) این الخفا فافتحوا العین ایہا العقلا اقول۔ فافتحوا پر فا کا لانا بے محل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اسکے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ برعکس ہے۔ عدم الخفا سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کے لئے قال ما قبلونی من البخل والاستکبار

اقول مِن کا کلمہ یہاں پر قبلو مثبت کے لئے تیلیلیہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من الحرف
کے لئے خلاف محاورہ ہے۔ اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہیئے۔ قال ص۸ حتے اتخذ الخفا
فیش وکرا الجنا نہم اقول ترجمہ یہ ہے یہاں تک کہ چمگادڑوں نے مخالفین کے دل کو
آشیانہ بنالیا۔ جنا نہم پہلا مفعول ہوا۔ اتخذ کے لئے اور وکرا دوسرا مفعول اتخذ۔ چونکہ اتخذ
متعدی الی المفعولین ہے لہٰذا لام کا لانا فضول ہے دوسرا تقدیم مفعول ثانی کی بی وجہ ہے
اور تیسرا جنان اور وکر کا بلحاظ ماقبل یعنے قولہم وفضلہم واعیانہم جمع ہونا چاہیئے قال ص۹
واُغطےِ مانو قعوہ اقول اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونیکا زیادہ مستحق ہے اسلئے
وَاُغطوا چاہیئے تھا۔ قال ص۹ قالوا سفتری اقول مفترٍ چاہیئے۔ قال ص۹ واکفروہ
مع مرید یہ واغوا نہ وانزل اللہ کثیرا من الائے فما قبلوا اقول وانزل اللہ کثیرا
فصل کا محل ہے کوئی کلمہ دال علے الفصل چاہیئے۔ قال واذا دسوا البری بافیکۃ فضحکوا
اقول فضحکوا پر فانہ چاہیئے قال ص۱۰ وقد مواحب الصلات علی حب الصلوٰۃ اقول
حریری کے پہلے مقامہ سے ماخوذ ہے بتغیر ما قال ص۱۱ بل یریدون ان یسفکوا قائلہ اقول
ان یسفکوا دم قائلہ چاہیئے لا یقال سفک یدایل دمہ قال ص۱۳ ولما جاءھم امام بما لا تھوے
انفسھم اقول قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما قال ص۱۵ ولما کان ھذا من المنشیۃ الربانیۃ
مبنیا علی المصالح الخفیۃ فما تطرق الی عزم العدا اقول لما کی جزا پر فانہ چاہیئے قال ص۱۶
ویستقرؤن فی کل وقت مواضع الجہاد اقول کیا جو شخص ایسی چھوٹی غمازی سے سرکار کو
مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا کا پاک بندہ ہو سکتا ہے قال ص۱۷ وجعل قلمی وکلمی
مبنع للعارف اقول منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیئے۔ قال ص۱۷ تنکرون
باعجازی اقول تنکرون اعجازی چاہیئے۔ قال ص۲۲ فلما دعوتہ بھذہ الدعوۃ بعد ما
ادعی انہ یعلم القرآن وانہ من اھل المعرفۃ ابی من ان یکتب تفسیر الجذاء تفسیری
اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین مقابلہ تحریری کو مسلم کرکے تقریری بحث کو بڑھانا اسکو زیادۃ
فی الشرائط کہا جاتا ہے۔ نہ کہ انکار۔ قال ص۲۲ وکان غبیا ولو کان کالھمن الفی او
الحریری فما کان فی وسعہ ان یکتب کمثل تحریری اقول ایسا ذہین آپکے بغیر کون ہوجو

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے سمجھ لے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی جیسا کہ جہال کا مزعوم ہے کوئی چیز نہیں اگر علم الٰہی میں اُس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب عَلَیھم ولا الدجال دیکھو صفحہ ۱۸۹ - اسی اعجاز مزعومی کا پھر اسی اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۴۳ پر آپ لکھتے ہیں کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانہ زمان یحیی فیہ الدین۔

اقول لعنۃ اللہ علی الکاذبین اللہ تعالےٰ خود قرآن کریم میں یوم الدین کی تفسیر اسطرح پر فرماتا ہے وان الفجار لفی جحیم یصلونھا یوم الدین یعنی گنہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہونگے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہوگیا۔ پھر فرماتا ہے وما ادریک مایوم الدین ثم ما ادریک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئًا والامر یومئذ للہ۔ غور کرو۔ یوم الدین اور یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئًا۔ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے اور پھر صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں (و لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ) دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے اولےٰ سے احمد پہلا یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرہ سے احمد پچھلا یعنے غلام احمد قادیانی۔ اسکے بعد لکھتے ہیں وقد استنبطت ھذہ النکتۃ من قولہ الحمد للہ رب العالمین **اقول** جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بیچارہ بالمقابل آپ کے کس طرح ایسے نرالے استنباط کر سکتا ہے **قال** ومع ذلک کان یخاف الناس **اقول** خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے۔ مع ہٰذا تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تاکہ خلق اللہ اُن کے غیر حاضری کے باعث اُسکو مفتری علی اللہ سمجھکر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی ہے۔ مگر ایسے ماموروں اور ایسے دین کا عملدرآمد ایسا ہی ہونا چاہئے۔ آپکا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو آپ بجائے اس قول ہاک کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

انا الرسول سمه احمد انا ابن غلام مرتضیٰ) کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بموجب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے اسلئے اُسکے ہاتھ سے اشتہار دعوت بالا کر و فرکہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا) آخر زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اُسنے ان تین علما کو یعنی جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبد الجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھدیا اور پہلے اسکے آپ کو الہام بھی ہوچکا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس اور نیز انی مہین من اھانک اور نیز تیرے اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کرونگا اور نیز یہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا دیکھو کتاب البریہ اور اسی اشتہار میں اخیر پر لکھدیا کہ لعنۃ اللہ علی من تخلف وابی۔ مسلمانوں غور سے سوچو یہ ایک مکر الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے جو انہوں نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کریگا اور ہمکو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہوجائے گی اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے اور تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر فرید یا بہ بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ پولٹیکلوں کی آسامی نکل آئینگے مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین کے الٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کی اُس کر و فر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کردی گئیں۔ یعنی عدم حاضری کے عذر تک بھی قلم اور مونہہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین و مخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار کشمکش بھی رہی تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونیکی خبر جناب کو پہونچی تو زرد کاغذ پر بید لرزان کی طرح قلم ہلنے لگا اور اعذار باردہ اوہن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہمکو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اسلئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اُن الہامات کو بھول گئے۔ جن میں آپکو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی یا آپ کے ملہم سے بھی ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اسلئے تھی

کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں جس شخص کو اللہ تعالےٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اسکو منظور ہوتا ہے کہ اسکے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کروں تو اُسکے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اسکو غالب کرتا ہے اور اُس سچے مامور کو فرض منصبی کے رو سے حریف مقابل کے دوبدو ہونا نہائیت ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز و فنا محمدی و عیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم انپر ضروری تھی کیونکہ انکے بارزین یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسےٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔

دوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے۔ کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہوجاتی۔ اُن کو ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں یا مرزاجی کے سرقہ کو پکڑ سکیں وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھکر زیادہ گمراہ ہوجاتے۔ اسلئے نہائیت ضروری تھا کہ پہلے علماء کرام کے سامنے قرآن وحدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق وسباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماء اسلام انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے تاکہ اُسکو قبول کر لیا جاوے اور کس کا مخالف اور جاہلانہ چارکونسلی ہے تاکہ اُس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہائیت ضروری ہے۔ مرزائیوں کو اس کم توجہی پر نہائیت ہی افسوس آتا ہے کہ اُنہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشاپردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر وہ انشاپردازی جسکی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں یہ مضمون لکھدے کہ نماز عبارت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعوے کی دلیل اس امر کو ٹھہرادے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں اور فی الواقع ایسا بھی ہو تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اُسکے دعوے کو مان سکتا ہے ہرگز نہیں **قال** ص وکان یعلم انہ ان تخلف فلا غلبۃ ولا حجاس

اقول جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کے لئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو وجوہ مذکورہ بالا کے رو سے تخلف کسی طرح جائیز نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔ **قال** ص

دلیدا **اقول** یہ کید چونکہ (انھم یکیدون کیدا) کے مقابلہ میں تھا لہذا اسکو واکید
کیدا کا ظہور سمجھنا چاہئے۔ اسی لئے واللہ خیر الماکرین کے مطابق غالب رہا اور کیوں نہ
ہوتا کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز **قال** وحکم من کان لک
عدوا واشد بغضا من علماء الزمان **اقول** ان کی عداوت اُس وقت نہیں سوجی
تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنے مولوی محمد عبد اللہ صاحب
و مولوی عبد الجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب حکم لکھا تھا۔ کیا اُس وقت آپنے اجابت
دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا۔ اسلئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا اور جب سر پر آگئی تو
اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلم کر لیتے اگر اُنہیں ایام میں آپ
عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تاکہ ہم ان حضرات کے سوا اور تین اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا
آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ راگست سے پیشتر
۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ آپ کو اگر کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرالیجئے
ورنہ آپ کا کوئی عذر و حیلہ قابل اعتبار نہ ہو گا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلثہ کا حکم ہونا ناگوار
تھا تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے
اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو تب ہم آسکتے ہیں ورنہ نہیں۔
اگر آپ یہ خیال فرما دیں کہ ہمارے مرید امروہی نے یہ بات پہنچا دی تھی تو ہماری طرف سے
ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شایع کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ تقریر کسی صورت
میں تسلیم نہیں کر سکتے تو بعینہٖ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلا کم و کاست محرر سطور منظور کر کے لاہور
آتے ہیں آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات ہم پر حجت ہو
اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس
ہوتا یعنے ہماری طرف سے اشتہار دعوت شایع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا اور
پھر آپ تاریخ مقررہ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپ کے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا
بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں انصاف سے کہو کہ اندریں
صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار

نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا پس چونکہ یہی نشان علماء اسلام کی حق میں ظاہر ہو چکا
تو پھر کیوں نہیں ضد کو چھوڑتے **قال** ص۲۲ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی **اقول**
حدیث کا سرقہ ہے **قال** ص۲۶ وحجۃ بالغۃ تلدغ الباطل کالنفناض **اقول** حریری کے ص۴۹
سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۲۷ وما انا الا اخادی الوفاض **اقول** حریری صفحہ ۸ کا
سرقہ ہے۔ بازدیاد ما **قال** ص۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات **اقول** ما اعطی لی
کی جگہ ما اُعطیتُ چاہیے۔ **قال** ص۲۹ فواللہ انی ارجو من حضرۃ الکبریاء ان یکون لی غلبۃ وفتح
مبین علی الاعداء ولذلک بثثت الکتب **اقول** ارجو اور یکون مضارع نہیں چاہیے
کیونکہ کو کے بعد ماضی کا محل ہوتا ہے الا النکتۃ۔ اور نیز ولذلک بثثت بھی ارجو کے ساتھ
مناسب نہیں ہے کیونکہ رجا اب ہے یا آئندہ ہوگی تو کتابوں کا پھیلانا جو ماضی میں ہوا اس
اُمید پر کیونکر معلول ہو سکتا ہے۔ **قال** ص۳۱ ولا ترھق بالبتغۃ والمعتبۃ **اقول** حریری کے
صفحہ ۲ کا سرقہ ہے **قال** ص۳۲ عن معرّۃ اللکن **اقول** حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے
قال وتوفیقاً قائداً الی الرشد والسداد **اقول** حریری سے لیا ہے **قال** ص۳۶
ان اری ظالعہ کالضلیع **اقول** مسروق من الحریری ص۴ بتغیر ما **قال** ص۳۷ یقال
عنادہ **اقول** حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۳۹ اقتعد مناغارب
الفصاحۃ وامتطی مطایا الملاحۃ **اقول** حریری کا سرقہ ہے **قال** ص۴۱ فقد انعدم
علمہ کثلج ینعدم بالذوبان **اقول** الغدم کا لفظ غیر مستعمل ہے۔ بجائے اسکے عدم چاہیئے
دیکھو قاموس **قال** ص۴۴ لابد ان یکون لہ ھذا العلم **اقول** ضمیر کا موقع ہے اس کا ماقبل
ملاحظہ ہو **قال** ص۴۲ ولو فرضنا **اقول** لو کا محل نہیں **قال** ص۴۳ بلا اعانۃ علی الابانۃ
اقول حریری کے صفحہ ۳ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۳ ویعصمھم من الغوایۃ ویحفظھم
فی الروایۃ والدرایۃ **اقول** حریری سے ہے بتغیر ما ص۴۴ **قال** ص۴۴ موقف مندمۃ
اقول حریری ص۳ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۵ وایّ معجزۃ **اقول** وایۃ معجزۃ چاہیے **قال** ص۴۶
لمجہول لا یعرف ونکرۃ لا تعرف **اقول** حریری ص۵ سے مسروق ہے **قال** ص۵ نکل
ردائہ یرتدیہ جمیل **اقول** ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السؤل بن عادیا اذا المرء لم

یدنس من اللوم عرضہ فکل روا ید تدیہ جمیل حماستہ قال ص۵۵ لا شیوخ ولا شاب۔
اقول ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا گیا وجہ رکھتا ہے قال ص۵۵ کنز المعارف
ومد ینتھا وماء الحقائق وطیتھا اقول مقامات کی عبارت ہے قال ص۵۵ کما یملأ
الدلو الی عقد الکرب اقول مقامات بدیع کے شعر کا ثانی مصرع ہے باز یاد لفظ کما قال
ص۵۹ اوزاد منھم سیدی اقول زاد اکثر متعدی آتا ہے قال ص۶۰ القیت بھا جرانی اقول
مقامات حریری کے صفحہ ۴۲ کا سرقہ ہے قال ص۶۱ کا دراك العھاد۔ لسنة جماد اقول
مقامات حریری کے صفحہ ۴۲ اسی مسروق ہے بتغیر نا قال ص۶۲ اخر نبل من النبال اقول
خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے قال ص۶۴ فصار والمیت مقبور۔ وزیت سراج احترق
ومابقی معہ من نور اقول دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے جسکو عند الفصحا والبلغا عیب
سمجھا گیا ہے۔ اور دونوں مضمون مسروق ہیں قال ص۶۵ فما کانوا ان یتحرکوا اقول مصدر کا
حمل ناجائز ہے اسلئے (ان) نہ چاہئے تھا قال ولیس فیھم الا السبّ والشتم
قاعدین فی الحجرات اقول کس سے حال ہے قال ص۶۷ وانا جناك اقول تقدیم مسند
الیہ بے وجہ ہے قال ص۶۸ ومثلھا کمثل ناقة تحمل کلما تحتاج الیہ وتوصل الی دیار
الحب من رکب علیہ اقول ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے قال ص۶۸ کما جاء فی القرآن
اقول یہ سجع قلیل الالفاظ بعد کثیر ہا واقع ہے ماقبل ملاحظہ ہو قال ص۶۸ وھذا الرجیم ھو الذی
ورد فیہا لوعید اعنے الدجال اقول عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں
شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رجیم جو اسکی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے جسے عیسے
علیہ السلام قتل کریں گے آجتک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے
مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ انکا مصداق مغایر بھی
ہوتا ہے سبحان اللہ قال ص۶۹ وکم من حال فاق العظام اقول منصوب ہوکر پھر مکسور پڑھا
گیا ہے قال ص۶۹ بلغ المصطفے اضحے الوسام اقول مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے قال ص۷۰
الزم اللہ کافة اھل الملة اقول کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا قال ص۷۰ ان الاسم
مشتق من الوسم اقول یہ خلاف ماصرح بہ الثقات قال ص۱۲۶ ثم ان لفظ الحمد مصدر

بمعنے علی المعلوم والمجہول والفاعل والمفعول من اللہ ذی الجلال **اقول** من اللہ ذی الجلال بے ربط ہے **قال** ص۱۲۷ فقد یزید عالم الضلال الخ **اقول** اس جگہ سے جو مضمون چلا ہے اُسکو آیت سے کوئی ربط نہیں **قال** ص۱۲۷ طرق اللہ ذا الجلال **اقول** ذو الجلال منصوب غلط ہے **قال** ص۱۲۹ ولم یزل ہذہ الجنود وتلک الجنود یتحاربان **اقول** تتحاربا مؤنث چاہئے **قال** ص۱۲۹ الا من اعطے لہ عینان **اقول** خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطے کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے **قال** ص۱۲۹ والعدم مایری **اقول** العدم خلاف محاورہ ہے **قال** ص۱۳۱ ومن اشرف العالمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین **اقول** وجود کا لفظ نہیں چاہئے لعدم صحۃ الحمل **قال** ص۱۳۲ ومن العالمین زمان ارسل فیھم خاتم النبیین **اقول** یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم زمانہ کا نام ہے اور پہلے یہ ثابت کیا کہ انسان حمد کرنے سے عالم ہو جاتا ہے۔ اور پھر آیت سے یہ مضمون ہرگز مستفاد نہیں ہوتا۔ **قال** ص۱۳۵ قد استنبطت ہذہ النکتۃ من قولہ الحمد للہ رب العالمین **اقول** مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ولہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرۃ احمد بن غلام مرتضےٰ شفاہ اللہ عن المالیخولیا۔ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے **قال** ص۱۳۶ الا علی النفس التی سعی سعیہا **اقول** سعی کی جگہ سعت مؤنث چاہئے۔ **قال** ص۱۳۹ الا ترٰی ان سلسلۃ خلفاء موسیٰ انتہت الی نکتۃ مالک یوم الدین **اقول** کیا استنباط ہے سبحان اللہ **قال** ص۱۳۹ کما یفھم من لفظ الدین فانہ جاء بمعنے الحلم والرفق **اقول** اس جگہ بمعنے جزاء کے ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وما ادرٰک مایوم الدین الخ **قال** ص۱۴۰ وذلک وقت المسیح الموعود وھو زمان ھذا المسکین والیہ اشار فی آیۃ یوم الدین **اقول** لعنۃ اللہ علی الکاذبین المحرفین **قال** ص۱۴۳ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین **اقول** ثانیاً لعنۃ اللہ علی الکاذبین المحرفین **قال** ص۱۵۰ الا قلیل الذی ھو کالمعدوم **اقول** فصیح بلیغ ملیح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ **قال** ص۱۶۲ ان یجعل اللہ احمد کل من تصدّٰی للعبادۃ **اقول** جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے **قال** ص۱۶۳ وعلی ھذا کان من الواجبات ان یکون احمد فی اخر ھذہ الامۃ **اقول** نہ کوئی اشارہ ہے نہ دلالت

قال ۱۶۵ وان لاتوذی اخیک اقول اخاک چاہیے قال ۱۶۵ فی الحاشیۃ واشارۃ الی ان اللہ اعد لہم کلما اعطی الانبیا السابقین اقول محض غلط ہے قال ۱۶۷ وانہم ثمرات الجنۃ فویل للذی ترکہم اقول ترکہا چاہیے قال ۱۷۰ اتظن ان یکون الغیر اقول فصیح صاحب کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا قال ۱۷۱ ان یبعث فی ھذہ الامۃ اقول بعد التسلیم مفید مطلوب نہیں ہے قال ۱۷۱ وانہ لن یأتی احد من السما اقول کہاں سے معلوم ہوا قال ۱۸۱ ینضضون نضنضۃ الصل ویحلقون حملقۃ البازی المطل اقول مقامات حریری کے صفحہ ۱۵۶ سے مسروق ہے بتغیر ما قال ۱۸۱ فاشتدت الحاجۃ اقول مستنبط نہیں ہوسکتا ہے قال ۱۸۲ وذکر الضالین فی مقام کان واجبا فیہ ذکر الدجال وان کان الامر کما ھو زعم الجھال لقال اللہ فی ھذہ المقام غیر المغضوب علیہم ولا الدجال اقول دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اسکے ہوچکا ہے اور ذکر شخصی اگر ضروری سمجھا جاوے تو پہلے آپ کا چاہیے تھا کیونکہ دجال مفسر و محدث بنکر دھوکھا دے گا بخلاف آپ کے کہ حامیاں اسلام کے لباس میں ممبر پر کھڑے ہوکر تحریف کر رہے ہیں لہذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

واضح ہو کہ اس تفسیر میں مرزا جی نے مطاعن اور گالیوں اور تحریف معنوی کو اُس حد تک پہنچا دیا ہے کہ کسی کے باوا سے بھی نہ ہوسکی۔ بالخصوص محررسطور عفی عنہ رب الغفور کے حال پر بڑے بڑے عنایات فرمائے ہیں جن کے بالمقابل میں بغیر اس مصرعہ کے کچھ نہیں عرض کرسکتا ع بتر زانم کہ خواہی گفت آنی۔ اور اس مصرع خواجہ حافظ علیہ الرحمت کے کوئی معاوضہ میں نہیں کرسکتا ع۔ بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔ میں آپ کا بڑا ممنون ہونگا اگر آپ مجھے مونہہ بھر کر گالیاں دے لیویں مگر کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجماع اُمت مرحومہ میں دخل بے جا نہ کریں۔ اور نیز گالیوں کو ہماری ذات ہی تک محدود رکھیں اور ہمارے مونہہ سے جو کلمات نکلتے ہیں انکو گالیاں نہ دیں کیونکہ بفضل اللہ و حولہ اکثر اوقات آپ کے مخالفین کے مونہہ سے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و تسبیحات و تہلیلات بھی نکلتی رہتی ہیں۔ لہذا گذارش ہے کہ آپ اس کہنے میں کہ (وھو خبیث وخبیث ما یخرج من شفتیہ ۱۹۶) ماخوذ نہ ہو جائیں

د۔ پلید ہے اور پلید ہے جو کچھ کہ اُس کے مونہہ سے نکلتا ہے

اللہ تعالےٰ آپ کو اور ہم کو کتاب اور سنت اور اجماع اُمت والے صراط مستقیم پر چلائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وسلم و بارک و آدِمْ علی سَیّدِنا ابی القاسم وحبینا المظھر الاتم لاسمک الاعظم وٓالہ وعترتہ۔

سوال

ارض ذات النخلہ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی لتدخلن المسجد الحرام کا وقت صلح حدیبیہ الاسال سمجھ لینا کیا یہ ہر دو اور نظائر ان کے از قبیل قصور فی الکشف اور خطا فی التعبیر نہ تھے جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطا فی التعبیر واقع ہو گئے تو نزول مسیح ابن مریم والی پیشگوئی میں کیوں نہیں واقع ہو سکتے یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام احمد قادیانی کو عیسےٰ بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

جواب

ارض ذات النخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے پیشگوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی میں جانا ہوگا صرف آپکا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قایم نہ رہا چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپنے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے یعنی واقعی امر برنگ استعارہ و تمثیل نظر آتا ہے چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ وغیرہ اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ۔ چنانچہ دخول مسجد حرام والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ھو فی الواقع صرف مکشوف ہوا مسجد حرام کے داخل ہونیکا وقت معلوم نہیں ہوا تھا لہذا آپ سال حدیبیہ میں تشریف لے گئے بلکہ مناسب بشان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال ہی جانا آپکا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حصول صلح کے لئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقعہ ہوا۔ کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپنے کبھی پیشگوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی یعنی جس جز میں اجمال وخفاء ہوتا تھا اُس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جز بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہوگی اس قسم کی پیشگوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلف ہیں نہ ایمان علی وجہ مخصوص کے

طور پر بخلاف کشف تفصیلی عینی کے یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپ نے معاینہ فرمایا اور اسکے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرمادی تو مومن بما جاءبہ الرسول علیہ السّلام کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اسکے شمس الہدایت میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیشگوئی آپکے ہوچکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم و ظہور دجال وغیرہ علامات قیامت والی پیشگوئیں کشف عینی کے قبیلہ سے ہیں گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ کو نہایت اہتمام سے اُمت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا تاکہ اُمت مرحومہ کسی جھوٹھے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹھے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصۂ نزول ایلیا بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا جسکے لحاظ سے آپکو تفصیل و تاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطا پر قایم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو ہرگز ممکن نہیں کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکھہ آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دیجاوے الغرض بحکم فینسخ اللہ مایلقی الشیطان) انبیاء کا خطأ پر قایم رہنا اور ایسا ہی بمقتضے (فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا) وحی کا غلط ہونا شرعاً و عقلاً محال ہے۔ الحاصل کشف اجمالی بھی بعد البیان اللاحق تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔ **نزول مسیح کا مسئلہ** چونکہ حاضرین کو محل تعجب و استبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیاء والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا۔ لہذا آپنے اس پیشگوئی کو تاکید بالقسم و نون ثقیلہ و لام تاکید سے موکد کرکے بیان فرمایا والذی نفسی بیدہ لیوشکن آخرتک تاکہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں۔ اس قسم کی پیشگوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے کما قال تعالے ما اتٰکم الرسول فخذوہ۔ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیشگوئیوں ایک ہی قانون مقرر کرکھا ہے کہ قبل از وقوع ہمکو ایمان لانا ضروری نہیں) حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور تفصیلی میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے انکو سخت دھوکھہ ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہونگے ہاں اس الزام سے یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ قیامت تو مطابق حدیث الدنیا سبعۃ الاف وانا فی اخرہا الفا کے سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی

میں کہتا ہوں اوّل تو یہ حدیث ثقات کے نزدیک مثل سخاوی و شیخ سیوطی وغیرہم کے موضوعات یا ضعاف سے ہے اور نیز یہ تحدید برخلاف ہے تصریح رئیس المکاشفین حضرت شیخ کے دیکھو فتوحات تیسرا بر تقدیر تسلیم الزام مذکور کی دافع بھی نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک سات ہزار کے اوپر تین سو گذر چکے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرزا اور امروہی صاحبان حساب میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ **بیت**۔ تا مرد سخن نگفتہ باشد ✢ عیب و ہنرش نہفتہ باشد ✢ الغرض بحکم ولن یصلح العطار ما افسدہ الدہر جہانتک ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں مگر قادیانی صاحب کا دعویٰ ہرگز کتاب وسنت واجماع سے تطبیق نہیں رکھتا مجھے اس مقام کے متعلق ایک بزرگ کی بات یاد آگئی ہے جس کا لکھنا بعید از مقام معلوم نہیں ہوتا **حبیب شاہ** صاحب خوشابی سے جنکا نام نامی مرزا جی ایک اشتہار میں اپنے مولویوں اور مریدوں میں لکھتے ہیں) میںنے راجڑ کے اسٹیشن پر بعد ملاقات کے پوچھا کہ آپکے بیعت کرنے کا مرزا جی سے کیا باعث ہے۔ بجواب اسکے فرمانے لگے کہ قرآن کی تفسیر لکھنے میں عدیم المثیل ہیں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر میںنے پوچھا آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود جانتے ہیں فرمانے لگے کہ انکے اس دعویٰ سے میں علیحدہ ہوں۔ پھر میںنے متعجب ہوکر پوچھا کہ جب آپ اُن کو اس دعوے میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو پھر بیعت کیسے ہوئی کیونکہ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے تو اسکی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھکر اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے پھر آپنے فرمایا کہ قرآن دان بہت عمدہ ہیں۔ میںنے عرض کیا کہ مرزا جی کی تفسیر متعلق سورۂ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس تفسیر سے بھی علیحدہ ہوں تو اس پر میںنے نہایت ہی متعجب ہوکر کہا کہ کیا آپ کو کوئی شخص مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرّف مرزا صاحب جیسا اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا اسلئے قادیاں میں جاکر مرزا جی سے بیعت کی۔ بعد اسکے فرمایا کہ خیر میںنے بیعت سے توبہ کی ہے۔ یہ دو طرفہ نکالا آخرالامر کہنے لگے کہ ازالہ اوہام کو دیکھونگا

واضح ہو کہ اللہ جل شانہ رسولوں کے مطلع علی الغیب کرنے کی نسبت فرماتا ہے۔ عَالِمُ (جل جلالہ)

الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

غیب کا ۔ پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جسکو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے

فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۔ یعنے رسولوں

پس تحقیق وہ چلاتا ہے آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے نگہبان

کی وحی کے ساتھ چوکی پہرے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ شیطان دخل نہ کرنے پاوے بہذا پیغمبرون کے لئے عصمت ہے اوروں کے لئے نہیں اور اُنکا وحی یقینی ہے اوروں کے وحی میں شبہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشگوئیوں میں شیطان کا ہرگز دخل نہیں چنانچہ مرزا صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ میں چار سو نبی کی نسبت لکھا ہے کہ انکو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے اور قادیانی صاحب گو کہ بزعم خود اپنی پیشگوں کو پیغمبروں کی پیشگوئیوں کے برابر خیال کرتے ہیں۔ مگر اُن کی پیشگویوں کا کاذب ہونا واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں ضمیمہ شحنہ ہند کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

اجی مرزا جی بس رہنے دیجئے خلق اللہ تیس سال تک آپکے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے (۱) کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کے لئے آپنے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اُس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد (۲) عبداللہ آتھم کے لئے از حد گڑگڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں مرا (۳) ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کے لئے ہزار آہ و زاری کی مگر اُسکا بال بھی بیکا نہ ہوا (۴) لیکھرام کے لئے ہر چند سر پٹکا مگر اُس کی موت نے آخر آپکو ہی مشتبہ کیا۔ (۵) آسمانی منکوحہ کیلئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہوگیا مگر حسرت ہی رہی (۶) کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونیکے لئے بہتیرے توڑ جوڑ کئے مگر وہ بیمار رہکر چل ہی بسی (۷) اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دُنیا کے لئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دیگیا (۸) جس قدر مباحثے آپنے کئے شکست ہی کھا کر بھاگے اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں (۹) جن آدمیوں نے آپکو بالمقابل دعا کرنے کے لئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے (۱۰) ہمیشہ آپ نشان دکھانیکے لئے میعاد مقرر کرتے رہے مگر آخر ندامت ہی اُٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کے لئے میعاد مقرر ہے (۱۱) آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک عیسائی بھائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا۔ (۱۲) آپ نے کہا کہ سب خلقت مجھے قبول کرے گی مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار مین نہیں آسکتے (۱۳) آپنے سورہ فاتحہ کی تفسیر دعوے سے لکھی لوگوں نے اُسکے پرخچے اڑائے۔ (۱۴) آپ نے منشی الٰہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کرکے الہام شائع کیا نعوذ باللہ

اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں مگر اُن کی عصا کو مو سٰی نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم وبرہم کردیا (۱۵) پیر مہر علی شاہ صاحب کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر اُنکی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی (۱۶) آپ نے عرصہ سے منارہ بنانا چاہا مگر ہنوز روز اول (۱۷) آپنے رسالہ انگریزی شایع کرنا چاہا مگر اب تک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی حال ہے (۱۸) آپنے بجائے اتوار کے جمعہ کے دن تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل ہوا۔ (۱۹) سیکڑوں اشخاص کے لئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیئے وہ کرنا چاہیئے دعا کرنے والے سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے وغیرہ۔ مرزاجی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں ہیں پھر آپکو باربار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رسالہ الھامات کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے۔

تیسری پیشگوئی

مرزا احمد بیگ اور اوسکے داماد کی موت اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق:۔

اس پیشگوئی کو مرزاجی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اسلئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھولکر کسی کریں اور تحقیق کرکے بال کی کھال اتاریں گو اور پیشگویوں میں بھی مرزاجی زور لگایا کرتے ہیں۔ مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزاجی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں اُنکا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی پہلے ہم اس پیشگوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں۔ ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔

ھُوَ ھٰذا

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا — قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پاجائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے

وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جنکی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرتسر میں انکی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست انکے اشتہار میں مندرج ہے انکو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا باعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور انکے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر بات میں اُس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اُسکے لئے ہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اُس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہانتک کہ عیسائیوں کے اخبار وں کو اس قصہ سے بھر دیا آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوے الہام میں مکّار اور دروغگو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ اُن کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالےٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اُس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اُسکی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے اسکی زمین ملکیت جسکا حق ہمیں پہونچتا ہے۔ نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنے ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں چنانچہ اُنکی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اسلئے مکتوب الیہ نے تمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اُس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے لیکن یہ خیال آیا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کرلینا چاہیئے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ

کیا گیا وہ استعارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کردیا۔

اُس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلان کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور اُن کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاویگا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤگے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اُس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑہائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا اور انکے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلان کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنیکے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاویگا اور بے دینوں کو مسلمان بنائیگا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائیگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے۔ کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزءون ۔ فسیکفیکہم اللہ ویردہا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ یعنے انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملیگا جس میں تیری تعریف کیجاویگی یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کے راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں مونہہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی (آجتک تو جیسی ہوئی سنا ہی ہے)

خاکسار غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اشتہار اور دیا جو بعنوان ذیل ہے۔

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۲ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللہ اسکی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر کہ جو اپنی بیدینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے۔ اپنے قہری نشان نازل کریگا اور اُن سے لڑیگا اور اُنہیں انواع اقسام کے عذابوں میں مبتلا کریگا اور وہ مصیبتیں اُنپر اوتاریگا جنکی ہنوز انہیں خبر نہیں انمیں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کے راہ سے مقابلہ کیا ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے اور انکا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت انمیں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینکدیتا ہے وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسُول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے اُنہیں کے تقاضا سے اُنہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کرتے اگر اُن میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور اُنمیں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ[1] ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا یہ رشتہ جسکی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان اُن پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفعہ کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کریں تو اُن پر قہری نشان نازل کرکے انکو متنبہ کرے برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین اُن کا درست ہوگا اور دُنیا انکی منکل الوجوہ صلاحیت پذیر

[1] الف یعنی لڑکے اور دین کا چراغ ہونیکی۔

ہوجائے گی اور وہ بلائیں جو عنقریب اُترنے والی ہیں نہیں اُتریں گی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔ والسلام علی عباد اللہ المؤمنین۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

یہ دونوں اشتہار اپنے مضامین تبلانے میں بالکل واضح ولائح ہیں کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتے صاف تبلاتے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اُسکا داماد) فوت ہوجائیں گے البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے مرزا جی کی دوسری ایک تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اُسکی میعاد تبلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی (مفصل عبارت بصفحہ ۷ کتاب ہذا دیکھو) پس بموجب اقرار مرزا جی (۲۱ اگست ۱۸۹۴ء) کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا پر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۰۱ء تک زندہ کیمپ ملتان میں ملازم ہے مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے اُنہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہائت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیشگوئی کا پورا کر لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے آپ فرماتے ہیں۔

"اس پیشگوئی کی دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اُسکے داماد کی نسبت اور" "پیشگوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شایع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے" "وقت موت میں تاخیر ڈالدیجائیگی سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فایدہ اُٹھانا" "نصیب نہ ہوا کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اُس نے اور اُسکے تمام عزیزوں نے پیشگوئی" "کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی" "کرتے تھے کہ پیشگوئی کے وقت نے مونھ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک ہی" "حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو اُنکی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر" "پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور سارے ڈر کے اُنکے کلیجے کانپ" "اُٹھے پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو" "لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں"

ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالات موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے"

(سراج منیر حاشیہ صفحہ ۳۰)

مرزاجی کا عذر بھی کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا نماز روزہ کا پابند ہوگیا اوس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے تعجب ہے کہ مرزاجی کے متعرب علم کے مدعی ایسے واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں خصوصاً فقرہ زیر خط کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس کلام سے اصل غرض کیا ہے یہ عجب (برادبی معاف) ڈھکوسلا ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے۔ ذات شریف پر تبرے اور سلواتیں سناتا ہے اور ہاں بوجہ مسلمان ہونیکے نماز بھی پڑھتا ہوگا تو اسکا نام **خوف زدہ** رکھا جاتا ہے، آتھم کے متعلق ہم صفحہ (۰۰) کتاب ہذا ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیشگوئی سے بھی وہ ڈرتا تو بھی وہ رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے کہ جیسا اُسوقت تھا بلکہ اُس سے بھی زاید۔ اس پیشگوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزاجی کی مساعی جمیلہ خاص قابل ذکر ہیں اس ضمن میں اُن کے وہ خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو اُنہوں نے اپنے رشتہ داروں کو اس نکاح کے متعلق بھیجے تھے۔

پہلا خط یہ ہے

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالے

السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپکو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپکو ایک خبر سناتا ہوں آپکو اس سے بہت رنج گذریگا مگر میں محض للہ اُن لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں اُن لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اُس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ رسول کے دین کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے میری نسبت اُن لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اُسکو خوار کیا جائے۔ ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے

ایک تلوا چلانے لگے ہیں اب مجھکو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اُس کا ہونگا تو ضرور مجھے بچا لیگا اگر آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑہ یا چمار تھا جو مجھکو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جنکی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اُسکی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو وہی میرے خون کے پیاسے وہی میری عزت کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اُسکا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جسکو چاہے روسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ مینے خط لکھے کہ پُرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب نہ دیا بلکہ مینے سُنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی کے نام کے لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدیوے ہم راضی ہیں۔ ہم راضی اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر مینے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے جو چاہے کرے ہم اسکے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا کہیں مر ابھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہونچی ہیں بیشک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں خوار ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے لہذا مینے انکی خدمت میں خط لکھدیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشاء ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب محمدی کا کسی شخص سے نکاح ہو گا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دیدے گا اگر نہیں دیگا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کر دونگا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضے میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال اُنکا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے

مورخہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے ورنہ مجھے خدا تعالےٰ کی قسم ہے
کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دونگا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے
تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں
میں رخصت ہوا ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں
میں نہیں جانتا کہ کہانتک درست ہیں واللہ اعلم۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج ۴ رمئی ۱۸۹۱ء

دوسرا خط یہ ہے

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہونچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا
نکاح ہونیوالا ہے اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا
اور کوئی تعلق نہیں رہیگا اسلئے نصیحت کے راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر
یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اُسکو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج مینے مولوی
نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھدیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی
کے لئے طلاقنامہ لکھ کر بھیجدے اور اگر فضل احمد طلاقنامہ لکھنے میں عذر کرے تو اُسکو عاق کیا جاوے
اور اپنے بعد اُسکو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اُسکو نہ ملے۔ سو اُمید رکھتا ہوں
کہ شرطی طور پر اسکی طرف سے طلاقنامہ لکھا آجاویگا جسکا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ
نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اُسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جاوے عزت بی بی
کو تین طلاق ہیں سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس
طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑجاوے گی سو یہ شرطی طلاق ہے[1] اور مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ
اب بجز قبول کرنیکے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اسکو عاق کر دونگا۔ اور پھر
وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پاسکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے
بہتر ہوگا مجھے افسوس ہے کہ مینے عزت بی بی کی بہتری کیلئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا۔ اور
میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ مینے کوئی بات
کچی نہیں لکھی مجھے قسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا اور خدا تعالےٰ میرے ساتھ ہے

[1] مجدد صاحب یہ بھی کوئی مسئلہ ہے یا محض تجدید ہے ۲

جس دن نکاح ہوگا اُس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

تیسرا خط مرزا جی نے اپنی بہو سے لکھا کر بھجوایا۔ جو یہ ہے۔

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ۔

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسیطرح مجھ سے فرق نہیں کرتے اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی۔ اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہے) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے کہ اگر نکاح رُک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لیے کوئی قادیان سے آدمی بھیجدو تاکہ اُسکو لے جاوے۔

چوتھا خط یہ ہے

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ تعالےٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قادیاں میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آن مکرم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اسکے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اسکے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لئے سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالےٰ آپ کو صبر بخشے اور اُس کا بدل صاحب عمر عطا کرے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اُسکے آگے انہونی نہیں آپکے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپکے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھکو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان خدا تعالےٰ

کی قسم کھا جاتا ہے۔ تو دوسرا مسلمان اُسکی نسبت فی الفور دل صاف کرلیتا ہے سو ہمیں خدائے تعالےٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلان کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالےٰ کی تنبیہیں وارد ہونگی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے مینے عین خیر خواہی سے آپکو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالےٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دیگا جو آپ کے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اُسکا حکم ہے جسکے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالےٰ انکو رسوا کریگا اور اپنے دین کی مدد کریگا۔ مینے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں سو یہ اُنکی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالےٰ کے اُن الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدا تعالےٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں خدا تعالےٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اُس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالےٰ عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی نا ملائم لفظ ہو تو معاف فرماویں۔ والسلام۔

خاکسار احقر العباد اللہ غلام احمد عفی عنہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء

بروز جمعہ (از کلمہ فضل رحمانی)

ملہ عجیب بی ورزش کی موجب ہو رہی ہے۔

ان لفظوں سے ظاہر ہے کہ مرزاجی اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کیلئے عموماً بقول حافظ شیرازیؒ

حافظا مئے خور و رندی کن و خوش باش ولے　　دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے ہیں مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اُسکی امداد موقوف نہیں اسلئے ہمیشہ مرزاجی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک معنی ہیں قطع الوتین کے انتہے۔ **اقول** - ناظرین خدا انصاف۔ کیا ایسی ہی پیشین گوئی کرنے والے کو مطابق (الا من ارتضیٰ من رسول) کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے چنانچہ قادیانی صاحب اس اشتہار سے پہلے بھی بڑے زور سے لکھ چکے ہیں دیکھو توضیح صفحہ ۱۸ (۱) محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے (۲) کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہونیکا ایک شرف رکھتا ہے (۳) امور غیبیہ اوسپر ظاہر کئے جاتے ہیں (۴) رسولوں و نبیوں کی طرح اُسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے (۵) اور مغز شریعت اوسپر کھولا جاتا ہے (۶) اور بعینہ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے (۷) انبیا کی طرح اُسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے (۸) اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے (۹) اور نبوت کے معنے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اُس میں پائے جاویں انتہے بعبارتہ۔ امر وہی صاحب کیا یہ پیشین گوئیں اور دعائیں مشتے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپکے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ بالفرض اگر پیشین گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا (خاتم النبیین) کے برخلاف بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال

بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثالث والسبعین وھذا معنے قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی الخ اور قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے۔

جواب

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دیکر

(الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوت کی نفی کر دی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع انکے پاس نہیں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی غیر شرعی بھی نہیں ہو سکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ بن مریم کو بعینہ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری مین پر اتارتے ہیں دیکھو اسی باب کا صفحہ جس میں لکھتے ہیں ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض ایضا الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین اھ اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ اسی باب کے صفحہ پر لکھتے ہیں فسد دنا باب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں زمانہ لو عطف علیہ لسلم علی نفسہ من جھۃ النبوۃ وھو باب قد سدہ اللہ کما سد باب الرسالۃ عن کل المخلوق بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی یوم القیمۃ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

سوال

قادیانی کی اس قدر مغلطہ قسمیں کس طرح جھوٹھی سمجھی جاویں۔

جواب

پہلے ملہمین ومحدثین لکھے گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام جس سے نتائج عجیبہ وغریبہ نکلوا تا ہے چنانچہ ما نحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس والخمسین[۵۵] وحدث فیما بینما فی الانسان شیطان معنوی الخ کما مر فی صفحہ ۳۷ و ۳۸ من ھذا الکتاب یعنی شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کر سکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنا لیتا ہے کما قال الشیخ فی ھذا الباب فما علوا ان الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لھم یتعلم منھم۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ سرور عالم شہ لولاک وما لک اعطیت علم الاولین والآخرین نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونیوالے ہیں بطور پیشگوئی کے

بیان فرمایا ہے ۔ حذیفہ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔ چنانچہ اُس اُمت نیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے۔ مطابق ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ظہور میں آکر حجت علی المنکرین ہوئی۔ من جملہ انکے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدیکرب ابن ماجہ اور دارمی وابوداؤد میں مذکور ہے۔ ترجمہ حدیث ۔ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اسکی مثل بھی خبردار ہو قریب ہے۔ کہ ایک پیٹ بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپرکٹ پر بیٹھا یہ کہے گا۔ کہ تم صرف قرآن ہی کو لو۔ اور جو اس میں حلال ہو اسکو حلال سمجھو۔ جو حرام ہو اُسکو حرام خیال کرو) تحقیق یہ ہے کہ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشینگوئی ۱۳۰۰ھ ہجری میں ظاہر ہوئی یعنے مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعی اپنے کے ٹھہرایا جاوے گو کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو تو بعد ازاں احادیث کو اگرچہ مع اصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاوے گا۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے۔ گو کہ صحت ہم ندارد تو البتہ مقبول ہوسکتی ہے۔ قادیانی اور اس کے تابعین کے بارہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ جو ترجمان غیب تھی۔ عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایھا الناس سیکون قوم من ھذہ الامۃ یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربھا الخ۔ ترجمہ۔ کہا ابن عباس نے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس امت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے۔ جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی۔ اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی الخ۔ ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۵۱۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی۔ جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کرینگے۔ سیکون فی اُمتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ۔ راوی ثوبان۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مشکوۃ اور نیز اُن تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا۔ جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کرینگے۔ لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ ابوہریرہ۔ صحیح بخاری صحیح مسلم پس اگر ان پیشین گویوں کو بھی خارج میں مطابق کرکے دیکھا جاوے۔ تو مسیلمہ کذاب واسود عنسی اور

حمدان بن قرمط اور محمد بن عبد الوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے تحت لکھا کہ آنیوالے کا نام جو احمد کہا گیا ہے۔ وہ بھی اسی کے مثیل کی طرف اشارہ ہے۔ اور اشتہار معیار الاخبار میں شائع کیا۔ کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً افضل انتم مسلمون یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اے قادیانی لوگوں سے کہہ کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ ناظرین پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ امروہی صاحب اپنے اس قول (واشھد ان محمداً خاتم النبیین لا نبی بعدہ) میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے جبکہ قادیانی صاحب کو نبوت کے دعوے میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معینہ کی لالچ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو مطلق رزاق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہونا احادیث رسول اللہ میں نزول مسیح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ اور میرے دعوے کے وقت یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۱۷۷۔ ایسا ہی اس نبی کے مومن امروہی صاحب اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ ۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں **قولہ** مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی اسلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جبکہ ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا۔ تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اسکا شہرہ ہو گیا تھا۔ ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی اسکو شائع کر دیا تھا۔ اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جس میں اس کا چرچا واقع نہ ہوا ہو۔ اب کس کی مجال ہے کہ اسکو مخفی کرے **اقول** دارقطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لئے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتدا پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقع نہیں ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا۔ اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔ ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ لفظ (فی اول لیلۃ من رمضان) کا ترجمہ لڑکے بھی جانتے ہیں۔ کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہوگا اور رمضان کے پندرہویں دن کو کسوف انقلاب زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہوگا تو گویا ہلال قمر ہوا لہذا

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹۵۔ اسمیں فرقہ باغیہ وہابیہ کے حالات پر تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سرکش جماعت کے سرگروہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مسلم آزار کارنامے درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس باغی فرقہ نے حرمین شریفین، انکے زائرین اور روضہ ہائے مقدسہ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں
مولوی محمد حمید اللہ خاں صاحب درانی المجددی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں۔ مورخ لمطرون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بک ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا اُس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اُس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اُس کے سامنے آتا ہے اوسکو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اوس نے معبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے اونہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اُس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاویگا۔ آخر کار اُس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبد الوہاب کے وجود سے ہوگیا۔ جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد از خرابی ۱۲۰۶ھ میں فوت ہوگیا یعنی اوس نے چھیانوے سال کی عمر پائی۔ اور ابتداءً اوس نے شیخ محمد سلیمان کُردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبد الوہاب) ملحد ہوگا اور بظاہر اسکا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اوس کے قبل نبوت کا دعوےٰ کیا۔ اور خدا کی قدرت ہے کہ اُسکو پورے طور سے کسی علم و فن میں دستگاہ نہ ہوئی ہو اسی واسطے علماء وقت کی رد و قدح نے اوسکو جواب دینے کی قدرت نہ دی۔ جبکہ ۱۱۴۳ھ میں اُس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ لمطرون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اوّل اوس نے اپنے تئیں قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اوسکا نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے۔ گویا آنحضرت کے ہمنام ہونیکا شرف رکھتا ہے پھر اوس نے چند اصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے۔ اُن فروعات کی جو اُس سے مستنبط ہیں اور محمد اگرچہ اللہ کا رسول اور دوست ہے لیکن اونکی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں۔ کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایان ہے لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے۔ اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالےٰ کو پسند نہ آیا لہٰذا اوس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں اونکو سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کریگا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانیگا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اُس کا قتل بلا شبہ واجب ہے۔

یہ مورخ لمطرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبد الوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا۔ اور چند لوگ اُس کے مقلد ہوگئے۔ اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا لیکن وہاں اوسکی کچھ نہ بن آئی۔ اور آخر کار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اُس وقت اوس کی خوب خبر لی۔ بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اسکا فسون اثر کر گیا۔ اور اسی اثنا میں ایک شخص ابن مسعود دمشقی بنام محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اُس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے۔ اُس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اوسکی حکومت حاکمانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اُس نے اُس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائیگا اور اُس کے مذہب کی تائید سے اسکا دلی ارادہ پورا ہو سکیگا۔ اُس نے محمد بن عبد الوہاب کا مذہب قبول کر لیا اور اوسکے ساری مرید آبائی بھی اوس کے ساتھ ہو لئے اور اوس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف و اکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اوس کے مطیع ہوگئے۔ حتی کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی۔ اور محمد ابن عبد الوہاب اُن کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اُس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور مدینہ درعیہ اونہوں نے اپنا دار السلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں ساعی ہوا مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب کامل نہوا۔ حتی کہ ابن مسعود کا بیٹا عبد العزیز اُس کا جانشین ہوا جو کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا۔ اور محمد بن عبد الوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کردی۔ پس جبکہ عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اول کسی ایک کو اسکی تفہیم کے لئے بھیجتا تاکہ وہ اُسکے اعتقاد کے مطابق تفسیر و تاویل قرآن کو مانلے۔ پس اگر وہ اسکا اعتقاد قبول کر لیتا تو اسکو امن دیدیتا ورنہ اسکی بیخ و بنیاد اُکھیڑ کر اُسکے تمام اموال و مویشی غارت کر لیتا لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہیں کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق و بغداد کی اطراف و اکناف میں پھیل گئی حتی کہ ابن مسعود کے مرنیکے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ ہجری سعود بن عبد العزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی

جسکی شان بقول قرآن ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا لیکن جس نے امن کو غیر امن بنا دیا اور حدود حرم جہیں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونیکے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیئے کے پنجہ سے حرم حل ہوگیا اور چاروں مصلی جلا دیئے گئے اور قبے گرا دیئے گئے اور انہیں لوٹ کر کے تحقیر کی گئی۔ اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اسنے یک سالہ بن عبدالوہاب کا اہل مکہ کیطرف بطور تحیت و دعوت بھیجی جسکی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اسکے دیکھنے سے اس نونہ خرابات کا باعث ہونا پتہ لگے ان من اعتقد انہ اذا ذکر اسم نبی فیطعہ ہو عنہ صار مشرکا و ہذا الاعتقاد شرک سواء کان مع نبی او ولی او ملک او جنی و صنم او وثن و سواء کان یعتقد حصولہ بذاتہ و باعلام اللہ تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی و غیرہ ولیہ و شفیعہ فہو وابوجہل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسوع والعزی و اما اللاحقون فمحمد و علی و عبدالقادر ومن لم یقل فی حاجتہ یا اللہ وقال یا محمد وان اعتقد عبدا غیر منصرف فی الکل صار مشرکا وکفانا قدوۃ فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیہ وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد و مشاہدہ و مساجدہ و آثارہ و قبر ای نبی او ولی وسائر الاوثان شرک اکبر جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے وہ اس سے مطلع ہوجاتا ہے تو وہ مشرک ہوجاتا ہے پھر یہ اعتقاد خواہ کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے۔ الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو مشرک ہوجاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزی تھے لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اگرچہ سوا ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہوجاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد و آثار کیطرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا اور بتوں کیطرف سفر کرکے جانا شرک اکبر ہے۔

پس کرکو غارت کرکے اس نے ۱۲۲۰ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور سب تاراج کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن و اشیاء لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سامان اونٹوں پر لاد کرکے لیگیا چنانچہ سیف الدین مسعود بن عبدالعزیز نے جبکہ وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کرکے لایا گیا تو اوس کے پاس ایک صندوق ملا جسمیں تین سو نوے آبدار کلان اور لٹی دانے زمرد کلان کے نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق اسی حجرہ نبوی میں سے اس کے والد مسعود نے نکالا تھا پس مسعود نے فقط اسی غارت پر اکتفا نہ کی بلکہ قبہ مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی ابن ابیطالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم کے قبے بھی گرا دیئے اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضہ رسول کریم کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وہابی جو گنبد پر موجود تھے اور اسی اثنا میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلا دیا اور اسی طرح ایک اژدہا حضرت موسیٰ کے اژدہا کی طرح نکلا جس نے قوم فرعون کی طرح افواج وہابیہ کا تعاقب کیا۔ اور اتنے میں بحکم سلطان المعظم محمد علی پاشا خدیو مصر متوجہ ہوا اور اسکا بیٹا طوسون جس کے ساتھ سید احمد طحطاوی محشی در مختار بھی مدد میں آئے تھے بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کے دروازہ پر وہابیہ کی سرکوبی کیلئے آپہنچا اسوقت عثمان مضایقی سپہ سالار وہابیہ مدینہ کے دروازے بند کرلئے۔ لیکن طوسون نے زمین کے نیچے سے سرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا اور طوسون نے اندر گھسکر نجدیوں پر قیامت برپا کردی اور بقیہ وہابیوں کے کان کتر دیئے گئے۔ اور مدینہ منورہ ۱۲۲۷ھ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہوگیا۔ اور ۱۲۲۸ھ میں عثمان مضایقی بھی گرفتار ہوکر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا۔ لیکن ۱۲۲۹ھ میں مسعود کے فوت ہونیکے ساتھ ہی اسکا بیٹا عبداللہ بن مسعود اسکا جانشین ہوا اور آخرکار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں درعیہ پایہ تخت وہابیان فتح ہوکر گرفتار ہوگیا اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں باب ہمایون پر قتل کیا گیا۔ اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیر دیگئیں یعنی مقید کئے گئے اور کان کتر دیئے گئے۔ اور امن و امان قائم ہوا اور پھر از سر نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلے قائم ہوئے۔ اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہوگیا۔ وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طول میعاد ہونیکا باعث یہی ہے کہ ابتدا میں غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے اور ان کے تغیر و تبدل سے انتظام ٹھیک نہوا اور یہ فرقہ زور پکڑ گیا۔

مگر خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس فرقہ کا داعیہ ہند و پنجاب میں منتقل ہوگیا۔ گویا خدا کے غضب نے اس ملک میں ظہور کیا چنانچہ پنجاب میں اس مذہب کی اشاعت مولوی عبداللہ غزنوی کے وجود سے ہوئی جو اسی مذہب کی بدولت غزنی سے بہت رسوائی کیساتھ نکالا گیا اور اولاً پشاور میں حضرت کوٹھہ والے ایک بزرگ نقشبندی کی صحبت میں رہا مگر آخر کار وہاں سے بھی اسکو نکلنا پڑا اور حضرت اخوند صاحب کے فتووں اور مریدوں کے ڈر کے مارے امرتسر میں جا گزین ہوا اور وہابیت کا بیج بو دیا۔ غالباً اسی واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۱۸ میں اپنی الہامی تفسیر کے اثبات میں نقل کیا کہ عبداللہ غزنوی کو یکدفعہ الہام ہوا کہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور اس سے مراد اسکے معنی یہ نہ تھی بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست کابل سے پنجاب کے ملک میں زیر سلطنت برطانیہ آئیں گے اور یہی مولوی غزنوی ہیں جنکا ایک کشفی قول قادیانی صاحب نے اپنے دعوی کی صداقت کیلئے ازالۃ الاوہام کی جلد ثانی میں نقل کیا ہے پس پنجاب میں اس وقت تک جس قدر وہابی مولوی ہیں وہ سب اسی غزنوی مولوی کے متبع اور مقلد ہیں اور ہم کو ان کے فروعی اعتقادات

[illegible]

چونکہ محمد عبدالوہاب مطلق العنان فرقہ (غیر مقلدین) وہابیہ کا ایک سرگروہ گذرا ہے اس لئے کتاب ہذا کی اب طبع ثانی پر اسکی اصلیت و واقعیت کا اظہار ضروری و لازمی سمجھا گیا۔

دُرّہ دُرّانی کی عبارت منقولہ بالا سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نے کیا کچھ کیا اور وہ اپنے آپکو کیا کچھ سمجھا کیا۔ اور کس وجہ سے یہ فرقہ وہابیہ دائرۂ اہل السنت والجماعت سے خارج سمجھا گیا۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس فرقہ کو باغی خارجی قرار دیا ہے۔ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والفی انتہی (شامی طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۳۳۹)

عبارت شامی کا حاصل۔ چنانچہ ہماری زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین میں یہ واقع ہوا۔ عبدالوہاب کے گروہ نے نجد سے نکلکر حرمین شریفین پر جابرانہ قبضہ کیا۔ اور یہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے لیکن دراصل اپنے گروہ کے بغیر سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے تھے لہذا اہل سنت جماعت اور ان کے علماء کا قتل کرنا مباح جانتے تھے۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ۱۲۳۳ھ میں اہل سنت کو نصرت عطا فرمائی اور فرقہ وہابیہ کو شکست دی اور رسوا کیا۔

اور دیگر علمائے اہل السنت والجماعت نے بھی وقتاً فوقتاً عقائد وہابیہ کی تردید میں رسائل شائع کئے ہیں (مثلاً الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ للعلامہ زینی دحلان مفتی بیت اللہ الحرام وغیرہ) جنہیں اس فرقہ کو بوجہ حضرت سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت تحقیر و گستاخی کرنیکے کافر کہا ہے۔

مرزائے قادیانی کے سلسلۂ ابحاث میں محمد بن عبدالوہاب اور اوس کے ہمخیال مطلق العنان لامذہب افراد کا ذکر بھی ضروری تھا کیونکہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہابیہ کی اس چال سے شاید بہت کم مسلمان واقف ہیں کہ جب یہ لوگ عدم تقلید کے کیچڑ میں دھس جاتے اور علماء اہل السنت والجماعت سے اس میدان میں تاب مقاومت نہیں لا سکتے۔ تو عوام جہلاء کو اپنا طرفدار بنانے کے لئے کہدیا کرتے ہیں کہ ہم ائمہ اربعہ میں سے فلاں امام رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رکھتے ہیں۔ مگر انکی یہ حرکت اہل فراست پر پوشیدہ نہیں کہ محض واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزءون کی مصداق ہوتی ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو ان کے افعال و اقوال میں موازنہ کر کے دیکھ لے۔

ہم مثال کے طور پر ایک تازہ واقعہ ناظرین کے پیش کرتے ہیں مولوی عبداللہ غزنوی ثم امرتسری کا ایک مرید باشندہ علاقہ پہاڑ (خانپور) راولپنڈی میں نسواری کی دوکان کرنے بیٹھا تھا۔ آپکو شوق ہوا کہ اپنے بزرگوں (عبدالوہاب وغیرہ) کی سنت پر عمل کر کے نام آوری حاصل کریں۔ چنانچہ علمائے کرام و صوفیائے عظام بالخصوص تاج الاصفیا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور آپ کے ہم مشرب بزرگان دین کی شان میں وہ وہ دریدہ دہنی و شوخ چشمی برتی کہ سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

اور جب علمائے اسلام نے مواخذہ کیا تو کہدیا کہ میں تو ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب رکھتا ہوں۔ اسی سلسلہ میں مولوی عبداللہ غزنوی کے پہاڑی مرید نے اہل السنت والجماعت کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام مدفع الٰہی بر قلعہ مہر شاہی رکھا جس میں علامۂ زمان قطب دوران حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب بنایا۔ ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ مدفع کا معنے توپ ہے۔ پس جس قلعہ پر خدائی توپ محافظ ہو تو فریق مقابل کو شکست اور تباہی لازمی طور پر حاصل ہوگی۔ گویا اوسکے مؤلف نے پہلے ہی تسلیم کر لیا کہ خدائی توپ والے قلعہ والے قلعہ کا مقابلہ کرنے سے وہ تباہ و رسوا ہوگا۔

اس کی دوسری کتاب افامۃ البرہان تھی جس پر صرف ایک ہی اخذ العنوان اشتہار تنبیہ الرحمن شائع کر دیا گیا تھا جس سے وہ ابتک رہائی نہ پا سکا۔ اسکی دونوں کتابیں علاوہ بیتانات واکاذیب ابن تیمیہ و عبدالوہاب کے عقائد سے بھری ہوئی ہیں جن کی تردید علمائے اہل السنت والجماعت کافی طور پر کر چکے ہیں لہذا وہ قابل توجہ نہیں سمجھی گئیں۔ تنزیہ الرحمن اور ذوالفقار حیدری محض بطور مشتے نمونہ از خروار شائع کئے گئے۔ اور ایک اشتہار اوس کے اوستاد و مرشد مولوی عبدالجبار امرتسری کو مع کل جماعت وہابیہ کے بغرض تحقیق حق مشتہر انعامی دو ہزار روپیہ بھیجا گیا تھا جس سے وہ سب

عاجز ہو کر فرار ہوئے ۔ وہ اشتہار بعینہ درج ذیل ہے:۔

آخری معروض اور آسان فیصلہ

امرتسر میں ہم لوگ بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب حاضر ہونیکو اس غرض سے تیار ہیں کہ حاضرین جلسہ کے سامنے ہمارے حضرت سلمہم اللہ تعالیٰ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے قول ذیل مندرجہ خطبہ فتوحات مکیہ الحمد للہ الذی اوجد الاشیاء عن عدم وعدمہ کی تشریح فرماوینگے اور بفضلہ تعالیٰ روز روشن کیطرح ثابت کر دکھائیں گے کہ معترضین نے حضرت شیخ اکبر کا مذہب و مطلب نہیں سمجھا لہذا قالوا ما قالوا علمائے کرام مذکورہ بالا کا کرایہ وغیرہ انتظام کا بوجھ ہمارے ذمہ پر ہوگا جب مرضی جناب محدث امرتسری سب کارروائی ہوگی ۔ محدث صاحب مذکور اور اُن کے معتقدین میں سے وہ حضرات جن کی تصحیح و تصدیق پر معاذ اللہ تکفیر حضرت شیخ اکبر رحمہ مندرجہ قامعۃ البرہان و صمصام شائع کی گئی ہے ۔ کیے بعد دیگرے نہایت ادب سے مخاطب کئے جائیں گے ۔ یعنی ان حضرات سے استفسار کیا جائیگا کہ کسی آیت یا کسی حدیث کا مطلب حسب الاستفسار بیان فرماویں کامیابی پر دو ہزار روپیہ (ایک ہزار بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب اور ایک ہزار اون کے معتقدین کیخدمت میں) پیش کیا جائیگا ۔ بصورت ناکامیابی ہم کو ان سے تحریری معاہدہ ذیل لینے کا استحقاق ہوگا کہ آئندہ کبھی بایں لیاقت مقبولان خدا تعالےٰ پر ایسے الزامات ہرگز نہ لگائیں گے ۔

ناظرین! اجازت نامہ کا انتظار ہم کو صرف ایک ماہ تک ہوگا اس عرصہ کے اندر اگر اجازت نامہ نہ پہونچا تو پھر بھی یہ ثابت ہو جائیگا کہ یہ لوگ نام کے مفسر و محدث ہیں اور بوجہ کم علمی حضرت شیخ رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل اللہ پر بیجا حملہ کرتے ہیں ۔ والسلام خیر ختام ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔ العبد محمد غازی نزیل خانقاہ شریف گولڑہ ۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

اس مہینہ بھر کی مہلت میں سے آج صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور بظاہر کوئی انتظام تصفیہ امر متنازعہ کا قرار پانے یا انعام مشتہرہ وصول کرنیکا جناب مولوی عبدالجبار صاحب محدث امرتسری اور اُن کے معتقدین کیطرف سے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا ۔ البتہ ہم ربیع الثانی کو آپکے پہاڑی شاگرد کیطرف سے مباہلہ کا اشتہار دیکھا گیا ہے جسمیں اصل مسئلہ سے گریز کرتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ وہ دلیل سے بالکل عاجز ہیں اور باوجود دو ہزار روپیہ کا اعلان مشتہر ہونے کے بھی مولانا محمد غازی صاحب کے مقابل آنیکے مطلق قابل نہیں ہیں ۔ اسلئے ہم مکرر جناب مولوی عبدالجبار صاحب کو مولانا محمد غازی صاحب کے اعلان کا اعادہ کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ تک ایک ماہ میعاد ختم ہونے کی طرف توجہ دلا کر پہاڑی اشتہار بازکی طفلانہ تسلیوں سے باز رہنے کی التجا کرتے ہیں اور مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ اگر تحقیق حق کے لئے ان چالبازیوں کے علاوہ کچھ علمی لیاقت بھی ہے تو مطابق اشتہار مولانا محمد غازی صاحب دو ہزار روپیہ وصول کرنے اور احقاق حق کے لئے علمی میدان میں آئیں ورنہ آئندہ مقبولان خدا پر ایسے افترا و بہتان باندھنے والے بئس القرین کے جانبدار نہ بنیں ۔ یہ سراسر ظلم اور بے انصافی اور حق سے روگردانی ہے کہ ایک شخص تحقیق حق کیلئے اپنا ثبوت آپکے پیش کرتا اور آپکے دلائل سننے کی آپ سے درخواست کرتا ہے ۔ پھر صرف درخواست ہی نہیں بلکہ علاوہ تکالیف سفر اور مصارف کثیرہ کا متحمل ہونے کے دو ہزار روپیہ آپ کی نذر بھی کرتا ہے اور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ "مباہلہ کرلو" ۔ جناب محترم اگر علمائے کرام کے مقابلہ میں صرف مباہلوں سے ہی کام چلانا ہے تو آئندہ تفسیر و حدیث کے جزو دان بالائے طاق رکھکر ایک مباہلہ باز جماعت تیار کیجئے ۔ جنکو علمی براہین سے مطلق سروکار نہو اور دعائیں مانگا کریں کہ خدایا اہل علم کو ہلاک کر دے ۔ "نعوذ باللہ" نہیں مولویصاحب آپ سے ہم کو یہ امید نہیں رکھنی چاہئیے ۔ پس آپ خدارا اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرکے مولانا مولوی محمد غازی صاحب کے اعلان کے متعلق کوئی معقول انتظام کرکے اس قضیہ نامرضیہ کو ختم فرمائیے ۔ اور مسلمان جو پہلے ہی دانہ دانہ ہو رہے ہیں ان کی رہی سہی قوت کو بھی منتشر کرکے ان فلک زدوں کی کشتی غرق کرنے کے اسباب کو ترقی نہ دیجئے اور امام الجماعت ہونیکی حیثیت سے یوم ندعو کل اناس بامامھم کا کچھ خیال رکھیئے ۔ والسلام خیر ختام

اس قدر لکھنے کے بعد ہم وہابیہ کے یہ کہنے سے بری الذمہ ہوگئے ہیں کہ سیف چشتیائی سے محمد بن عبدالوہاب کا نام نکالدیں ۔ نظر بحالات موجودہ عبدالوہاب کا نام نہ نکالنے سے وہ ہمیں معذور سمجھیں گے ۔ محمد غازی عفی عنہ

حدیث میں قمر کا اطلاق بھی رات کے چاند پر کیا گیا چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قرب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائیگا سو یہ آجتک واقعہ نہیں ہوا۔ اور نیز یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا۔ اور اُسی کی پندرہویں کو کسوف ہوگا۔ اور جیساکہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی ایسا ہی باقی علامات بھی آج تک ظاہر نہیں ہوئیں (۱) قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائیگا اور اس میں سے ایک سونیکا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ (۲) آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمدؐ اے لوگو حق آل محمدؐ میں ہے۔ شناخت مہدی کی علامت (۱) ان کے پاس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ تیغ اور علم ہونگے یہ نشان بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کبھی نہ نکلا ہوگا۔ اُسپر لکھا ہوا ہوگا۔ البیعۃ للّٰہ بیعت اللہ کیواسطے ہے۔ (۲) امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا۔ اس میں سے ایک پکارنیوالا پکاریگا۔ ھٰذہ المھدی خلیفۃ اللّٰہ فاتبعوہُ یہ مہدی خلیفہ خدا ہے۔ اسکا اتباع کرو۔ (۳) ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائیں گے ہری ہوجاوے گی۔ اُس میں برگ و بار آویگا۔ (۴) کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کردیں گے (۵) دریا ان کے لئے یوں پھٹ جائیگا۔ جیساکہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔ (۶) اُنکے پاس تابوت سکینہ ہوگا۔ جسے دیکھ کر یہود ایمان لائیں گے مگر چند (۷) امام مہدی اہلبیت نبوی سے ہونگے عن ابن مسعود قال قال رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لاتذھب الدنیا ولا تنقضی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔ ابو داؤد۔ ترمذی دُنیا ختم نہ ہوگی جبتک میری اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمد ہوگا دُنیا کا مالک نہ ہوجائے۔ ابو داؤد کی دوسری روایت میں ہے۔ یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔ اُسکا نام میرے نام پر اُسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمدؐ بن عبد اللہ۔ المھدی من عترتی من ولد فاطمہؑ ابو داؤد

* قادیانی صاحب اشتہار مذکور میں لکھتے ہیں کہ مہدی موعود کے فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جی حضرت ضرورت تو اسلئے ہوئی کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے آپ فرمائیے کہ مغل بچہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر فرماتے ہیں مہدی موعود بجائے نواسہ ہونے کے آپ کا بیٹا ہونا چاہئے تھا۔ کیوں حضرت۔ کوئی چار کونسلی مضمون تو نہیں بلکہ جیساکہ آپ کو صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم ہوا اوسی طرح بیان فرمایا آپ فرمائیے کہ فاطمی ہونے کی منافات کیا ہے مہدیت سے بلکہ تبلیغ واحیاء دین کا زیادہ مستحق اور وارث فاطمی ہی ہے ۱۲۔ منہ۔

حاکم۔ ابن ماجہ۔ عن ام سلمہ۔ مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہؓ کی اولاد سے ہونگے (۸) ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ رواہ ابونعیم عن علی کرم اللہ وجہہٗ۔ (۹) مہاجر یعنی جگہ ہجرت انکی بیت المقدس ہوگی (۱۰) حلیہ اُن کا یہ ہے۔ گندم رنگ کم گوشت۔ میانہ قد۔ کشادہ پیشانی۔ بلند بینی۔ کمان ابرو دونوں ابروں میں فرق۔ بزرگ اور سیاہ چشم۔ سرگین آنکھ۔ دانت روشن اور جُدا جُدا ہونے رخسار پر تل سیاہ۔ چہرہ نورانی۔ ایسا روشن جیسا کوکب دُری۔ ریش پر انبوہ۔ کشادہ ران عربی رنگ۔ اسرائیلی بدن۔ زبان میں لکنت جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران جب پر ہاتھ مارینگے۔ کف دست میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی ہوگی۔ یہ سب احادیث مؤلفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح موعود والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی ان سب میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو گویا یہ پیشین گوئی درپیش گوئی ہے یعنی غلام احمد قادیانی دجال شخصی[۲] کا مُنکر ہوگا۔ گویا آپ نے پہلے ہی مُفصل حلیہ بیان فرمانے سے اُنکی تکذیب پر علامات سمجھا دیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان خلل اندازوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا تو بیان میں اتنی اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے تاکہ یہ مدعیان اور اُنکے مؤید ان (جیسے امروہی صاحب۔ ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند۔ یا یوں کہو۔ ع ازاں یہ کہ جاہل بود غمگسار کے مصداق اور دوسرے حضرت عزیز بین والی آنکھ سے اندھے۔ صراط المستقیم پر چلنے والے قدم سے لنگڑے۔ عزت اسلام سے سر برہنہ **بیت**۔ گنجان ولنگڑان وکوران وشل۔ ہر آنجا کہ باشند در آنجا خلل) اُمتِ مرحومہ کو دھوکھا نہ دے سکیں۔ فسبحان من جعلہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (حریصٌ عَلَیکم بالمؤمنین رؤفٌ رحیم) آپ نے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔ اب ناظرین نزول مسیح بن مریم کی احادیث کو بھی ملاحظہ فرماویں۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ تم میں نزول فرماویںگے جب انکو دیکھو تو اس طرح سے پہچان لو۔ قد درمیانہ رنگ سُرخ وسفید لباس زردی مائل۔ گویا اُن کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ وقتال کریںگے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ خدا تعالےٰ اُن کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کردیگا۔ صرف اسلام باقی رہیگا

[۲] یا اشخاص جو مسیح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرینگے اور بالخصوص غلام احمد قادیانی

وہ دجال کو ہلاک کرینگے۔ اور زمین پہ چالیس سال تک قیام فرمائینگے اور پھر وفات پائینگے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑہیں گے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیشہ میری اُمت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہیگی اور قیامت تک غالب رہیگی۔ پس عیسٰی بن مریم اُترینگے۔ اُنپر جماعت کہیگا۔ آئیے نماز پڑہائیے فرمائیں گے نہیں۔ تم ایک دوسرے کے امام ہو۔ خدا نے اس اُمت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل اُمتی محمدی کے پیچھے اقتدا کرینگے۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروائیت جابر ہے۔ واضح طور پہ بیان کرتی ہے۔ مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروائیت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ (کیف اذا انزل فیکم ابن مریم واما مکم منکم) یعنی واماکم منکم سے دوسرا شخص عیسٰی بن مریم کا مغائر مراد ہے۔ نہ جیسا کہ مرزا جی نے اپنے مطلب کے لئے وہواماکم نکالکر امام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں شب معراج میں ابراہیم وموسٰے وعیسٰے سے ملا قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم کے سپرد ہوا اُنہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ حضرت موسٰے پر بات ڈالی گئی۔ اُنہوں نے کہا مجھے اسکی کچھ خبر نہیں پھر حضرت عیسٰے پر اسکا تصفیہ رکھا گیا۔ اُنہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالےٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہاں خدا تعالےٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہوگی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو پگہلنے لگے گا جیسے رانگ پگل جاتا ہے۔ ناظرین ذرا مرزا جی سے پوچھیں۔ کہ کیا شب معراج میں آپ ہی تھے۔ اس معاہدہ کے بیان کرنے والے۔ اور اگر عیسٰے بن مریم نے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر دی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے چنانچہ آپ کا مزعوم ہے کیوں نہ خبر دی۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے خدا پاک کی قسم ہے۔ جسکے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک قریب ہے۔ کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اُترینگے۔ صلیب کو توڑینگے۔ خنزیر کو قتل کرینگے جزیہ کو اُٹھائینگے۔ مال کی کثرت ہو جائیگی۔ اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کریگا یہانتک کہ تمام دُنیا

اور دُنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابوہریرہ کہتے تھے۔ اگر تم ارشاد نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل مانگتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ (۵) عیسٰے علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمادینگے۔ اگر وہ پتھریلی زمین سے کہدیں کہ شہد ہوکر بہ جاوہ بہ چلے۔ پہلی حدیث ابوداؤد۔ دوسری مسلم تیسری مسنداحمد۔ چوتھی بخاری۔ پانچویں مسند کی ہے۔ اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ خاتم المحدثین امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

خصوصیات زمانہ نزول مسیحؑ

(۱) انکے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ آج کے عیسٰے بننے والے خود ہی چندہ کے کبھی تو بحیلۂ منارہ اور کبھی بہ بہانہ تصنیف اور کبھی بذریعہ مسافر نوازی محتاج ہیں (۲) مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیگا۔ اور اسے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملیگا سب متمول اور تونگر ہونگے۔ آج دُنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ مفلس و غریب مسلمان ہیں زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں۔ (۳) آپس کے بغض و عداوتیں جاتی رہیں گی سب میں اتحاد اور محبت قائم ہوجائیگی۔ (۴) ہر زہریلے جانور کا زہر جاتا رہیگا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے۔ اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چریگا۔ (۵) زمین صلح سے بھری جاویگی (۶) زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر۔ اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اُس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائیگا اور انار کے چھلکے کو بنگلا سا بنا کر اُسکے سایہ میں بیٹھینگے۔ دودھ میں برکت ہوگی۔ یہانتک کہ ایک دودہار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو۔ دودہار گائے ایک برادری کے لوگوں کو دودہار بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کریگی (۷) ساتواں گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی بیل گران قیمت ہوجاوینگے۔ کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائیگی۔

سیرت مسیح

(۱) عیسٰے علیہ السلام جامع دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے پھر اہل دمشق کو سلام

یکر طلب دجال میں نہایت سبکی سے چلیں گے۔ زمین اُنکے لئے سمٹ جاویگی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کر جاویگی (۳) جس کافر کو اُنکے سانس کا اثر پہونچیگا وہ فوراً مر جائیگا۔ (۴) یہ بیت المقدس کو بند پاوینگے۔ دجال نے اوسکا محاصرہ کرلیا ہوگا۔ اُسوقت نماز صبح کا وقت ہوگا (۴) انکے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کرینگے۔ تمام خشکی وتری پر پھیل جائینگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو کوہ طور پر لیجاویں گے (۵) یہ روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدفون ہونگے مسلمان انکے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ (۶) دجال کو باب لُد پر قتل کرینگے۔ اوسکا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلاویں گے۔ امر وہی صاحب دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ ثبوت دینا مشکل ہو جاتا ہے ناظرین کو بعد ملاحظہ مضامین احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے کالشمس فی نصف النہار واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم ہے۔ نہ مثیل اوسکا بعد اس قطعی المراد ہونے اس نبی اللہ کی احادیث نزول سے غلام احمد قادیانی وغیرہ ہر گز مراد نہیں ہوسکتی۔ اب کسی فقرہ احادیث میں اگر مجاز و تشبیہ و استعارہ بھی ہو۔ تو وہ دلیل اس پر نہیں ہوسکتی۔ کہ (عیسیٰ بن مریم) کے لفظ سے مجاز وغیرہ کے طور پر قادیانی لیا جاوے۔ کیونکہ یہاں پر قرینہ صارفہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے۔ مرزا صاحب کا اجتماع کسوف وخسوف کو جو مہدی کے ظہور کے علامات میں سے ہے اور ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ کما مرّ اپنے مسیح موعود ہونے کے لئے دلیل ٹھہرانا مبنی ہے اسپر کہ انکے نزدیک مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی شخص ہے اور اوپر احادیث صحیحہ سے واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود وہی ابن مریم خدا کا نبی ہے۔ جسکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور مہدی اہل بیت نبوی سے ہوگا۔ مرزا صاحب بمعہ اتباع کے (لا مھدی الا عیسیٰ) کے ساتھ متمسک ہیں۔ مگر یہ استدلال بالکل ضعیف اور اوہن من بیت العنکبوت ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ حدیث علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرائی ہے۔ دوئیم یہ کہ اسکو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابی امامہ کی خدمت میں تصریح فرما رہی ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا۔ کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹنا چاہیگا تاکہ عیسیٰ آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون ہے امام بخاری کی حدیث کا جو بروایت ابی ہریرہ مذکور ہے۔ تیسرا بعد تسلیم صحت کے چونکہ یہ فقرہ ٹکڑا ہے حدیث طویل کا جو انقلاب و تغیر زمانہ کے بارہ میں فرمائی گئی۔ اور ماقبل اوسکے ولن تقوم

الساعة الا علیٰ شرار الناس (ترجمہ ہرگز قیامت قایم نہ ہوگی مگر اوپر شریر ینکے) موجود ہی لہذا سیاق وسباق کے لحاظ سے معنے یہ ہوا۔ کہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔ بغیر عیسےٰ کے یعنی قیامت کے قریب بغیر عیسےٰ بن مریم اور اتباع اُسکے سب شریر ہونگے۔ لفظ (شرار) کا جو جمع ہے شریر کی صاف بتلارہا ہے۔ کہ (مہدی) سے مراد معنی وصفی یعنی ہدایت یافتہ ہے نہ علمی۔ **قولہ** یا ملتا حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا۔ بذریعہ ہزارہا رسایل و اشتہارات کے ایک عالم میں شایع ہوچکا حتی کہ نوٹوگرافروں نے اُسکا عکس کھینچ کر ایک دُنیا میں شایع کردیا۔ اَب یہ حلیہ کوئی پوشیدہ کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ **اقول**۔ حُلیہ مسیح موعود مع سائر خصوصیات کے جو بغیر اُس نبی اللہ کے کسی پر منطبق نہیں ہوسکتا۔ بذریعہ بہتری کُتب مصنفہ اہل تحقیق کے جو آجتک محدثین میں متداول ہیں شایع ہوچکا۔ برخلاف اسکے اگر کوئی نوٹوگرافر سے تصویر کھینچوائے تو اُس سے مسیح موعود نہیں ہوسکتا ہاں بسبب تحلیل ما حرمہ اللہ و رسُول کے ملعونیت کا تمغہ حاصل ہوسکتا ہے **قولہ** اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہے۔ حرمت لذاتہ نہیں جیسا کہ بُتخانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے۔ بُت پرست جو بُتخانہ میں بت پرستی کے لئے جاتا ہے اُسکو بُتخانہ میں جانا بھی حرام ہے۔ لیکن بُت شکن کو بھی بُتخانہ میں جانیکی ضرورت پڑتی ہو مگر اُسکو بُتخانہ میں جانا بڑا ثواب ہے۔ ع بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ ولنعم ما قیل احمد و بوجہل در بتخانہ رفت۔ درمیان ایں و آن فرقیست زفت **اقول** الحمد للہ۔ ع۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد آپنے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ سہی بت خانہ میں جانے کیساتھ تشبیہ دی تو اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بُتخانہ میں جانا بت شکنی کے لئے جائز اور بُت پرستی یعنی بُتوں کی تعظیم کرنے کے لئے حرام۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی تصویر کی طرف جانا۔ تصویر شکنی کے لئے جایز اور تصویر پرستی یعنی اوسکی تعظیم کرنے کے لئے حرام ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اُسکا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کے لئے ہے۔ نہ اوسکے توڑنے اور تحقیر کے لئے۔ آنکہ احمد و بوجہل رفت در بتخانہ رفت۔ ہر یکے را قصد بُد ان بُت پرستی بہر پرستش ایں بُت تراشی آنکہ از تعظیم بود + سجدہ بوجہل از تکریم بود مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا۔ ع۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قولہ یا مثلاً قادیاں کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہمنے ثابت کر دیا ہے وہ تمام نقشجات میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اب اسکو کوئی رد کرسکتا ہے۔ کلا و حاشا وغیرہ وغیرہ **اقول** (شرقی دمشق) چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ اور مرزاجی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اسکے مضامین عقل۔ شرع۔ توحید کے خلاف ہیں۔ لہذا مرزا صاحب کا استدلال اس حدیث سے اور آپکی جانفشانی جسپر لڑکے بھی ہنسی اڑا رہے ہیں عقل۔ شرع۔ توحید کے خلاف ہوگا۔ دوسرا جب بولا جاوے شرقی دہلی یا شرقی لاہور تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو مراد ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہزارہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لیجاوے ولنعم ما قیل۔

چہ عذرہائے موجہ زبہر خود گفتی۔ بچش لعاب دہانت کہ قند میخانی۔ تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد۔ اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی۔ اور نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیا مرتبہ ومروجہ مدارس سرکاری دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہور مقامات سے عبور کریگا

تبریز۔ بحیرہ خزر یا جیل۔ شمالی حصہ ترکستان۔ سلسلہ کوہ الطائی۔ صحرائے منگولیا۔ صوبہ منچوریا۔ اب آپ اگر چشم حق بیں کو کھولکر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ خط مذکور قادیاں سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گذرتا ہے پس مرزا صاحب کو تو اس کے ہوا کا پہونچنا بھی ناممکن ہے اب انصاف فرمایئے کہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول آپ کے دعوے کی پوری دلیل نہیں ہے ع ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان ہست + خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیاں ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتی بلکہ قادیاں سے بجانب شمال عبور کریگا۔ **قولہ** ۵ پھر معہذا منکرین کے لئے کوئی دلیل تکذیب و انکار کی بھی نہیں مل سکتی۔ ہاں صرف یہ بہانہ ہے۔ کہ مجاز و تشبیہ و استعارہ کو ہم نہیں مانتے اور اسکو فقط ظاہر ہی پر محمول کرنا چاہتے ہیں مگر یہ طریقہ انکا انہوں نے ایسا قبیح اختیار کیا ہے کہ مخالف ہی تمام محاورات کتب آسمانی اور محاورات قرآن مجید و سنن صحیحہ کے بلکہ محاورات کل السنہ مروجہ دنیا کے بھی خلاف ہے الخ **اقول** واضح معلوم ہو چکا ہے۔ اور علمائے کرام بواسطہ رسائل و اشتہارات آپ کی جماعت کو بچوں کی طرح سمجھا چکے ہیں۔ کہ

قرینہ صارفہ چونکہ حقیقی معنے کے لینے سے بھی مانع ہوتا ہے۔ تو مجازی کس طرح عند قیام القرینۃ الصارفہ مراد ہو سکتا ہے۔ احادیث نزول میں چونکہ مسیح ابن مریم کا متعین المراد ہونا بشہادت سیاق وسباق وخصوصیات زمان مسیح اظہر من الشمس ہے اور اسی لئے اہل اجماع آج تک احادیث نزول سے وہی مسیح بن مریم ہی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تو غلام احمد قادیانی عیسےٰ بن مریم سے مجازاً کس طرح مراد ہو سکتا ہے آپ ہی اگر مرزا جی کی طرح (یأتی من بعدی اسمہٗ احمد) یا دمشقی حدیث کا مجازی طور پر مصداق بنیں تو بغیر از قاعدہ مقررہ مذکورہ بالا کون روک سکتا ہے۔ اب تو آپ کی جماعت میں سے سمجھدار لوگ تائب ہو کر مرزا جی اور آپ کے وجوہ استنباط پر تبرے بولتے ہیں۔ آپ خواہ بذریعہ اخبار الشرار یا اشتہار یا تصنیفات کے خلاف واقعہ اپنے نئے پنتھ کی ترقی شائع کریں۔ مگر مچھر اور مکھی اپنے پروں سے آفتاب کو چھپا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اُسی پر پوشیدہ ہو جاوے۔ تو ہو جاوے۔ ولنعم ما قیل شعر

واذا رامت الذبابۃ للشمس ✤ غطاء امدت علیہا جناحا

قولہ ص مگر جبکہ یہ خاکسار وطن امروہہ سے اواخر مئی ۱۹۰۰ء میں بمقام قادیاں پہونچا تو بعض اُن احباب کی زبانی جو حضرت مہر علی شاہ صاحب سے عقد دوستی کو توڑ کر داخل سلسلہ الہیہ مسیح موعود ومہدی موعود ہوئے ہیں سُنا کہ ایک رسالہ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح تالیف ہوا ہے اور پنجاب میں اُسکا بڑا شور وغل ہو رہا ہے۔ جب دریافت کیا کہ وہ رسالہ کہاں ہے۔ تو قادیاں میں کہیں اُسکا پتہ نہ ملا اور کیونکر مل سکتا کہ یہاں پر تو وہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے جسکے سامنے نام کی نہ کام کی تمام آفتاب کسوف میں آ گئے ہیں۔ یہ تو نام کا ہی شمس ہے نہ کام کا پھر قادیاں میں کیونکر طلوع ہو سکتا ہے شعر

افلت شموس الاولین وشمسنا ✤ ابدا علی افق العلی لا تغرب

اقول آپ کا قادیاں سے جانا جس طرح اظہر من الشمس ہے کہ دراہم معدودہ کی وجہ سے ناراض ہو کر جانا ہوا تھا۔ اسیطرح پھر آنا آپ کا انہیں دراہم معدودہ کے لئے ہوا۔ امروہہ قادیاں پٹیالہ کے لوگ بخوبی واقف ہیں بعض احباب جنکی زبانی آپنے سُنا تھا۔ اُنکا عقد دوستی اس عاجز کے ساتھ ایسا ہی تھا۔ جیسے آپکا مرزا جی سے یعنی دُنیا کے لئے چنانچہ آجتک مرزا محمد ابراہیم خانصاحب کابلی سے وہ سلسلہ جو بذریعہ اس خاکسار کے ہوا تھا موجود ہے شمس الہدایت اسم بامسمے سب رسائل مؤلفہ سے جداگانہ طور پر ممتاز ہی کیوں نہو۔ علاوہ تحقیقات علمیہ کے خیر وبرکت بھی ساتھ ہی

لاجواب بیان ہے ۱۲ منہ

رکھتا ہے جسکی روشنی اور نور سے ہزار ہا گم گشتگان وادی مرزائیت صراط مستقیم پر آئے۔ یہ وہ عصائے موسیٰ ہے جسنے تمہارے تیس سال کے سحروں و شعبدہ بازیوں کو دفعتہً ہی نگل لیا۔ مخلصی عبدالجبار کاپی نویس یعنے اخبار نویس چودہویں صدی کو معلوم ہے کہ مصنف عفا اللہ عنہ تھوڑے دنوں میں اوقات فاضلہ یعنی ۹ اور ۱۰ گھنٹہ کے مابین دو یا اڑہائی گھنٹہ یا کم و بیش میں روزمرہ کاپی نویس کو حسب المطلب مضامین دیتا رہا۔ اس رسالہ کو آٹھ نو برس کی محنت خیال کرنا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں اور آپ کی جماعت کا مزعوم ہے۔ بالکل خلاف واقع اور آپ لوگوں کی بزدلی یا یوں کہو کم لیاقتی کی دلیل ہے اس رسالہ کو آخر رمضان میں مطبع سے نکلتے ہی جناب مولوی محمد غازی صاحب نے سب سے اوّل قادیان میں مرزا صاحب کے پاس بھیجدیا تھا۔ جسکی رسید کی خبر نجیبہ مرزاجی کے ایک مرید ساکن راولپنڈی نے بعد از عید رمضان گولڑہ میں پہونچ۔ اُسنے بیان کیا۔ کہ میں قادیاں سے عید کے بعد روانہ ہوا ہوں اور میرے سامنے مرزاجی کو بذریعہ ڈاک ایک کتاب ملی تھی۔ جسکا نام شمس الہدایت تھا۔ حاضرین مجلس مرزاجی سے اس کتاب کے بارہ میں پوچھتے تھے۔ مگر مرزاجی اُس وقت متفکر ہو رہے تھے میں کہتا ہوں۔ گویا اُس وقت اس شعر کا ظہور ہو رہا تھا۔

شعر

افلت شموس القادیان وشمسنا ✦ ابدا علی افق العلی لا تغرب

شمس الہدایت میں پہلے ہی امتحاناً کلمہ طیبہ کا معنے استفسار کیا گیا ہے اعتراض کی صورت میں اور پھر جو جوابات سلف نے فرمائے تھے اُن پر بھی اعتراض کیا گیا ہے تشحیذ اللاذہان اصل اعتراض اور شیخ اکبر قدس سرہ یا علامہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ کے جواب کی تردید صرف مرزا صاحب اور اُنکے فضلاؤں کی علمی لیاقت دیکھنے کے لئے تھی۔ طلبہ کو بھی جواب اصل اعتراض کا اور ایسے ہی تردید الجوابین کا جواب بعون اللہ وقوتہ احسانہ سمجھایا گیا ہے۔ ہم حلفی طور پر بلا تعصب شہادت دیتے ہیں کہ امروہی صاحب نے جو جواب لکھا ہے وہ بالکل مادہ اعتراض کی قلع و قمع نہیں کرتا صرف (امتناع نقد دفی الوجوب) پر علامہ رازی وشارح مواقف وغیرہ کے دلائل کا ترجمہ لکھا ہے۔ ہاں بیشک ایک دو فقرہ بھی جنکو دفع اعتراض میں فی الجملہ دخل ہے۔ **تحقیق الحق** سے چورا کر طوطی کی طرح لکھ دیئے ہیں مگر وہ بھی ناتمام۔ تشریح اُسکی یہ ہے۔ کہ اُدھر سے بعض احباب کا اس باب میں ہماری کتاب مسمی بہ تحقیق الحق جو قبل ازیں جواب میں اسی اعتراض وغیرہ کے لکھی گئی تھی۔

امروہی صاحب کو پہونچائی۔ باوجود اسکے پھر بھی جواب مین ناکامیاب ہی ہے سال بھر تک ہاتھ پاؤں
مارتے رہے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمۃ ÷ چو گاوے کہ عصار چشمش ببست ÷ دوان تا بشب
شب ہمانجا کہ ہست۔ جہاں تھے وہاں ہی رہے شیخ اکبر اور علامہ تفتازانی کے جواب کی تشریح
بھی نہ کی **جواب** اونکی طرف سے دینا تو درکنار رہا۔ امروہی صاحب صـ۸ میں لکھتے ہیں کہ مختصر
سا جواب اکثر تو بطور معارضہ بالقلب وغیرہ کے اندر میعاد بارہ تیرہ روز کے تحریر کیا گیا۔ بھلا صاحب
مولوی نورالدین صاحب کے شاگرد رنگ آبادی وغیرہ حضار قادیاں موجود تھے کہ آپنے کئی دفعہ
جواب لکھکر پھاڑ ڈالا۔ اور رات دن شمس الہدایت کے مطالعہ میں مبہوت تھے آپکو یاد ہوگا کہ مطالعہ
میں جس وقت کچھ نہیں بن پڑتی تھی۔ کہتے تھے کہ ارے ظالم کیا غضب کیا دریا کو کوزہ میں بھر دیا
وغیرہ وغیرہ تو پھر بارہ تیرہ روز لکھنا کیسا ناپاک جھوٹھ ہے۔

ایہا الناظرون محرر سطور کو اس تحریر میں اُسکے صرف چند جہالات کو جو متعلق جواب کے ہیں ظاہر کرنا منظور
ہے ورنہ کوئی فقرہ اُسکا علاوہ بطلان مضمون کے مخالفہ مصطلحات علوم آلیہ سے خالی نہیں
اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ ہم (امروہی) کی لافوں کی طرف جن سے اُسکی کتاب کے صفحوں کے
صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ متوجہ ہوکر تضییع اوقات نہ کریں گے بلکہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ کے
مطابق مختصر سا مضمون ہمارا اوسکے صفحات لاف آمودہ کا جواب ہوگا۔ غرض تو صرف اسیقدر
ہے کہ امروہی صاحب کا فخر و ناز و سروران اغلوطات پر جو اُس نے لکھے ہیں جاتا رہے ہاں بعض
جگہ مطاعن آمودہ اشعار و فقرات اوسکے بالقلب اُسی پر وارد کئے جائیں گے۔ **شعر**

اشدُّ الغمِّ عندی فی سرورٍ ÷ تیقن عنه صاحبهُ انتقالاً

قولہ صـ۹ (پھر آپ کا شمس الہدایت کیونکر طلوع ہو سکتا ہے مگر جب سورج ہدایت کا غروب ہو جاتا
ہے تو پھر بعد انقضائے لیل بدعت کے شمس مجدد کا طلوع کیا کرتا ہے **اقول** شمس ہدایت کے غروب
اور لیل بدعت کے زمانہ میں جب جھوٹھے نبی اور محرف مفسر پیدا ہوئے ہو۔ تو پھر حسب قول آپکے شمس مجدد
یعنی علماء اسلام اور اُنکی تصانیفین کا طلوع ضروری تھا۔ انہیں علماء حدیث مجددین وقت کے
بارہ میں شیخ اکبر فتوحات کے تین سو بارہویں باب میں فرماتے ہیں وما فاز بھذہ الرتبة و
یحشر یوم القیامة مع الرسل الا المحدثون الذین یروون الاحادیث بالاسانید

المتصلة بالرسول علیہ السلام فی کل امت فلهم خط فی الرسالة وهم لقلة الوحی هم ورثة الانبیاء الخ یہ سب کچھ تو محدثین بنے۔ تو پھر آپ لوگ کیا ٹھہرے فتدبر **قولہ صـ٢٢** کہ الفاظ حدیث مشہورہ کنت سمعہ کی بھی صحت لفظی نہیں کرسکے **اقول** ذرہ صحیح بخاری ہی کے شروح کو کھول کر دیکھو کیا بے یسمع کی روایت موجود نہیں۔ کاش اگر آپکو فتوح الغیب سیدنا الغوث الاعظم بھی زیر نظر ہوتی تو بیجا مواخذہ نہ فرماتے دیکھو فتوح الغیب صـ۳۱ سـ۵ و فی لفظ اخر فبی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یعقل بلکہ بے یسمع کی روائت تو فحول شریعت و طریقت کی کلاموں میں بہت شہرت پذیر ہے۔ آپکی بلا جانے۔ دیکھو صحائف السلوک میں صـ۱۳۹

پر مستغرق بحر شہود حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ اے دوست اورا جز بدو نتواں دید و نتواں شناخت۔ لا یحمل عطایا ہم الا مطایاہم زیرا چہ بار رستم جز رخش رستم نکشد بے یسمع و بے یبصر و بے یبطش الخ **بیت**۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا + جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا + **قول صـ٢٢** اور آپ نے کون کون سے گروہ اہل اللہ شاہد یا مستورین کو دیکھا۔ الی ان قال ہم نے جس گدی نشین کو دیکھا شرک و بدعت و محرمات و منہیات شرعیہ میں مبتلا دیکھا۔ **اقول** صرف علم ظاہری ہی کی وجہ سے ایسے شہبازوں کا پہچاننا مشکل ہے۔ خصوصاً جب علمی لیاقت کا بھی یہ حال ہو۔ جو ناظرین پر ظاہر ہو رہا ہے بے بصیرت باطن بباصرۂ ظاہر جمال این شاہد نتوان دید۔ سچ ہے ع محجوب را ز ہیچ چراغے نصیب نیست۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ کسی صاحبدل سے سرمۂ بصیرت، کی آنکھ میں ڈالیں۔ شاید بینا ہو جائیں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہر ایک کو مشرک مبتدع دیکھنا آپ کا یہی بجا ہے **رباعی** نظارگیان روئے خویش۔ چوں در نگرند از کرانہا + در روئے او روئے خویش بنید۔ زینجاست تفاوت نشانہا۔ ولنعم ما قیل۔ اگر بروصلت لیلی بخاطر رغبتے داری۔ چو مجنون فرد باید شد ہم از خویش و ہم از خویشاں۔ آپ قادیاں میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تحریف میں مشغول ہو کر اہل اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ع ہم بستہ خوری نبات وہم نالی زنی۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ **بیت**

تو کر آگاہ نۂ حالت درویشان را + تو چہ دانی کہ چہ سودا و سر است ایشاں را

نعوذ باللہ من اناس تشیخوا قبل ان یشیخوا
استوطنوا القادیان طمعاً فاحذرھم انھم فخخ

قولہ سلمنا کہ آپ نے گروہ اہل اللہ کو بھی دیکھا ہے مگر مہدی معہود اور مسیح موعود امام آخرالزمان کو تو نہیں دیکھا تھا جس کے شان کی عظمت احادیث صحیحہ میں بڑی اہتمام سے بیان کی گئی ہے

اقول تسلیم جس مسیح اور مہدی کی عظمت شان احادیث صحیحہ میں بڑے اہتمام سے بیان کی گئی ہے۔ جب وہ تشریف لاویں گے تو بسبب اُن ہدایات اور علامات و خصوصیات کے جن کو سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قادیانی دھوکہ سے بچنے کے لئے بوضاحت تامہ فرما دیا تھا) اون کی پہچان کر اونکے ساتھ ہو جاوینگے۔ مگر اُس وقت دجال قادیانی اور اُسکے انصار کا بُرا حال ہوگا **قولہ** صـ۲۲ اور اب آسمان و زمین اُسکی بعثت من اللہ ہونے پر شہادت دے رہی ہیں **اقول** کیا آپ مرزا پر تمسخر تو نہیں اُڑاتے۔ اگر زمین آسمان کی شہادتیں جو آجکل عالم کی چشم دید و گوش شنید ہو رہی ہیں۔ اونکا ذکر ہی تو اہل اسلام کے چشم خنک و دل شاد۔ اس سے بڑھکر مزاجی کی تکذیب کے لئے کیا چاہیے۔ **قولہ** صـ۲۲ یاد کرو اجتماع کسوف و خسوف کو جو ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا۔ اور اُسکا چرچا تمام دنیا میں مشتہر ہوا۔ اور نیز یاد کرو الہام دربارہ لیکھرام جس کا ذکر حدیث میں بھی موجود ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور مستورین یا مستورات کا ذکر ایسی بحث میں بالکل بے محل ہے

اقول خسوف پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوا۔ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ لیکھرام والی پیشگوئی بھی پہلے ذکر کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر آپ مستورات کا ذکر بے محل سمجھتے ہیں۔ کیا منکوحہ آسمانی کا ذکر خیر بھی تیسرا نامناسب ہے۔ **قولہ** صـ۲۲ یہاں پر اُس شخص کا ذکر کرنا چاہیے۔ جو مصداق ہو پیشین گوئی مندرجہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا جسکے ایک شان خاص علی منہاج النبوۃ واقع ہوئی ہے۔ **اقول** یہی فقرہ آپ کا (جسکے شان خاص علی منہاج النبوۃ واقع ہوئی ہے) صاف تبلا رہا ہے۔ کہ آپ کی شہادت خطبہ میں (واشہد ان محمدا خاتم النبیین) صرف زبان ہی سے تھی۔ ہر چند کہ آپ عوام میں سُرخروئی کے لئے اہل اسلام کی کلام مونہہ پر لاتے ہیں مگر پھر بھی بسبب (کل اناءٍ یترشح بما فیہ) کے راز ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور تاڑنیوالے تو پہلے ہی سے تاڑ چکے ہیں کہ آپ چندہ کے روپیہ کے مستحق بھی نہیں شہادات علے نبوۃ قادیانی

کی وجہ سے ہیں۔ نبوت بھی ایسی ارزان اور عام نہ ہو جو دوسرے علماء میں مجازاً بھی موجود ہو۔ بلکہ شان خاص کے ساتھ بعد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قادیانی کی دکان میں ملتی ہو۔ کیا علی منہاج النبوۃ اُس شخص کو کہہ سکتے ہیں جسنے کشف نبوی کو خطاء محمول کیا ہو کما زعم القادیانی فی احادیث النزول

اشعار

فدع صاحب التحریف الفخر والریا — وما اختاره من طاعة الله مذهبا

ولیعلم ما قد کان فیہ حیاتہ — اذا صارت اعمالہ کلہا ھباء

حملوا القرآن ثم لم یحملوھا — بل حرفوا علناً فی کتاب الله

فکالحمیر علی المنابر تنا ھقوا — اذا التحریف البعد من عباد الله

فبھتان علی الخلاق والخلق کلھم — ارایت قط عبادۃ بمناھی

ناظرین پر واضح ہے کہ خاکسار رزقہ اللہ موجبات رضاہ نے بمقابلہ لاف زنی مرزا غلام احمد قادیانی درباره عدیم المثل ہونے اپنے کے خداشناسی و تفسیر دانی میں امتحاناً اور محض اُسکے اتنے بڑے دعوے توڑنے کے لئے کلمہ طیبہ کا معنے ظاہری طور پر اپنی کتاب شمس الہدایۃ کے ابتدا میں استفسار کیا تھا جسکے جواب پر قادیانی صاحب باوجود بے تعداد اصراروں معتقدین وغیرہ معتقدین کے قادر نہ ہو سکے یہاں پر امروہی صاحب کے جہالات مرکبہ کے ظاہر کرنے سے پیشتر پبلک کو اسطرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ دو سال کے عرصہ سے قادیانی کا جواب پر قادر نہ ہونا گیا اُسکی لاف زنی مندرجہ ایام الصلح فارسی۔

صفحہ ۱۳۲ اسطورہ ذیل کو خاک میں نہیں ملا دیا۔ ایں وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد لاف برابری با من زند من آشکارا میگویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہال اسلام در میان شما جماعتے مے باشند کہ گردن بادعوے محدثیت و مفسریت بر میفراز ند و طائفہ اند کہ از نازش او پا بر زمین نگذارند و گروہے اند کہ دم بلند از خداشناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی وچہا چہا گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارند۔ اور ظاہر ہے کہ محض کو کلمہ طیبہ میں استفسار کرنے کی غرض صرف اتنی ہی تھی جو پبلک پر ظاہر ہو چکی اور قد تبین الرشد من الغی کا ظہور ہو گیا اب ہم مختصر طور پر امروہی صاحب کی صرف عبارت متعلقہ جواب کو بعینہا بغیر آپکے مطاعن کی نقل کرکے اُسکی قلعی کھولتے ہیں۔ اور محققین عصر و مدققین دہر سے مثل جناب مولوی عبد اللہ صاحب

پروفیسر لاہوری وجناب مولوی غلام احمد صاحب[1] مدرس مدرسہ نعمانیہ وجناب مولوی غلام قادر صاحب و نظائرہم سے منصفانہ رائے چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی تحریر واقعی جواب ہے۔ یا جہل مرکب۔ سو معلوم ہو کہ جس شق کو امروہی صاحب نے لیکر جواب دیا ہے اس کا حاصل تو یہ تھا۔ کہ اگر الٰہ سے لا الٰہ الا اللہ میں واجب الوجود لیا جاوے۔ تو برہان استثنائے میں ترتب لفسدتا کا مقدم یعنی تعدد جہا پر صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ بجائے لفسدتا کے لما کانتا یا لما وجدتا چاہئے تھا۔ کیونکہ قدم چونکہ وجوب کا لازم ہے تو وجبا بر تقدیر تعدد سب کے سب قدیم ہی ہونگے اور بر تقدیر تخالف مراد و نکی ایجاد عالم کا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر ایک واجب مانع ہے۔ نفوذ ارادہ دوسری سے جب عالم کا وجود ہی نہ ہوا تو پھر فساد کہاں۔ اور نیز مزعوم مخاطبین یعنی مشرکین عرب کا شرک فی العبادت ہے۔ نہ شرک فی الوجوب بدلیل قولہ تعالےٰ ولئن سألتہم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللہ باقی شقوق اعتراض کے چونکہ مجیب نے نہیں لئے اسلئے ہم بھی انکی تشریح نہیں کرتے۔ امروہی صاحب کی عبارت متعلقہ جواب یہ ہے۔ واضح ولائح ہو کہ محاورہ قرآن مجید میں بلحاظ تخصیص عقلی اور شرعی کے لفظ الٰہ سے مراد وہ معبود حقیقی ہے۔ جو واجب الوجود لذاتہ ہے۔ صفحہ ۲۳ سطر ۸-۹-۱۰ بعد اسکے نفی تعدد اور انحصار واجب الوجود فی فرد واحد پر دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھ کر فرماتے ہیں پس معنے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کے واضح اور صاف ہیں یعنی نہیں کوئی معبود حقیقی موجود سوا اللہ کے پس اس میں کذب کہاں ہے۔ بلکہ معترض خود محض کاذب ہے اور آیت لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا بھی تعدد آلہہ کے بطلان کے لئے برہان قطعی ہے جس کو دوسرے مقام پر خود جناب باریتعالےٰ نے مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالی ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذہب کل الٰہ بما خلق ولعلی بعضہم علی بعض سبحان اللہ عما یصفون حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لئے ولد متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ولد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے والد کے اخص اوصاف میں مثلاً جیسا

[1] ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ مضمون شمس الہدایت کے مصنف کی کتاب تحقیق الحق سے چرایا ہوا ہے جس مخلص کا ذکر امروہی نے دیباچہ کتاب میں لکھا ہے۔ اوسی مخلص نے وہ کتاب قادیاں میں پہونچائی تھی۔ باوجود اس کے پھر بھی جواب پہ قدرت نہ پائی سہ حرف درویشاں بخواند مرد دوں ۔ تا بخواند بر سلیمے او فسوں ۱۲ منہ

کہ یہاں پر وجوب الوجود ہے۔ مشارک ہو ورنہ وہ مولد کیا ہوا لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود ہرگز ممکن نہیں ہوسکتی کیونکہ ولد تو والد سے مؤخر ہوتا ہے۔ فاین وجوب الوجود۔ اور نہ کوئی دوسرا الہ وجوب الوجود میں اُسکے ساتھ معیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اوس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں الہ کا تمہارے نزدیک متخالف بالذات ہونا واجب ہے۔ یا نہیں۔ بشق ثانی دونوں الہ بالضرور کسی ذاتی میں مشترک ہونگے۔ اور دوسری ذاتی میں متخالف ہونگے۔ پس ترکیب لازم آئی۔ اندرین صورت دونوں کی احتیاج اپنی اجزاء ذاتیہ کی طرف لازم آویگی وھو مناف لوجوب الوجود اور بشق اول متخالفان بالذات کے افعال کا متخالف ہونا بھی ضروری ہوگا اور اسکا اقل درجہ یہ ہے کہ عالم کا فساد لازم آئیگا اور نظام و ارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جائیگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اور عالمان علوم طبعیات بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسری اشیاء عالم کے ساتھ منضبط ہے اور تمام اشیاء عالم باہم منتظم و مرتبط ہیں پس انتفاء تالی مستلزم ہی انتفاء مقدم کو وہو المطلوب اور یہی حاصل مطلب ہے۔ آیت وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق کا۔ اور دوسری دلیل ابطال تعدد الہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ ایک الہ دوسرے الہ پر علو کامل چاہیگا۔ اذ الالٰہ من لہ غایۃ الکمال ولا یکون علو الالٰھیۃ الا بالعلو الکامل اور دوسرا الہ اسی طرح پر علو کامل من کل الوجوہ کا مقتضی ہوگا۔ لیکن ہر ایک الہ کا علو کامل دوسرے الہ پر محال ہے۔ اور یہی معنی ہیں۔ لعلی بعضھم علی بعض کے پس اُس کی طرف نسبت ولد اور شریک کے ہرگز جائز نہیں اور اُسکی ذات پاک ہے ان دونوں بہتانوں سے اور یہی معنی ہیں۔ سبحان اللہ عما یصفون کے فبطل التعدد وثبت التوحید بناء علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادت کا حقیقی طور پر جو صادق الوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے لیا جائے تو مستلزم لفسدتا کو ضرور ہوگا۔ لما مر استدلالہ تفصیلا انتہے صفحہ ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ محرر سطور بغاعنہ رب الغفور اہل علم کی خدمت میں ملتمس ہے۔ کہ ہم اُن مقدمات خطابیہ کی طرف (جن پر استدلال مذکورہ کا توقف ہے اور جن کی وجہ سے اس استدلال کو برہان نہیں کہا جا سکتا) تطویل کے خوف سے ناظرین کو توجہ نہیں دلاتے صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں۔ کیا یہ تحریر دو ورق اُس چھوٹی جیسے فقرے سوال کا جواب ہے جو پہلے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ یا صرف شرح آیات۔ برائے خدا

کوئی امروہی صاحب سے پوچھے کہ کیا تجھے مرزا صاحب نے زر نقد جماعت کی چندہ کی اسی لئے عطا فرمائی تھی۔ کہ فقط چند آیات قرآنیہ کی تفسیر لکھ دیجائے اور وہ بھی تفسیر کبیر وغیرہ کے دلائل محررہ کا ترجمہ اپنے نام سے منسوب کیا ہوا ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ اُنہوں نے تو مزید براں عطیہ منتیں اور زاری کرکے اپنی جان کو جو مُلا کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی تھی خلاص کرنا چاہتا تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے ؂

زور یا شہادت چوں نہنگ لابر آرد سر — تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

ادہر تو وہ بیچارہ جکڑا ہوا من انصاری پکار کر چلا رہا ہے۔ اور ادہر امروہی صاحب زر نقد لیکر اذ تبرّأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کا مصداق بنا۔ ظاہر ہے کہ تعدد وجوب کی تقدیر پر عالم کا وجود ہی متصور نہیں لما مر فی شق الاعتراض اور فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے۔ علماء عصر پر عبارت مذکورہ امروہی صاحب سے ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ امروہی نے جہل مرکب کا پورا پورا ثبوت دیا مگر اُس کی چالاکی قابل آفرین ہے کہ اپنی جہالت کے اوپر پردہ ڈالنے کے لئے منہیہ میں لکھ دیا۔ کہ واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا ایسا تعاقب کیا ہے۔ کہ جدہر کو مؤلف گیا ہے۔ اُدہر ہی کو ہم بھی اوسکے ساتھ گئے ہیں۔ الخ حاشیہ ص۲۶ میں کہتا ہوں۔ ہاں بیشک یہ کہنا آپ کا سچا اور سچ ہے۔ نافہم طالب علم کا یہی وتیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے طوطی کی طرح صرف الفاظ بعینہا کہتا چلا جاتا ہے۔ گویا مجیب نے صاف صاف یہ کہدیا۔ کہ میں شمس الہدائیت کے اس مقام میں بزاخفش ہوں۔ **قولہ** حاشیہ ص۲۶ حال آنکہ اس محل پر لفظ عنوان موضوعی اور محمولی لکھنا سراپا غلط ہے۔ **اقول** لیجئے ہم ہی پڑھا دیتے ہیں۔ اس عبارت کا تعلق کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ بر تقدیر ارادہ استحقاق للعبادت کے مدعی اور براہین میں بھی لوجوب التطابق یہی معنے مراد ہوگا۔ اور بنا بر مسئلہ استیلا صفاتی الخ تعدد وجوب واستحقاق براہین میں مستلزم لما کا نتایا لما فسد تا کو نہیں ہو سکتا۔ بعد اس تشریح کے بھی اگر آپ صرف سوال ہی کی تقریر ہمارے سامنے بیان کریں تو بھی آپ کو آفرین کہیں گے جواب کو تو ہم نے معاف کیا۔ اور سُنیئے بعد اسکے صفحہ ۲۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ دپس مؤلف پر ضروری ہے کہ صفات احدیت وصمدیت مسئلہ مجوزہ خود یعنی استیلا صفاتی بعضہا علی بعض کو دلائل عقلیہ نقلیہ سے اوّل ثابت کرے کہ صفات احدیت وصمدیت میں استیلا بعضہا علے بعض ہے۔ تب ہم بھی

اس مسئلہ استیلاء صفاتی بعضہا علے بعض پر گفتگو کرینگے ۔ انتہے ۔ میں کہتا ہوں یہ چالاکی بھی قابل آفرین ہے ۔ اپنی نافہمی کو کس پیرایہ میں چھپایا ۔ صاف کیوں نہیں کہ دیتے ۔ کہ ہم نے اس سوال کے سارے مقدمات کو نہیں سمجھا اور نہ شیخ اکبر و تفتازانی کے جواب تک پہونچے ہیں انکے جوابات کی اصلاح کیسے کریں ۔ پھر اسی صفحہ میں کودن طالب علم کی طرح شمس الہدایہ کی عبارت کو پڑھے جاتے ہیں ۔ لکھتے ہیں کہ (اور سلمنا کہ ازلیت امکان مستلزم ہے ۔ امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض الالہ موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لا الہ موجود بالضرورت اگر صادق ہے ۔ تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اسکا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وار دکیا جاتا ہے ۔

میں کہتا ہوں تولہ اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا ۔ صاف شہادت دے رہا ہے کہ مجیب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا ۔ تب ہی عبارت مذکور شمس الہدائیت کو بے ربط ٹھہرایا ۔ لہذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب صاحب اس سارے جواب میں ع ایں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است کا مصداق ہو رہا ہے ۔ ہم اس مقام کے سوال و جواب شرح لکھنے کے اسی صورت میں مجاز ہیں کہ قادیانی صاحب مع اپنے معاونوں کے صریح لفظوں میں اپنی جہالت کا تفسیردانی سے اقرار کریں اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ نہ تو یہ اعتراض لااصل تھا اور نہ شیخ اکبر وغیرہ علماء کرام کے جواب پر اعتراض اعتقاداً کیا گیا تھا ۔ بلکہ محض امتحاناً مدعی کا دعوے توڑنے کے لئے لکھا گیا الحمد للہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا ۔ کہ جو شخص کلمہ طیبہ کے معنے ظاہری علمی طور پر نہیں لکھ سکتا وہ تفسیر نویسی میں سرآمد ابنا زمان کیسا ہو سکتا ہے ۔ بعد اسکے اسی صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں (اگر کلمہ توحید کو موجہات کا لباس پہنا کر سمجھنا ہے ۔ تو یوں کہیئے ۔ کہ لا الہ غیر اللہ موجود بالضرورت کیونکہ یہاں پر حرف الا موجود ہے جو بمعنے غیر ہے ۔ اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے ۔

میں کہتا ہوں ۔ علماء عصر کی خدمت میں التماس ہے کہ کلمہ الا بمعنے غیر لا الہ الا اللہ میں کہنا کیا جہالت نہیں ہے ۔ کافیہ پڑھنے والا بھی کہ سکتا ہے ۔ کہ الا بمعنے غیر ہرگز نہیں ۔ کیونکہ وہ مشروط ہے بدیں شرط اذا کانت تابعۃ لجمع منکور غیر محصور نحو لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ سوچنا کہ کلمات الاستثناء ھل وضعت لاحکام

فائدہ مولوی صاحب کی نحو دانی [illegible]

مخالفتہ لما قبلہا ثابتۃ لما بعدہا او لاخراج ما بعدہا وجعلہ فی حکم المسکوت عنہ)
تو برحال ورکنار رہا۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ سوال متعلق کلمہ طیبہ تمعہ جواب کے کئی سال پہلے اس کے
مطبع مصطفائی لاہور میں جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ میں طبع کراکر شائع کردیا تھا۔ اور یہ جواب امروہی
صاحب کا اُسی کی نقل ہے۔ مگر علمی لیاقت کا ماشاءاللہ مجیب کو اتنا زعم ہے کہ عرصہ سال کامل تک اس سے
فائدہ نہیں اوٹھا سکا اور تاخیر جواب کا عذر یہ لکھتے ہیں کہ ہم کو کتاب شمس الہدایت نہیں بھیجی گئی۔
ایہا الناظرون جناب مولوی نورالدین کا خط مطبوعہ الحکم شاہد کافی ہے جس میں جناب موصوف
نے خاکسار پر ۲۱ سوال وارد کئے تھے۔ بل رفعہ اللہ کے متعلق امروہی صاحب نے حسب قواعد فائدہ جلیلہ کے
بزعم خود رفع روحانی کو ثابت کرنا چاہا ہے مگر ہنوز دہلی دور است۔ خلاصہ اسکا یہ ہے ما بعد بل یعنی
رفع جو کنایہ اعزاز و تکریم سے ہے اسمیں اور ما قبل بل یعنی قتل صلیبی میں جو بحکم تورات مستلزم لعن ہے تنافی اور
تضاد ہے کیونکہ ملعون معزز عنداللہ نہیں ہوتا ہے یہی خلاصہ اسکے جواب کا ہے مقام میں میں کہتا ہوں جواب الجواب
اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ کنایہ میں چونکہ تعذر معنی حقیقی کا نہیں ہوتا بخلاف مجاز کے لہذا درصورت کنایہ بھی
بمقتضائے قصر قلب قتل اور رفع روحانی میں تضاد چاہیئے پھر دریافت کیا جاتا ہے کہ کہاں ہے توریت کا
حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے وہ ملعون عنداللہ ہوگا خواہ بیگناہ ہی ہو۔ کیا مقتول بغیر الحق خواہ
پتھر سے ہو یا تیر سے یا تلوار سے یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے شہدا میں بموجب احکام توریت و قرآن مجید کے
داخل نہیں کوئی مومن بہ کتب سماویہ اسکا انکار کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مرزاجی کو مع جیلوں چانٹوں انکے
آیت تورات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ سفر ۲۱۔ آیت ۲۳ (کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا
کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر ۲۲۔ آیت کو پڑھ کر تدبر فرماویں تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کے لئے نہیں بلکہ خاص وہ شخص جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا ہو
بائیسویں آیت یہ ہے۔ (اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اُسکا قتل واجب ہو۔ اور
وہ مارا جاوے۔ اور تو اسی درخت میں لٹکا دے۔ ۲۳ تو اُسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے
بلکہ تو اُسی دن اُسے گاڑ دے کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔
ظاہر ہے کہ عیسے بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع غیر مجرم تھے تو بنا بر واقع ما قبل
بل یعنی قتل اور ما بعد اسکے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا۔ بلکہ مقتول غیر مجرم

عنداللہ معزز ہوا اور اگر مسیح کو مجرم بزعم یہود خیال کرکے تنافی پیدا کی جاوے تو بحسب علم
المتکلم بھی ضروری ہے تاکہ قصر قلب کے رو سے وجود وصف مزعوم مخاطب کا متصور نہ ہو
اور کتب معانی کا بیان شروط قصر میں قاصر ہے دیکھو سید شریف و دسوقی وغیرہ **قال**
عفی عنہ ربہ فی شمس الہدایت صہ۹ سطر ۱۔ جسکو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا قتلوہ۔ اس پر
ہمارے ایک بزرگ اور مہربان کا اعتراض۔ آپ فرماتے ہیں (بل رفعه الله اليه) کو مقولہ
یہود (انا قتلنا المسيح) کے ابطال کے لئے کہنا چاہیئے۔ نہ قتلوہ کے لئے۔ کیونکہ قتلوہ
کلام الہی میں واقع ہے۔ مقولہ یہود کا نہیں۔ **اقول** جواباً گذارش ہے کہ علم معانی کے خبرداران
پر ظاہر ہے کہ قصر قلب (یعنے تخصیص شیئ بمکان شیئ) میں مخاطب کا معتقد بہ عکس اور
برخلاف ہوتا ہے اوس حکم کے لئے جسکو متکلم ذکر کرتا ہے۔ کما قالوا والمخاطب بالثانی
من يعتقد العكس اے عكس الحكم الذی اثبته المتكلم۔ لہذا قتلوہ یہود کا مزعوم ہوا
جو برعکس اور مخالف ہے ما قتلوہ کے۔ اور قصر قلب کو بوجہ قلب حکم مخاطب کے قصر قلب کہتے
ہیں۔ قال العلامة ويسمى هذا القصر قصر قلب لقلب حكم المخاطب یعنے اگر
مخاطب کا مزعوم حکم ایجابی ہے تو متکلم تردید میں اسکے حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ذکر
کریگا و بالعکس قال ایضاً فالمخاطب بقولنا ما زيد الا قائم من اعتقد اتصافه
بالقعود دون القيام پس "ما زيد الا قائم" کو جو حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ہے تردید
و ابطال مزعوم مخاطب یعنی زید قاعد حکم ایجابی کے لئے کہیں گے ایسا ہی ما قتلوہ
کو تردید و ابطال قتلوہ کے لئے اولاً و بالذات کہینگے اور قتلوہ چونکہ مزعوم مخاطب سے
تعبیر ہے مثل انا قتلنا کے لہذا قتلوہ کا ابطال مستلزم ہوا انا قتلنا کے ابطال کو
اور اثبات وصف منافی اگرچہ سلب وصف مقابل کا افادہ دیتا ہے لیکن بغیر تصریح بالسلب کے
تنبیہ علی رد المخاطب نہیں ہو سکتی جسکا اظہار متکلم کو منظور ہے کما قال ایضاً فان قلت اذا
تحقق تنافی الوصفين فی قصر القلب فاثبات احدهما يكون مشعرا
بانتفاء الغير فما فائدة نفی الغير و اثبات المذكور بطريق الحصر
قلت الفائدة فيه التنبيه على رد المخاطب اذ المخاطب اعتقد العكس فان قولنا

زیدٌ قائمٌ وان دل علی نفی القعود لکنہ خالٍ عن الدلالۃ علی ان المخاطب اعتقد انہ قاعد۔ اِن عبارات مسطورہ بالا سے واضح ہے کہ حکم سلبی کلام قصری کا تردید ہے مزعوم مخاطب یعنے حکم ایجابی کے لئے چنانچہ حکم ایجابی تردید ہے حکم سلبی کے لئے لہذا ما قتلوہ تردید ٹھہری حکم ایجابی یعنے قتلوہ کی جو تعبیر ہے مزعوم یہود سے من جانب المتکلم سبحانہ وتعالےٰ۔

اور نیز معلوم ہو کہ مزعوم مخاطب عام ہے مقول مخاطب سے یعنے صرف حکم ایجابی یا سلبی مخاطب کا مزعوم ہے اور خصوصیات تکلم یا غیبوبت عند التعبیر خارج بین ذات مزعوم سے۔ اور یہی مزعوم ہے مخاطب بصیغہ متکلم اور متکلم مردود بصیغہ غایب تعبیر کرے گا۔ گویا صیغہ متکلم اور غائب تعبیرات موارد تحقیق میں سے ہوئی مزعوم مخاطب کے لئے۔ لہذا تردید مزعوم مستلزم ہے تردید مقول کو چنانچہ آیت (وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ) میں حکم سلبی یعنی ما قتلوہ تردید ہے۔ مزعوم یہود یعنے حکم ایجابی کے لئے جسکو یہود نے (انا قتلنا المسیح) سے تعبیر کیا اور متکلم مردود نے بصیغہ غائب یعنے قتلوہ سے تعبیر کی۔ کما قال اللہ تعالےٰ انھم یحسنون صُنعا اور وہ خود تعبیر کے وقت اِنّا اَحسنّا صُنعاً کہینگے۔ وایضاً قال اللہ تعالےٰ فما کان لشرکائھم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم۔ اب اس آیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے مزعوم مشرکین کا بیان بصیغہ غایب ہے یعنے شرکائہم۔ اور انکی جانب سے تعبیر لشرکائنا کے ساتھ بصیغہ متکلم ہوگی۔ پھر ساء ما یحکمون تردید ہے مزعوم مذکور کے لئے۔ ایسا ہی علامہ کی عبارت اخیرہ میں مزعوم مخاطب سے تعبیر انہ قاعدٌ کے ساتھ بالاضمار ہے اور مخاطب کا مقولہ زید قاعدٌ) بالاظہار ہے الغرض اہل معانی کی عبارات مشہورہ مثل من یعتقد العکس او ویسمی قصر القلب لقلب حکم المخاطب وغیرہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حکم قصری قلب کا تردید ہے حکم مخالف یعنی نقیض اپنی کا اولاً بالذات اور تردید ہے مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض۔ نام کا طالب العلم بھی جانتا ہے کہ ما زید قائماً بل قاعد) تردید ہے زید قائم کے لئے اولاً وبالذات اور مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض مثلاً صورت مسطورہ میں فرض کیا کہ زاعم زید ہی ہو تو مقولہ اسکا انا قائم ہوگا اور بعد ملاحظہ اتحاد

معنون زید اور اَنَا کے زیدٌ قائمٌ کی تردید اَنَا قائمٌ کی تردید سمجھی جاویگی۔ چنانچہ ما نحن فیہ میں نا

اور واو ضمیر انا قتلنا اور قتلوہ میں دونوں تعبیر ہیں یہود سے لہذا قتلوہ کی تردید قتلنا کی تردید ہے

ہاں جس صورت میں مزعوم سے تعبیر بمقولہ مخاطب کیجاوے تو تردید مزعوم عین تردید مقولہ کی ہوگی

چنانچہ ما اتخذ اللہ من ولدٍ میں اتخذ اللہ ولداً مزعوم بھی ہے اور مقولہ بھی کما قال تعالےٰ

وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانہ الخ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ یہاں پر مزعوم یہود کا قتل مسیح

از یہود واقع بر مسیح) ہے جس سے یہود قتلنا المسیح کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور غیر یہود بوقت بیان

مزعوم انکے قتلوا المسیح سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ منشاء اعتراض صرف

فن معانی ہی سے بے خبری ہے بلکہ ایساغوجی کی بحث تناقض کی طرف بھی توجہ نہیں کیونکہ

سالبہ شخصیہ کی نقیض موجبہ شخصیہ ہوتا ہے اور صدق احد النقیضین یستلزم کذب الاخر ایک

مشہورہ مقدمہ ہے بناءً علیہ صدق ما قتلوہ کا مستلزم ہوگا کذب قتلوہ کو۔ جناب کو اگر مضمون

مذکور کی طرف توجہ ہوتی تو (قتلوہ) کے باطل ٹھہرانے کو مستبعد خیال نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ زید کی مزعوم

اور مقولہ مثلاً ضربتُ عمرواً کو جبکہ خالد نے رد کرنا چاہا تو ما ضرب عمرواً کہیگا جو تردید ہے اپنی صریح نقیض کے

لئے یعنی ضرب عمرو جسکا ابطال مستلزم ہے بطلان ضربتُ عمرواً) کے لئے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل جو

مستتر ہے ضرب میں اور تا ضربتُ کی دونوں کا معنون زید ہی ہے۔

اور نیز واضح خاطر ناظرین ہو کہ مورد ابطال قتلوہ ہے مگر بعد اعتبار الحکم مصداق ہوا العکس کے لئے جو کہ

اہل معانی کی عبارت ہذہ میں واقع ہے والمخاطب بالثانی یعتقد العکس اور شمس الہدایت کی عبارت

کا یہ مطلب ٹھہرا کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے عکس ما قتلوہ کا باطل کیا گیا یعنے قتلوہ جو

نقیض ہے ما قتلوہ کی جس کا ابطال مستلزم ہے۔ بطلان قتلنا المسیح کو۔

سوال

یہود کا مزعوم جبکہ قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ ٹھہرا کما صرح بہ آنفا تو شمس الہدایت کے صفحہ ۱۳ سطر

۸ پر جو لکھا ہے (کہ مراد ما قبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے) اسکا کیا معنے ہوا۔

جواب

یہاں پر سنجر یہ اضافی ہے بہ نسبت وصف منفی ہونیکے چنانچہ اسی سطر پر لکھا ہوا ہے (قطع نظر منفی

مع اعتبار الحکم بعد قتلوا اور بطلان الحکمین علی النقیض یعنی اجتماع الصدقین ... ہے کہ ماقتلوہ کی سلب ... مراد

ہونے اُسکے سے) یعنے گو کہ قتل و صلب بزعم یہود اُن سے صادر ہو کر مسیح پر واقع ہوئی ہیں۔
مگر (نفس قتل) اسلئے بولا گیا ہے کہ قتلوہ چونکہ بوجہ نقیض نفی ہونے ما قتلوہ کے مع الحکم الایجابی
ملحوظ ہے کمامر تو منفی ہونیکی وصف سے تجرید ضروری ٹھہرے گی یعنی قتلوہ جملہ مستقلہ ہوگا۔
نہ در ضمن ما قتلوہ کے چنانچہ فائدہ جلیلہ کی سطر ۱۷ پر لکھا ہے (حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولی
یعنے قتلوہ کے لئے) ہاں جملہ ہونا اسکا بعد اعتبار انہ نقیض الحکم القصری) ہے الحاصل بل رفعہ اللہ
الیہ ابطال ہوا عکس ما قتلوہ کا۔ یا یوں کہیں ابطال ہوا قتلوہ کا مگر بعد اعتبار الحکم الایجابی ان دونوں
کا مطلب ایک ہی ہے۔ فتامل ولا تعجل۔ اور اسی پر دال ہے شمس الہدایت کی عبارت
مسطورہ کے بعد کا جملہ تعلیلیہ دیکھو سطر ۱۹ صفحہ مذکور پر (کیونکہ نفی حکائت میں ہے۔ نہ
محکی عنہ میں) محکی عنہ سے مراد اس جگہ پر مزعوم مخاطب کا ہے جس سے قتلوہ جملہ مستقلہ کے ساتھ
منجانب المتکلم تعبیر کی جا سکتی ہے۔ کما یدل علیہ ما قال العلامۃ۔ قلت الفائدۃ فیہ التنبیہ
علی رد المخاطب اذا المخاطب اعتقد العکس الخ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ما قتلوہ میں تنبیہ
ہے اوپر تردید یہود کے کیونکہ وہ عکس کے معتقد تھے یعنے قتلوہ کے اور نفی محکی عنہ یعنے مزعوم
مخاطب اور حکایت یعنی قتلوہ دونوں میں نہیں۔ ہاں حکایت بکلام قصری یعنے وما قتلوہ
میں نفی ہے۔ گویا متکلم کی جانب سے دو حکایتیں ہوئیں جن کا محکی عنہ جدا جدا ہے ایک قتلوہ
جسکا محکی عنہ مزعوم یہود ہے۔ اس حکایت اور محکی عنہ دونوں میں نفی نہیں۔ دوسری وما قتلوہ جسکا
محکی عنہ نسبۃ واقعیۃ موجودۃ بوجود المنشاء یا موضوع من حیث انہ یصح انتزاع
النسبۃ عنہ) ہے ظاہر انہ لابد لصدق القضیۃ من المطابقۃ للمحکی عنہ فی الثبوت والانتفاء
فکیف یصح اعتبار النفی فی الحکایۃ لا فی المحکی عنہ لما عرفت ان الحکایۃ المعتبر فیہا
النفی لیست حکایۃ عن المحکی عنہ المزعوم المراد فی العبارۃ المذکورۃ۔ اور نیز معلوم ہو
کہ فائدہ جلیلہ کی بنا تحقیق پر ہے نہ صرف اُن امور پر جو محض شہرت پذیر ہیں۔ لہذا بل رفعہ اللہ
الیہ کا نص ہونا رفع جسمی مسیح میں ایک ہی امر تحقیقی اسی پر مبنی ہے جو کہ بہ تجدد اصطلاحات متغیر
نہیں ہو سکتا یعنی تنافی بین القتل المزعومی والرفع الجسمی امر واقعی ہے۔ پس جب کہ اثبات
رفع کا مع سلب القتل کیا گیا تو بالضرور ابطال مزعوم یہود پر علی طرز الاستدلال ہوگا کیونکہ مزعوم

یہود کی تردید گو کہ صرف سالبہ شخصیہ یعنی وما قتلوہ سے ہے مگر اثبات رفع جو وصف منافی للقتل المزعوم ہے بمنزلہ اقامۃ الدلیل علے خلاف مزعوم المخاطب ہوگا اسلئے بل کو ابطالیہ نام رکھا گیا یعنے مابعد اسکا دلیل ہے بطلان مزعوم مخاطب پر فانہ یدفع ما قبل والیہ لا یظہر وجہ تسمیتہ بل بالابطالیۃ لحصول الابطال بکلمۃ ما لا ببل خواہ اثبات رفع در رنگ فعلیہ کے ہو یا اسمیہ کے یعنی وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ ہو یا بحسب الاول ماکان المسیح مقتولا بایدی الیہود یقینا بل کان مرفوعا الیہ) کی طرف راجع ہو۔ کیونکہ معیار استدلال دونوں صورتوں میں مشترک ہے۔ وھو الذا فی المذکور ہاں در صورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکو عاطفہ کہنا اور بر تقدیر وقوع جملہ کے اسکو ابطالیہ نام رکھنا مبنی علی الظاہر ہے لما زعمہ ابن ہشام وغیرہ من النحاۃ وھو خلاف التحقیق کما نص علیہ بحر العلوم فی شرح مسلم الثبوت ونقلنا عبارتہ فی ھذہ العجالۃ الحال فائدہ جلیلہ کا مدعی یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کا نص ہونا رفع جسمی میں ہر صورت میں اور ہر تقدیر پر ثابت ہے خواہ قصر اصطلاحی یعنی تخصیص شیئ بشیئ بطریق مخصوص ہو یا قصر غیر اصطلاحی مثل اختص الرفع الیہ بالمسیح یا والمسیح مقصور علی الرفع اور بر تقدیر قصر اصطلاحی کے طرق اربعہ مشہورہ میں سے ہو یا نہ کیونکہ اثبات الرفع مع سلب القتل بعد تحقق التنافی بینہما کافی ہے حصول مدعا کے لئے۔

اب ہم بنا بر مشہور بھی مدعا کو بپایہ ثبوت پونچاتے ہیں ماکان المسیح مقتولا یقینا بل مرفوعا الیہ) جو مساوق ہے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ کے لئے کلام قصری مشتمل قصر قلب ہے اور طرق اربعہ میں سے قصر بالعطف ہوا کیونکہ در صورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکا حرف عطف ہونا اتفاقی ہے۔ اور وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ میں بغیر ارجاع مذکور کے بل رفعہ اللہ ابطال مزعوم یہود کا افادہ دیگا لتحقق التنافی یعنے ابطال ما قتلوہ کے لئے نہیں اور نہ ابطال قتلوہ کے لئے بغیر اعتبار الحکم الایجابی بلا قتلوہ جو جملہ مستقلہ اور نقیض ہے ما قتلوہ کی اوسکے بطلان پر دال ہوگا۔ ہاں بل رفعہ اللہ الیہ اظہر ما قتلوہ کے ابتدائیہ محض انتقال کے لئے ہوگا اور بہ تقدیر یہ وفیتکم ضروری الارادہ ہونا اسکا اور یا

ممتنع المراد ہونا شق اوّل یعنی ابطالیہ کا ثابت نہ کیا جاوے ہمارے مدعیٰ کو مضر نہیں وَدُونَہٗ خَرْطُ القتاد اور اختلاف احکام نظر باختلاف لحاظ کثیر الوقوع ہے کوئی عاقل اسکا انکار نہیں کرسکتا چنانچہ آیت وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون میں ابطالیہ ہونا بل کا بلحاظ مقولہ ہے نہ قول کے اور ابتدائیہ ہونا اُسکا بلحاظ قول ہے نہ مقولہ کے کما قال العلامۃ الصبان تولہ نحو وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحانہ الخ ای قبل فی نحو ذلک للاضراب الابطالی بناءً علی ان المُضْرَبَ عنہ المقول یا لمیم اما اذا کان المضرب عنہ القول فللاضراب انتقالی اذ الاخبار بصدور ذلک منھم ثابت لا یتطرق الیہ الابطال انتہی اور ظاہر ہے کہ اضافات بتقدیر تعدد مضاف الیہ کے باہم مجتمع ہوسکتے ہیں چنانچہ ابوۃ وبنوۃ زید ہی مثلاً باپ ہوسکتا ہے بہ نسبت عمرو کے اور بیٹا بھی ہوسکتا ہے بہ نسبت خالد کے۔ لہٰذا بل کا ابطالیہ اور انتقالیہ ہونا نظر باختلاف مضاف الیہ معاً ہوسکتا ہے۔ الغرض ابطالیہ ہونا اُسکا بہر کیف ثابت ہے انتقالیہ ہونا اُس کا منافی نہیں لتعدد المضاف الیہ کما عرفت مفصلا۔ دوبارہ معروض ہے کہ اگر معترض صاحب کو علم معانی ومنطق ونحو کے تصریحات مذکورہ بالا سے اطمینان نہ ہو۔ تو ہم قرآن مجید سے ہی نظیر محل نزاع کے مطابق تصریح شمس الہدایت کے دکھا دیتے ہیں۔ دیکھو ما اتخذ اللہ من ولدٍ سورہ مومنون۔ سالبہ شخصیہ صادقہ باریتعالےٰ کا مقولہ ہے اور نقیض صریح اسکی اتخذ اللہ ولدا موجبہ شخصیہ کاذبہ مزعوم ہے مشرکین کے لئے اور اسی اتخذ اللہ ولدا کا ابطال اس آیتہ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحانہ بل عبادٌ مکرمون۔ سورہ الانبیاء میں کیا گیا ہے۔ اب کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ما اتخذ اللہ من ولدٍ کی نقیض یعنے اتخذ اللہ ولدا کا ابطال نہیں ہوا یا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس سے قول الٰہی کا ردوبدل لازم آتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو ایسا ہی وما قتلوہ کی نقیض صریح یعنے قتلوہ کو بل رفعہ اللہ الیہ سے باطل کہنے میں کونسا ردوبدل کلام الٰہی میں آگیا۔ اگر کہا جاوے کہ بل عباد مکرمونؐ اتخذ الرحمٰن ولدا کے بعد مذکور ہے نہ ما اتخذ اللہ من ولدٍ کے بعد تا کہ ما قتلوہ الخ کی نظیر بن سکے تو جوابا گذارش ہے کہ بعد تسلیم اتحاد مضمون دونوں کلاموں یعنے اتخذ الرحمٰن

ولدا اور اتخذ اللہ من ولدٍ کے عذر ندکور قابل سماع نہیں ہوسکتا۔ اور دلیل کا انفصال دعوے سے اور جواب کا سوال سے قرآن کریم کی طرز کے مخالف نہیں۔ دیکھو وقالوا یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون اور جگہ ہے اور جواب اسکا ما انت بنعمۃ ربک بمجنون دوسری سورت میں۔ بس بیت ؎ ما زیاران چشم یاری داشتیم۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ص۳ **قولہ** اے ناظرین برائے خدا بحکم الانصاف احسن الاوصاف ذرا انصاف فرمایا جاوے جس مسئلہ کی نسبت ایک شور وغل مچ رہا تھا کہ خلاف اجماع ہے اب اوسکی نسبت مولف رسالہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل تحقیق رفع جسم برزخی کے بھی قائل ہیں۔ پھر مولف صاحب سے عرض ہے۔ کہ ہم لوگوں کو آپ اہل تحقیق میں ہی رکھئے اور آپ تو عوام اور کافہ اہل اسلام میں شامل ہیں۔ حضرت کیا ایسے ہی مسئلہ کو ثابت بالاجماع کہا جاتا ہے جس میں اہل تحقیق اوسکے مخالف ہوں **اقول** کاش اگر آپ شمس الھدایت کو کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے۔ تو اتنی رسوائی آپ کو حاصل نہ ہوتی۔ اتنے بڑے فخر اور تعلی کے بعد جب جہالت درجہالت ظاہر ہو تو پھر حیادار کے لئے زندگی مشکل ہوجاتی ہے۔ ناظرین خدارا انصاف شمس الھدایت کی عبارت میں (الا بعض اہل تحقیق) اضافت کیساتھ ہے یعنے اہل تحقیق میں سے بعض۔ مطلب یہ ہوا کہ اکثر اہل تحقیق نے تو صرف رفع بجسم عنصری ذکر کیا ہے۔ مگر بعض اہل تحقیق میں سے قائل برفع جسم عنصری برزخی کے ہیں یعنی جسم عنصری بعد سلب شہوۃ طعام وشراب اوٹھایا گیا۔ اور یہی صاحب نے (بعض اہل تحقیق) کو مرکب توصیفی سمجھکر بے وقت راگنی حسب عادت ہانکنی شروع کردی۔

سوال

(بعض اہل تحقیق) ترکیب اضافی کی تقدیر پرجب معاویہ ٹھہرا کہ اہل تحقیق میں سے بعض قائل برفع جسم برزخی ہوئی ہیں۔ پھر بھی رفع جسمی پر اجماع نہ رہا۔ اور نیز یہ امر قابل تسلیم ہی نہیں کہ اہل تحقیق کے دو ایسے متخالف مذہب ہوں۔ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔ اور نیز بعد الاختلاف فی رفع اتفاق فی النزول ممکن نہیں۔

جواب

پہلے یہ بیان کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کہ مراد بعض سے (بعض اہل التحقیق) میں کون ہے سو معلوم
ہو کہ ایک تو محدث دہلوی المعروف بہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اور دوسرے شیخ محی الدین ابن عربی اور جسم
برزخی سے مراد ان دونوں حضرات کی وہی جسم عنصری ہے مگر بعد سلب کر لینے شہوت طعام و شراب
وغیرہ ضروریات بشریہ کے۔ جیسا کہ حقیقی برزخی بعد الموت مسلوب الشہوت ہوتا ہے برزخی کو بمعنے مسلوب
الشہوت لینے کی وجہ یہ ہے۔ کہ دونوں صاحبوں کا مذہب حیات مسیح کا ہے۔ دیکھو حضرت شیخ فتوحات
باب ۳۶۷ حدیث معراج پر یہ لکھتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعیسے علیہ السلام بجسدہ
عینہ فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذہ السماء واسکنہ بہا وحکمہ فیہا وہو شیخنا
الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ واحدۃ وارجو ان
ادرکہ فی نزولہ ان شاء اللہ تعالیٰ (فتوحات مکیہ) یعنی حضرت عیسے اب تک زندہ ہے مرا نہیں
اور نیز فتوحات کے باب پانچ سو چھتر میں فرماتے ہیں **اعلم** وفقنا اللہ وایاک ان
من کرامۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم علی ربہ ان جعل من امتہ رسلا ثم انہ اختص
من الرسل من یحدث نبیۃ من البشر فکان نصفہ بشرا ونصفہ الاخر روحا مطہرا
ملکا لان جبرئیل علیہ السلام وہبہ لمریم علیہا السلام بشرا سویا فرفعہ اللہ الیہ
ثم ینزلہ ولیا خاتم الاولیاء فی آخر الزمان بحکم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی امتہ الخ فتوحات
کی نقلیں اس مسئلہ کے متعلق پہلے لکھ چکے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ فوز الکبیر میں لکھتے ہیں نیز
از جملات ایشان یعنی نصاریٰ یکے آنست کہ یقین میکنند کہ حضرت عیسے علیہ السلام مقتول شدہ است
وفی الواقع در قصہ عیسے اشتباہی واقع شدہ بود۔ رفع بر آسمان را قتل گمان کردند و کابراً عن کابر
ہماں غلط را روایت نمودند خدا تعالیٰ در قرآن شریف ازالہ شبہہ فرمودہ کہ ما قتلوہ وما صلبوہ
ولکن شبہ لہم انتہیٰ اور شاہ صاحب چونکہ ترجمۃ القرآن میں (فلما توفیتنی)
کے تحت لکھتے ہیں پس برگرفتی مرا اور میراندی مرا نہیں کہتے۔ لہذا رفع سے جو فوز الکبیر
میں ہے رفع روحانی لینا از قبیل توجیہ القول بما لا یرضے بہ قائلہ ہوگا۔ بعد تمہید ہذا مطلب
عبارت شمس الہدایت کا یہ ہوا۔ کہ کافہ اہل اسلام اور اکثر اہل تحقیق نے صرف حیات
مسیح اور رفع بجسدہ العنصری کا ذکر کیا ہے۔ بغیر تحقیق اس امر کے کہ جسم عنصری کا رفع بعد

سلب الشہوت ہوا ۔ یا بغیر سلب الشہوت کے الغرض اس میں خوض ہی نہیں کیا ۔ بخلاف بعض
کے اہل تحقیق میں سے کہ وہ گو کہ قائل بحیات و بہ نزول دو بارہ مسیح کے ہیں ۔ مگر انہوں نے مسلوب
الشہوت ہونے کو بھی ملحوظ رکھا ۔ اختلاف صرف ذکر کرنے مسلوب الشہوت و عدم ذکر اوسکے میں ہوا۔
نہ حیات و ممات میں اور مراد نزول سے اس قول میں (مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) نزول
جسمی ہی اور ظاہر ہے ۔ کہ کافہ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق کا اتفاق فی النزول الجسمی فرع ہے ۔
اتفاق فی الرفع الجسمی کے حاصل یہ ہوا کہ بعض اہل تحقیق کی مخالفت کافہ اہل اسلام سے صرف
تعبیر برزخی میں ہے ۔ اور یہ اس امر کی منتج نہیں کہ اُنکے نزدیک رفع اور نزول روحانی ہو بلکہ
وہ بھی رفع اور نزول جسمانی کے ہی قائل ہیں ۔ چنانچہ اونکی تصنیفات سے ظاہر ہے ۔

سوال

بجائے برزخی کے اگر مسلوب الشہوت ہوتا ۔ تو ناظرین عبارت شمس الہدایت کو دقت نہ ہوتی ۔

جواب

مصنف کو نقل بعینہ منظور تھا ۔ دیکھو فیوض الحرمین اور تفسیر محی الدین بن عربی رح ۔

سوال

نقل بعینہ کی ضرورت کیا تھی

جواب

مقصود اس سے دفع وہم کا ہے جو ناظرین کو برزخی کے لفظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے واقع ہوتا تھا بناءً
علیہ حضرت شیخ اور محدث دہلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو بھی قائلین بوفات المسیح سے شمار کیا جاتا تھا
لہذا بعد ذکر کرنے (برزخی) کے (مگر نزول مسیح الخ) کے ساتھ دفع کیا گیا ۔ والا اتنا ہی کافی تھا
کہ سب اہل اسلام متفق ہیں رفع جسمی پر ۔

سوال

شمس الہدایت کی عبارت میں کون سا قرینہ ہے جو دلالت کرتا ہے ارادہ مذکورہ پر یعنی
کافہ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق دونوں حیات کے قائل ہیں ۔

جواب

جملہ (مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) کا شاہد مبین ہے ارادہ مذکور پر کیونکہ نزول جسمی من السماء بغیر حیات کے ہو ہی نہیں سکتا اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مراد نزول سے نزول جسمی ہے کیونکہ نزول روحانی پر اتفاق کا نہ اہل اسلام اور حضرت شیخ رح محدث دہلوی کا کوئی معنے نہیں رکھتا چنانچہ فتوحات و فوز الکبیر وغیرہ سے مشرح کیا گیا ہے اس مقام میں بھی جناب مہربان صاحب مذکور نے بہ تقلید امروہی صاحب کے ہر محفل میں شور مچا رکھا ہے گویا یہ آپکا پانچواں اعتراض ہے۔ امروہی کے معتقد و اب تو آپکے فاضل نے فیصلہ کر دیا اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دیدیا۔ کہ ہمارا علمی مادہ یہی کچھ ہے اور ہم اور ہمارے مسیح الزمان جو ہمارے سہارے پر جواب دینا چاہتے تھے اور کل مقلدین ہمارے جاہل مرکب ہیں۔ تم اہل اسلام ہمارے جاہلانہ تحریرات کو دیکھ کر دھوکھا نہ کھاؤ۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی تفسیر میں جو کچھ پہلے لوگ فرما گئے ہیں وہی حق ہے۔ ولنعم ما قیل ؎ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است امروہی صاحب نے اس مقام پر ص۳۱ میں اپنی جہالت و تذبذب و اشتباہ کے مناسب حال یہ شعر فتوحات وغیرہا سے لکھدیا ہے۔ ؎

دق الزجاج و رقت الخمر — فتشابہا و تشاکل الامر
فکانما خمر و لا قدح — و کانما قدح و لا خمر

گویا امروہی اس قطعہ کے لکھنے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ شیشہ اور شراب دونوں لطیف ہیں یعنے شمس الہدایت کے الفاظ و مضامین گویا شراب ہی صراحی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ صراحی ہے شراب نہیں تو بھی بجا ہے۔ **قولہ ص۳۲** لیکن مرفوعیت جسمانی اور ملعونیت (جو لازم مقتولیت بالصلیب کہے ہے) باہم متنافی نہیں۔ **اقول** ملعونیت کا لزوم مقتولیت بالصلیب کو صرف آپکا اور یہود کا زعم فاسد ہے ورنہ بائیسویں اور تیسویں آیت کی عبارت بعینہا جو اوپر نقل ہو چکی ہے۔ اوسکا مفاد یہ ہے کہ ملعونیت لازم ہے اُس مقتولیت بالصلیب کو جو مجرم میں متحقق ہو اور چونکہ قتل و رفع و مرفوعیت جسمانی میں تنافی موجود ہے لہذا قصر قلب کا مقتضے بھی متحقق ہوا۔ ناظرین کو اتنی ہی تشریح کے بعد امروہی صاحب کے ص۳۲ و ۳۳ و ۳۴۔ اور ایسی ہی اُسکے حاشیہ متعلقہ ص۳۱ سطر ۹ کے چار صفحوں کی بناء فاسد علی الفاسد معلوم ہو سکتی ہے

قولہ صـ۱۳۱ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا مشرکین و کفار جن کی کوٹھیاں بلند پہاڑوں پر بنی ہوئی ہیں باعتبار جسم کے مرفوع ہیں۔ اور ایسے ہی (۲۹۱۰۷) فٹ اونچا جو غبارہ جا سکتا ہے۔ اُس میں اکثر ہی مرفوع الجسم ہوتے ہیں۔ نہ مرفوع الدرجات بلکہ عند اللہ ملعون ہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے زیر دامن کوہ موحدین مومنین جسمانی طور سے مخفوض ہیں لیکن عند اللہ مرفوع الدرجات ہیں تو کیا آپ کے نزدیک وہ کفار مرفوع بجسم عنصری مرفوع الدرجات یا مقبول الٰہی ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں اور کئی ہزار فٹ نیچے جو مومنین موحدین سکونت پذیر کیا آپ کے عندیہ میں نعوذ باللہ مردود و ملعون ہیں کلا و حاشا۔ **اقول** سبحان اللہ ماشاء اللہ معقول ہو تو ایسا ہی ہو اور منقول تو ویسا کہ بے سمع و بے بصر کی روایت بھی نہ معلوم ایں رفت و آں ہم رفت۔ رفت و رفت رفت و نعم ما قیل۔

شعر:- عاشق ہوئے ہیں یار ہم کس امید پر۔ جز آہ نارسا کوئی ساماں بھی نہیں

پہاڑ کے اوپر کافر کی بالارادہ حرکت و سکون کہاں۔ اور ملائکہ کا اوٹھا کر لیجانا آسمان پر جو رفعہ اللہ الیہ کے مضمون کی کیفیت ہی یہ کجا۔ مولانا یہاں پر مطلق رفع جسمی اور خفض جسمی میں کلام نہیں ذرہ آنکھ کھول کر دیکھو۔ وما قتلوہ بل رفعہ اللہ الیہ میں کلام ہو رہا ہے۔ کیا ولکن شبہ لھم میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اشتباہ کی رنگت میں رنگین ہو گئے ہیں۔ یا وسمہ لگانے کو دیر ہو گئی ہے جو کچھ مبارک ہو۔ مگر رفع جسمی مذکور فی الآیت کے تحقق کے لئے مادہ عباد مقربین میں سے وہ اچھے لوگ ہونگے جن کو ملائکہ نے اعزاز و تکریم کے ساتھ اوپر کو اٹھا لیا ہو اور جنکے رفع جسمی ہی نصوص و اخبار پتہ دیتے ہیں آپنے پہاڑ سے مشترک کو اور ایسا ہی اُن کفار کو جو بذریعہ غبارہ اڑائے جاویں کہاں سے دیکھ لیا کیا بل رفعہ اللہ الیہ میں آپ کا نرالا معقول ان دونوں کو داخل کر سکتا ہے آپنے شرح الصدور کو نہیں ملاحظہ فرمایا۔ روی الیافعی فی کفایۃ المعتقدین عن الشیخ عمر بن الفارض انہ حضر جنازۃ رجل من الاولیاء قال فلما صلینا علیہ واذا الجو قد امتلأ بطیور خضر فجاء طیر کبیر منهم فابتلعہ ثم طار فتعجب من ذلک فقال لی رجل قد نزل من الہواء وحضر الصلوۃ لا تعجب فان ارواح الشہداء فی حواصل طیور خضر ترعی فی الجنۃ اولئک شہداء السیوف واما شہداء المحبۃ فاجسادہم ارواح) نقلا سیوطی کفایۃ المعتقدین سے بروایت یافعی شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں۔ کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے

جنازہ پر جا پہونچے فرماتے ہیں کہ جبکہ ہم نماز جنازہ ادا کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز جانور آسمان سے اُترے ہیں کہ اُن سے آسمان چھپ گیا پس اُنہیں سے ایک بڑا جانور الگ نیچے اُترا اور اُس نے اُس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا جیسے کہ جانور ایک دانہ نگل لیتا ہے۔ اور آسمان کی طرف اُڑ گیا شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آگیا جو وہ بھی آسمان سے اُترا تھا۔ اور نماز میں شریک ہوا تھا اُس نے کہا کہ اے عمر اس واقعہ سے تعجب مت کر کیونکہ وہ شہید جنکی روحیں جنت میں سبز جانوروں کی حواصل میں رہتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کے روح کا حکم رکھتے ہیں۔

شیخ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اسی کے مشابہ ہے۔ وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیا نے ذکر موت میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و زاہد پہاڑوں کی غاروں میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اور دُنیا کے لوگوں سے کنارہ کش اسکے زمانہ کے لوگ قحط کے دنوں میں اُس سے دعا منگوایا کرتے تھے۔ اور اُس کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن پر ابر رحمت برسایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ فوت ہو گیا۔ لوگ اُس کے غسل کی تیاری کرنے لگے۔ کہ ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اُترتا ہوا نظر آیا یہانتک کہ اُس ولی کے نزدیک آپہونچا۔ اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُس تخت کو پکڑ لیا اور اُس ولی کو اُس تخت پر رکھا اور وہ تخت آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔ اور لوگ دیکھتے رہے کہ ہوا میں اُڑا جاتا ہے یہانتک کہ اُن سے پوشیدہ ہو گیا۔ قلت ویشبہ ھذا ما اخرجہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کھف جبل وکان اھل زمانہ اذا قحطوا استغاثوا بہ فدعی اللہ فسقاھم فمات فاخذوا فی جہازہ فبیناھم کذلک اذا ھم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتھی الیہ فقام رجل فاخذہ فوضعہ علی السریر فارتفع السریر والناس ینظرون الیہ فی الھواء حتی غاب عنھم۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر اوٹھایا جانا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اسکا مؤیدوہ واقعہ ہے۔ جسکو بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عروہ نقل کیا ہے۔ کہ عامر بن فہیرہ غلام ابی بکرؓ معونہ کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیۃ الضمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اسیوقت آسمانوں

کی طرف اُٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب و غریب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اُس نے عامر بن فہیرہ کے قتل کا اور رفع کا چشم دید واقعہ اور اُسپر اپنا اسلام لانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لکھا۔ اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپالیا۔ اور اُس کو علیین پر جا اُتارا اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا۔ کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف اوٹھایا گیا اور ملائکہ نے اوسکا جسم چھپالیا اور عامر بن طفیل بھی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے اوسنے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اوٹھایا جانا دیکھا۔ اور اسیطرح خبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابو نعیم او بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الضمیری تخریج کی شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم کے نزدیک خبیب بن عدی کا آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے چنانچہ ابو نعیم نے جواب و سوال کی صورت میں کہا کہ اگر یہ کہا جاوے کہ عیسے علیہ السلام آسمانوں کی طرف اوٹھالے گئے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک قوم آسمانوں کی طرف اُٹھائی گئی اور یہ امر عیسے علیہ السلام کے رفع سے بھی عجیب تر ہے اور اسکے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور علاء بن خضرمی کا قصہ بھی بیان کیا جسکے رفع کا ذکر شیخ سیوطی نے باب احوال الموتے فی قبورہم میں کیا۔ اسکے بعد **شیخ سیوطی** رحمۃ ایک مشہور حدیث سے جسکو نسائی او بیہقی اور طبرانی وغیرہم نے بروایت جابر رضہ تخریج کیا ہے۔ ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقوع ہونے پر استدلال کرکے کہا کہ غزوہ احد میں جبکہ حضرت طلحہؓ انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمہ حس (جو عرب کے محاورہ میں شدت درد کے وقت زبان سے نکلتا ہے) تو اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ سے خطاب کرکے فرمایا۔ کہ اے طلحہ اگر تو بجائے کلمہ حس کے بسم اللہ کہتا تو ملائکہ بالضرور تجھے اوٹھالیجاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہجاتے یہانتک کہ تو وسط آسمان میں جا پونچتا۔

یہ ترجمہ ہے شرح الصدور کی عبارت کا ص۱۷ میں ملاحظہ ہو۔

امروہی صاحب افسوس ہے کہ آپکے نبی قادیانی کہیں تو رفع مسیح کو محال عقلی و کہیں اس پر تمسخر اُڑاتے ہیں کہ آسمان پر مسیح بول براز کس جگہ کرتا ہوگا۔ اور اتنی عمر کا ہو کر نکما بنو گیا ہوگا پھر اُترنے کے بعد کس کام کا ہوگا۔ ناظرین ص۱۲۶ ازالہ اوہام کا ملاحظہ کریں اور نیز ازالہ ص۵

و شعر ۔ گر ہمیں مکتب است و این ملّا ۔ کار طفلاں تمام خواہد شد + خدارا قرآن مجید کی تحریف سے باز آؤ ۔ بعد اسکے معلوم ہو کہ رفع جسمی بمعنی رفع الملائکۃ الی السماء جو مستلزم ہے اعزاز کو اسکا مقابل خسف فی الارض ہے جو بذریعہ ملائکہ کے ہوتا ہے ۔ کفار مخسوفین ہیں (یعنے زمین میں دہنسائے ہوئے) متحقق ہوگا ۔ آپنے اسکے لئے مومنین موحدین کو کس طرح مادہ تحقیق بنالیا

قولہ ص حاشیہ متعلقہ صـ۳ ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب کا مذہب موت اور وفات مسیح بن مریم کا مثلاً ہے ۔ اور آپکے نزدیک وہ بالضرور اہل تحقیق میں سے ہونگے کیونکہ آئمہ اربعہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اب آپ فرماویں کہ باقی تین آئمہ نے اپنے مذہب رفع جسمانی یا نزول جسمانی کی کہاں تصریح کی ہے ۔ درصورت عدم تصریح اقل درجہ اونکی نسبت سکوت مانا جاویگا پھر وہی مذہب ہمارا لوٹ آیا ۔ کہ بعض اہل تحقیق نے اپنے مذہب کی تصریح کردی ہے ۔ اور بعض محققین نے مجملاً اس پیشین گوئی کو تسلیم کرلیا ہے ۔ اپنے وقت پر جس طرح ہو واقع ہو کہ علمہ عند اللہ اوقبل وقوع پیشین گوئی کے یہ طریقہ اختیار کرنا بھی اسلم ہے ثالثاً اور فرضاً کہ بعض اہل تحقیق سے کوئی قول موید آپ کے مذہب کا منقول ہو ۔ تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ وہ آپکا اجماع کہاں گیا جسکے خرق کا الزام ہم پر لگا کر تحقیر ہماری کی گئی تھی ۔ اے مرید و مولف صاحب کے اب تو آپکے پیر نے فیصلہ کردیا ۔ اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دیدیا کہ بعض محققین رفع روحانی اور وفات کے قایل ہیں نہ حیات اور رفع جسمانی کے الخ

اقول الا بعض اہل تحقیق) کا معنے اوپر بیان ہوچکا ہے اب آئمہ کے تصریحات سنیے امام الآئمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ۔ وخروج الدجال و یاجوج و ماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسے علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیمۃ علے ماوردت بہ الاخبار صحیحۃ حق کائن (**فقہ اکبر**) اور یہی مذہب کل آئمہ شفعویہ کا ہے جیسے کہ آئمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہے اور یہی مذہب آئمہ مالکیہ کا ہے ۔ چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی

ـــ بحسب تصریح شیخ الاسلام احمد مالکی و علامہ زرقانی مالکی و علامہ سیوطی وغیرہم کے ثابت ہے کہ امام مالک کا مذہب بھی اجماع کے برخلاف نہیں اسی لئے زرقانی لکھتے ہیں وہو ابن ثلث وثلثین سنۃ اکی تاویل شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں یوں لکھتے ہیں ولعلہ اراد رفعہ علی السماء او حقیقتہ دیکھیے آخر الزمان لتواتر خبر النزول ج ۱ صـ۲۸۶ الغرض رفع و نزول جسمی کے سب آئمہ قایل ہیں ۔ اور حیات مسیح الی ما بعد النزول ماشاء اللہ سب کا اجماعی عقیدہ ہے ۔ یہی معنے ہے شمس الہدایت کے اس قول کا ۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں ۔ منہ ۱۲

المالکی نے نواکہ ودانی میں تصریح کردی۔ کہ اشراط ساعت سے ہے۔ آسمانوں سے عیسےٰ علیہ السلام کا اترنا آہ اور جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں جس کا نقل کرنا حسب مدعی اس موقعہ پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ فاذا نزل سیدنا عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلے اللہ علیہ وسلم بالہام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لہا من الکتاب والسنۃ ونحو ذلک شاید آپ نزول کو جو علامہ زرقانی مالکی المذہب کی عبارت (فاذا نزل سیدنا عیسے) سے مفہوم ہوتا ہے۔ حسب العادت ماول ٹھہرا دیں یعنی نزول بروزی تو اس کج رفتاری کو یہ عبارت جو اسکے بعد لکھتے ہیں (فھو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علے حالہ لا کما یظن بعض الناس انہ یاتی واحدا من ہذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجھل انہما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حیّ نعم ھو واحد من ہذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ) خاک میں ملا دیتی ہے۔ علامہ سیوطیؒ کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ عیسےٰ نبی اللہ جو بعد از نزول آسمانوں سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم کرے گا۔ اسپر اجماع ہے۔ عبارت یہ ہے انہ یحکم بشرع نبینا وردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع فتح البیان میں ہے۔ کہ وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسےٰ جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ فی غیرہ وصحح الطبری ہذا القول ووردت بذلک الاحادیث المتواترہ۔ فتح البیان ص۳۴۴ ج (۲) آئمہ اربعہ کے مسائل اور ایسے ہی اونکے مقلدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے تصانیف میں احادیث نزول مسیح موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے لفظ (عیسےٰ) سے وہی مریم کا بیٹا علی نبینا وعلیہ السلام سمجھا ہوا تھا نہ مثیل اسکا۔ الغرض تالیفات آئمہ اربعہ وسایر علماء اسلام محدثین ومفسرین کی الے یومنا ہذا) کے اوپر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کل محدثین اور آئمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت ودرایت اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن سلام اور ربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابو بکر

صدیق چنانچہ انکے اور حضرت عمر کی کلام بالتشریح اپنے مقام پر آئے گی اور جابر اور ثوبان اور عائشہ
اور تمیم داری وغیرہ اور بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی اور عبد بن حمید
اور ابن ابی شیبہ اور حاکم اور ابن جریر اور ابن حبان اور امام احمد اور ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق اور
قتادہ اور سعید بن منصور اور ابن عساکر اور اسحٰق بن بشر اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ اور بزاز اور شرح
رسالہ اور نعیم اور شیخ سیوطی اور علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور امام ابوحنیفہ اور کل
ائمہ شفعویہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور شیخ اکبر صاحب فتوحات و مجدد وقت حضرت امام ربانی و سلسلہ
صوفیہ کرام[1] اور تابعین جیسے ابن سیرین اور امام شوکانی اور ابن قیم و ابن تیمیہ وغیرہ کا اس پر اجماع
ہے۔ کہ عیسےٰ نبی علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور قبل از قیامت آسمانوں سے اُتریں گے
قادیانی صاحب نے اس افترا اور ناپاک جھوٹھ مسطورہ مکتوب عربی سے سفید کاغذ کا
مونہہ سیاہ کردیا کہ اکثر اکابر امت اور ائمہ مسیح کے مرجانیکے قایل ہیں اور اُس کی حیات پر اجماع نہیں
بلکہ اُس کی موت پر اجماع ہے اور صحابہ اور تابعیں اور ائمہ اور تبع تابعین اُس کی موت کے قایل ہیں
اور یہی مذہب مالک اور ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین کا ہے اور اسی پر اتفاق کابر

[1] مرزا صاحب نے جو نزول بروزی کو صوفیہ کا مذہب لکھا ہے۔ ایام الصلح فارسی صفحہ ۱۸۰ یا امروہی صاحب نے شمس بازغہ میں ان دونوں نے نقل میں دہوکے اور دجل سے کام لیا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری کی کتاب اقتباس الانوار سے نقل کرتے ہیں وبعضے برانند کہ روح عیسےٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز ست مطابق ایں حدیث لا مہدی الا عیسےٰ ابن مریم رح حالانکہ اسکے بعد اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ اور دوسری جگہ سی کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں۔ یک فرقہ براں رفتہ اند کہ مہدی آخر زمان عیسےٰ بن مریم است وایں روایت بہ غایت ضعیف است زیراکہ اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسےٰ با واقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بریں متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر زمان از آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا رض ظاہر شود و اسم او اسم رسول اللہ باشد الخ ۱۲ منہ۔

معتزلہ اور بعض اولیائے کرام کا ہے اور رجوع کا لفظ کسی حدیث نبوی میں نہیں اور آسمان سے
نزول کا لفظ بھی نہ کسی حدیث میں آیا اور نہ متقدمین کے ملفوظات اور کلمات میں۔ کیا تم ان
الفاظ کو خائنوں کی طرح تراشتے ہو اور تم ہرگز ان الفاظ کو رسول کریم اور متقدمین کی کلام یا توفی

کے لفظ کو غیر معنے موت میں نہ پا سکوگے۔ اگرچہ حسرت اور ندامت کے ساتھ مرنا چاہو) یہ ہے۔ ترجمہ مکتوب عربی قادیانی کا ص۱۵۱ امر وہی صاحب بھی مثل مشہور کا مصداق چھوٹا میاں واہ واہ اور بڑا میاں سبحان اللہ۔

بھائی مسلمانو تفسیروں میں مفسرین نے جس امر کو نصاریٰ کا قول لکھا کسی ایک مسلم کا اپنے وفات مسیح ٹھہرایا ہے اُسکو قادیانی بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے مجمع علیہ اہل اسلام کا بنایا ہے دیکھو بیضاوی قیل اماتہ اللہ سبع ساعات ثم رفعہ اللہ الی السماء والیہ ذھب النصاریٰ یعنی یہ قول کہ عیسٰے علیہ السلام رفع کے قبل سات ساعت تک مرے رہے یہ نصاریٰ کا قول ہے اور معالم و تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ (قال وھب توفی اللہ عیسٰے ثلث ساعات من النہار ثم احیاہ ثم رفعہ اللہ الیہ وقال محمد بن اسحاق ان النصاریٰ یزعمون ان اللہ توفاہ سبع ساعات من النہار ثم احیاہ ورفعہ الیہ) و شیخ الاسلام حرانی کی عبارت جس میں قول مابو وفات کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے) ابتدا کتاب ہذا میں نقل کی گئی ہے۔ اور جیسے کہ حاکم نے مستدرک میں عائشہ سے روائت کیا ہے کہ عیسٰے ایک سو برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ساٹھ برس کے سرے پر جانیوالا ہوں۔ پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ کو ذکر کرکے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسٰے زندہ اُٹھایا گیا۔ اور ابن عساکر کی حدیث اُسکے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسٰے علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے اگر کُتب سیر و تواریخ پر بالاستقرار نظر ڈالی جاوے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ماقبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے۔ اور فساد مضمون کا من جملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔

قادیانی نے اپنے مکتوب میں جن امور کی نسبت ساری امت کو مفتری ٹھہرایا ہے اُنکا ثبوت (۱) لفظ من السماء کا ثبوت صراحتہ یا دلالتہ روی اسحق بن بشر و ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسٰے بن مریم من السماء الحدیث فقہ اکبر میں امام الائمہ ابو حنیفہ ونزول عیسٰے علیہ السلام من السماء فرماتے ہیں۔ چنانچہ پہلے نقل کیا گیا شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء

روی ابن جریر و ابن حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ان قال الستم تعلمون ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے جس پر موت نہیں آئیگی۔ اور عیسیٰ پر موت آئیگی ورۃ الدرانی بخاری کا مذہب اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعا (۲) رجوع کا لفظ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ۔ درمنثور۔ امروہی صاحب اس (لم یمت) کی تاویل فرماتے ہیں (کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں مرے) دیکھو شمس بازغہ صفحہ ۲ مگر آگے جاکر وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ میں سکتہ عارض ہو جاتا ہے۔ شاید اسلئے کہ کیا کروں اگر (انہ راجع) میں انہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف عاید کرتا ہوں۔ تو خود عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو روپیہ چندہ کا میرے پاس بجسدہ العنصری پہونچایا گیا تھا۔ وہی بعینہ دوبارہ لوٹ کر جس جگہ سے آیا تھا وہاں پر ہی نازل ہوگا۔ اور اگر (انہ) کا مرجع قادیانی ٹھہراتا ہوں تو آیۃ بین اسکا ذکر ہی نہیں۔ اب ذرا دم کھا جانا مصلحت وقت معلوم ہوتا ہے نزول و رجوع بر غندی کی تاویل اور اسکی تردید ابتداء کتاب میں مفصل گذر چکی ہے ملاحظہ ہو۔ اور حاکم نے اس حدیث معاہدہ کو اخیر میں جس کو امام احمد نے اخراج کیا ہے اپنی مستدرک میں کہا ہے (فذکر من خروج الدجال فاھبطفا قتلہ) لا اتوکم یاتی الیکم بعد قلیل واما انتم فتروننی الی ان احی انجیل مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء کے صحاح (۱۴۱) خیر الدین افندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا یہ قول اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ (ابن مریم تم میں حکم و عادل ہوکر نزول کریگا (اتی الیکم اور (حی) اور (بل رفعہ اللہ الیہ) کو ملاحظہ فرماویں۔ ہبوط ۳ کا لفظ لیھبطن عیسیٰ بن مریم حکما عدلا الخ۔ ابو ھریرۃ ابن عساکر اسی حدیث کے اخیر میں (حاجا او معتمرا ولیقفن علی قبری ولیسلمن علی ولا ردن علیہ موجود ہے۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں حاضر ہوکر سلام عرض کرنا۔ اور جواب سلام سے مشرف ہونا۔ یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی شمس الہدایۃ میں زریت بن برثملا وصی عیسیٰ والی حدیث مذکور ہے جسکو ابن عباس نے روایت کیا ہے

کما فی ازالۃ الخفا اس حدیث میں (الی حین نزولہ من السماء) کا لفظ بھی موجود ہے۔
اس حدیث سے برخلاف مشن قادیانی کے کئی امور پائے جاتے ہیں (۱) زریب بن برثملا کا اس قدر
زمانہ دراز تک بغیر اکل و شرب کے زندہ رہنا (۲) عیسیٰ علیہ السلام کے نزول بنفسہ کی بشارت دینا
(۳) حضرت عمر کا نضلہ اور تین سو سوار کی روایت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ
کی طرف بھیجنا۔ (۴) حضرت عمر کا مع چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کے عیسیٰ نبی اللہ کے نزول
من السماء کو صحیح سمجھنا۔ نہ یہ کہ کوئی اوس کا مثیل اویگا۔ (۵) یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
وفات شریف کے دن (کما رفع عیسیٰ) کا فقرہ صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہما
بلکہ سایر صحابہ جو اس وقت حاضر تھے۔ سب کا تسلیم شدہ تھا۔ ورنہ حضرت عمر اگر (کما رفع عیسیٰ)
کو بھی مثل رفع محمدی کے بخطبہ صدیقی غلط و مردود سمجھے ہوتے۔ تو نضلہ کی رویت وصی عیسیٰ کو تسلیم
کر کے سلام نہ بھیجتے اور معلوم ہو کہ وفات شریف کے دن محل کلام صرف یہی تھا۔ کہ حضرت عمر
سے بسبب اضطراب و قلق کے وفات شریف کے بارہ میں اور کچھ نہیں بن پڑتی تھی۔ بغیر اسکے
کہ (رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم) کہتے تھے یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم زندہ ہیں اور
اٹھائے گئے ہیں چنانچہ ابن مریم اٹھایا گیا۔ ازالۃ الخفا کے مقصد دوئم میں شاہ ولی اللہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چون آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم از عالم دنیا برفیق اعلے انتقال فرمود
تشویشہا بیشمار بخاطر مردم راہ یافت۔ ظن بعضے آنکہ این موت نیست حالتیست کہ عند الوحی
پیش می آید و گمان بعضے آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است الخ حضرت عمر کے اس خیال کی تردید
کے لئے صدیق اکبر نے (ایہا الرجل اربع علی نفسک) فرما کر کہا فان رسول اللہ صلی اللہ
اے مرد ٹھہر تو اپنے آپ کو
علیہ وسلم قد مات الم تسمع اللہ یقول۔ انک میت و انہم میتون وما جعلنا
لبشر من قبلک الخلد افان مت فہم الخالدون پھر منبر پر چڑھ کر بعد
حمد و ثنا فرمایا۔ ایہا الناس ان کان محمد الہکم الذی تعبدون فان الہکم قد مات

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ صدیق اکبر کا مدعی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات
شریف کا اثبات ہے۔ جس سے صرف حضرت عمر کے پہلے فقرہ (انما رفع) کی تردید
منظور ہے نہ دوسرے فقرہ (کما رفع عیسیٰ) کی۔

وان کان الحکم الذی فی السماء فان الحکم لم یمت پھر یہ آیت پڑھی۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ اس سے صاف ظاہر ہے حضرت عمرؓ کا خیال تشویش کے باعث اسی طرف تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ عیسےٰ بن مریم کی طرح زندہ ہیں۔ اس کی تردید حضرت صدیق نے فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد مات سے فرمائی اور پھر اس وہم کو (کہ موت منافی نبوت کے ہے) اس آیت انک میت وانھم میتون ونظائر ہا سے دور فرمایا یعنی موت منافی نبوت کے نہیں۔ اور یہی ہے ماسیقت لاجلہ الآیات یعنے آیات کا سوق صرف اسی ہی مضمون کے لئے ہے۔ کہ یہ خیال تمہارا (کہ انبیاء بھلا کب مرتے ہیں) غلط ہے۔ پیغمبری اور موت باہم متنافی نہیں رہا یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے۔ نہ تو مفاد آیات کا ہے۔ اور نہ اس پر مزعوم مخاطبین کی تردید موقوف ہے۔ انک میت ظاہر ہے کہ تحقق موت کا افادہ نہیں دیتا اور نہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بروقت نزول اس آیتہ کے وفات پا چکے ہوں۔ اور ایسا ہی وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد کیونکہ مفاد اسکا خلود کی نفی ہے۔ اور مسیح بھی چونکہ اپنی ہستی کے لئے ابتدا اور انتہا رکھتا ہے لہذا خلود سے بے بہرہ ہے اور قد خلت من قبلہ الرسل کا دال ہونا کل انبیا کی موت پر موقوف ہے خلت کے بمعنے ماتت اور لام (الرسل) میں استغراقی ہونے پر سو یہ دونوں ممنوع ہیں بلکہ خلت کا بمعنے مضت ہونا اور لام کا عہدی ہونا متعین ہے۔ پہلا لغت اور شہادت نظائر سے ثابت ہے مثل قد خلت من قبلکم سنن۔ الایام الخالیۃ وغیرہا اور لام کے استغراقی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قد خلت من قبلہ الرسل عیسےٰ بن مریم کے بارہ میں بھی نازل ہوا ہے قال تعالیٰ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ پس بر تقدیر استغراق معنے یہ ہوا کہ مسیح سے پہلے سارے رسول مر چکے ہیں حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ لہذا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں بھی لام استغراقی نہ ہوا تا کہ مسیح کی وفات پر دلالت کرے۔ الغرض اس آیت کا مسیح کی وفات پر دال ہونا دو امر پر موقوف ہے جو دونوں ہی ثابت نہیں کما عرفت۔ بناءً علیہ صدیقی خطبہ میں محل استشہاد صرف

(افان مات) اور (انك ميت) ہے۔ نہ قد خلت من قبلہ الرسل تو معلوم ہوا کہ نزول آیات مذکورہ کے وقت مسیح بن مریم کا زندہ رہنا مفاد آیات مذکورہ کے لئے منافی نہیں۔ ہاں دائمی حیات بے شک منافی ہے۔ آیات مذکورہ کو۔ سو مسیح بن مریم کو بلکہ کسی کو مخلوق میں سے ہم بھی حی قیوم نہیں جانتے ہم بھی قایل ہیں کہ بعد النزول مریں گے اور یہی مطلب ہے امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب کتاب الملل والنحل کا اس عبارت سے وقال عمر بن الخطاب من قال ان محمد اقد مات قتلتہ بسیفی ھذا و انما رفع کما رفع عیسٰے بن مریم وقال ابو بکر بن ابی قحافة من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات۔ نہایت افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ مرزاجی اسی خطبہ صدیقہ کو اپنی ایام الصلح وغیرہ اور امروہی صاحب قسطاس میں دلیل ٹھہراتے ہیں اجماع کے اس امر پر کہ مسیح بن مر گیا۔ دیکھو قسطاس کے صٹ سٹ (کہ بھلا تم اس اپنے خیال عقیدہ کو حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ہی ثابت کردو جو دعوائے اجماع صحابہ وغیرہم کا کئے جاتے ہو کہ حضرت عیسٰے اس جسد خاکی کے ساتھ باجماع آسمانوں پر چڑھائے گئے اور وہاں پر اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر سے نزول فرماویں گے اگر صادق ہو۔ تو کوئی ایک روایت ہی ان خلفاء اربعہ سے پیش کرو۔ (اس بیچارہ لایعقل کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر کسی صحابی کا یہ خیال ثابت بھی ہو تو وہ فہم صحابہ بمقابل نصوص بینہ قرآنیہ کے کب حجت ہو سکتا ہے) علاوہ یہ کہ بروز وفات رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خیال سے سب حاضرین صحابہ نے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں وقال عمر بن الخطاب الخ انتہے سبحان اللہ قرآن حدیث میں مہارت ہو تو ایسی ہو کہ بوجہ جہالت الٹا مضمون سمجھ کر امر اجماعی کو غیر اجماعی و بالعکس قرار دیا بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ آیات قرآنیہ کے برخلاف حیات مسیح الی الآن پر اجماع ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برخلاف آیات قرآنیہ کے ایک مضمون مخالف کو نہایت اہتمام سے کرات مرات ارشاد فرماویں ہرگز نہیں بلکہ خطبہ صدیقی کا مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا قادیانی مع اتباعہ بوجہ جمع ہونے الرسل کے لام کو استغراقی خیال کرتے ہیں۔ ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ لام استغراقی بوجہ مذکورہ بالا ہرگز نہیں ہو سکتا معہذا جمع پر لام کا استغراقی ہونا بشہادت نظائر ضروری بھی نہیں قال تعالٰے واذ

قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک الآیہ و ایضاً و اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الآیۃ الغرض قادیانی نے اسی تفسیر دانی پر نازاں ہوکر وفات مسیح کو منصوص اور مجمع علیہ ٹھہرایا۔ جس کی علت غائی یہ تھی کہ احادیث نزول مسیح میں میری (قادیانی) بشارت ہے) تنبیہ بعد ظہور اس امر کے کہ رفع جسمی مسیح بحالت حیات اور ایسا ہی نزول ایک اجماعی عقیدہ ہے اہل اسلام کا جس پر آج تک بل رفعہ اللہ الیہ کو سب اہل اسلام نص قطعی خیال کرتے چلے آتے ہیں۔ اور مراد نزول سے احادیث متواترہ میں نزول جسمی اُسی مسیح کا ہے جو نبی اور مریم کا بیٹا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فہم مبارک اور سب اُمت مرحومہ کے اذہان میں یہی مرکوز ہے لہٰذا قادیانی صاحب اپنے مدعی بغیر اسکے حاصل نہیں کر سکتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خیال کو کہ وہی مسیح جو نبی ہے نزول کرے گا۔ یا تو العیاذ باللہ غلط ٹھہرا کر آپ کو آیات قرآنی سے بے خبر تصور کریں یا یہ ثابت کریں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال بھی ہمارے مطابق تھا۔ ان دو شقوں میں سے قادیانی صاحب بمع اپنے چیلوں کے ہر ایک کو ہاتھ ڈالتے ہیں مگر الحمد للہ کہ ناکامیاب ہی رہتے ہیں۔ شق اوّل کی نسبت لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعبیر کشف[1] میں غلطی ہوگئی ہے یعنے غلام احمد قادیانی برنگ عیسےٰ ابن مریم مکشوف ہوا۔ آپنے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسےٰ بن مریم بعینہٖ سمجھ لیا۔ سو اس بکواس کی نسبت گذارش ہے کہ یہ خیال بالکل لغو اور منافی بحکمت تبلیغ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت مرحومہ کی خیر خواہی کے لئے بڑی تفصیل و بسط و علامات و خصوصیا و تاکیدات سے اس پیشین گوئی اور ایسا ہی سائر علامات قیامت کو بیان فرمایا ہے تاکہ میری امت جھوٹے مسیح اور فتنہ دجال سے محفوظ رہیں اور بر تقدیر خطائی التعبیر کے اس خیر خواہی کا ثمرہ یہ نکلا کہ خدائے جل و علا سے لے کر موجودہ اہل اسلام تک خطا ہی خطا ہوگیا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کو بھی یہ نہ سوجھی کہ واضح طور پر وحی بھیجوں یا بحکم فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان کے خطا کی ترمیم و تصویب کر دوں اور اسی ناسمجھی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین وہلم جرا آج تک رہی اور بخیال مرزا جی کے اس مسیح کے دوبارہ آنے کے قائلین باجمعہم مشرک ٹھہرے کیونکہ ایک بشر انہوں نے حی قیوم مان لیا دیکھو ایام الصلح وشمس بازغہ وغیرہ وغیرہ اور نیز وہ دو داو رخطو خطا کا کشف یا تعبیر میں

[1] دیکھو ایام الصلح ص ۱۴۶ ہمچنیں لازم نیست کہ استعارات بنا دہ را علم نبی از قبل احاطہ کند ۱۲ منہ۔

گو کہ منافی نہیں۔ شان نبوت کو گو بقاء علی الخطاء بالکل نازیبا اور ناجائز ہے بحکم فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان اور نیز اس وجہ سے کہ بقاء علی الخطاء مصادم ہے عصمت کو جس پر رسالت و اتباع کے کارخانہ کا دارمدار ہے۔ اس اجماع کے بارہ میں مرزا صاحب کبھی تو اجماع کو رانہ لکھتے ہیں دیکھو ازالہ جلد اول جس سے رفع جسمی کے اجماعی ہونے پر انکا اقرار پایا جاتا ہے۔ اور جب اجماع امت کے کورانہ ٹھہرانے پر چاروں طرف سے لعن طعن نظر آتے ہیں تو جھٹ کروٹ بدل کر اسطرف منہ کر لیتے ہیں کہ رفع و نزول جسمی اُس مسیح پر اُمت کا اجماع ہی نہیں بلکہ اُس کی موت پر اجماع ہے دیکھو مکتوب عربی وغیرہ وغیرہ۔ رہا یہ دعوے کہ کل اکابر معتزلہ کا عیسے کے مرنے پر یعنے وہ مرگیا) اتفاق ہے تو ناظرین علامہ زمخشری معتزلی کا قول کشاف میں ملاحظہ کریں (انی متوفیک ای مستوفی اجلک معناہ انی عاصمک من ان تقتلک الکفار و موخرک الی اجل کتبتہ لک و ممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم ورافعک الی سمائی و مقر ملائکتی (کشاف) متوفیک کے معنے میں اتنا طول اکہ میں تیری اجل پوری کرونگا یعنے میں تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچالونگا اور تجھکو اس اجل اور زمانہ تک مہلت اور وقفہ دونگا۔ جو تیرے لئے مینے لکھ دیا ہے الخ) اور اسکا معنے ممیتک لینا جیسا کہ بعد اسکے قیل ممیتک بصیغہ تمریض لکھا ہے اسی لئے تو ہے کہ احادیث متواترہ و عقیدۂ اجماعی و نص قطعی بل رفعہ اللہ الیہ) کا مفاد متوفیک کے مطابق بلا تکلف تقدیم و تاخیر کے ہو۔ امام بخاری کی طرف یہ نسبت کہ اُسکا مذہب عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف تھا۔ بالکل لغو اور جہالت ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے کتاب الانبیا میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسے بن مریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مرتب کیا جس میں ایک حدیث ابی ہریرہ رض کی روایت سے نقل کی ہے۔ والذی نفسی بیدہ الخ جس کے اخیر میں ابو ہریرہ آیت وان من اھل الکتاب استشہاد کے طور پر ذکر فرماتے ہیں اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم اس باب کا عنوان اور مضمون صاف بتلا رہے ہیں کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے جس پر اجماع امت کا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے جس پر اجماع امت کا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ آل عمران کے لفظ متوفیک کی تفسیر فقط ممیتک سے کردی ہے (وقال ابن عباس متوفیک ممیتک) مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں توفی

کے معنے موت ہیں۔ اور مسیح بن مریم مرچکا۔ اور کیونکر ہو سکتا ہے جیسا کہ اوپر باب کے عنوان و معمول سے صاف ظاہر ہے۔ اصحاب روائیت کے مدنظر فقط روائیت کے اس سلسلہ کو بیان کرنا ہے جو انکو ملا۔ اس روائیت کرنے سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ انکا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ جب ابن عباس کی نسبت بوجہ اس تفسیر کے کہ (متوفيك مميتك) یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ انکا مذہب بھی وفات مسیح ہے۔ تو امام بخاری کا مذہب بوجہ روائیت کیونکر ہو سکتا ہے اور نیز چونکہ متوفیک میں وعدہ وفات کا ہے نہ تحقق وفات لہذا قال ابن عباس متوفيك مميتك) وفات مسیح کا افادہ نہیں دیتا۔ جبتک فلما توفیتنی کے متعلق کسی صحابی یا مفسر سے معنے موت کا نقل نہ کیا جاوے بلکہ ابن عباس سے فلما توفیتنی کے متعلق رفعتنی کا معنے مروی ہے کما فی الدر المنثور و نقل فی شمس الہدائیت۔ اور فلما توفیتنی میں بھی اگر معنی موت کا ہی لیا جاوے تو بھی یہ آیت چونکہ ہدائیت ہے مابعد النزول سے لہذا وفات قبل النزول پر دلالت نہیں کرتی کما سیجیئ مفصلا ابن عباس کا مذہب یہی ہے۔ کہ عیسے نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور دوبارہ اسمان سے نزول کریں گے۔ اسی لئے بر تقدیر ارادہ معنے موت کے متوفیک سے۔ ابن عباس آیت میں تقدیم و تاخیر فرماتے ہیں اور دوسری کتب صحاح میں جیسے صحیح نسائی اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اپنے تراجم میں حضرت ابن عباس سے حضرت عیسے ابن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رھطا من الیھود سبوہ و امہ فدعا علیھم فمسخھم قردۃ و خنازیر فاجتمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء و یطھرہ من صحبۃ الیھود صحیح نسائی۔ ابن ابی حاتم ابن مردویہ قال ابن عباس سید رك اناس من اھل الکتاب عیسی حین یبعث فیومنون بہ فتح البیان۔ علاوہ تفسیر ابن عباس کے ایک اور وجہ بھی ہے جو قادیانی صاحب نے بزعم خود دستاویز بنا رکھی ہے۔ فاقول کما قال العبد الصالح الخ کی حدیث جو بخاری میں بروائیت ابن عباس ذکر کی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اور مسیح بن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دیکر وہی لفظ فلما توفیتنی اپنے حق میں استعمال فرمایا۔ جو عیسے بن مریم نے اپنے حق میں کہا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں آنحضرت کا مزار شریف موجود ہے اس لئے کھلی منکشف ہوگیا۔ کہ دونوں برابر طور پر آیت فلما توفیتنی کے اثر سے متاثر ہیں۔

اس تقریر کو قادیانی صاحب نے بوجہ خودغرضی سیاق سے آنکھ بند کر کے دستاویز بنا لیا ہے۔
فی الواقع یہ ہے کہ فلما توفیتنی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے جیساکہ درمنثور میں مذکور ہے
کہ قتادہؓ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا۔ کہا قیامت کے دن اسپر دلیل یہ فرمائی
کہ کیا تو نہیں دیکھتا خدا خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں اُسی دن ہونگی جس میں سچوں کو سچائی نفع
دے گی۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجھ سے فرمائیگا۔ کہ تم کو معلوم نہیں کہ تیرے
اصحاب نے تیرے بعد کیا کچھ بنایا۔ تو بجواب اسکے میں کہونگا جیساکہ کہیگا بندہ صالح (یعنے مسیح) کہ وکنت
علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اور میں اُن کا
نگران تھا۔ جب تک کہ اُنکے بیچ تھا ہیں پھر جب کہ مار دیا تو نے تو ہی اُن پر نگہبان رہا۔
اس حدیث میں (کما قال العبد الصالح) میں قال بمعنے یقول ہے۔ فلما توفیتنی بمعنی موت
ہوا مگر یہ وہ موت ہے جو بعد النزول من السماء مسیح پر وارد ہوگی جسکے سارے اہل اسلام
صحابہ سے لے کر آج کے علماء تک قائل ہیں۔ ہاں اگر قال بمعنی ماضی ہی ہوتا۔ تو فلما توفیتنی مسیح کے موت
پر بروقت تحقق رفعہ اللہ الیہ) کے دلالت کرتا کیونکہ اس تقدیر پر مطلب یہ ٹھہرا کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کہونگا قیامت کے دن جیساکہ کہا تھا مسیح بن مریم نے بعد اٹھائے
جانے کے دُنیا سے جبکہ اُس سے عیسائیوں کی نسبت سوال کیا گیا تھا۔ کہ ءانت قلت للناس الخ
دلیل اس کی کہ امام بخاری نے بھی اس آیت کو متعلق قیامت ہی کے سمجھ رکھا تھا) یہ ہے کہ امام
بخاری نے اس حدیث کے قبل[1] اپنا مذہب بیان کر دیا۔ کہ اس حدیث میں جو مسیح ابن مریم کے
قول میں اُتری ہے۔ لفظ واذ قال اللہ بمعنے یقول ہے اور اذ صلہ یعنی زائدہ ہے یعنی امام
بخاری نے اپنے اجتہاد سے اپنا مذہب متعلق اس آیت اور اس حدیث کے بیان کر دیا کہ یہ واقعہ
اور کل سوال جواب قیامت کے دن ہوگا۔ اور کلمہ اذ نے یہاں معنی ماضی میں کوئی اثر مخالف نہیں
دکھایا جیساکہ مرزا جی اپنے متعدد تالیفات میں اذ کو قال کی ماضویت کے منصوص کرنے کے
لئے لکھتے ہیں۔ بلکہ کلیہ کے طور پر لکھدیا کہ ہر جگہ[2] ماضی اذ کے تحت واقع ہو تو بالضرور اُس پر

[1] دیکھو صحیح بخاری ۱۲ منہ۔ [2] اذ تبرأ الذین اتبعوا آہ کو بھول گئے ۱۲ منہ

معنے ماضی کا لیا جاتا ہے اور جس نے کہ یہاں ماضی کو بمعنے مضارع کہا اُسکو ظالمین اور کاذبین میں سے
شمار کیا دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۱۳۵ امام بخاری کو اس تخالف کا یہ انعام ملا جیسا کہ ابن عباس کو بر
وقت ظاہر کرنے مذہب اپنے کے یعنی قول التقدیم والتاخیر فی الآیۃ کو تحریف ٹھہرایا وہی
امام بخاری تھے۔ کہ بڑے زور سے اونکا نام اپنے موافقین سے لیا جاتا تھا۔ اور وہی امام بخاری
ہیں کہ بباعث اظہار مذہب اپنے یعنے حیات مسیح کے جو قال کو بمعنے یقول کے لکھا ہے۔ اُن کو
وہ انعام دیا جاتا ہے۔ جو مکتوب عربی میں موجود ہے۔ اور ابن عباسؓ کو افقہ الناس اور حبر
ھذہ الامۃ کا لقب دیکر بمقابلہ اُن لوگوں کے جو متوفیک سے معنے غیر موت کا لیتے تھے چلا کر
کہا جاتا تھا۔ کہ ایسے بڑے صحابی عظیم الشان جلیل القدر کے تفسیر کو تم نہیں مانتے۔ اور جب اُنکا
مذہب اونکے مرویات فی التفسیر والحدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا تو وہ محرفین میں اور
غلط کاروں سے شمار کی جا رہی ہیں۔ دیکھو شمس بازغہ متعلق آیت وانہ لعلم للساعۃ جو عنقریب
آئے گا اور انا لہ اوہام وغیرہ۔ مرزاجی کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھی یہی وتیرہ ہے جب تک وہ
مرزاجی کے گیت گاتے ہیں۔ مرزاجی بھی ہاں ان کی ثنا خوانی تحریرات میں شایع کر دیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ
کے ساتھ ہمکلام ہونے سے نیچے نہیں چھوڑتے اور جب الگ ہوگئے۔ تو سارے جہاں میں
کوئی اون کے برابر ملعون اور مردود نہیں ہوتا۔ دقت اور بھی ہے کہ مرزاجی (قال سے ماضی کا
معنے لیتے ہیں اور جناب مولوی نور الدین صاحب بمعنی مضارع لیتے ہیں دیکھو مقدمہ اہل کتاب صفحہ ۱۷
ہاں ہمارے پر یعنی جو لوگ اس قصہ کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا ایک اعتراض
ہے کہ سوال خداوندی تو یہ تھا کہ تو نے اپنے اور اپنی والدہ کی الوہیت کی طرف اونکو بلایا تھا۔
جس کا جواب مسیح نے یہ دیا۔ سبحانک مایکون لی ان اقول الخ جس میں یہ بھی کہا کہ جب
تک میں اُن میں تھا اُنکا نگران حال تھا۔ اور جب تو نے مجھے فوت کرلیا تو تو بھی اُنکا نگہبان تھا
اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کو عیسائیوں کی شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا
ہے۔ کہ اب مسیح زندہ نہ ہوں۔ کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دُنیا میں آوینگے (جیسا کہ مسلمانوں کا
عام طور پر یہی عقیدہ ہے تو عیسائیوں کے کفر و شرک سے اُنکا بےخبر رہنا کوئی وجہ نہیں
رکھتا۔ پھر انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ بجواب اسکے گذارش ہے کہ مسیح کے ذمہ پر جواب صرف

اتنا ہی ہے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں نے کیوں کہنی تھی بعد اس کے مسیح کو اس سے بیزاری کا اظہار بھی مقصود ہے چنانچہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ شہیدا تک اس پر دال ہے اور انکے لئے سفارش بھی کرنی منظور ہے جیسا کہ ضمناً (ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم سے مفہوم ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سفارش کے مقام میں مشفوع لہ کے جرایم کی تصریح مقتضائے مقام کے برخلاف ہے۔ معہذا اُن کے شرک کرنے نہ کرنے سے سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اتنا ہی تھا کہ تو نے انکو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ پس جبکہ سوال ہی اس سے نہیں او رمسیح کا بالتصریح ذکر کرنا مقتضائے مقام شفاعت کے برخلاف بھی ہے تو مسیح کو کیا ضرورت ہے کہ اُس کا ذکر کرے۔ الغرض قادیانی وامروہی صاحبان کا سب آیات واحادیث کے متعلق چار کونسلی خیال ہے علمی لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہیں اور اسی بنا رفاسد سے اُنہوں نے امام بخاری کی حدیث ابن عباس میں قال کے ماضی ہونے سے یہ اعتقاد کر لیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم او رعیسےٰ بن مریم دونوں توفی کے اثر سے متاثر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خطبہ صدیقی مذکورہ بالا سے ساری اُمت سے الگ بوجہ جہالت اولٹا مضمون سمجھ لیا۔ اور اس اعتقاد پر جہالت کا منشاء توفی کا اطلاق مشترک طور پر بھی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ خیال میں نہیں آیا کہ جیسا کہ سورہ زمر کی آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی) انفس کے اوپر ایک ہی طور پر اطلاق توفی کا ہوا ہے۔ لیکن نفوس مائتہ یعنے مرنے والوں کے توفی اور ہے او رنفوس نائمہ کی توفی اور ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی تنویع ہے۔ کیونکہ حالات خاصہ ہر ایک کے تنویع کو تقاضا کرتے ہیں۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ تم اگر حسرت سے مر بھی جاؤ تب توفی کا معنے بغیر موت کے نہ بتا سکو گے لیجئے صاحب توفی کے معانی کُتب لغت سے (۱) ایک چیز کو پورا تمام پکڑنا لسان العرب میں ہے۔ توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخذتہ کلہ (۲) پوری گنتی کرنا لسان العرب میں ہے۔ توفیت عدد القوم اذا عددتہم کلہم ومن ذلک قولہ عزوجل اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ای یستوفی عدد

اجالهم فی الدنیا وقیل یستوفی تمام عددهم الی یوم القیمة واما توفی النائم فهو استیفاء وقت عقله وتمیزه الی ان نام اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت میں لکھا ہے وانشد ابوعبیدة المنظور الوبری، والغبری ؎

ان بنی الادرد لیسوا من احد ولا توفاهم قریش فی العدد

ای لاتجعلهم قریش تمام عددهم ولاتستوفی بهم عددهم (۳) سوال کرنا لسان العرب میں ہے قال الزجاج فی قوله تعالیٰ حتی اذا جاءتهم رسلنا یتوفونهم ای سالوهم ملائکة الموت عند المغلبنة فیعترفون عند موتهم انهم کانوا کافرین (۴) عذاب دینا قال الزجاج ویجوز ان یکون حتی اذا جاءتهم ملائکة العذاب یتوفونهم عذاباً وهذا کما تقول قد قتلت فلاناً بالعذاب وان لم یمت ودلیل هذا القول قوله تعالیٰ ویاتیه الموت من کل مکان وماهو بمیت (۵) جیسے کہ ابو نواس نے کہا۔ ؎

فلما توفاه رسول الکریٰ ودبت العینان فی الجفن

اور اسی معنی میں ہے هوالذی یتوفیکم باللیل مجمع البحار میں ہے۔ اسے نیکم اس آیت کریمہ میں بعینہ مرزا صاحب کے سوال کا جواب موجود ہے کیونکہ فاعل اللہ ہے اور مفعول فی الروح انسان حالانکہ موت کا معنے مراد نہیں اسی طرح الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها ہ میں بلکہ بمعنے قبض کے ہے اس آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ توفی اور چیز ہے اور موت اور چیز اور نیند اور چیز (۶) مجازاً میت پر بعد تحقق موت بولا جاتا ہے۔ تاج العروس ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذا مات، وتوفاه الله عزوجل اذا قبض نفسه وفی الصحاح روحه مجمع البحار میں ہے وقد یکون الوفاة قبضا لیس بموت اگر کل تصریفات وف ی پر بعینے شخصی وصنفی ونوعی نظر ڈالی جاوے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ موت توفی کے لئے معنے حقیقی نہیں۔ اس تحقیق سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے کہ قال کو بمعنے یقول کے لینا امام بخاری کا مسلک ہے جس سے انکو اجماعی عقیدہ اور احادیث نزول سے تطبیق دینی منظور ہے۔ ورنہ بنا بر تحقیق مذکور متعلق بمعنے توفی قال اگر اپنے معنے حقیقی میں ہی لیا جاوے اور تنویع وفات اس حدیث میں بھی مثل آیۃ الله یتوفی الانفس الخ کی ملحوظ ہو تو بھی حدیث

اقول کما قال العبد الصالح الخ اور اسی طرح آیت فلما توفیتنی الخ ہرگز اجماعی عقیدہ کے برخلاف افادہ نہیں دیتی کیونکہ فلما توفیتنی کا معنے فلما قبضتنی ہوگا۔ **قولہ صـ۳۴** ہم یہاں پر بحث نحوی متعلقہ کلمہ بل اور نیز اُن اغلاط کو جو مؤلف سے اسجگہ پر صادر ہوئی ہیں۔ تعرض نہیں کرتے **اقول** اس مقام پر بھی جناب مولوی صاحب تقلید امروہی نکہلہ شریف ومیر شریف وحویلیاں وپشاور وکوہ مری وغیرہ مواضع میں بہت کچھ فرماتے رہے باوجود اس کے پھر عدم تعرض کی وجہ یہ بیان کی کہ درصورت تعرض کرنے کے لوگ مجھے مرزائی سمجھیں گے۔ دونوں صاحبوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ (بحر العلوم) کا حوالہ جو کہ فائدہ جلیلہ میں لکھا ہوا ہے آپ اُس کی طرف توجہ فرماویں دیکھو وبل یکون فی الجملۃ للابطال والانتقال وما قیل بل ھذہ لیست بعاطفۃ بل ابتدائیۃ وذہب الیہ ابن ھشام من النحاۃ واختارہ فی التحریر **فممنوع** لابد من اقامتہ دلیل علیہ بل قلم الدلیل علی خلافہ لانہ یوجب الاشتراک فی العطف والابتداء۔ وعدم الاشتراک خیرٌ کما مر بل ھو حقیقۃ فی الاعراض وھو متنوع تارۃ یکون لجعل الاول مسکوتا ومقرر الابطال الاول نفسہ او عرضہ ھذا بحر العلوم مسلم الثبوت۔ **قولہ صـ۳۵** مؤلف بتاوے کہ جسم مع الروح کا ذکر اس رکوع بلکہ اس کل سورہ میں بلکہ کل قرآن میں کسی جگہ آیا ہے۔ ہاں البتہ مسیح عیسےٰ بن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے **اقول** مسیح عیسےٰ بن مریم کا مذکور ہونا جس کو آپ نے تسلیم کیا ہے یہی مراد ہے (جسم مع الروح سے) نہ لفظ جسم مع الروح کا **قولہ** سوا وسی کا رفع درجات ذکر فرمایا گیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجٰت ایضًا قال تعالےٰ وھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت الایۃ قال تعالےٰ ولوشئنا لرفعناہ بھا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھواہ ایضًا ورفعناہ مکانا علیا ایضًا یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وغیرہ **اقول** ان سب آیات میں کوئی قرینہ بالخصوص جسم عنصری مع الروح لینے پر موجود نہیں بخلاف مانحن فیہ محل نزاع میں کیونکہ سیاق وسباق اور صلب وقتل

قطعی طور پر قرینہ ہے۔ عیسے بن مریم سے جسم عنصری لینے کے لئے **قولہ ص۳۶** شل مصنف مفردات راغب اصفہانی وغیرہ نے معنے رفع کے التقریب لکھے ہیں **اقول** یہ معنے وہی معنے ہے جسکو قاموس نے لکھا اور یہاں پر بھی وہی التعرش ہے جو قاموس کی عبارت میں آپ لوگوں نے کہا ئی یعنے تقریب اعزاز کا معنے وہاں ہی ہوگا۔ جہاں رفع کا صلہ الیٰ ہو۔ لفظاً یا تقدیراً نہ یہ کہ جہاں صلہ رفع کا الیٰ ہو وہاں پر بلا تکلف معنے اعزاز ہی کا لیا جاوے۔ اگرچہ قرینہ صارفہ بھی موجود ہو **قولہ ص۳۷** لفظ رفع کو بھی مخالفین نے جو بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی سمجھ رکھا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں۔ یعنی یہ بڑی جہالت ہے کہ جو بعض جگہ پر معنی رفع کے رفع جسمی لئے گئے ہیں تو اُن کو علت موجبہ اس بات کا قرار دینا کہ رفعہ اللہ الیہ میں بھی رفع جسمی ہی مراد ہے **اقول** جناب من کیا ملنکے جا رہے ہو۔ کس جگہ شمس الھدایت کے مصنف رحمۃ اللہ نے رفع جسمی لینے کے لیئے صرف یہی وجہ لکھی ہے کہ بعض مواقع میں رفع سے رفع جسمی کا مراد ہونا علت موجبہ ہے۔ رفع جسمی ہی کے لینے کے لئے ہر محل میں اب تک نہیں سمجھی کہ رفع جسمی لینے کے لئے تو ما قبل بل اور ما بعد اُس کے تضاد کا ہونا جو اوپر بالتفصیل شمس الہدایت میں لکھا گیا ہے قطعی دلیل اور برہان قاطع ہے آپنے بحوالہ تورایت جو تضاد کا تحقق رفع اعزاز و تکریم کی صورت میں لکھا تھا اسکا تار و پود کس طرح پبلک کے سامنے اوکھاڑ کر رکھا گیا ہے بلکہ منقول و معقول دونوں کی قلعی کھل گئی ہے۔ الغرض جو کچھ آپنے تغیر و تبدل شمس الھدایت کے قوانین میں بسبب زعم خود اثباتاً للمدعےٰ یا تردید اللقضیہ کیا۔ اوس میں آپ کی غلطی اور جہالت روز روشن کی طرح ناظرین پر ظاہر ہو چکی ہے۔ **قولہ ص۳۷** منہیہ میں آپ لکھتے ہیں یہ سب محاورات جو مولف نے اس جگہ پر ذکر کئے ہیں کسی میں رفع جسمی نہیں ہے بلکہ رفع روحانی ہے فھذہ المحاورات دلیل لنا لا لکم و علیکم لا علینا منہ **اقول** من جملہ اُن محاورات جو شمس الہدایت میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے فرفعہ الی یدہ ای رفعہ الی غایتہ طول یدہ لیراہ الناس فیفطرون مجمع البحار یعنی اُس پانی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر اُٹھایا تاکہ لوگ دیکھ کر افطار کریں۔ حضرت جی اب فرمایئے کہ اُس پانی کے روح کو آپنے اُٹھا کر لوگوں کے سامنے دکھلایا یا خود اُس پانی کو دوسرا محاورہ یرفع الحدیث الی عثمان تیسرا یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم چوتھا یرفع الیہ عمل اللیل قبل

عمل النہار ای الیٰ خزائنہ لیضبط الیٰ یوم الجزاء مجمع البحار۔ مطلق اعمال انسان کرتے
عام ہے اس سے کہ ذکر و تسبیح ہوں یا غیر انکے حق سبحانہ و تعالیٰ بحسب تفاوت مراتب نیتہ العامل
صورتیں اور شکلیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور اُن اشکال کے لئے ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح چنانچہ
حضرت شیخ قدس سرہ تلویحات واسرالقطاب کے بیان میں فرماتے ہیں۔ واما الحروف اللفظیۃ
فانہا تتشکل فی الھواء وبھذا تتصل بالسمع علی صورۃ ما نطق المتکلم فاذا تشکلت
فی الھواء قامت بھا ارواحھا اسکے بعد فرماتے ہیں۔ ثم بعد ذالک تلتحق بسائر الامم فکون
شغلہا تسبیح ربھا ویصعد علوا الیہ یصعد الکلم الطیب وھو عین شکل الکلمۃ من
حیث ماھی شکل مسبح للہ تعالیٰ شاید آپنے جسم کو خاص انسان ہی کے لئے سمجھ رکھا ہے
لہذا منہیہ میں لکھدیا کہ (ان محاورات میں رفع جسمی نہیں بلکہ رفع روحانی ہے) رہا حدیث کا رفع
الی عثمان یا الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو اس مقام پر مرفوع چونکہ حدیث ہے اور اسکے لئے
حسب بیان مذکور حضرت شیخ کے جسم بھی ہے لہذا رفع جسمانی متحقق ہے صرف رفع درصورت انتساب
ہوگا۔ الغرض بہرکیف رفع جسمانی ہی ہوا اور ایسا ہی اعمال کے لئے جسم حسن یا قبیح مع الروح ہونا
بحسب اختلاف النیۃ والھمۃ چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں لکھتے ہیں ثابت ہے۔ اگر آپ
کتاب سبقاً پڑھ لیتے تو اتنا تکلف ہمکو بھی ہر ہر فقرہ میں اٹھانا نہ پڑتا۔ **قولہ ص۳** کہ وہ تو
جسمانی ہو ہی نہیں سکتا **اقول** ہو سکتا ہے چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے **قولہ ص۳** کیونکہ ایسے
معنے (یعنے رفع جسمی) کرنے میں نہ اصل واقعہ کو خیال کیا گیا ہے اور نہ ما بہ النزاع کا لحاظ ہوا ہے
اور نہ رفع الی اللہ کی طرف التفات کیا گیا ہے اور نہ اس طول کلام کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ کہ
یہ طوالت کیوں ہے جو ما قتلوہ وما صلبوہ سے شروع ہو کر ویکون علیہم شہیدا پر بحث ختم ہوئی۔
اقول رفع جسمی کے معنے لینے میں سب امور مذکورہ ملحوظ ہیں سنئے دونوں فریق یہود و نصاریٰ
مسیح کے مقتول ہونے پر متفق تھے گو اُنکے اغراض مختلف تھے یہود کی غرض تو بموجب تعلیم توریت
اثبات ملعونیت تھی اور عیسائیوں کی کفارہ گناہ اس کا بیان ذکر نہیں۔ اصل واقعہ صلیبی اگر
واقعی ہے۔ تو یہ نتائج زعمی ہر ایک نکال سکتا ہے اور اگر سرے سے قتل صلیبی ہے متحقق
نہیں ہوئی۔ تو اس کی عدم وقوع کے بیان سے ان نتائج واغراض کا انتفاء اور اُٹھ جانا

خود ہی ظاہر ہے واضح ہو کہ اگر قتل صلیبی فی الواقع پایا جاتا تو قتل کے نفی ماقتلوہ سے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کذب لازم آتا ہے۔ بلکہ تردید میں اغراض کی طرف توجہ ضروری تھی ماکان المسیح ملعوناً وکفارۃً کما زعموا ونحوہ کہنا چاہیئے تھا ایسا ہی اگر صلیب پر چڑھانا بغیر قتل کے واقعی ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب خیال کرتے ہیں اور ماصلبوہ کی تاویل سطور بالا میں لکھتے ہیں کہ چونکہ صلیب پر چڑھانے کی غرض یعنی قتل حاصل نہ ہوئی۔ تو گویا صلیب پر چڑھانا ہی نہ ہوا تو اس صورت میں صدر کلام یعنی (وقولہم) کے (واخذہم ودفعہم المسیح علی الصلیبۃ کہنا چاہیئے تھا اسلئے کہ بہ نسبت غلط بیانی کے ایذا رسانی خصوصاً جو اپنی طرف سے گویا مار ہی ڈالا ہو بڑا جرم سنگین اور بمقتضائے مقام واجب الذکر ہے۔ صدر کلام کو بھی رہنے دیجئے یہ تاویل صریح آیت یعنی (واذ کففت بنی اسرائیل عنک) کے برخلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ بھی بیان فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا اور تمکو انکے ایذا سے بچالیا بر بموجب زعم مرزا صاحب کے انعام یہ ہوا کہ تمکو گلی کوچہ میں مخالفوں کے ہاتھ میں خوب پٹوا کر اور رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ واہ رے مرزا صاحب اہ اگر مسیح قادیانی انہیں حقائق واسرار قرانی کو اپنے ساتھ لایا ہے۔ تو اُسی کو مُبارک ہوں خدا کسی مسلمان کے نصیب نہ کرے۔ پھر ہم آیت کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ یہود و نصاریٰ کی غلط بیانی کی تردید میں فرماتا ہے۔ وما قتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم حالانکہ نہ اُنہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ سولی دیا لیکن وہ انکے سامنے مُشتبہ کیا گیا یا کہ وہ مقتول مسیح کا شبیہ سمجھا گیا۔ چنانچہ ہر دو محاورہ قاموس میں موجود ہیں وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن جو لوگ اس امر میں قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقعہ سے بے خبری میں ہیں اس دعوے کی انکے پاس کوئی دلیل نہیں ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں (وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ) انہوں نے ہرگز اُس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے اپنے پاس اوس کو اٹھا لیا (اور اس ہمارے اُٹھانے کو کوئی شخص مشکل اور بعید از قدرت ہماری کے نہ سمجھے) وکان اللہ عزیزاً حکیماً) اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

ناظرین کے خیال میں آگیا ہوگا کہ یہ معنے جو آج تک اہل اسلام کا عقیدہ اسی پر ہے اور مفسرین

م۔ من جملہ ان انعامات کے جو مسیح پر کئے گئے ہیں اور اس آیت سے ماقبل مذکور ہیں ایک یہ انعام

نے بھی بغیر مرزا صاحب کے یہی سمجھا اور لکھا ہے کس طرح قرآن مجید کی نظم سے صاف صاف ثابت اور سب آیات ایک دوسرے سے چسپاں ہو جاتی ہیں بخلاف اس معنے کے جو مرزا صاحب و اتباع نے لیا ہے یعنے (رفعہ اللہ الیہ) میں رفع سے مراد رفع درجات ہے۔ کیونکہ آیت کے تمام الفاظ بھی اس تقدیر پر درست اور چسپاں نہیں ہوتے اس لئے کہ (وکان اللہ عزیزا) تمام الفاظ کا بولنا تو اُس جگہ پر مناسب ہوتا ہے جہاں کہیں مشکل امر کو سہل تبلانا منظور ہو اور رفع درجات نیک آدمی خصوصًا انبیا کے لئے مشکل اور انہونا نہیں سمجھا جاتا بخلاف رفع جسم بجسدہ العنصری کے کہ یہ ایک انوکھا واقعہ ہے اور نیز (رفعہ اللہ الیہ) پر اُس وعدہ کا تحقق ہے جو یعیسٰے انی متوفیک و رافعك الی میں کیا گیا تھا۔ اس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ دیکھو مباحثہ دہلی تو بالضرور یہ رفع درجات مغائر ہو گا۔ اس رفع درجات کے جو مسیح کو یوم ولادت سے لیکر عمر بھر شامل رہا تھے کہ وعدہ مذکور کے وقت بھی کیونکہ وعدہ اُسی امر کا دیا جاتا ہے جو کہ موعود لہ کو حاصل نہ ہو لہذا ماضویت رفعہ اللہ الیہ کی بہ نسبت قتل زعمی کے نہ ٹھہری فظہر بطلان ما زعم الامرہی اور جب ہم نے محاورات قرآنیہ وغیرہ کو تتبع کیا تو ایسا کہیں نہ ملا جو تحقق مضمون اس جملہ کا جو بصورت ماضی مابعد بل کے واقع ہو متاخر ہو اُس جملہ کے تحقق سے جو ماقبل بل کے واقع ہوا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح کی موت طبعی کا تحقق مع لازم اپنے رفع درجات کے بعد از واقعہ قتل صلیبی جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب کا ہے مخالف ہے بیان قرآن سے اور نیز یہ معنی مخالف ہے ارجاع ضمیر (موتہ کو لیؤمنن بہ قبل موتہ میں مسیح کی طرف حالانکہ مرزا صاحب کے پیر مرشد مولوی نورالدین صاحب نے (موتہ) کی ضمیر کو مسیح کی طرف باقی ضمائر کی طرح راجع کیا ہے دیکھو (فصل الکتاب لمقدمۃ اهل الکتاب) جلد ۱ صفحہ ترجمہ ما بعد کی آیت وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کا جو مولوی نورالدین صاحب نے کیا ہے اور مطابق ہے ہماری رفع جسمی کی تقدیر کو یہ ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُسکے پہلے موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا۔ اوپر ان کے گواہ یہ ترجمہ صراحۃً تبلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب فوفیھم انا

فقلنا الخ سے لیکر شہید اتک سارا ہی غلط ہے کیونکہ مولوی نورالدین صاحب نے تمام ضمیرین مسیح کی طرف ہی پھیرین ہیں جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا اسی کے ساتھ اسکی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں اور عیسائیوں پر قیامت کے دن مسیح گواہ ہونگے پس گویا مرزا صاحب ہی کی کلام سے ثابت ہوگیا کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے کیونکہ مولوی صاحب اور مرزا صاحب نفار کامل کے باعث جو مولوی صاحب کو مرزا صاحب سے حاصل ہے یا بالعکس کہو ایک ہی ہیں۔ جناب امروہی صاحب اب فرمائیے اس طوالت کا وما قتلوہ سے لے کر شہیداً تک کچھ پتہ ملا اور مابہ النزاع امر صلو واقعہ اور رفع الی اللہ کا لحاظ ہے یا نہیں **قولہ** تو پھر اثر ابن عباس وغیرہ در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے جو روایات اسرائیلیات سے ہے بمقابلہ ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے **اقول** کیوں نہیں ہو سکتا جب آپکے ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ ہباءً منثورا ہو کر اڑ گئی۔ رہا یہہ امر کہ اثر ابن عباس کو جو آپ نے اسرائیلات سے ٹھیرایا ہے) اس پر سنئیے قبل از واقعہ صلیب مسیح کے زندہ بجسدہ العنصری اٹھایا جانے کا کوئی اہل کتاب میں سے قائل نہیں۔ تو بالضرور ابن عباسؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہوگا۔ کیونکہ کئی دفعہ ابن عباس وغیرہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید من اولہ الی آخرہ سُنایا اور فرماتے ہیں کہ ہر دفعہ ایک آیت میں استفسار کیا کرتے تھے بغیر تحقیق کے آگے نہیں جاتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر اور چونکہ یہ مضمون اجتہادی بھی نہیں جیسے ابن عباس اپنے قیاس سے یہ خبر نہیں دے سکتے تو لامحالہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ دیکھو امروہی صاحب کی تصنیف مسک العارف صفحہ ۷ جس میں مخالفت قیاس کو دلیل مرفوعیت حدیث کی بحوالہ کتب اصول مسلم کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عباسؓ کے اثر کا مضمون بالکل مطابق ہے آیات مذکورہ کے بلکہ بغیر مضمون اس اثر کے کوئی مضمون آپ کی نرالی تفسیر کا مطابق ہی نہیں ہوتا۔ اور نیز واضح ہو کہ جسم عنصری کا اُٹھایا جانا کوئی محال امر نہیں اس کے واقعات ہماری اسی کتاب میں جو اوپر گذر چکے ہیں بحوالہ شرح الصدور ملاحظہ فرمادیں اور معراج جسمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا جس پر سب اہل کشف و شہود متفق ہیں بڑی قوی نظیر ہے استبعاد رفع جسمی کے لئے **قولہ** ص۳۸ س۱۷ اور ہم یہ کب کہتے ہیں کہ جہاں پر رفع کا صلہ الیٰ ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا **اقول** یہ آپکے نبی بھائی نے قول جمیل کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے۔ اور نیز اس مقام میں صلہ بھی کلمہ الیٰ کا ساتھ واقعہ ہے جس سے صریح قربت کے معنی ہی مراد ہیں انتہی (قربت کے معنے ہی ہیں جو ہی ہر حصر کے لئے ہے یعنے یہی معنی قربت کا مراد ہوگا نہ غیر اس کا **قولہ** ص۳۸ الغرض صلہ الی اللہ مع اوصاف مذکورہ اور ادلہ مذکورہ کے قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے ہے **اقول** ادلہ مذکورہ کا حال ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے **قولہ** ص۳۹ پس اس عرفیہ عامہ کو آپ مطلقہ عامہ کیونکر بنا سکتے ہیں کیونکہ یہ قضیہ کہ (جس جگہ پر رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ کے ہو اس جگہ معنی رفع منزلت کے ہی ہونگے بالدوام) قضیہ عرفیہ عامہ ہے نہ مطلقہ عامہ **اقول** سنئے حضرت قضیہ یہاں پر یہ ہے الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ یا یوں کہیئے الرفع المستعمل بالی یراد منہ رفع المنزلۃ یعنی لفظ رفع کا جسکا صلہ الی ہو دلالت کرتا ہے رفع منزلت پر یا مراد اس سے رفع منزلت ہوتا ہے رفع مستعمل بالی کے وجود کی متعدد اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جن میں دلالت یا ارادہ مذکورہ پائی جاتی ہے یہ وہ اوقات کون ہیں جن میں مطابقت باصل واقعہ وسیاق وسباق پائی جاوے اور انہیں متعددہ اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جن میں دلالت یا ارادہ مذکورہ نہیں متحقق ہوتے یعنی وہ اوقات جن میں مطابقت مذکورہ متحقق نہ ہو بعد اس تمہید کے ادنیٰ طالب العلم بھی جانتا ہے کہ قضیہ مذکورہ (الرفع المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ الخ) مطلقہ عامہ ہے نہ عرفیہ عامہ کیونکہ مطلقہ عامہ اُسی قضیہ سے عبارت ہے جس میں حکم بالثبوت یا بالسلب فی وقت من اوقات وجود الذات کیا جاوے و ما نحن فیہ میں ذات موضوع رفع ہے جو مستعمل بکلمہ الی ہو اور مطابقت باصل الواقعہ یا عدم مطابقت باصل الواقعہ کے اوقات وجود الذات موضوع کے اوقات میں سے ہیں اور عرفیہ عامہ اسلئے نہیں ہوسکتا کہ عرفیہ عامہ میں حکم بدوام الثبوت یا بدوام السلب بشرط وصف الموضوع کیا جاتا ہے۔ مراد اس وصف الموضوع سے وصف عنوانی موضوع کی ہے یعنی جس وصف کو تعبیر ٹھیرایا جاوے ذات موضوع کے لئے جیسا کہ کُل کاتب متحرک الاصابع بالدوام ما دام کاتبا اس میں وصف کاتب عنوان ٹھیرایا گیا ہے ذات موضوع کی اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورۃ الرفع

ف۱۵ امروہی صاحب اپنی ہی عبارت ص۳۸ س۱۷ یعنے (کہ لفظ رفع کا ایسی حالت کذائی میں معنے مذکور میں استعمال ہوتا ہے یا عبارت اسی صفحہ کی سطر ۲۲ کو ۲۳ تک ملاحظہ کریں۔ ۱۲ منہ

المستعمل الخ میں وصف مطابقت یا عدم مطابقت کو عنوان موضوع نہیں ٹھہرایا گیا اور قید مع اوصاف مذکورہ آپکا حاشیہ ہی ہے ہمارے مخاطب مناظر صاحب اور مصنف قول جمیل نے صرف (الی) کے صلہ واقع ہونے کو ملحوظ رکھا ہے جسکا مآل (الرفعۃ المستعمل بالی یدل علی رفع المنزلۃ) ہی کی طرف ہے دیکھو عبارت منقولہ قول جمیل صفحہ مش کی جو اوپر لکھی گئی ہے اور ازالہ اور آپکا حاشیہ بھی بعد ملاحظہ تردید متعلق بحقق اوصاف مذکورہ جو ناظرین کے پیش نظر کی گئی ہے ہباء امنثا ہو گیا اے قطبی پڑھنے والے طلبہ دیکھو حضرت امرہی صاحب کا نرالا منطق کہ اس جگہ پر ذائمہ مطلقہ کو عرفیہ عامہ بنا رہے ہیں **قولہ** صفحہ ۳۹ سطر ۲ دیکھو حضرت پیر مصنا کا منطق کہ اس جگہ پر مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ میں تقابل سمجھ رکھا ہے کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا اور نیز بالعکس **اقول** حضرت من سنئے بیت فہم سخن گر نہ کند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجو نئے شمس الہدایت کی عبارت (مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ رکھا ہے) کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے مدعی کے اثبات میں صرف کلیۃ کبریٰ پر جو شرط ہے شکل اوّل میں اکتفا کی چاہئے تھا کہ دوام اطلاق یا عرفیہ عامہ ہونا اسکا بھی ثابت کرتے تصویر دعویٰ (رفعہ اللہ الیہ) سے مراد رفع منزلت ہے اور اسکا دلیل اسلئے کہ یہ رفع مستعمل بالی ہے اور جو رفع مستعمل بالی ہو مراد اس سے رفع منزلت ہوا کرتا ہے (اعتراض شمس الہدایت) اس کبریٰ میں صرف کلیت پر نازان ہونا جہالت ہے کیونکہ اگر کبریٰ کو مطلقہ عامہ ٹھیرایا جاوے تو نتیجہ بھی مطلقہ عامہ ہی نکلا یعنے رفع مستعمل بالی مراد اس سے رفع منزلت ہوتا ہے فی وقت من اوقات وجود الذات لئے قت المطابقہ بالحال الواقعۃ والسیاق والسباق اور مدعی یہ تھا (رفعہ اللہ سے مراد رفع منزلت ہوتا ہے دائما) اور اگر کبریٰ فرضی طور پر عرفیہ عامہ مانا جاوے تو حد اوسط مکرر نہیں ہوتی کیونکہ صغریٰ میں محمول رفع مستعمل بالی ہے مطلقا اور کبرے میں موضوع رفع مقید بالاوصاف ہے پس بوجہ عدم تکرار اوسط کے دلیل منتج مطلوب نہ ہوئی اور آپکا سوال ذیل (کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہوسکتا) ہاں صاحب نہیں ہو سکتا درصورتیکہ مطلقہ عامہ مہملہ ہو یا دائمہ مطلقہ **سوال** صغریٰ میں بھی محمول رفع مستعمل بالی موصوف بالاوصاف المذکورہ ہے **جواب** ہرگز نہیں کیونکہ اثر ابن عباسؓ کا جو حکم مرفوع میں ہے اور سیاق آیات کا شاہد ہیں اسپر کہ درصورت مراد ہونے رفع منزلت کے علاوہ نہ ہونے مطابقہ لاصل الواقعہ کے کئی مفاسد لازم آتے ہیں جو اوپر آیات کے ترجمہ میں بیان کی گئی ہیں خلاصہ مطلب شمس الہدائیت کی عبارت کا یہ ہوا کہ قول مذکور جو فی الواقع مطلقہ عامہ اور مخالف اُن کے مدعیٰ کا ہے لاختلاف جہتی الاطلاق العام والدوام صرف اسکے محصورہ کلیہ ہونے

پر خوش ہو رہے ہیں حالانکہ جب تلک عرفیہ عامہ ہونا اسکا مع کلیہ تہا اور پھر بعد ازاں حد اوسط کا تکرار کسی دلیل قابل الاعتبار سے ثابت نہ کریں صرف کلیت انکے لئے مفید نہیں ہو سکتی اور یا مدعی کو بھی مطلقہ عامہ ٹھیرا کر مراد وقت من اوقات الذات سے بالخصوص ہی وقت الاوصاف لیا جاوے اور پھر صغرا میں بھی تحقق الاوصاف دلیل معقول سے ثابت کردیا جاوے تو بھی انکا مدعی حاصل ہو سکتا ہے الغرض قضیہ کو خواہ مطلقہ عامہ بناویں یا عرفیہ عامہ بہرکیف پھر بھی بغیر اسکے کہ اوصاف کا تحقق صغری میں ثابت کردیا جاوے قیاس مذکور انکے مدعا کے لئے منتج نہ ہوگا اور ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہے کہ تحقق اوصاف کے لئے جتنی کارروائی امروہی صاحب نے کی تھی وہ سب نصوص قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ہباءً منثوراً ہو گئی **واقعی بیان** اس میں شک نہیں کہ شمس الہدایت تھوڑی روز و نہیں فاصلہ اوقات میں لکھی گئی اور چونکہ بعض اوقات میں کاپی نویس کے لکھے ہوئے خطوط پر مضامین لکھدیئے جاتے تھے لہذا کاتب کو بعض کلمات میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ لکھے ہوئے کاغذوں پر لکھنا ہی ظاہر ہے کہ موجب اشتباہ ہوتا ہے خصوصاً جبکہ کاپی نویس علم بھی نہ رکھتا ہو مصنف علیہ الرحمۃ کے مسودہ میں پہلے عبارت اس طرح پر ہے (مطلقہ عامہ کو دائمہ مطلقہ اور مہملہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا ہے) کاپی نویس چونکہ منطق کے مصطلحات سے واقف نہ تھا اور کاغذ بھی موجب اشتباہ تھا لہذا نقل کرنیکے وقت اسنے عبارت مذکورہ سے صرف مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ لکھا اور لفظ مہملہ ایسا ہی دائمہ مطلقہ کا دونوں نقل میں رہ گئی۔ **قولہ** ص۱۹ سطر۱ اور مولف رسالہ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی کی سمجھ لی ہے حالانکہ ان دونوں میں اگر ہم رعایت مولف کی کریں تو عام خاص من وجہ کی نسبت ان میں مان سکتے ہیں مگر یہاں پر تو بوجوہ مذکورہ سوا رفع بحسب القدر کے رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا۔ **اقول** اے خدا کے بندے کبھی تو سچ بولا کرو ہمنے کس جگہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی لکھی ہے بلکہ صرف استلزام کا رفع بحسب المرتبہ کو یا اجتماع دونوں کا مانحن فیہ یعنی رفع مسیح میں لکھا ہے کیا آپکے نزدیک استلزام اور اجتماع تساوی ہے شمس الہدایت کی عبارت یہ ہے۔ (حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولی و بالاحسن معلوم ہوتا ہے) ص۱۱ سطر۱ اور آپنے جو ہماری رعایت فرماکر عموم و خصوص من وجہ کہا ہے بالکل لغو ہے کیونکہ رفع جسمی سے مراد تو وہ رفع ہے جو مدلول ہے (رفعہ اللہ الیہ) کا یعنی رفع جسم مسیح کا بذریعہ ملائکہ کے آسمان کی طرف اور ظاہر ہے کہ اس رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں عموم و خصوص مطلق ہے نہ من وجہ **قولہ** ص۳۹ سطر۱۲ میں آپ لکھ چکے ہیں کہ بل رفع اللہ الیہ کو قیاس یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ پر گرانا

بیجا ہے اور اب ان دونوں کو تساوق فی المعنے فرماتے ہیں ھذا شئی عجیب و لنعم ما قیل دروغگو را حافظہ نباشد **اقول** پہلے تو الی اللہ اور الی الرب ایسا ہی علی السماء کو تساوق فی المعنی قرار دیا ہے کون طالب علم بھی اس مضمون کو شمس الہدایت کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے عبارت یہ ہے (خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا اسکی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل عباد مکرمین کا ہے قرارگاہ انکی بنائی جاوے) لفظ (خدا کی طرف) کا عبارت مذکور میں مطمح نظر ہے اور معنی حرفی چونکہ بغیر انضمام متعلق کے مستفاد صرف حرف سے نہیں ہو سکتا لہذا رفع اور رجوع اور صعود کا ذکر بھی ضروری کیا گیا ہے کاش اسم فعل کی تعریف ہی بخوبی سمجھ لی ہوتی تو نہ آپ ایسی رکیک اعتراضات فرماتے نہ ہم کو انکی تردید میں تضییع اوقات کرنی پڑتی اور بل رفعہ اللہ الیہ کا قیاس یا ایتہا النفس الخ پر بیجا ہونیکا مطلب یہ ہے کہ متعلق رفع کا یعنے مرفوع جسم عیسوی ہے بدلیل سابق ہے اور ما قتلوہ بخلاف یا ایتہا النفس ہیں کہ منادی نفس ہے اور ارجعی کی ضمیر سے یہی مراد ہی نفس ہے کہ اور کوئی قرینہ جسم کی مراد لینے پر نہیں الحاصل (یا ایتہا النفس الخ میں محل بحث نفس ہے اور بل رفعہ الیہ) میں جسم اور یہ مطلب نہیں کہ (الی ربک) اور الیہ) کا ایک دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے تاکہ مخالفت بین القولین کا الزام عاید ہو الحاصل الی اللہ اور الی الرب اور علی السماء کو متساوق ٹھیرایا گیا ہے جنکے عدم تساوق کا ذکر کہیں نہیں اور رفع اور رجوع کو متخالف ٹھیرایا گیا ہے جنکے تساوق کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا و لنعم ما قیل وکم من عائب قولا صحیحا و آفتہ من الفہم السقیم ایسے مسیح کی ایسے ہی عالم چاہیئے صفحہ **قولہ** مولف کو یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ رفع جسمی کو رفع الی اللہ سمجھا لیا **اقول** رفع الی اللہ سے رفع جسمی کا مستفاد ہونا مدلل ہو چکا ہے دیکھو آیتہ بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق فایدہ جلیلہ اور نیز محاورہ حدیث شریف اور عام عرب کا بھی ثبوت دیا گیا ہے شیخ اکبر وغیرہ اہل لسان نے رفع جسمی ہی لیا ہے اور چند عجمیوں کی مخالفت قابل اعتبار نہیں دیکھو اصول عشرہ پانچو نکہ شمس الہدایت سبقاً کسی عالم سے نہیں پڑہی تھی لہذا چند جہالات ظاہر کرنے میں معذور تھے اب اس تشریح کو ملاحظہ فرمایئے **قولہ** اور پھر دیکھو اللہ تعالے ایک بت پرست کی نسبت جو اللہ تعالے کے ساتھ ظن بد رکھتا ہے فرماتا ہے

کہ من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل یذھبن کیدہ ما یغیظ اس آیت میں لفظ الی السماء کا موجود ہے تو وہ کافر سوء ظن اللہ اللہ تعالے کے ساتھ رکھنے والا اس وجہ سے کہ سماء کی طرف بحکم فلیمدد بسبب الی السماء مرفوع ہو آپکے نزدیک کیا مرفوع الدرجات ہو سکتا ہے کلا و حاشا **اقول** شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ مقربین عباد عالم کی بابتہ میں

رفع جسمی مستلزم رفع درجات کو ہے جیسا کہ آیت محل بحث میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا ذکر ہے
صحیح بخاری میں عامر بن فہیرہ کا بیر معونیہ کے دن مقتول ہونیکے بعد بجسدہ العنصری مرفوع السماء ہونا
ملاحظہ فرمادیں جسکے بارہ میں عائشہ رضہ فرماتی ہیں رفع عامر بن فہیرۃ الی السمآء فلم توجد جثتہ یرون
ان الملئکۃ وارتہ ایسا ہی خبیب بن عدی کا من وارتہ الملائکۃ ہونا وغیرہ وغیرہ شرح الصدور صـ۱۷۱
الغرض استلزام رفع جسمی علی السماء اور رفع درجات میں دراوہ عبد صالح مراد ہے جس پر سوق آیتہ رفع
صراحتہ دال ہے تو پھر آیت من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ الخ ماۃ نقض کس طرح ہو سکتی ہے واہ
رے مولوی امروہی صاحب کہاں کی کہاں لگادی **قولہ** بلکہ صعود علی السماء اور نیز نزول آسمان سے
قرآن مجید میں فی محل الذم بیان فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالے ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا
حرجا کانما یصعد فی السمآء الخ ایضا قال تعالےٰ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السمآء الخ اگر الی اللہ
کو الی السماء بھی آپ کی خاطر سے مان لیا جاوے تو اس تحریف سے رفع بحسب الدرجات کب حاصل ہو سکتا ہے کما م
اقول یہ آیت بھی کسی مقرب اور صالح بندہ کے حق میں نہیں قولہ تعالے ومن یرد ان یضلہ سے
صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت گمراہ شخص کے بارہ میں جیسے کہ آیت ثالثہ یعنی ومن یشرک الخ مشرک کے بارہ میں ہے
اما آیت بل رفعہ اللہ الیہ بشرطیکہ موضوع اسکا زیر لحاظ رکھا جاوے اور شہادت سیاق وسباق لیجاوے اور اصل
واقعہ بھی جسکا ثبوت اثر صحیح ابن عباسؓ سے ہو چکا ہے ملحوظ ہو تو ایسے مواد میں رفع الی السماء بیشک رفع
درجات کو مستلزم ہوتا ہے رہی وہ استنباطات جن سے نئے مفسرین نے ماشاء اللہ نظر بد دور اسلام
کو بزعم خود ممنون فرمایا ہے چونکہ قرآن کریم کے معارض ہیں لہذا بنابر مذہب محققین اصولیوں کے جن کا
مسلک تقدیم الکتاب علی السنۃ کا ہے بلکہ بموجب مسلک کل اہل اسلام کے جنکا مشرب تقدیم الکتاب والسنۃ
علے رائے الفلاسفہ کا ہے مردود ٹھیرینگے جس مسلمان کا ایمان ذلک الکتاب لاریب فیہ پر ہے وہ کب نرالے
مفسرین کے دام میں پھنستا ہے سچ اور بجا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک فرمان یمرقون من الدین کما یمرق السہم
اسلام کو وہ تفسیر اور استنباط مقبول ہو سکتے ہیں جو مطابق ہوں کلام باری کے بعد رعایت قواعد عربیہ واصول
ادبیہ والا اہل اسلام کلام الہی کو بعد اسکے کہ تحقق امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کا ہو چکا ہو والحمد للہ
علے ذلک کس طرح ترک کریں اور چند جہلا زعمی مولویوں کا اتباع جو مصداق یریدون ان یطفئوا نور اللہ کا ہو رہے
ہیں اختیار کریں الغرض جبکہ قرآن کریم حق کے ساتھ اسی تبارک وتعالےٰ نے اتارا اور اسی نے اس کا بیان پاک

پاک زبان وحی ترجمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسب الحکم
بما اراک اللہ کے کروایا تو پھر یہہ کتاب اور بیان پاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا باہم کیونکر متعارض ہو سکتے ہیں تاکہ تاویلات وتحریفات مخترعہ گروہ قادیانی کی مسیحاویں
مسلمانوں یہہ کب ہو سکتا ہے کہ حسب قولہ تعالے انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم
بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما وایضا قال تعالی وما
انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یؤمنون
وایضا قال تعالی وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون
وایضا قال صلی اللہ علیہ وسلم الا وانی اوتیت القرآن ومثله معه یعنی السنة آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کے متنازعات کے فیصلہ کرنے کا حکم ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم العیاذ باللہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کے معنوں کو نہ سمجھے ہوں اور وہ نرالی سمجھ قادیانی
اور اس کے دو تین حواریوں کے لئے امانت رکھی ہو نعوذ باللہ من هذه العقیدة الواهیة
مسلمانوں یاد رکھو کہ حسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کے جبکہ تیرہ سو کے
بعد قادیانی اور اس کے ذریت نے ایسی گڑبڑ مچائی جس سے پناہ سجنا تو اُس گڑبڑ
کے رفع کرنے کے لئے بحسب سنت اللہ صدی کے سر پر ایسے مجدد ظاہر ہوئے
اُس گڑبڑ کو ہباء منثا کر دیا وہ مجددین کون ہیں یہی علماء اسلام شکر اللہ سعیہم جنہوں
نے قادیانی کو بمعہ اُس کے ذریت کے گھر تک پہونچایا۔ فسبحان من خلقه
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واجمله واکمله وادبه واحسن تادیبه ثم ایدی دینه بعد
وفاته صلی اللہ علیہ وسلم باستخلاف خلفاء الراشدین المهدیین وجدد دینه
ببعث المجددین المهدیین الی یوم الدین **قولہ** بقرینة وما قتلوه وما صلبوه کے
مراد قتل سے قتل بالصلیب ہے جو تم کو بھی مسلم ہے اور حسب احکام توریت اور زعم
یہود موجب لعنت ہے کما مر پس ملعونیت اور مرفوعیت بحسب الدرجات آپس میں متضاد
ہیں جیساکہ ثابت کیا گیا انتہی **اقول** کیا خاک ثابت کیا اوپر لکھ چکا ہوں کہ کتاب استثنا کی آیت
آیت کا یہ مطلب نہیں کہ بیگناہ بھی اگر بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے تو ملعون ہوگا بلکہ بائیسویں

آیت میں صراحۃ مجرم کا ذکر ہے اور مسیح بن مریم کا بحسب زعم یہود مجرم ہونا تحقق تضاد میں مفید نہیں کیونکہ تضاد کا وجود حسب علم المتکلم بھی ہونا چاہیئے جسکی کلام میں بل کلمہ واقع ہو تا کہ قصر قلب کے روسے تحقق وصف مزعوم مخاطب کا متصور نہ ہو اور ظاہر ہے کہ مسیح خدائے عزوجل کے ہاں بیگناہ ہے ناظرین عبارت تورات کی جو پہلے نقل کی گئی پھر ملاحظہ فرماویں سبحان اللہ نقل اور استنباط دونوں ماشاء اللہ صداقت اور لیاقت سے مالامال ہیں قولہ مسیح نبی کا رفع بحسب الدرجات اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے بلکہ اُس کے یوم ولادت سے ہی کمالات و درجات کی ترقی شروع ہو جاتی ہے اس رفع کا زمانہ الی یوم الحشر ممتد ہوتا ہے لہذا ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل کلمہ بل کے بخوبی ثابت ہے الخ۔ **اقول** اتنا بھی شعور نہیں کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں ذکر تحقق اس رفعہ کا ہے جسکا پہلے وعدہ دیا گیا تھا بقولہ تعالے یعیسےٰ انی متوفیک ورافعک الی الخ اور ظاہر ہے کہ وعدہ دینے کے وقت جیساکہ توفی کا تحقق نہیں تھا ایسا ہی رفع موعود کا بھی ہونا چاہیئے وعدہ اسی چیز کا دیا جاتا ہے کہ وہ موعود لہ کے پاس موجود نہ ہو جیساکہ توفی نہ موجود ہونے کے ساتھ وقت وعدہ دینے کے تم بھی قایل ہو۔ کہاں یہ رفع موعود بہ اور کہاں مطلق رفع درجات چہ خوش گفت است سعدی در زرادی۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا۔ اور جب رفع بحسب الدرجہ موعود بہ خاص کا بعد الموت مراد ٹھہرا تو ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل بل یعنی قتل کے کیسے ہوئے کیونکہ آپ کے خانہ زاد مذہب میں تو مسیح بعد واقعہ صلیبی کے مرا ہے قولہ مسیح تعجب ہے کہ مولف صاحب ہمارے مقابلہ میں تو حضرت عیسےٰ کے کمالات اور معجزات بڑے زور و شور سے سب کچھ بیان کرتے ہیں لیکن اس مقام میں تمام رفع درجات عیسوی کو جو وقت ولادت سے بہ تدریج تا آخر عمر اللہ تعالے نے اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں سب نسیاً منسیا کر دیئے مثلاً اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتاب و الحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج

الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات الی قولہ یہ نہیں کہ بعد وفات کے ہی رفع درجات ہوتا ہو جیسا کہ مولف کو دھوکا ہوا ہے انتہی **اقول** آپ کی بھولی بھالی جماعت اور نرالا نبی اگر جاہل ہیں تو سارا جہان جاہل نہیں ابھی اُپر ثابت ہو چکا ہے کہ رفع موعود بہ کا تحقق بروقت ایعاد ممکن نہیں کیونکہ نعمت موجودہ کا وعدہ دینا قول المتضادین ہے۔ اب معلوم ہوا کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں جس رفع کا تحقق مذکور ہے وہ رفع مغایر ہے اُس رفع درجات سے جس کا ذکر آیت اذ ایدتک بروح القدس الخ میں کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ بغیر رفع جسمی کے کوئی فرد رفع کا مغایر افراد رفع الدرجہ مذکورہ فی الایات المسطورہ کے نہیں جسکے لینے سے ماضویت بھی ملحوظ رہے پس ثابت ہوا کہ مراد رفع سے بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع جسمی ہے نہ رفع بحسب الدرجہ آگے رہا انکار معجزات مذکورہ فی الآیات المسطورہ کا سو ناظرین پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع بحسب الدرجات مراد نہ ہونے سے باقی معجزات و درجات مذکورہ فی الایات المسطورہ کا انکار نہیں آتا بلکہ خود رفع جسمی بعد الموت بھی مستلزم ہے رفع الدرجہ کو جیسا کہ عامر بن فہیرہ وخبیب بن عدی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور وہ آیات وَاِذْ اَیَّدْتُکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ الخ فی نفسہا معجزات اور رفع الدرجات پر دال ہیں اور سب اہل اسلام کے مومن بھائی بھی ہیں بخلاف مرزا صاحب و متبعین اُنکے کیونکہ اس انکار سے مرزا صاحب کی تالیفات مثل ازالہ اوہام اور ایام الصلح وغیرہ وغیرہ بھری ہوئی ہیں کسی معجزہ کو مسمریزم اور کسی کو ماؤل تا ویل آئل الی التحریف جیسا کہ تحیی الموتی ہیں اور کسی میں صاف انکار مثل ابن مریم کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا وغیرہ وغیرہ پس ثابت ہوا کہ معجزات کے منکر آپ ہی کے نئے پیغمبر اور نرالے مفسرین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اُن سے الگ ہیں مگر اس مقام میں آپ سے (کلمۃ حق ارید بہا باطل) کے طور پر اقرار بالمعجزات صادر ہو گیا ہے ورنہ آپ اول نمبر ہیں **قولہ** ص۲۶ آگے رہا اثر ابن عباس سو چونکہ وہ معارض ہے کلام الٰہی کے مضمون مراد سے لہٰذا حسب الحکم قواعد تعدیل و ترجیح ادلہ کے قابل قبول نہیں **اقول** اثر ابن عباس چونکہ اسناد صحیح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ سے شمس البدایۃ میں نقل کیا گیا ہے۔

اور نیز مؤید ہے مضمون مراد من الآیتہ یعنے بل رفعہ اللہ الیہ کو جیسا کہ الملحق ثابت ہوچکا ہے کہ رفع موعود بہ جسکو مغائرۃ باقی رفع الدرجات سے بوجہ تحقق وجود اُنکے اور نہ موجود ہونے اُس کے بروقت ایعاد یعنی وعدہ دینی کے ضروری ہے وہ بغیر رفع جسمی کے ممکن ہی نہیں اور رفع خاص بحسب الدرجہ بعد الموت کے احتمال کو ہونا ماضویت کا بہ نسبت ماقبل بل کے مانع ہے کیونکہ مستلزم ہے عدم تأخر رفع کو واقعہ صلیبی سے اور یہہ خلاف ہے۔ مذہب قادیانی کے ناظرین پر ظاہر ہوگیا ہے کہ اس نرالے نبی اور نئے مفسر کا کوئی نقل بسبب جہالت یا افترا کے قابل قبول نہیں۔ **قولہ** ص۴۶ علاوہ یہ کہ اس کے متن میں بھی خود ایک قسم کا اضطراب ہے کما یجئ **اقول** نہیں بلکہ آپ کی ادراک میں فساد ہے۔ کما سیظھر انشاء اللہ تعالیٰ **قولہ** ص۴۶ س۱۸۔ اور نیز معارض ہے خود ابن عباس کے اُس اثر کے جو صحیح البخاری میں ہے جس میں متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں **اقول** معارض جب ہو کہ ابن عباس قایل بہ تقدیم و تاخیر متوفیک ورافعک میں نہ ہو یا کہ شواہد تقدیم و تاخیر کے قرآن کریم میں بہ کثرت موجود نہ ہوں اور یا متوفیک دال ہو تحقق وفات پر۔ سو واذ الیس فلیس کما مرّ مفصلاً لہٰذا امام ہمام بخاری باوجود علم اس اثر کے اسی مسیح بن مریم کے نزول کا قایل ہے بشہادت تراجم فتدبر بلکہ مع عدم معارضہ مذکورہ اثر مذکور معاضد ہے ابن عباس کے اُن آثار کو جن کو محدثین نے نزول مسیح کے بارہ میں نقل کیا ہے اور شمس الہدایت میں مذکور ہیں **قولہ** ص۴۶ اور نیز مخالف ہے اُن احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد الصالح فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آوے گی پس بمقابلہ ان اربعہ متناسبہ کے اثر ابن عباس کا مؤلف کو کیونکر مفید ہوسکتا ہے **شعر** و ھذا الحق لیس بہ خفاء ✦ فدعنی عن بنیات الطریق۔ انتہی۔ **اقول** اور نیز موافق ہے اُن احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد الصالح فرمایا گیا ہے۔ کما عرفت فی بیان الاجماع علی الرفع والنزول الجسمین وستعرف پس باوجود ان اربعہ متعاضدہ کے استبعاد عقلی رفع جسمی میں مولف کو کس طرح مذبذب بما قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول صلعم کرسکتا ہے

قولہ صـ۲۷ اب کہاں ہے فقدان محکی عنہا جس کو مستلزم وقوع کذب کا آیتہ میں آپ نے فرمایا تھا والعیاذ باللہ **اقول** اب وہاں ہی رہا فقدان محکی عنہا کا جو بر تقدیر تقدم رفع روحانی کے واقعہ صلیبی پر لازم تہا خلاصہ یہ ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع بحسب الدرجہ والعزت تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خود مؤلف ابہی اقرار کرچکا ہے کہ نبی کا رفع بحسب الدرجات اوسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے الخ۔ تو بحسب اقرار اس کے رفع بحسب الدرجات چونکہ مسیح بن مریم میں درو قت وعدہ اور اطمینان فرمانے کے بقولہ تعالیٰ یٰعیسیٰ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ موجود ہے۔ لہذا وہ رفع لینا چاہئے جو بر وقت ایعاد مذکور کے موجود نہ ہو وہ کون ہے رفع جسمی اور نیز تضاد ماقبل اور مابعد بل ہیں جو مقتضی ہے قصر قلب کا رفع جسمی ہی کی صورت میں محقق ہے لہذا رفع جسمی کا مراد ہونا ضروری ہے اور جب ماضویت رفع کے بہ نسبت قتل نکے آپ کو مسلم ہے تو رفع روحانی کا واقعہ قتل سے پہلے ہونا آیتہ کا مفاد ٹھیرا اور ظاہر ہے کہ کوئی بشر اسکا قائل نہیں تو محکی عنہ کے انتفا ر میں آپکو کیا کلام ہے سال کے بعد آپ کے امام ہمام کا معہ اپنی ساری ذریت کے یہ جواب دینا کہ بشہادت تیسویں آیت کتاب استثنار کے مقتول صلیبی ملعون ہوتا ہے پس تضاد در صورت رفع روحانی کے بہی متحقق ہے) طالب علموں نے بہی ہبا ءً منثورًا کی طرح اڑا دیا کیونکہ وہ آیت مجرم کے بارہ میں ہے جس صریح ذکر بائیسویں آیت میں موجود ہے۔ اور مسیح گو کہ بحسب زعم یہود مجرم تھا مگر تضاد کا تحقق چونکہ در علم متکلم بکلام قصر ہے بہی ہونا چاہئے لیتصور عکس مازعم المخاطب اور مانحن فیہ میں وہ کون ہی حق سبحانہ وتعالےٰ کیونکہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ سے تردید فرما رہا ہے۔ یہود کے اس قول کی جو پہلے مذکور ہوچکا ہے یعنے انا قتلنا المسیح الخ اور خدائے عزوجل کے ہاں چونکہ مسیح مجرم نہیں لہذا تضاد بھی فی علم الباری متحقق نہ ہوا الحاصل بر تقدیر ارادہ رفع روحانی کے بل رفعہ اللہ الیہ سے تحقق رفع روحانی کا یا تو قبل از واقعہ صلیبی ہوگا یا عین صلیب پر یا بعد اس کے پہلے شق کا قائل چونکہ کوئی بشر اہل اسلام وغیرہ سے نہیں تو ظاہر ہے

کہ حکایت بل رفعہ اللہ الیہ کا محکی عنہ مفقود اور معدوم ہوا دوسرے شق کے آپ قائل نہیں ہے
تیسرے شق کو جسکے نئے نبی یعنی مرزا صاحب بمعہ نرالے مفسرین یا امروہی وغیرہ کے قائل
ہیں یعنی وفات مسیح بعداز واقعہ صلیب وہی تضاد کا مسئلہ اور محاورہ قرانیہ یعنے
ماضویت رفع کی بہ نسبت قتل کے جو آپ کو بھی مسلم ہے اڑا دیتے ہیں جیساکہ رفع مدعات
خاص بعد الموت کو بھی بعد ملاحظہ اس تقدیر کے ناظرین برائے خدا ذرہ امروہی سے
دریافت فرمادیں کہ اُس نے فقدان محکی عنہ کا کب جواب دیا جواب تو بجائے خود رہا پہلے یہ تو
بتائیے کہ اُس نے اس شق کو کب لیا ہے اور اُسکے مسلک (یعنے تحقق وفات بعداز
واقعہ صلیب) کو کیا تعلق ہے فقدان محکی عنہ سے بعد اس دریافت فرمانیکے ناظرین
پر واضح ہوگا بلکہ ہوگیا ہے کہ فقط بھولی بھالی جماعت کے خوش کرنے کے لئے اور روپیہ
ہضم کرنے کو ایسے بڑ مار دیتا ہے جو نہ زمین پر نہ آسمان پر ہوتے ہیں ہاں چند حمقا اردو خوان
صرف آیات و احادیث لکھے ہوئے دیکھ کر جن کو کوئی ربط مقام سے نہیں ہوتا آفرین آفرین
کہہ دیتے ہیں ناظرین انکی کوئی تحریر قابل توجہ اہل علم و اہل تحقق کے نہیں کیونکہ وہ خود ہی اپنے
بطلان اور مولف کی جہالت پر شہادت دیتی ہے مگر بوجہ اصرار بعضے احباب کے
امروہی کی کتاب کے جواب لکھنے پر تضیع اوقات کی جارہی ہے **قولہ** ص۲۸۲ پس مولف نے
اس حاشیہ میں جس قدر بناء فاسد علی الفاسد کیا تھا اُسکا سب تار و پود اُکھڑ گیا۔ جاء
الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اور جب کہ آئیت مذکورہ
سے منصوبہ یہود کا باطل ہوا اور رفع جسمی مسیح بھی ہبا ومنثوراً ہوگیا۔ پس آئیت متوفیک
اور فلما توفیتنی بلا تقدیم و تاخیر جو ایک قسم کی تحریف ہے اپنے اُسی اصلی معنے
پر بحال رہے جو حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری میں مروی ہوئے ہیں اور جو رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسی صحیح بخاری میں حدیث کما قال العبد الصالح کے سیاق
میں مروی ہیں الحمد اللہ مخالفین کی تحریف سے کلام محفوظ و مصون رہا صدق اللہ تعالی
انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون پس ہماری طرف سے جو اشتہار ایک ہزار
روپیہ کا مدت دس سال سے اس بارہ میں شایع ہورہا تھا۔ کہ جو کوئی مخالف

معنے توفاہ اللہ کے سوا قبض اللہ روحہ کے کتاب وسنت محاورہ عرب و اشعار عرب سے نکال دیو سواب تک تمام مخالفین اس کارروائی میں ناکام اور عاجز ہیں الحمد اللہ انتہی۔ **اقول** ناظرین پر واضح ہوچکا ہے۔ کہ ہم نے بل رفعہ اللہ الیہ سے قطعی طور پر رفع جسمی ثابت کردیا ہے اور احتمال رفع روحانی کا ہبا ءمنثورا کی طرح ہوگیا جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا۔ اور آپکے بے ربط مضامین سخیفہ کی قلعی کھل گئی۔ رہا تقدیم وتاخیر اور حدیث کما قال العبد الصالح اور معنی توفی کے سو وہ بھی عنقریب آویں گے اور اشتہا بازی جونئے پیغمبر نے مع اتباع کے طرز جدید عوام کے دہوکا دینے اور سہنے کی مچھلی پھنسانے کے لئے دام تزویر بنا رکھا ہے بھلا اہل عقل و دیانت کب اس دہوکے میں آتی ہیں۔ الحمد اللہ کہ سینکڑوں پھنسے ہوئے بھی تائب ہوگئے اور ہو وینگے اس مقام میں بھی ذکر تقدیم تاخیر جو ابن عباس سے مروی ہے اور مرزا صاحب اسکو تحریف تصور کرتے ہیں مختصر طور پر ضروری ہے ناظرین پر واضح ہو کہ (متوفیک ورافعک) کے متعلق مرزا صاحب معہ اتباع کے واہی اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ متوفیک لفظ جو پہلے ہی اسکا معنے پیچھے کیوں لیا جاتا ہے کہیں اس تاخیر کو تحریف یہود بتلایا ہے کہیں فعل شیطانی کہا ہے جب ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے صحابی جلیل القدر ان دہن دریدوں سے نہیں بچے تو پہر اور کسی کو شکایت کرنیکا منصب ہی کیا ہے دیکھو شمس بازغہ متعلق وانہ لعلم للساعۃ کے **جواب** ناظرین کتب اصول ومعانی کو ملاحظہ فرمایئے۔ کہ واو کا حرف ترتیب کے لئے نہیں ہوتا۔ یعنے یہہ ضرور نہیں کہ جو پہلے ذکر کیا جاوے۔ واقعہ میں اس کا موجود ہونا بھی پہلے ہی ضرور ہو۔ دیکھو اقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین پہلے نماز کا ذکر ہے بعد اسکے دفع شرک کا تو بقول مرزا صاحب چاہئے کہ نماز پہلے ادا کرے اور اس کے بعد شرک چھوڑے اگر پہلے شرک چھوڑے گا تو حسب اجتہاد مرزا صاحب قرآن کے برخلاف ہوگا۔ دوسری آیت اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ جس شخص کا مال پر سال گذر چکا ہو تو بحسب قول مرزا صاحب اگر پہلے نماز کے زکوٰۃ دیوے تو مخالف قرآن ہوگا۔ جس کا کوئی قائل نہیں تیسری آیت (برب موسیٰ وھارون) اور دوسری جگہ رب

ھارون وموسیٰ) فرمایا گیا یہ جادوگروں کے مقولہ کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک طور پر کہا ہوگا یا تو پہلے موسیٰ اور بعد اسکے ہارون یا بالعکس حسب قول مرزا صاحب ضرور ہے کہ ایک آیت کو ان دونوں میں سے کاذب ٹھہرایا جاوے والعیاذ باللہ علاوہ اس کے کئی ایک مقام پر پہلے انبیاؤں کا ذکر پیچھے ہوا ہے اور پچھلیوں کا پہلے چنانچہ کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ ان آیات سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ قادیانی کا زعم باطل غلط اور دعویٰ کا بازی ہے تو جب واو کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہ ٹھیرا بلکہ محض جمعیت یعنے دو امروں کے متحقق ہونے پر دلالت کرتی ہے تو متوفیک کے معنے رافعک سے پیچھے موجود ہونے میں کون سی قباحت اور تحریف ہوگی اس تقریر ہماری کے مطابق معنی آیت کا یہ ہوگا کہ اے عیسٰے میں ہی تجھے سے یہ سب معاملات قیامت تک کرونگا رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون اسکا ذکر نہیں اسکو دوسری آیت نے بیان کردیا کہ رفع ہو چکا ہے اور توفی آئندہ ہوگی رہا یہ سوال کہ کلام خدا عزوجل کا نہایت فصیح وبلیغ ہے اسکا کیا سبب ہے کہ متوفی کو پہلے لائے ہیں آخر بلاوجہ تو نہیں جواب وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت مسیح کو تبقاضاء بشریت یہود کے ہر وقت خوف رہتا تھا اُن کی تسلی کے لئے اس لفظ کو پہلے ذکر فرمایا یعنے اے بیٹے میں ہی تجھے موت طبعی سے مارونگا یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہونچا سکیں محاورہ ہے کہ تسلی بخش کلام پہلے بولا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے لئے عفی اللہ عنک پہلے لاکر لم اذنت لھم کو پیچھے فرمایا **قولہ** صفحہ ۴۸ اہل کتاب میں بل کی نسبت جو آپ نے قواعد نحویہ کو بیان فرمایا اُنہیں قواعد سے مقتضائے بل نے اس فرقہ کے مسئلہ کی تمام کجیوں اور بلوں کو سیدھا کردیا۔ **اقول**۔ سب پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ آپ نے بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی لینے میں سال بھر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد تحقق تضاد کے لئے نیتوییں آیت کو کورانہ ہاتھ مارا اور منع استلزام رفع جسمی لرفع الدرجہ کے لئے کافرجبلی کو مادہ نقض ٹھیرایا جس پر ایسا غوجی خوان طالب علم نے بھی قہقہے اڑائے مجھے اس موقعہ پر ایک طالب علم کی بات یاد آئی انسان اور حمار کے درمیان نسبت تباین جو ایک مشہور بات ہے اسپر اسنے اعتراض کیا کہ انسان اور حمار کے درمیان نسبت

عموم وخصوص من وجہ کی ہے مادہ اجتماع کا یہ ہے جبکہ زید گدھے پر سوار ہو آپ کا
نرالا منطق بھی اوسی طالب العلم کی منطق کی طرح موج زن ہے سبحان اللہ پہاڑ کے اوپر
کافر کی بالارادہ حرکت وسکون کجا اور ملائکہ کا اُٹھا کر لیجانا آسمان پر جو رفعہ اللہ الیہ کے
مدلول کی کیفیت ہے) یہ کہاں **بیت** بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دلکا۔ جو چیرا
تو اک قطرۂ خون نہ نکلا + حضرت مرزا جی کی جماعت کو نہ بلکہ تمام ہندوستان کو بدنام
کردیا اگر سچ کہا ہے **شعر** ہر چہ برآدمی رسد ز زبان + ہمہ از آفت زبان باشد۔
اگر متبحرین علماء کے حق میں ہرزہ سرائی نہ کرتے تو اتنی رسوائی کیوں اُٹھاتے اس سالانہ
کارروائی کا تارو پود اُکھڑ گیا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
قولہ ص۴۸ اور بیشک حضرت مسیح جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے
اُن کو قتل بالصلیب سے نجات دی **اقول** آپ اور آپکے پیغمبر مسیح کو صلیب پر چڑھاتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ وماصلبوہ فرماتا ہے ذرا آنکھ کھول آیت واذ کففت بنی
اسرائیل عنک کو اور ایسا ہی وقولھم انا قتلنا المسیح الی اخرھا کو ملاحظہ
فرماویں۔ اب تو روپیہ ہضم کرنے کے لئے یا صرف اتنی ہی لیاقت علمی کی بنا پر جو کچھ جی میں آتا
ہے لکھی جاتے ہو اور کم علموں اُردو خوانوں کو زہریلے مضامین سے جو بالکل کتاب وسنت
اور رائے سلف صالحین اور غرض قائل سے اور علوم آلیہ کے برخلاف ہیں ہلاک کرتے
ہو۔ مگر حشر کو کیا جواب دوگے۔ **شعر**۔ بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت +
کہ باکہ باختۂ عشق درشب دیجور + **قولہ** بعد سیر وسیاحت کے کشمیر خاص سرینگر میں
دفن کئے گئے دیکھو ازالہ حقیقت اور ایام الصلح انتہی **اقول** ارے بندے خدا کے ایام الصلح
کا مولف یعنے مرزا صاحب تو خود ہی مدفن مسیح میں مذبذب ہے کسی کتاب میں بیت المقدس
اور کسی میں سری نگر لکھتا ہے دیکھو ازالہ اوہام ص۴۷۳ میں مسیح اپنے وطن گلیل میں
جاکر فوت ہوگیا۔ اور ادھر ایام الصلح میں لکھتا ہے کہ کشمیر خاص سری نگر میں فوت ہوا
اور ہر ایک کتاب کے الہامی ہونے کا مدعی ہے پھر کیا کیا حیلے کئے گئے ہیں مخلصی عزیز
جیو سوداگر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے اُس کا بیان کشمیر میں

مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک مزار متبرک کے مجاورین کو روپیہ کا طمع دیکر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم ابا عن جد سنتے ہیں کہ یہ مزار عیسے علیہ السلام کا ہے مگر مجاوروں نے جھوٹھ بولنا گوارا نہ کیا بلکہ اُن کو بے عزت کر کے نکالا جب مولف راز حقیقت اور ایام الصلح کا ایسے حیلہ سازی پر ہو تو بغیر راز سرارت کے اُس سے کیا ظاہر ہوگا اور اُس کے ایام ایام الشرکیوں نہ کہلائینگے آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں گئی۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد کہ یہود اور نصاری کو اللہ تعالے لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاؤں کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا ہے جب تم وفات مسیح اور پھر سری نگر میں اس کے مدفون ہونے کے قایل ہو تو بموجب حدیث مذکور چاہیئے تھا۔ کہ یوز اسف کا مزار یہود و نصارے ہو ورنہ آپ کے پاک فرمان کا کذب العیاذ باللہ لازم آویگا اور ظاہر ہے کہ آجتک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالی مزار کا علم ہی نہیں **قولہ صف ۴۸** اِس صفہ کی بیسویں سطر سے لے کر صفحہ ۶۱ تک مولف شمس کاسفہ نے فایدہ جلیلہ کے ایک جملہ کو بھی نہیں توڑا صرف تعریفات اور مناجات نرالے بیان کئے یا متعلق بعضے آیات کے تفسیر لکھنے میں کمال دکھلایا بن پر لسان الوقت یہہ شعر پڑھ رہی ہے۔

هذی شکوک من غشاوۃ لیلها ۔ تصلی القلوب الی الطریق الاعوج ◆

قولہ صف ۴۹ فایدہ جلیلہ بمقابلہ فایدہ ذلیلہ **اقول** فایدہ ذلیلہ کہنے کا آپ کو جب استحقاق تھا کہ اُس کے کسی ایک جملہ کو بھی توڑتے ایسا ہی (بمقابلہ) کہنا اُس وقت درست ہوتا کہ بالمقابل کوئی قواعد بیان فرماتے بغیر ان دونوں صورتوں کے ذلیل کہنا دلیل ہے اپنی ذلت اور رسوائی پر **قولہ** کما قال تعالی فی سیاق الآیۃ ماقتلوہ وماصلبوہ پس قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا کہ یہود حضرت عیسے کے قتل بالصلیب کے قایل تھے ورنہ کلمہ ماصلبوہ بالکل حشو ولغو ہوا جاتا ہے **اقول** قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب اور دھوکے میں ہیں

کیونکہ جس طرح قرآن مجید ماقتلوہ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ایسا ہی ماصلبوہ سے صلیب
پر چڑہانے کو بھی خلاف واقعہ ٹھہرا رہا ہے اور واضح ہو کہ صلب ماخوذ ہے صلیب سے
کمافی مجمع البحار و لسان العرب جس کا معنے خون اور چربی کا ہے اور سُولی پہ
چڑہانے اور چار میخ کرنے سے بھی چوں کہ خون اور چربی بہتی ہے لہذا اُس شخص کو جو
سُولی پر چڑہایا جاوے) مصلوب کہا جاتا ہے اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق
قبل از مقتولیت نہیں ہوسکتا۔ ہاں سُولی پر چڑہانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے
اس وجہ سے صلب کا اطلاق مسبب یعنے قتل پر بھی مجاز مرسل کے طور پر ہوسکتا ہے
چنانچہ لسان العرب میں ہے الصلب القتلۃ المعروفۃ الخ اور روایت میں چونکہ
قتل صلیبی کی نفی پہلے و ماقتلوہ سے ہو چکی ہے لہذا و ماصلبوہ سے معنے قتل کا
مجازی طور پر نہیں لے سکتے ورنہ کلام آلہی لغو ہوا جاتا ہے الغرض اگر کل تصریفات
ص ل ب پر نظر ڈالی جاوے اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنے صلیب کو جو بمعنی
چربی یا بمعنے سُولی کے ہے ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلب کا
معنے سولی پر چڑہانا اور چار میخ کرنا ہے اور مرزا صاحب خود بھی از الہ میں مسیح پر باوجود
زندہ اتار لیئے جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں کما سیجئی **قولہ** سکے علاوہ مولف
خود حسب قول یہود قتل بالصلیب کا قایل ہے **اقول** معاذ اللہ دروغ گویم بروے تو
کا معاملہ کیسا شروع کر دیا۔ ہمارا عقیدہ وہی ہے جسکے سب اہل اسلام قایل ہیں یعنی مسیح علی
نبینا و علیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ صلیب پر دیئے گئے اصلاح بجائے عبارت مذکورہ
کے یوں کہو اس کے علاوہ مولف خود قتل بالصلیب کو یہود کا مزعوم.......
ٹھیراتا ہے **قولہ** پس اگر ما نحن فیہ میں ایک ذرہ بھر بھی غور کرتا تو مقصود ہمارا مندرجہ آیت
اُس کے پاس موجود تھا اور مقتضائے کلمہ بل جس کو مولف نے بقواعد نحو ثابت کیا ہے
اُس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے لاغیر۔ ولنعم ماقیل قد یحل الرحل المطلوبہ
والسبب المطلوب فی الراحل۔ **اقول** دعوئے بے دلیل گوزشتر سے زیادہ
وقعت نہیں رکھتا کوئی اہل تحقیق ایسا نہ ہوگا جو آپکے لاف آمودہ تقریرات پر دور سے

نہ تھو کے آپ کو چاہیئے تھا کہ رفع روحانی کی تقدیر کے شقوق ثلثہ پر جو جو استحالات وارد کئے گئے ہیں اُن کا دفعیہ کرنے کے بعد فرماتے کہ (اُس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے) ایسا ہی رفع روحانی اور مقتولیت میں مادہ افتراق کو ثابت فرماکر بعدازاں لاغیر کہتے اصلاح (مندرجہ آیت) لفظ مندرجہ میں تانیث کیسے موصوف اُسکا تو مذکر ہے یعنے (مقصود) پس بجائے (مندرجہ) کے مندرج چاہیئے شعر کفی حزنا بانك مقیم ببلدہ + والمعنی باُخری مالك الیہ وصول +

قولہ پس مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے حضرت عیسےٰ کی ملعونیت ثابت کرنی ہے لاغیر پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول کی جاتی ہے اسیطرح پر حضرت عیسےٰ کی ملعونیت کو جو معلول قتل بالصلیب کی ہے نفی علت کر کر جو قتل بالصلیب ہے نفی فرمایا

اقول بائیسویں اور تیسویں نمبر روایت سے جو پہلے ہم کتاب استبشار سے نقل کر چکے ہیں روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ جس شخص سے جُرم صادر اور وہ شخص بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے خدا کے ہاں ملعون ہوتا ہے بنابران قتل صلیبی مجرم کی ملعونیت کے لئے علت ٹھیرے گی نہ غیر مجرم کی بلکہ وہ شہادت کی طرح موجب رفع درجات عنداللہ ہوگی اس مضمون سے صاف ثابت ہوا کہ آپ کا یہ زعم (پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول الخ بالکل خلاف واقعہ اور یہود کی رنگت سے رنگین ہے خدارا قرآن کریم کی تفسیر ایسے بیہودہ زعمات پر مبنے نہ کریں خدا کے بندے اگر اللہ تعالےٰ کو نفی علت کے طور پر نفی معلول کرنے منظور ہوتی تو ماقتلوہ وماصلبوہ سے ہرگز ہرگز مضمون بالا ادا نہیں ہو سکتا بلکہ نظم مذکور علاوہ نہ ادا کرنے معنے مراد کے مُوہم ہو جاتی ہے مضمون غیر مراد کی طرف یعنے غیر مجرم کی قتل اور صلب کو علت لعن ٹھیرانا بلکہ اُس تقدیر پر یوں فرمانا ضروری تھا وماکان عیسےٰ مجرما حتی یکون قتلہ بالصلیب سببا للعنہ) اومایودی معناہ اب سنیئے حق سبحانہ وتعالےٰ کو چونکہ رفع اختلاف بین الیہود والنصارٰی بل بینہم والمسلمین منظور تھا تو اُس اختلاف کو اصل واقع کے بیان کے ضمن میں رفع فرمایا۔ ماقتلوہ یعنے یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا یہہ کہنا اُنکا کہ انا قتلنا المسیح عیسےٰ

ابن مریم رسول اللّٰہ ہم نے قتل کر ڈالا مسیح کو خلاف واقع ہے۔ رہا یہ احتمال
کہ صلیب پر چڑھایا گیا ہو بغیر قتل کے جیسا کہ قادیانی اور اُس کی فدیت کا عقیدہ ہے تو
اس احتمال کی تردید فرمائی وما صلبوہ اور نہ سُولی دیا اُسکو) معلوم ہو کہ جس طرح ما قتلوہ
مستقل طور پر یہود کے اس زعم کی تردید و تکذیب ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ اسی طرح
ما صلبوہ بھی بالاستقلال مکذب ہے۔ یہود کے اس زعم کا کہ مصلوب یعنی سولی دیا گیا۔
وہ مسیح ہی تھا۔ الحاصل اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا اب بالطبع یہ
وہم پیدا ہوا کہ یہود و نصاریٰ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک شخص سُولی پر دیا گیا اور اُسی
صدمہ سے مر بھی گیا۔ جس کو وہ دونوں اپنے زعم میں مسیح خیال کرتے تھے وہ شخص اگر
مسیح نہیں تو کون تھا۔ اس وہم کے دفع کے لئے اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ ولکن شبہ
لھم لیکن وہ مقتول و مصلوب مسیح کا ہم شکل بنایا گیا اور اُن کے سامنے فسوق آیتہ سے
یہ معلوم ہو گیا۔ کہ نفس قتل اور صلب میں کلام نہیں نہ تو یہود کی آرزو مسیح کے بغیر کسی اور
شخص کے قتل کرنے کی تھی اور نہ اللہ جل شانہ نفس قتل اور صلب کی نفی فرماتا ہے بلکہ جو امر
کہ یہود کی نظر کا نشانہ تھا یعنے مسیح کی قتل اوسی امر کی تردید اللہ جلشانہ نے فرمائی آیتہ سے
شاہد اسکا یہہ ہے کہ یہود نے اپنے مقولہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللّٰہ میں
مقتول کا بیان بڑے اہتمام اور تکرار سے کیا یعنے مسیح اور عیسےٰ اور رسول اللہ جس سے
مطلب اُن کا یہہ تھا۔ کہ لو جی ہماری مراد پوری ہو گئی جس کے اتمام اور پورا کرنیکے لئے چار
چیز ونکا ہونا ضروری تھا ایک علت فاعلیہ یعنی یہود دوسری علت مادیہ یعنی مسیح تیسری علت
صوریہ یعنی ہیئت حاصلہ عند القتل چوتھی علت غائیہ جو باعثہ علی القتل تھی وہ کیا اظہار
اس امر کا کہ مسیح اپنی نبوت کے دعوے میں کاذب تھا ورنہ بذریعہ صلیب مقتول نہ ہوتا۔
کیونکہ مقتول بذریعہ صلیب عند اللہ ملعون ہوتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی تردید کامل بھی
وہی ہو گا جو یہود کے کمال متہم بالشان تھا لہذا وما قتلوہ وما صلبوہ بضمیر منصوب متصل فرمایا
نہ صرف وما قتلوا وما صلبوا یعنی مسیح کو تو انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ سولی دیا یہ اُنکی غلط بیانی
ہے کہ انا قتلنا المسیح کہتے ہیں الخ اسلئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہود کی سلک جرائم میں قولہم

انا قتلنا اگر فی الواقع مسیح مقتول بذریعہ صلیب ہوتا یا صرف سولی پر ہی دیا جاتا تو بیان سلک جرائیم میں یہود کے یوں چاہیئے تھا و قتلہم یا و صلبہم المسیح الخ کیونکہ غلط بیانی سے ایذا بھاری جرم ہے تو بمقتضائے مقام اس جرم کا ذکر ضروری تھا باقی تفسیر متعلق آیات آئیندہ کے عنقریب آئے گی ناظرین انصاف فرماویں کہ قرآن کریم کا محرف کون ہے **قولہ** صہ سطر ۱
چونکہ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ حتی الامکان مولف ہی کی عبارت اور اُسکے مسلمات سے اُس کا تعاقب کر کر رد کرتے ہیں اور اکثر بالمعارضہ جواب دیتے ہیں اور اُسی کی عبارت کا رنگ ہماری عبارت میں کلون الماء فی الاناء ہوجاتا ہے۔ **اقول** اس التزام کی وجہ گو کہ امروہی صاحب مارے شرم کے بیان نہیں فرماتے مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں۔ جس وجہ کا ثبوت بھی ہم کو اُن کے مصاحبوں سے حلفی بیان کے ساتھ پہنچ چکا ہے وجہ یہ ہے کہ امروہی صاحب نے کلمہ طیبہ کے سوال اور ایسا ہی فایدہ جلیلہ اور رفع الیہ کی تشریح میں چونکہ شمس الہدایت کی عبارت سمجھنے پر قدرت نہیں پائی لہذا طوطی کی طرح وہی الفاظ بعینہا بلکے جا رہی ہیں۔ کلمہ طیبہ کی بحث میں تو صاف طور پر انکی اپنے کلام سے ثابت ہوچکا ہے کہ مطلب کلام کو نہیں پہنچے **قولہ** خواہ مولف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ اور غیر لائقہ ہی ہوں ہم بھی وہی الفاظ و عبارات نقل کر دیتے ہیں تا کہ طریق معارضہ بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے۔ مولف پر حجت ہوجاوے **اقول** امروہی صاحب کے الفاظ و عبارات بے محاورہ بلکہ والہ بر معنی غیر مراد جنکی اصلاح اس کتاب میں کی جاتی ہے پبلک پر ظاہر ہوگئی ہیں اور ہوتی جائیں گی آپکے مضامین کی غلطی اس قدر تھوڑی نہیں کہ ہمکو ایک جگہ بھی دم لینے دے" تا کہ ہم آپ کی عبارات کی اصلاح کرتے چلیں خود غلط املا غلط انشا غلط) کا معاملہ ہے جواب دندان شکن تو بجائے خود رہا ابھی تک تو دندان لگن بھی عطا نہیں فرمایا اور یاد رکھو کہ ہرگز نہ دے سکوگے **قولہ** صہ چنانچہ اس جگہ پر ناظرین ملاحظہ فرماویں کہ لفظ متکلم بلیغ کا شان میں اللہ تعالے کے کیسا ایک لفظ رکیک اور گستاخانہ ہے علے ہذا القیاس اکثر عبارت بالکل بے محاورہ اور قواعد زبان اردو کے محض خلاف ہیں ہم کہاں تک اُسکی اصلاح کرتے کتاب بے سنت میں اللہ تعالے کے لئے متکلم بلیغ الطلاق

کہیں نہیں آیا وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہٖ سیجزون ما کانوا یعملون **اقول** امر وہی صاحب ذرا یہہ تو فرمادیں کہ آپنے جو واجب الوجود لذاتہ کا اطلاق اپنی کتاب شمس بازغہ کے صفحہ ۲ سطر گیارہویں میں کیا ہے ایسا ہی اُسی کتاب کا صفحہ ۲۳ سطر ۱۶ ملاحظہ ہو آپ ملحد کیوں بن گئے کہیں کتاب وسنت میں سکا پتہ بتلاویں پھر معروض ہے کہ اگر متکلم بلیغ کے اطلاق سے انسان ملحد ہوا جاتا ہے تو آپ نے اسی صفحہ ۱۵ کی پہلی سطر میں کیوں دانستہ الحاد اختیار کیا آپکا یہہ کہنا کہ نقل کفر کفر نباشد اسجگہ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ مجیب ہیں اور بعنوان عبارت مذکور جواب دے رہے ہیں اسکو محض نقل نہیں کہ سکتے سہ بارہ عرض کرتا ہوں کہ اسماء الٰہیہ کا توقیفی یا غیر توقیفی ہوتا ایک مسئلہ مختلف فیھا بین المسلمین چلا آتا ہے۔ یعنے دونوں فریق اسلام سے خارج نہیں تو پھر آپنے بے موقعہ آیت مذکورہ مسلمانوں کو ملحد بنانے کے لئے کیوں پڑھ دی کیا آپ کے عندیہ میں غیر توقیفی کے قائلین سب ملحد ہیں چوتھی دفعہ مکلف ہوں کہ آپ اسماء حسنیٰ کو انہیں نو دنہ نام میں منحصر سمجھتے ہیں یہ آپ کا زعم غلط ہے حدیث صحیح جو بروایت عبداللہ بن مسعود مسند امام احمد میں مذکور ہے۔ جس میں اسألك بکل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك وانزلتہ فی کتابك اوعلمتہ احدا من خلقك اواستاثرت بہ فی علم الغیب عندك الخ۔ موجود ہے ملاحظہ ہو ترمذی کی شرح احوذی پر بھی نظر ڈالیں اور نہ سہی تو شرح مواقف عبارت مسطورہ ذیل پر نظر ڈالی ہوتی (وانما قال فی المشھور اذ قد ورد التوقیف فیھا) پانچویں مرتبہ معروض ہے کہ آیتہ کے معنے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یلحدون فی اسمائہٖ اشتقوا اللات من اللہ والعزیٰ من العزیز تفسیر ابن کثیر وجلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ ملاحظہ ہوں چھٹی دفعہ معروض ہے کہ متکلم کے لفظ کا جواز اطلاق سید محقق شرح مواقف کے حاشیہ پر لکھتے ہیں (وشاع فی عبارات العلماء المرید المتکلم الموجود الذات الخ یہہ جواز بھی مبنی ہے عدم انحصار فی تسعتہ و تسعین پر **قولہ صدا ۵** اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے کہ اولا فرمایا

کہ وما قتلوہ وما صلبوہ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسٰےؑ باتفاق فریقین یہود ونصارے کے صلیب پر تو چڑہائے گئے تھے پھر ما صلبوہ کہنا کیونکر درست ہوا کیونکہ صلیب پر چڑہایا جانا اُن کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کرسکے ہاں ان لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسٰے کی شبیہ کا نہ ہو صلیب پر چڑہائے گئے تھے نہ حضرت عیسٰےؑ چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود والنصاری ونیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الی یوم القیامۃ نازل ہوا ہے لہذا اس اختلاف کو بھی کلام آلٰہی نے خود ہی رفع فرمایا ولکن شبہ لھم ظاہر ہے کہ حرف لکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے قاموس میں لکھا ہے ولکن ساکنۃ النون ضربان مخففۃ من الثقیلۃ وھی حرف ابتداء لا یعمل خلافا للاخفش ویونس فان ولیھا کلام فھی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک ولیست عاطفۃ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہوا جسکو لاکن کے ساتھ دفع کیا گیا جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں۔ تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ حضرت عیسٰے سولی سے ضرور قتل کئے گئے تھے کیونکہ یہود ونصارے ابتدا سے لے کر آج تک اسی امر پہ متفق ہیں کہ حضرت عیسٰے سولی پر قتل کئے گئے اب اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا **اقول** (اس وہم کے دفع کے واسطے) بولکہ پھر (بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا) کہنا کیسے فصاحت ہے سبحان اللہ اصلاح اب اس وہم کو جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا۔ **قولہ** کہ ہاں حضرت عیسٰے صلیب پر چڑہائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑہایا جانا مشابہ بقتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لکن فرمایا گیا۔ یعنے ولکن حضرت عیسٰےؑ مشابہ یا مشبہ مقتول بالصلیب یہود کے لئے کئے گئے **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور غلط اور مخالف ہے آیات قرآنیہ سے اول تو اُن جہلا نے صلیب پر چڑہانا حضرت عیسٰےؑ کا مسلم رکھا باوجود اسکے کہ اللہ جلشانہ مستقل طور پر وما صلبوہ فرماتا ہے

یعنے مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑہایا دوسرا اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑہایا۔
تو اللہ تعالےٰ پہلے سلک جرائیم یہود کے بیان میں کما قال فبما نقضہم میثاقہم وکفرہم بایات اللہ
وقتلہم الانبیاء بغیر حق وقولہم قلوبنا غلف الخ وبکفرہم وقولہم علی مریم
بہتانا عظیما وقولہم انا قتلنا المسیح الخ صرف قولہم فرماکر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائیم
شمار کرتا ہے مقتضیٰ مقام کا یہہ تہا کہ ادن کی ایذارسانی کو بھی ضروری ذکر کیا جاتا یعنے و
صلبہم المسیح) تاکہ یہود کے مردود وملعون ہونے کے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا۔ اور
سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے تیسرا صلیبی اعتقاد صرف
وما صلبوہ کے ہی مخالف نہیں بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید
فرما رہی ہے۔ دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ تعالےٰ درضمن ذکر لغمار اپنے کے جو مسیح اور
اُس کی والدہ پر عطا کی تہیں فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم
بالبینات یعنے من جملہ میری نعمتوں کے جو تیری پر فیضان کی ہیں ایک یہہ بھی نعمت
ہے یاد کر جبکہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تجہ سے یعنے تم کو اُن کی ایذا سے
بچا لیا تھا۔ اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود ونصاریٰ واقعی تہا تو پہر کففت
فرمانا کاذب ہوا جاتا ہے ایسا ہی اسی آیت کے ابتدا میں اذ قال اللہ یعیسےٰ ابن
مریم اذکر نعمتی علیک فرمانا بیجا ہوگا چوتھا بنا بر تقدیر مذکور مسیح کو بروقت مشورہ
کرنے یہود کے ایذارسانی کے بارہ میں اللہ جلشانہ کی اطمینان دہی کما قال اذ قال
اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الی الخ العیاذ باللہ دھوکا بازی ہو جاتی ہے
کیونکہ اس کا ثمرہ یہی نکلا کہ یہود کے ہاتھ پکڑوا کر صلیب پر دلا دینے کے بعد تیرا دم
نکلنے نہ دوں گا۔ اور تجھے مشابہ بالمقتول بنا ونگا کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے
پانچواں وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ شمس الہدایت
کے نص قطعی ہے رفع جسمی پر جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو چھٹا آج تک کسی حدیث یا
قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ کی ثابت نہیں بلکہ سب اہل اسلام اس اعتقاد
سے علیحدہ ہی رہے ہیں وجہ اسکی بغیر اسکے کوئی نہیں کہ آنحضرت صلعم وصحابہ سائیہ

اہل اسلام نے الی یومنا ھذا قرآن کریم کی شہادت کو یعنی وما صلبوہ ایسا ہی بل رفعہ اللہ الیہ کو پیش نظر رکھکر یہود و نصاریٰ کی روایات کو پس پشت پھینکدیا تھا آنحضرت صلعم باوجود اسکے کہ بلغ ما انزل الیک اور ایسا ہی انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما اور نیز وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یومنون ایة قال تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم ایة قال تعالیٰ ان علینا جمعه وقرآنه اور ثم ان علینا بیانه کیساتھ مامور و مبشر ہو کر پھر ان معانی سے بیخبر رہے ہوں ہرگز ممکن نہیں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے اور لسان العرب کا قول (الصلب القتلة المعروفة) معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون اور چربی وغیرہ کا نکلنا من جملہ اسباب قتل کے ہے لہذا صلب کا اطلاق قتل پر مجاز مستعار کے طور پر ہوا کیونکہ صلب کا ماخذ صلیب ہے بمعنے خون و چربی کے یا بمعنے سولی کے نہ قتل **قولہ صفحہ ۵۲** اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسے کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے۔ لہذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسے مقتول بالصلیب ہوئے **اقول** یہ کیسا خبط ہے اور (لہذا یہ وہم پیدا ہوا الخ) کیسا بے ربط ہے ماقبل سے بھلا یہ کہنا کہ حضرت عیسے کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے) یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہو سکتا ہے اسکے لئے کہ خود حضرت عیسے مقتول بالصلیب ہوئے بندے خدا کے اسکا منشاء کہ خود حضرت عیسے مقتول بالصلیب ہوئے) کلام سابق ہے یعنی وما قتلوہ وما صلبوہ کیونکہ جب حضرت عیسے باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم انکے مقتول بھی ہو گئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے اس وہم کو اللہ تعالیٰ نے ولکن شبہ لهم سے دفع فرمایا یعنے واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اسکی نفی نہیں کی گئی قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا بلکہ اسکا شبیہ تھا **قولہ** مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضا حرف لکن کا ہے کب ٹھیک رہتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسے کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے ہو جس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ خود حضرت عیسے مقتول بالصلیب ہو گئے ہوں پھر لاکن کے ساتھ کون سا وہم ناشئ عن الکلام دفع کیا گیا **اقول** دماغ کے فساد کا معالجہ کرلو بعد ازاں تفسیر لکھیں آپ فرماتے ہیں (کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسے کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے ہوں) خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسے کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے ہیں یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشئ عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے

اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لاکن مدفوع ہو جاوے ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے ایک کلام سابق دوسرا وہم ناشئی عنہ تیسرا رفع وہم جو مدلول ہے لکن کا چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جاوے جو ایسا لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے ولکن شبہ لہم میں ایک تو کلام سابق ہے ذکیا وما قتلوہ وصلبوہ دوسرا وہم ناشئی جو اوپر بیان کیا گیا ہے تیسرا لکن چوتھا ما یدفع بہ الوہم یعنی شبہ لہم کا مضمون ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ امروہی صاحب شمس بازغہ کے لکھنے کے ایام میں بوجہ اسکے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں مخبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں یہ کمال علمی بھی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے کاش اگر کسی محقق عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے **قولہ** ص۔ معہذا منشاء وہم کو تو پھر لاکن کے بعد بھی ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا اندریں صورت حرف لاکن جو دفع وہم ناشئی عن الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا جاتا ہے تعالی کلامہ تعالی عن ذلک علوا کبیرا اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہئے تھی کہ وما قتلوہ وماصلبوہ ولکن قتلوا وصلبوا شبیہ عیسےٰ فلہذا شبہ لہم واین ہذا من ذلک **اقول** منشاء وہم کا ما قتلوہ وصلبوہ ہے جو لکن کے ماقبل ہے نہ کہ مابعد کو یہی لہذا آپ کی عبارت معہذا سے ہوا جاتا ہے تک محض لغو اور حشو ہے سبحان اللہ اس لیاقت سے اللہ کو اصلاح دے رہے ہیں فصیح صاحب (ولکن شبہ لہم) کے جملے سے وہی مضمون ادا کیا گیا ہے جس پر آپ کی دو سطریں دال ہیں یعنی ولکن شبہ لہم المقتول بالمسیح قرآن کریم اگر آپکی اصلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہو سکتا تھا **قولہ** ہاں جو معنے آیت کے ہم لیتے ہیں اُس میں یہ سب امور یعنی استدراک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اسکا لکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں یعنی ما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسےٰ کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاریٰ کا آج تک اتفاقی مسئلہ ہے پھر ما صلبوہ کیونکر درست ہو سکتا ہے جواب دیا گیا ولکن شبہ لہم یعنی ولکن حضرت عیسےٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ اور مشابہ کئے گئے یعنے صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے **اقول** سب اہل اسلام وہم ناشئی عن الکلام السابق بھی ٹھیراتے ہیں جو ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہوتا ہے آپ کا اور سب اہل اسلام کا تخالف ولکن شبہ لہم کی تفسیر میں ہے حسب تفسیر آپکے ما صلبوہ کاذب ہو گیا الغرض آپکی تفسیر ما صلبوہ کو کاذب یا بے معرف ٹھہراتی ہے اور نیز اس تقدیر پر و ما صلبوہ

جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے لغو ٹھیرتا ہے علاوہ اسکے حضرت عیسے صلبوہ کے مضمون سے مشبہ کئے گئے ہیں یہ اور نرالی تفسیر ہے کیا حضرت عیسے مشبہ بالمقتول والمصلوب معاً ٹھیرائے جائینگے یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب سے پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب نہ ہوا ہو جیسا کہ مقتول نہیں بلکہ مشبہ ان دونوں سے ہوا اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے کیونکہ تم مصلوب ہونے مسیح کو یہود و نصاریٰ کی طرح واقعی سمجھتے ہو اور بر تقدیر ثانی علاوہ مخل ہونے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہوگی اور نیز صلبوہ کے مضمون کو مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ تشبیہ عبارت ہے تشریک امر با امر فی وصف) سے ایک امر تو حضرت عیسے ہوا اور دوسرا صلبوہ کا مضمون یعنی صلب الیہود المسیح اب فرمایئے کیا عیسے علیہ السلام وصف صلب کے ساتھ جو معنی مصدری ہے تشبیہ دیئے گئے تو حضرت عیسے اور وصف مذکور کس وصف میں شریک ہوئے بینوا توجروا **قولہ** ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہوگئے اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسیٰ مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ وصلبوہ بھی مذکور ہے الحمد للہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہے سب امور کا فیصلہ ہوگیا **اقول** ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورہ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اوسکا مشبہ بہ کسی شخص کے لئے نہیں ٹھیرایا گیا اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہوچکا ہے الحمد للہ کہ نظم قرآن مجید سے ہے تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہوگیا اور اہل اسلام کی تفسیر پر مشبہ بہ یعنی عیسے کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے حکماً کیونکہ جب ما قتلوہ وما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو اور کون تھا نظر بخبر متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضرور ہی ہوگا لہذا مصلوب کا المذکور ٹھیرا ص۵۴ سے ص۵۶ تک **سوال جل طلب کا حاصل** وہ شخص جس پر عیسے کی شبیہ ڈالی گئی) اس پر چند سوال (۱) وہ کون تھا اسکا نام کیا تھا اسکا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں بشق اول اسکا ماتم کیا یا نہیں یا کچھ جستجو بھی اسکی کی گئی یا نہیں بصورت ثانی نہایت بعید از عقل ہے کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی دیا جاوے ایسے مخلص حواری کا ذکر نہ انجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے اور مریم علیہا السلام صلیب کے نیچے بیٹھ کر ماتم کرے مگر اللہ تعالیٰ اسکو بذریعہ الہام یا کسی حواری سے مسیح کے آسمان پر لیجانے سے مطلع

نہ کرے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لا تخافی ولا تحزنی سے تسلی بخشی تھی اور مریم علیہا السلام
کو والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا بھی بھول گیا جو عیسیٰ علیہ السلام نے
انکو طفولیت میں پڑھا دیا تھا اور کیا یہ شخص حضرت عیسےٰ کا کفارہ بن گیا تھا جیسا کہ عیسائی اُس کو
مقتول الصلیب ٹھیرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ دیتے ہیں **جواب** پہلے آپ اور آپکے پیغمبر جن کا
فرضی منصب ہے شبہات کا نکالنا ہے یہ تو فرماویں کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی
دیا گیا اور انکو تازیانے بھی لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سُننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے
سے اڑا جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب اُسنے دیکھا دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۰ تک اور پلاطوس کی عورت
کو بذریعہ خواب سمجھایا گیا کہ یہ شخص راستباز ہے اور اسکا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا ہے دیکھو ازالہ
صفحہ مذکورہ اور مسیح کا (ایلی ایلی لما سبقتنی) چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں مندرج ہے سو گذارش ہے کہ
اللہ تعالیٰ سے یہ تو سب کچھ ہوا کہ مسیح کو روح القدس سے تائید فرمائی اور احیاء موتیٰ اور ابراء اکمہ وغیرہ
وغیرہ معجزات مزید براں پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسا بھی فرمایا تھا کما قال عز من قائل یعیسیٰ
انی متوفیک و رافعک الی لیکن اس قدر نہ ہوسکا کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں کے
تازیانے لگانے اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنے اور سولی پر چڑھنے سے بچا سکے اور مریم صلیب کے نیچے ماتم کرے جیسا
آپکی اناجیلوں میں موجود ہے حضرت مریم کو اتنا بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسےٰ نے طفولیت میں اُسکو پڑھا
دیا تھا کہ والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ پلاطوس
کی عورت کو بذریعہ کشف منامی اطلاع دیجاوے اور مریم علیہا السلام محروم رہجاویں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ
کے ہم پلہ ہونیکی تو کیا نسبت ہی مگر پلاطوس یہودی کی بیوی جیسی بھی نہ ہو پھر گذارش ہے کہ پلاطوس کی
بیوی نے حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا کہ تم کیوں روتی ہو حضرت عیسےٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے
مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میتے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح کے مقتول ہونے میں ہے
سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروائیگا بعد اسکے گذارش ہے کہ
مسیح کو باوجود اسکے کہ انبیاء اولوالعزم میں تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا پھر کیوں چلا چلا کر (ایلی ایلی
لما سبقتنی) پکارتے رہے ہاں شاید اسلئے کہ پھر خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکا کیا پھر گذارش ہے کہ
سب سے حیرت انگیز تو یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو وعدہ اپنا بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ

باقی نہ رہی تھی پھر گذارش ہے کہ یہ بھی معلوم نہ ہوا پلاطس کی بیوی کا نام کیا تھا یا اُسکے سپاہیوں کے نام بوجہ آبلو اہات کیا تھے اگر معلوم النسب و الاسم تھی تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھی اور اگر مجہول النسب و الاسم تھی تو اندرین صورت یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسےٰ سے بھی بڑھ گئی کیونکہ حضرت عیسےٰ کا اگر باپ نہیں تھا والدہ تو تھیں اور ان اشخاص کے نہ ماں نہ باپ ان ھذا لشیٔ عجاب عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہونچاتے ہیں اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانیوالے تو بہتریوں کو خدا مانتے ہونگے ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں مصرع شد پریشان خواب من از کثرتِ تعبیرہا + اگر حضرت امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپکے نزدیک روایات قابل اعتبار نہیں تو آپنے اور آپکے پیغمبر نے کیوں اپنی تصانیف انہیں روایات سے بھر دیئے اور انہیں پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا اور سب صحابہ و علما اسلام سے الگ ہوئے **تحقیقی جواب** مسیح کے مصلوب و مقتول ہونیکو چونکہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک خلاف الکتاب لاریب فیہ کے ساتھ ایمان رکھنے والے اغیار نصاریٰ و یہود کو بدلیل و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں اس زمانہ میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود و نصاریٰ کے واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر کر قرآن کریم کے صریح آیات کو رد و بدل کر دیا یہود کا (انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللّٰہ) میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار و تکرار کر کہ اُسکی پھر تردید میں بقولہ تعالےٰ (وما قتلوہ وما صلبوہ) بھی اُسی مفعول پر وقوع قتل و صلب سے نفی کرنی صاف دلالت کر رہے ہیں اسپر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے نہ نسبت صدوریہ یعنی صرف صدور قتل و صلب میں کلام نہیں یعنی نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل و صلب صادر ہو گیا ہے خواہ کسی شخص کو ہم نے مقتول و مصلوب کیا ہو اور بالخصوص مسیح مدنظر نہ ہو ایسا ہی تردید میں بھی اذا انفرد ھذا تو جب وما قتلوہ وما صلبوہ نے قتل یا صلب کے مسیح پر واقع ہونے سے نفی کی اور یہہ تو ظاہر اور سب گروہ کا اتفاقی ہے کہ ضرور کوئی شخص تو مقتول و مصلوب ہوا ہے پس ما قتلوہ و ما صلبوہ کے بعد گویا وہ شخص بلحاظ مضمون سابق مذکور ٹھہرا لہذا ولکن شبہ میں ضمیر نائب عن الفاعل کا مرجع وہی شخص ٹھیرایا گیا چنانچہ جلالین وغیرہ میں یا دلہم کا نائب عن الفاعل کہا جاوے چنانچہ دوسرا محاورہ ہے قاموس بعد اس تشریح کو ناظرین

کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسلمان کو حسب ہدایت ان آیات کے یہ اعتقاد ضروری ہے
کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا بلکہ وہ کوئی اور شخص تھا رہا یہ کہ وہ کون تھا کیا نام رکھتا تھا
اُسکے والدین کا کیا نام تھا سو آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کی غرض کو اس سے کچھ تعلق و لگاؤ نہیں
لہذا قرآن کریم اسکے درپے نہیں ہوا تو پھر ہم کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اُس شخص کے متلاشی بنیں
ہاں ایسے متلاشیوں میں اُن لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو اہل کتاب کی روایات مندرجہ کتب محرفہ
مخالفہ للکتاب اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوں اور نہ صرف اسپر قانع ہوں بلکہ ان روایات کو
کتاب اللہ پر ترجیح دیکر کلام اللہ کو انکی طرف لیجاویں قال اللہ تعالیٰ قتل الخراصون
الذین ھم فی غمرۃ ساھون یعنے اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت
میں بھولے ہوئے ہیں بلیت لاہور سے محبت ملتان تہانتے ہو + کابل پڑی ہے ہمکو پیش درجاتے ہو +
اثر ابن عباس جو باسناد صحیح شمس الہدایت میں مسطور ہے جسکی صحت کو بڑے بڑے فحول ائمہ
اہل حدیث سے مثل حافظ ابن کثیر وغیرہ کے قبول کیا ہے مویدا ور مشرح ہے اسی مضمون قرآن
کا جیسا کہ آج تک مفسرین شکر اللہ سعیہم لکھتے چلے آئے ہیں اور اس اثر کا مضمون چونکہ قیاسی
نہیں لہذا یہ حکم مرفوع میں ہوگا کما ہو المتقرر فی اصول الحدیث اور چونکہ یہود و نصاریٰ بالاتفاق
مسیح کو مقتول بالصلیب مانتے ہیں تو قبل از قتل صحیح و سالم آسمان کی طرف اٹھایا جانا چنانچہ
وہ مضمون ہے اس اثر کا انکے معتقدات سے ہرگز نہیں ہوسکتا اور اگر بعض انکے قائل
اور راوی بھی ہوں اور یہ بھی مسلم کر لیا جاوے کہ ابن عباس نے اونہیں سے سُنا ہے تو پھر بھی
ابن عباس کا اس مضمون کو قبول کرنا جو انکے بیان بغیر الترديد سے پایا جاتا ہے یہ دلیل ہے اسپر
کہ یہ کتاب اللہ کی کسی آیت کے برخلاف نہیں مسلمانوں خوب یاد رکھو اور غور کرو کہ مسیح کا
مقتول بالصلیب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاریٰ و اتباعہما کا عقیدہ ہے اور برخلاف
ہے صریح آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کی آجتک سب مفسرین نے یہی لکھا ہے مرزا صاحب نے آیات
قرآنیہ کو اناجیل کے مطابق کرنا چاہا یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا وما علینا الا البلاغ
اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ امروہی صاحب نے صفحہ ۱۶ تک جو کچھ لکھا ہے خلاصہ اُسکا
دو ہی باتیں ہیں ایک تو جواب اُس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق ہے دوم ارل نعہ اللہ الیہ

سے بلحاظ ہمارے فایدہ جلیلہ کے وفات طبعی مسیح کی ثابت کرنا سو جواب کا حال تو عرصہ سے
چار ورق میں شائع ہو چکا تھا جسکا اثر یہہ ہوا کہ تمام علماء متبحرین نے جنکو اس چار ورق کے
دیکھنے کا اتفاق ہوا یہی کلمہ کہا کہ وہی امروہی نے اس جواب میں جہل مرکب اپنا خوب ثابت کر دکھایا
ہے دوسرے کے متعلق گذارش ہے کہ اس میں امروہی صاحب نے بل کے ماقبل یعنی قتل صلیبی اور
مابعد یعنی رفع اعزازی میں تضاد حسب قواعد مرقومہ فایدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے اس پر ہماری
تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ توریت کے حکم کے مطابق اُس مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے
جو کہ مجرم ہو اور مسیح علم باری میں بیگناہ ہے لہذا بل کے ماقبل اور مابعد میں بعد تقدیر مذکور
تضاد فی علم باری نہیں اور رفع جسمی کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ وفی علم الباری متحقق ہے
بناءً علیہ جو کچھ امروہی صاحب نے ۲۵ میں لکھا ہے اُسکے مستحق ہم ٹہیرے یعنی جب آیۃ بل رفعہ اللہ
الیہ کی نص قطعی ٹھیری حیوۃ مسیح میں تو ہم نے جو کچھ فایدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں
وہی درست رہیں سبحان اللہ والحمد للہ لاکے شکنجہ اور بل کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل
اور کچھوں کو سیدھا کر دیا لکن من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی
لہ اسی ۲۵ میں اور یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث لو کان موسی وعیسٰے حیین الخ جس کی
صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر **اقول** صاحب فتوحات
نے چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی چنانچہ اس تکملہ میں مذکور ہوگا
ہے لہذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں حیات مسیح پر مضر نہیں
ناظرین اسجگہ امروہی صاحب کی علمی لیاقت کا خیال فرماویں اس قول میں آپنے بل رفعہ الیہ
کو مطابق مزعوم اپنے کے قرینہ ٹھیرایا ہے حیوۃ سے حیوۃ فی الارض مراد لینے کے لئے اور
ظاہر ہے کہ حدیث مذکور میں لفظ حیین کو مقید بحیوۃ فی الارض ٹھیرایا تو بمقتضے کلمہ لو کے
اتباع موسی وعیسے کا فرع محمدی کے لئے منتفی ہوا اسلئے کہ موسی وعیسے زندہ فی الارض نہیں
تو حدیث مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسے علیہ السلام بر وقت بولنے آنحضرت صلعم کے اس حدیث کو
زندہ زمین پر موجود نہ تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں (فی الارض) کی قید
تو اس حدیث میں قاتلین بحیوۃ المسیح لگاتے ہیں جیسا کہ فایدہ جلیلہ میں شمس الہدایت کے مصنف علیہ الرحمۃ

کا ہی مقصود ہے قائلین لحوقات المسیح تو اس حدیث میں (حسین) کو مطلق چھوڑتے ہیں کہ مطلق حیولۃ کا
انتفا ہو جاوے سبحان اللہ ماشاء اللہ نظر بدور سی صفحہ ۴ میں جسم کثیف کے اٹھائے جانے کو بعید سمجھا منجملہ مویدات اپنی
سے شمار کرتے ہیں **اقول** نفخ جسمی کی کئی ایک واقعات پہلے علامہ سیوطی کی کتاب سے نقل کی گئی ہیں عقل اگر
بعید جانتا ہے تو جسم کثیف کے بالطبع جانے کو بلندی کی طرف نہ یہ کہ اگر جسم ثقیل کو کوئی بقسر یعنی بغیر حرکت
طبعی و ارادی کے اوپر لیجاوے تو نہیں جا سکتا یہ استبعاد صرف قادیان ہی میں محصور ہے معراج جسمانی آنحضرت صلعم
کا اس استبعاد کو قادیان تک پہنچانے کے لئے کافی ہے **قولہ** ص۱۶ اس تفسیر و تقریر سے جو صراحۃ **اقول** قولہ تعالیٰ
وما صلبوہ صراحۃ یہود و نصاریٰ کا مع اتباع ان کے مکذب ہے کیونکہ صراحۃ مسیح کے مصلوب ہونے کی نفی کر رہا ہے لہذا لفظ ان
اناجیل سے مطابقت نہیں **قولہ** ص۱۶ اور حضرت اقدس نے ص۲۷۵ سے ص۲۸۵ کہیں تحریر نہیں فرمایا کہ معنی صلب کے
ہڈی توڑنی ہے مگر مضمون ہڈی نہ توڑے جانے کا نقل کیا ہے **اقول** سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر
شاہی تینوں اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی دیا گیا ہے لہذا انکو وما صلبوہ کے معنے میں گڑبڑ کرنا ضروری ہے خواہ معنی صلب کے
لغتہ ہڈی توڑنا کہیں یا نہ مرزا صاحب نے تو وہی راستہ لیا جو امروہی صاحب نے ذکر کیا ہے مرزا صاحب ازالۃ الاوہام کے
ص۲۷۵ سطر چوتھی میں لکھتے ہیں منشاء وما صلبوہ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا بلکہ
منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور مصنف
تفسیر شاہی نے تو معنی صلب کا ہڈی توڑنے کا لکھا ہے اس تفسیر کا صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو اور نیز سید احمد صاحب کی
تفسیر بھی اب سنئے شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب عبارت اسکی یہ ہے اس تفسیر سے جو نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے
ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو ما صلبوہ کے معنی میں جو انجیل والوں
نے روایات اناجیل کے ملاحظہ سے لیا سخت دھوکا ہوا میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ تینوں صاحبوں
کو ما صلبوہ کے معنے میں سخت دھوکا ہوا یعنے صلب کا معنے سولی پر چڑھانا اور انکو چھوڑنا پڑا جیسا کہ ابھی جو ازالۃ الاوہام
کی عبارت نقل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے شمس الہدایت کی عبارت کہتے ہیں ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کی
ہڈی کو نہ توڑا باقی متعلق ہے مصنف تفسیر حضرت شاہی سے جو مترجم قرآن ہے انکی تفسیر کو صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ کیجیے
ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے صلیب کا معنے ہڈی توڑنے کا لیا ہے اور عبارت قاموس سطر ۲ سو نیز شمس الہدایت کے ساتھ
استشہاد ہی پکڑا ہے **قولہ** ص۱۶ ما مطلب دونوں جملوں کا ما قتلوہ و ما صلبوہ قتل بالصلیب ہی ہے **اقول**
ما مطلب ما قتلوہ کا قتل بالصلیب کی نفی اور ما صلبوہ کا سولی پر چڑھانے کی نفی جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں

ناظرین صـ۶۱ کو صـ۶۲ کے نصف تک ملاحظہ فرماویں جس کو ادنے طالب العلم بھی بر عائیت ہمارے بعض مضامین مسطورہ بالا کے جو اس تکملہ میں مکرر لکھی گئی ہیں) تردید کرسکتا ہے۔ **قولہ** صـ۶۲ مولف صاحب اس کا فیصلہ کریں کہ جب مرجع ضمیر ماقتلوہ کا آپ کے نزدیک جسم مع الروح ہے تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ آپ کے عندیہ میں جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہوجاتی ہے **اقول** سبحان اللہ ملکہ ہو تو ایسا ہی ہو۔ یہہ تو ظاہر ہے کہ زید وعمر وبکر وغیرہ کا مسے جسم مع الروح ہے اور صورت مفعول واقع ہونے ان کے اگر فعل افعال حسیہ میں سے ہوا تو متعلق اسکا صرف بدن ہوگا رایت زیدا قتلت زیدا مسست زیدا۔ اور اگر افعال قلوب میں سے ہوا تو متعلق اُس کا صرف روح ہوگا۔ علمت زیدا فھمت بکرا۔ جسم مع الروح کو مرجع کہنے کا معنے یہہ ہے کہ متعلق قتل کا جسم ہے۔ درحالیکہ مقارن مع الروح ہے۔ نہ یہ کہ جسم بھی متعلق قتل کا ہے اور روح بھی امروہی صاحب نے اس صفحہ ۶۲ سے صفحہ ۶۳ کے نصف تک بجائے اسکے کہ اپنی جہالت پر متاسف ہوکر رو دیں) اولٹا تمسخر سے کام لیا ہے۔ ؎ اللہ رے ایسے علم پہ یہ بے نیازیاں کیا جہل سے ہی آپ کا پتلا بنا نہیں + مرجع ضمائر کا جس کو آپ مانتے ہیں یعنے عیسے ابن مریم وہی مراد ہے جسم معہ الروح سے رفع درجات کا ذکر پہلے مفصل ہوچکا ہے۔ بل احیاء کے ماقبل قتل کی نفی نہیں۔ بلکہ اثبات اُسکا ہے۔ لہذا یہ حیات جسمانی کا افادہ نہیں کرسکے افسوس کہ امروہی صاحب نے ناحق اس کوچہ علمی میں قدم رکھا اور اپنے معتقدین کے روبرو اپنے فہم سقیم سے ان کو نادم ہونا پڑا وکم من عائب قولا صحیحا۔ والآفتہ من الفہم السقیم۔ **قولہ صـ۶۳** ان کے اس قول کی صرف یہی وجہ تھی کہ حضرت عیسے کے قتل بالصلیب میں اُنہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کوچہ بکوچہ رسوا کیا الخ **اقول** ناظرین خدارا انصاف فرمائیے شمس الہدائیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر قتل کرنا مسیح کا اور صلیب پر چڑہانا اُسکا واقعی ہوتا تو اللہ تعالے جرائم یہود کے سولی پر چڑہانے کو اور ایسا ہی قتل کرنیکو

ذکر فرماتا۔ جب ایسا نہیں کیا یعنے بجائے وقولہم انا قتلنا الخ کے وقتلہم وصلبہم نہیں فرمایا۔ اور قولہم کو زیادہ کر دیا تو معلوم ہوا کہ یہود کا جُرم اس مقام پر صرف غلط بیانی ہی تھی۔ اس کے جواب میں امروہی صاحب فرماتے ہیں "انکے قول کی صرف یہی وجہ تھی" الخ کیا یہود کے قول اور اُن کے انا قتلنا المسیح الخ کہنے کی وجہ آپ لوگوں سے دریافت کی گئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دریافت تو یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے قولہم کو کیوں بڑھایا اور وصلبہم نہ فرمایا۔ باوجود اسکے کہ حسب زعم تمہارے صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس سنگین جرم کو کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ اور صرف (قولہم) غلط بیانی پر اکتفا کی۔ اب ماشاء اللہ امروہی صاحب کو علمیت کا بڑا زور ہوتا جاتا ہے۔ ابھی تو صفحہ ۴ شمس الہدایت تک پہونچے ہیں۔ ص ۶۵ کا حاصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بچانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ تدبیر کی کہ غار ثور کے مصائب اور آفات سفر مدینہ وغیرہ وغیرہ آن پر اور اُن کے یار غار پر نازل فرمائی۔ اور حضرت عیسےٰ کے لئے بلا کلفت چھت کو پھاڑ کر ایک دریچہ بھی بنا دیا۔ گویا مولف صاحب اپنی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ **شعر**۔

فسبحان اللہ من خمر المسیح براحۃ ÷ بیضطہ فیہا الذی ہو افضل

اقول یہ دعوے کا عام فریب ایسا ہے جیسا کہ مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام اور اسکے تابعین کو تو دریا کو چیر کر پار چڑھا دیا۔ اور اس کے مخالفین کو دریا میں غرق کر دیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی غزوہ میں ایسی تدبیر نہ کی کہ آپ کو صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کرام کوئی صدمہ نہ پہونچتا۔ اور مخالفین کو بجائے دریا کے زمین میں ہی خسف کر دیتا بلکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو کفار کے ہاتھ سے بڑے بڑے صدمات پہونچے۔ پس جو شخص کہ ان آیات قرآنیہ کے ساتھ (جن میں آل فرعون کے غرق کرنے کا اور موسےٰ علیہ السلام کی نجات پانے کا دریا سے ذکر ہے) ایمان رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون وہ شخص زبان حال سے

یہ شعر پڑھ رہا ہے۔ **شعر**

فسبحان اللہ من خص موسی برحمتہ + لیغبطہ فیہا من ھوا فضل -

بھلا امروہی صاحب ہم تو ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ پڑھتے جائیں اور آپ بظاہر مجنوں کی صورت میں ہو کر درپردہ تحریف کرتے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے جاؤ مگر تاڑنے والے تاڑ چکے ہیں۔ امروہی صاحب ص ۶۵ میں بڑی طیش میں آکر لکھتے ہیں رہاں مجھے یاد آگیا کیونکہ یہ فرق نہ ہوتا کہاں حضرت عیسےٰ خدا کے اکلوتے بیٹے ملکی صفات بشریت سے مبرا اور کجا محمد رسول اللہ عبدہٗ و رسولہٗ ایک خاکی نژاد انسان ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولد اکلا وحاشا اے مولف تم عیسائیوں کے شریک ہو کر وہ شعر پڑھتے جاؤ۔ ہم تو یہ اشعار پڑھتے ہیں الخ

اقول لعنت اللہ علے الکاذبین کہاں شمس الہدایت میں عیسےٰ بن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ آپ نے خود ہی مسیح کے آسمان پر چڑھایا جانے اور سکونت فی السماء کو موجب اُلوہیت ٹھیرا کر یہ نتیجہ نکالا۔ اور آپ کے عندیہ کو لازم طبعی ہے کہ سب ملائکہ العیاذ باللہ آلہ بن جائیں یا تو اس عندیہ سے توبہ کرو اور یا الوہیۃ من فے السمٰوات من المخلوق کا العیاذ باللہ اقرار کرو جو مقتضے بالطبع ہے تمہارے عندیہ کا۔ اب فرمایئے کہ آپ کے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ خدا کے اکلوتے بیٹے بنے یا نہ۔ **شعر**

وفے کفتے میزاننا لک عبرۃ	وانت لسان فیہ ان کنت تعقل
اذا رجحت احدھما طاش اختہا	وانت لما فیہا تمیل وتسفل

آپ نے ہمارے اس مضمون پر جو ایک منصوص امر اور اجماعی عقیدہ ہے حاشیہ لگایا اور مسیح کو بوجہ سکونت علے السماء کے حی وقیوم ٹھیرایا۔ اور سب لوگوں پر جن کا یہ عقیدہ ہے کہ ملائکہ کی قرارگاہ آسمان ہے الزام لگایا۔ پس تمہارے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ حی وقیوم ٹھیر ہی گئے جس کا طبعی مقتضے یہ ہے کہ الملائکۃ بنات اللہ

اوابناء اللہ واقعی ٹھیرے اب فرمایئے ان دعوا للرحمن ولدا کے قایل آپ ہوئے یا کوئی اور۔ اور المسیح بن اللہ اور ایسا ہی عزیز بن اللہ کے قائلین کا ہم نوالہ کون ہوا۔ شمس الہدایت کی عبارت ص۱۵ میں دیکھو جس سے ثابت ہے مسیح کا بارگاہ الٰہی میں رونا اس دولت کے لئے کہ میں سرور عالم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے ہو جاؤں۔ کیا اس سے بجائے اسکے کہ افضلیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے آپ نے اُلٹا نتیجہ نکال لیا۔ اور مسیح کے لئے تشبیہ بالملائکہ کہنے پر ص۶۶ میں کیا کیا ہرزہ سرائی کی کیا فتوحات کا باب ۵۵۷ تمہاری نظر سے نہیں گذرا جس میں من کرامتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ربہ ان جعل من امتہ رسولا ثم انہ اختص من الرسل من بعد نسبتہ من البشر فکان نصفہ الاخر روحا مطہرۃ (الخ) لکھا ہوا ہے۔ حضرت شیخ تو مسیح کے لئے تشبہ بالملائکہ جداگانہ ہونے سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ شان عالی ہے کہ آپ کی اُمت سے ہوگا وہ پیغمبر جو ملائکہ کے ساتھ جداگانہ تشبیہ رکھتا ہے۔ پھر اسی صفحہ ۶۶ میں (نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں) اس پر طعن کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے ہاں ہدیۃ الرسول کے رد میں انشاء اللہ تعالےٰ ان اغلاط کی خبر لیجاوے گی۔ اجی اپنے ہی مونہہ سے میاں مٹھو صاحب چونکہ آپ کی خبر پہلے ہی سے لی گئی ہے تو پھر آپ کیا خبر لے سکیں گے خاک۔

ناظرین کو معلوم ہو نفخ روح القدس والے مسئلہ میں اسکے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ منصف شمس الہدایت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نفخ روح القدس مریم کے گریباں میں جو لکھا ہے یہ خلاف ہے اس آیت سے (ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا) جس سے نفخ روح القدس کا گریبان میں معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ فی الفرج مفہوم ہوتا ہے۔

جواب

قرآن مجید سے نفخ فی الفرج بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے اور

(نفخ فی مریم بھی جیسا کہ فنفخنا فیہا من روحنا) سے اب مجھے اندیشہ ہے کہ امروہی صاحب دونوں آیتوں میں تناقض ٹھیرا کر جھٹ اذا تعارضا فتساقطا کا حکم حسب العادت نہ لگا دیویں اور اگر فرماویں کہ نفخ فی مریم اور نفخ فی الفرج کا مآل ایک ہی ہے یعنی نفخ فی فرج مریم ایک صورت ہے نفخ فی مریم کے لئے تو جواب میں گذارش ہے کہ نفخ فی جیب مریم بھی ایک صورت ہے۔ نفخ فی فرج مریم کے لئے یعنی روح القدس کا نفخ گریبان میں ہوا جس کا اثر فرج سے شکم میں پہونچا۔ دیکھو واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر عن قتادۃ فی قولہ تعالے فنفخنا فیہ من روحنا قال فی جیبہا درمنثور امروہی صاحب کے صـ ۶۷ سے لے کر صـ ۷۹ تک چند سوالات (۱) اثر ابن عباس کے رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاً حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اٹھایا بعد اسکے حضرت عیسےٰ کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی گئی **اقول** لعنت اللہ علی الکاذبین اس اثر کے اس فقرہ میں سوچو (فالقی علیہ شبہ عیسےٰ ورفع عیسےٰ من روزنۃ فی البیت) جس سے بحسب عندیہ تمہارے کے (کہ وجود خارجی مطابق وجود ذکری کے ہوا کرتا ہے جیسا کہ متوفیک ورافعک میں) حواری پر شبیہ کا ڈالنا پہلے ہوا بعد ازاں اٹھایا جانا عیسےٰ کا **قولہ** صـ ۶۸ اور پھر یہود نے پکڑ کر اس شبیہ کو سولی دی تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ بعد اٹھائے جانے حضرت عیسےٰ کے آسمان پر اب اللہ تعالےٰ کو کون سی ضرورت پیش آئی کہ دوسرے شخص پر شبیہ عیسےٰ کی ڈال کر اسکی سولی پر قتل کرایا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تو حکیم مطلق ہے اس کا تو کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ **اقول** اس حکیم کے تو ایسے ہی کام ہوتے ہیں کہ حواری کا کیا ذکر ہے پیغمبر کو باوجود اسکے کہ دشمنوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا اور منجملہ نعما کے بھی **بقولہ** واذ کففت بنی اسرائیل عنک کی بشارت دی پھر انہیں دشمنوں کے ہاتھ دیکر خوب ذلیل کرا کر اخیر میں اسکی بچانے کے لئے ان کے دلوں میں یہہ شبہ ڈالدیا کہ اب یہ مرگیا ہوگا۔ سولی سے اتارلینا

ک؎ یہ الزامی جواب ہے ۱۲ منہ۔

چاہئے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول متعلق وماصلبوہ کے اور اپنے شمس کا سفہ کو اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو جب آخر میں شبہ ڈالنے کی تدبیر سوجھی تو اوّل ہی سے کیوں مسیح کو اُن کی ایذا سے بچالیا تاکہ ایفائے وعدہ اور واذ کففت بنی اسرائیل عنک دونوں متحقق ہو جاتے یہی اخیر کا سوجھا ہوا شبہ پہلے ہی سے اُن کے دلوں میں ڈالا جاتا۔ یا فاغشینٰھم کی طرح ان کو نظر نہ آتا تو اس حکیم مطلق پر صادق یا حکیم کہلوانے میں کوئی نقص عائد نہ ہوتا۔ مگر امروہی صاحب سے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی ع اے تیزیٔ طبع تو برمن بلا شدی ۔ کے مطابق اعتراض کرنے سے باز نہ آتے **قولہ ۶۵** بفرض محال اگر اس القاء شبیہ کے قصہ کو تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر نہیں چڑھائے گئے۔ اور اسی زمین پر یہود سے پوشیدہ کئے گئے اور احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کرکر حضرت عیسےٰ کے قتل کا خیال چھوڑ دیویں مگر درصورتیکہ حضرت عیسےٰ آسمان پر چڑھائے جاتے تو کیا مولف صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسمان سے آسکتے تھے بدیں خیال اللہ تعالےٰ نے ایک حواری کو ان کے لئے کفارہ کرکر یہود کے منصوبہ قتل کو دفع کیا **اقول** بفرض محال سولی پر چڑھانے والے قصہ کو جیسا کہ مرزا صاحب مع الاتباع کہتے ہیں کہ اخیر میں اُن کے دلوں میں شبہ ڈالا گیا کہ مسیح مر گیا ہے حالانکہ وہ فی الواقع زندہ تھا تسلیم کیا جاوے تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ سولی پر نہیں چڑھائے گئے اور نہ اخیر میں یہود کے دلوں میں شبہ ڈال کر اُن کو بچایا گیا۔ بلکہ اُن کو آسمان پر چڑھایا گیا ہے اور یہ احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا۔ تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کرکر ندامت بعد حسرت اٹھائیں۔ مگر درصورتے کہ حضرت عیسےٰ پہلے ہی سے دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دیئے جاتے اور جو شبہ اخیر میں دشمنوں کے دلوں میں اُن کے

۵۱ قولہ بدیں خیال اللہ تعالےٰ نے امروہی صاحب کیا اللہ پر بھی خیال کنندہ کا اطلاق جایز ہے ۱۲ منہ۔

۵۲ کیونکہ مخالف ہے صریح آیت وماصلبوہ سے ۱۲ منہ۔

بچانے کے لئے ڈالا گیا تھا اسی قسم کا پہلے ہی سے ڈالا جاتا کیونکہ فاغشینٰھم فھم لایبصرون سنت اللہ کے برخلاف نہیں) تو کیا امروہی صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسکتے تھے۔ بدیں سبب اللہ تعالیٰ نے مسیح کو سولی دلا کر بعد ازاں اُن کے دلوں میں شبہ موت ڈال کر مسیح کو پوشیدہ کر دیا **قولہ ص۶۸** اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بعد قتل بالصلیب ہونے اس شبیہ کے نعش اس کی کہاں دفن کی گئی **اقول** ابھی[1] تو مسیح کی نعش کی تلاش میں ہیں۔ چونکہ باوجود نبی ہونے کے اُسکے انبیاء اولوالعزم میں سے اب تک اُسکا پختہ پتہ نہیں ملا۔ وہ شبیہ بیچارہ کس گنتی میں ہے۔ ہاں مسیح کی نعش کا الہامی پتہ پہلے گلیل میں ملا تھا۔ مگر اس الہام کو دوسرے الہام نے منسوخ کر دیا جس سے کشمیر خاص سری نگر میں یوزآسف کے نام سے پتہ لگا ہے[2] پھر بھی دقت یہ ہے کہ وہاں بھی مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھوکے نے سب اہل کشمیر سے لکھوا لیا ہے کہ ہم اباً عن جدٍ سنتی چلی آئی ہیں کہ یہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اس مضمون کو انہوں نے مزین بالمواہیر بھی کروا لیا ہے غالباً چھپوا کر شائع بھی کر دیویں گے قال اللہ تعالیٰ قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں۔ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ جناب من خدائی فیصلہ جو صریح لفظوں میں ہے۔ وما صلبوہ الخ اس کے چھوڑنے سے ہی تو یہ سرگردانی پیش آئی **قولہ ص۶۸** اگر آپ کے نزدیک اسی قبر میں دفن کئے گئے جس میں سے عیسائیوں نے تیسرے روز نکالے تو **سوال** یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کا رفع آسمان پر اور القاء شبہ حواریوں موجودین نے بچشم خود دیکھا تھا تو باوجود معاینہ ان تماشہائے عجیب وغریب کے پھر اس نعش شبیہ کو کس غرض سے قبر میں سے نکال لیا۔ **اقول** روایات اناجیل کے مطابق جو ایک واقعہ ہوا ہے اُس میں موئے شگافی یا دریافت ان لوگوں سے کرنی چاہیے جو کہ برخلاف

---

[1] یہ کلام الزامی ہے ۱۲ منہ۔

[2] دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳۔

[3] دیکھو ایام الصلح اور انگریزی اشتہار ۲۴ جولائی ۱۸۹۸ء

آیات قرآن کریم کے انہیں روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں ہم کو تو قرآن کریم سے اتنا ہی پتہ ملا کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ شخص کون تھا کیا نام رکھتا تھا۔ لاش اُس کی کہاں ہے اور کس غرض سے نکالی گئی۔ سو ان امور کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے کوئی بحث نہیں کی بغیر اثر ابن عباس کے سو وہ بھی مجمل لہٰذا ہم کو بھی ان امور سے کوئی غرض نہیں۔ ناظرین صفحہ سابقہ کا بھی تحقیقی جواب اسی کو خیال کریں جس کو پہلے بھی ہم ایک دو مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ پھر گذارش ہے کہ یہہ کہاں سے ثابت ہوا کہ شبیہ کی لاش کو انہیں حواریین نے نکالا جو بر وقت القاء شبیہ اور اُٹھایا جانے مسیح کے موجود تھے۔ مسیح کو جنہوں نے نکالا تھا وہ تو وہی ہوں گے جو باتباع یہود اُسکو مسیح کی نعش تصور کرتے تھے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ جو حواری اُسکو اور شخص کی نعش خیال کرتے تھے انکو کیا غرض تھی اُسکے نکالنے کی اگر کہا جاوے دوسروں کو انہوں نے چشم دید واقعہ القاء شبیہ و رفع عیسےٰ سے اطلاع دی ہو گی اُسکے **جواب** میں گذارش ہے کہ ایسی گڑبڑ میں جب تم لوگوں نے قرآنی فیصلہ چھوڑ دیا اور یہود کی خبروں کو معتبر سمجھا تو اتنا جم غفیر نصارےٰ کا جو باتباع یہود کی مصلوبیت کے قائل تھے۔ اگر دس پندرہ آدمی کی بات بمقابلہ ہزارہا کے نہ سُنیں تو جائے تعجب و محل شکایت نہیں **قولہ ص۶۵** کے آخری سوال کا حاصل ابن عباس کے اثر میں تین مذہب ہیں۔ (۱) نصارےٰ یعقوبیہ کا جو الوہیت مسیح کے قایل ہیں۔ (۲) مذہب نسطوریہ کا جو ابنیت کے قائل ہیں (۳) مذہب مسلمانوں کا جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح خدا کا بندہ اور اُسکا رسول ہے جب تک اللہ نے چاہا ہمارے میں رہا۔ پھر اُسکو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف اوٹھا لیا۔ امروہی صاحب اب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے مولف رضی عنہ کا مذہب مذاہب ثلثہ میں کونسا مذہب ہے۔ اگر نسطوریہ یا یعقوبیہ کا ہے تو مسیح بوجہ الوہیت یا ابنیت آسمان پر اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرح اسکو بندہ سمجھتا ہے۔ تو پھر باقی مرسلین و مقربین کی طرح مسیح کا بھی رفع درجات ہی ہو گا۔ **جواب**۔ ہمارا مذہب تو وہی مذہب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں میں چلا آیا۔ یعنے مسیح خدا کا بندہ اور اسکا رسول ہے جس کو بعد چندے آسمان کی طرف

اُٹھا لیا اور پھر دوبارہ حسب ہدایات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں اُتر کر فوت ہوگا۔ یعقوبیہ اور نسطوریہ والا مذہب نہیں اور ایسا ہی مولف رفع سب اہل اسلام کی طرح ان لوگوں کے مذہب سے بھی بیزار ہے جو لوگ آسمان پر چڑھنے کو بھی موجب الوہیت یا ابنیت کا ٹھیراتے ہیں جس کا مقتضے بالطبع یہ ہے کہ سب فرشتہ العیاذ باللہ یا خدا ہوں یا خدا کے لڑکے یا لڑکیاں چونکہ اس مذہب والے لوگ یعقوبیہ ونسطوریہ سے بھی بہت ہی بڑھ گئے ہیں۔ لہذا موحدین اہل اسلام ان سے بیزار ہیں۔ توحید میں تو ایک آدہ شریک کی گنجایش بھی نہیں ہوسکتی لکھو کھا شرکا کیسے سما سکتے ہیں۔ اسی صفحہ ۶۹ میں امروہی صاحب بل رفعہ اللہ میں رفع روحانی ثابت کرنے کے لئے من تواضع للہ رفعہ اللہ اور ایسا ہی اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی کو پیش کرتے ہیں۔

ناظرین خیال فرماسکتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ ہر جگہ رفع سے رفع جسمانی ہی ہوگا ہمارا اور سب اہل اسلام بلکہ سب اہل محاورہ کا بل رفع اللہ الیہ سے رفع جسمی لینے پر سیاق و سباق اور قتل وصلب مد نظر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور فایدہ جلیلہ کے قوانین کے مطابق امروہی صاحب نے رفع روحانی کی تقدیر پر تضاد ثابت کیا تھا سو وہ بھی ناظرین معلوم کرچکے ہیں کہ ہبا منثورا ہوگیا اب ہم بار بار اُنہیں مضامین کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔ اسی صفحہ ۶۹ میں فرماتے ہیں۔ بعد وضع تعارضات واضطرابات ہم اس اثر کا جواب کافی وشافی دینگے انشاء اللہ تعالےٰ **اقول** اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ امروہی صاحب نے اسجگہ تک اس اثر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُسکو اُنہوں نے بھی اپنی دانست میں کما ہونے الواقع ایسا کافی وشافی نہیں سمجھا۔ رہا اضطراب وتعارض سو ان کی تقریر مع التردید ناظرین کو معلوم ہوچکی ہے۔ امروہی صاحب کا اضطراب اور تعارض بلکہ قادیانی مشن کا آیات قرآنیہ میں بھی آجتک مندفع نہیں ہوا اگر ہوا تو اپنی نگھڑت وجوہات سے جن کو تحریفات کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ ولنعم ماقیل **بیت**

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی + تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

ے قادیانی وامروہی ۱۲ منہ۔

قولہ ص ۶۹ اور تلبیساً حوالہ ابن جریر کا دیا ہے جو ہرگز مولف کے پاس نہیں ہے۔
اقول تلبیساً یا تلبیتاً کیسے لکھ مارا اسی دھوکہ دینے کے لئے کہ ناظرین سمجھ چکے ہیں کہ جواب ندارد تو اسی آڑ میں ذرہ دم لے لیویں کہ یہ کتاب مولف کے پاس ہے یا نہیں، بھلا صاحب آپ فرماویں کہ یہ الہام آپکو کیسے مفید تعین ہوا کہ مولف کے پاس کتاب نہیں۔ بالفرض ابن جریر اگر مولف عفی عنہ کے پاس نہ بھی ہو تو ابن کثیر میں چونکہ ابن جریر کا حوالہ دیا گیا ہے تو کیا آپ حافظ ابن کثیر سے بھی دریافت فرماوینگے کہ آپ کے پاس ابن جریر ہے یا نہیں پہلی صورت میں بسبب رفع ہو جانے اعتماد کے بہ نسبت ثقات کے یہ تسلسل شاید اللہ جل شانہ تک پہونچے اور دوسری صورت میں آپکو بغیر جواب دینے کے نجات نہ ہوگی ایسا ہی مولف عفی عنہ کی نسبت بھی خیال فرماویں اور جواب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ہاں اگر آپ نے ابن جریر خرید کرنے کے لئے دریافت فرمائی ہے تو وہ اور بات ہے۔ **قولہ ص ۷** مولف صاحب نے متعدد جگہ نزول کو بعث وخروج کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۲ سطر ۲۳ اور ص ۳۳ سطر ۴ وغیرہ کو کما مر سابقاً **اقول** معلوم نہیں اس آڑ میں آپنے کیوں جگہ لی جب قرآن کریم میں رفع علی السماء بحسب سیاق وسباق ومحاورہ کی فرمارہا ہے۔ اور احادیث متواترہ نے نزول المسیح بھی ظاہر کر رہی ہے تو پھر بعث اور خروج اور ظہور سب سے مراد نزول ہی ہوگا اور عنقریب احادیث سے ہی یہ محاورہ ثابت کیا جاویگا **قولہ ص ۷** کتب نحو میں یہ مسئلہ مسلمہ اتفاقیہ لکھا ہوا ہے۔ کہ نون التاکید لایوکد الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں نون تاکید موجود ہے پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ خبریہ نہ ہوا بلکہ انشائیہ ہوا تو پھر یہ آیت پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتی ہے کجا جملہ انشائیہ اور کجا جملہ خبریہ ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ پس آپ نے جس قدر ایسے آثار یا اقوال مفسرین (جن میں آیت کو پیشین گوئی قرار دیا گیا ہے)........

یہاں پر وارد

گئے ہیں وہ سب بنا رفاسد علی الفاسد ہیں **اقول** کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ اتفاقیہ لکھا ہوا ہے کہ نون التاکید یوکد مستقبلا فیہ معنی الطلب رضی بمضمونہ واما فی المستقبل الذی ھو خبر محض فلا یدخل الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما یدل علی التوکید ای کلام القسم نحو واللہ لاضربن رضی صفحہ ۱۴۳۔ اور آیت لیومنن بہ قبل موتہ میں چونکہ لام توکید لیومنن کے اول موجود ہے۔ لہذا آیت میں نون تاکید مستقبل میں جو خبر محض ہے یعنی (لیومنن) لایا گیا بلکہ جواب قسم کا مثبت ہونے کی صورت میں نون تاکید کبھی منفک نہیں ہوتا۔ ولزمت فی مثبت القسم۔ کافیہ۔ پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیومنن جملہ خبریہ جواب ہوا قسم مقدر کے لئے چنانچہ شہاب حاشیہ بیضاوی صفحہ ۱۹۹ میں تحت اسی آیت کے لکھا ہے والتقدیر وما احد من اھل الکتاب الا واللہ لیومنن بہ اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں فقولہ لیومنن جملۃ قسمیۃ وقعت صفۃ لاحد یعنے لیومنن جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے موکدہ بالقسمیۃ الانشائیۃ اس کا صفت واقع ہونا بلا تاویل صحیح ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالحکیم رض (جملۃ قسمیۃ) پر لکھتے ہیں یعنے انما جملۃ خبریۃ موکدۃ بالقسمیۃ الانشائیۃ فیصح وقوعھا صفۃ بلا تاویل بالخبریۃ والموصوف المقدر مبتدا مقدم الخبر اسی احتمال (مقدم الخبر) کو قاضی بیضاوی اور صاحب کشاف نے اختیار کیا گویا یہ آیت (ومامنا الا لہ مقام معلوم) کی نظیر ٹھیرے۔ اور آیت میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ جار مجرور صفت ہو مبتدا محذوف کے لئے اور قسم مع الجواب خبر ہو مبتدا کی۔ اگر کہا جاوے کہ قسم انشاء ہے پس خبر کیسے ہو گی۔ تو جوابا معروض ہے کہ قسم میں جملہ قسمیہ یعنے اقسم باللہ مثلاً انشاء ہے۔ اور جواب قسم خبریہ چنانچہ ابھی مولانا عبدالحکیم صاحب کی عبارت بیضاوی کے حاشیہ سے نقل کی گئی (انھا جملۃ خبریۃ موکدۃ بالقسمیۃ الانشائیۃ) اور اسی طرح شہاب حاشیہ

بیضاوی بھی لکھتا ہے احدھما انہ صفۃ لمبتدا محذ وف والقسم مع
جوابہ خبر ولا یرد علیہ ان القسم انشاء لان المقصود بالخبر جوابہ
وھو خبر موکد بالقسم شہاب جلد ثالث ص ۱۹۹ یعنے جواب قسم کا جملہ خبریہ
ہے موکدہ بالانشائیہ امروہی صاحب لیؤمنن کو انشائیہ کہنا نہ صرف جہالت ہی ہے
بلکہ علاوہ جہالت کے گناہ کبیرہ بھی ہے کیونکہ لیؤمنن در صورت طلب کے استعطاف
ہوگا۔ اور تمنے وعرض و استعطاف جو موہم ہیں نقص و نا توانی کے لہذا جناب باری
کے شایان نہیں الرابعۃ جواب القسم ویجاب بالطلب ویسمے استعطافا
ویختص بالباء وبالخبر وھو القسم المتعارف متن متین۔ اس سے یہ بھی ثابت
ہوا کہ قسم متعارف خبر محض ہے۔ اسی لئے تکملہ میں (واما فی دلالۃ القسم علے
الطلب ففیہ تامل) لکھتے ہیں۔ شرح مائۃ عامل کے دوسرے صفحہ پر باقسمیہ
کی مثال میں لڑکوں کو ترکیب پڑھانے کے وقت سمجھایا جاتا ہے کہ فعل قسم یعنے
اقسم باللہ جملہ انشائیہ ہے اور جواب قسم خبریہ ہے۔ موکدہ بالانشائیہ قیامت کے
علامات میں سے ایک یہ بھی ظہور میں آئے گا۔ کہ اس لیاقت والے لوگ جن کو یہ
بھی معلوم نہیں کہ فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے یا جواب قسم بھی نرالے حقائق ومعارف
قرآنیہ بیان کرنے لگے۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ اصل مسئلہ نحویہ تو یہ ہے جو لکھا گیا امروہی
صاحب کو دہوکہ لگنے کا منشا اب سنئے۔ ایک تو شرح مائۃ عامل وغیرہ کتب نحویہ
آپ نے سرسری پڑہی ہیں اور دوسرا عبارت منقولہ کہ نون التاکید لایؤکد
الامطلوبا والمطلوب لایکون ماضیا ولاحالا ولاخبرا مستقبلا)
کو نہیں سمجھے یہ عبارت بھی مولانا عبدالحکیم صاحب نے تکملہ میں بیان فرمائی ہے
جنہوں نے بیضاوی کے حاشیہ میں جواب قسم کو جملہ خبریہ موکدہ بالانشائیہ لکھا ہے
اب امروہی صاحب اس عبارت کو لاہور میں جلسہ فضلا میں آکر پڑہ بھی جاویں
اور آئندہ تفسیر نویسی سے توبہ کریں۔ اسی صفحہ ۷ میں اس کے بعد امروہی صاحب
لکھتے ہیں اور لیؤمنن کا جملہ انشائیہ ہونا نہ خبریہ تفاسیر ادبیہ مثل کشاف وبیضاوی

وغیرہ کے یہی لکھا ہوا ہے۔ جملہ تفاسیر ادبیہ میں جملہ قسمیہ لکھا ہے جو انشائیہ ہوا ہے۔ **اقول**
ہاں صاحب مسلم کہ قسمیہ لکھا ہے مگر اسکے بعد کا فقرہ (جو انشائیہ ہوتا ہے) یہ آپکا حاشیہ
ہے۔ جناب عالی کل قسم انشائیہ ہوتا ہے نہ جواب قسم جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اب ناظرین
انصاف فرماویں کہ جملہ تفاسیر ادبیہ کی طرف یہ منسوب کرنا (کہ انشائیہ ہے نہ خبریہ)
کیا کیسا ناپاک جھوٹھ ہے یا کس درجہ کی جہالت ہے میں بڑا متعجب ہوں کہ
امروہی صاحب نے لیومنن کو انشائیہ بنانے سے بغیر اظہار جہالت مذکورہ کے کونسا
فایدہ اٹھایا۔ بالفرض اگر انشائیہ ہو تو قائلین بنزول المسیح کو کیا ضرر دیتا ہے۔ بر تقدیر ارجاع
ضمیر (قبل موتہ) کے مسیح کی طرف پھر بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے۔ **قولہ** صلہ
پس اگر آپ کو ان عیسیٰ لم یمت اہ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ
حضرت عیسیٰ سولی سے نہیں مرکر جو ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی
طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک فبہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم
کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں **اقول** حسب مطابق
کتاب اللہ کے ان عیسیٰ لم یمت اہ حدیث بھی حیات مسیح پر شاہد ہے تو پھر ہم کو کون چیز
باعث ہے تاویل یا یوں کہو تحریف مذکور پر۔ اور آیت لیومنن بہ قبل موتہ کے انشائیہ یا خبریہ
ہونے کو اس تاویل میں کیا دخل ہے فلیتأمل (ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ الخ) یہ عبارت
بالکل لغو اور غلط ہے لانتفاء الاستلزام المزعوم فتدبر بہر حال دو بلاؤں میں سے آپ ایک بلا
میں تو ضرور مبتلا ہونگے یا تو علماء کرام کی مجلس میں حاضر ہو کر (والمطلوب لا یکون
ماضیا ولا حالا اخبر امستقبلا) کا مطلب پوچھ لیں اور یا تفسیر نویسی اور لاف زنی
سے توبہ کریں۔

شعر

وفی کفنہ میزا تنالک اسوۃ — ومن خلا قبلک من لا یعقل
اذا رجحت احدی ھما طاش اختہا — وانت لما فیہما تمیل وتسفل

قولہ صلہ کا حاصل علماء اہل اسلام نے مرزا صاحب کے بارہ میں جو کچھ
فتوے دیا ہے یہ علامت ہے مماثلت تامہ کی مابین مرزا صاحب اور مسیح اسرائیلی کی

اقول صرف ایک ہی وجہ کو بیان فرما کر آپ مماثلۃ تامہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو
آپ بقیہ وجوہات مماثلۃ تامہ کیوں نہیں بیان فرماتے یوں کہنا چاہئے (۱) تکفیر و
تکذیب علماء اسلام کی (۲) وصف حلم میں اس حد تک کہ گھر بیٹھے علماء کو موٹی قلم سے لکھنا
(اے بدذات فرقہ مولویاں) (۳) اپنے مماثل یعنی مسیح اسرائیلی کو مکار و فریبی اور
زناکار اور کسبی عورتوں کی اولاد میں سے کہنا دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ (۴) فقر و
فاقہ و زہد میں یہ کمال کہ بغیر مشک و عنبر و یاقوتین و پلاؤ زردہ قورمہ کے نصیب نہیں اسطور
اعلیٰ درجہ کے زیورات و لباس گھر میں بھی مستعمل ہو رہے ہیں (۵) ترک دنیا کا یہ
حال کہ طرح طرح کے حیلوں سے چندہ جمع کرانا (۶) بجائے وصف خانہ بدوشی مسیح
اسرائیلی کے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا (۷) بجائے تجرد کے کئی نکاح کرنے یہاں تک
آسمانوں پر بھی آپ کے نکاح کی دھوم دھام ہوئی (۸) حقائق و معارف قرآن کریم
میں یہ حال ہے جو آپ کے فاضل اجل کی تحریر سے ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔

اب ناظرین کو پہلی وجہ مماثلۃ تامہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں یعنی علماء کی تکفیر و تکذیب
سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح اسرائیلی کی طرح ان تیروں کا نشانہ ہیں میں کہتا
ہوں کیا ابن صیاد و مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہ وغیرہ مدعیان کذابین کو تکفیر و
تکذیب نہیں کی گئی۔ تاریخ پر نظر ڈالو لازم عام کو مماثلۃ تامہ کا معیار بنانا آپ جیسے
حواریوں کا کام ہے۔ ہاں مگر آپ معذور ہیں (جس کا نمک کھائیے اسکا گیت گائیے) **قولہ**
ص۱۷ کے اخیر سے ص۳۰ کے اول تک کا حاصل۔ ابن عباس کے اثر[1] میں اضطراب
ہے بدو وجہ (۱) جب حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھائے گئے تو پھر حواری کو بذریعہ صلیب
قتل کروانے کی کیا ضرورت رہی (۲) چاہئے تو یہ تھا کہ نہ حضرت عیسیٰ کو ضرر پہنچتا اور
نہ ان کے یاروں میں سے کسی کو کیا ایسے ہی قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ ایک مومن
خالص جو خدا کے دوست کا متبع ہو وہ بذریعہ صلیب قتل کروا کر ملعون ٹھہرایا جاوے **اقول** بجواب[2]

۱؎ اثر ابن عباس پر امروہی کے جاہلانہ اعتراضات اور گستاخی ۱۲

۲؎ ابن عباس رضی کی جانب سے امروہی کو جواب ۱۲

اضطراب کے گذارش ہے کہ آپ نے پوری نقل کیوں نہیں کی تاکہ ہماری طرف التجا ہی نہ رہتی۔ تفسیر کبیر سے آپ شکوک و اضطرابات کو نقل فرماتے ہیں۔ مگر جواب کے وقت دجل سے کام لیتے ہیں۔ اسی اضطراب کو علامہ رازی اس عبارت سے بیان فرماتے ہیں والاشکال الثالث ان اللہ تعالیٰ کان قادراً علی تخلیصہ من اٰولئک الاعداء بان یرفعہ الی السماء فما الفائدۃ فی القاء شبہہ علی غیرہ وھل فیہ الا القاء مسکین فی القتل من غیر فائدۃ الیہ تفسیر کبیر جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ جبرائیل علیہ السلام یا خود ہی حضرت عیسٰے کے کمالات موہوبہ کے مطابق بلا واسطہ القاء شبہ کے اُن کو بچا لیتا تو یہ معجزہ حد ایجاب تک پہنچ جاتا جس سے ایمان بالغیب جاتا رہتا یعنے انکو بمجبوری ایمان لانا پڑتا جبکہ کھلا کھلا نشان دیکھ لیتے۔ رہا یہ کہ القاء شبہ امکان و توعی بھی رکھتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر وقوع منافی ہے حکمت الٰہیہ کو یا نہ سو معروض ہے کہ تعینات و تشکلات جو عارض ہیں۔ حقیقت جامعہ کو بمنزلہ لباسوں کے ہوتے ہیں وہی حقیقت ایک لباس کو اُتار کر دوسرے کو پہن سکتی ہے بحول اللہ وقوتہ اُس کی تشریح شیخ عبد الوہاب شعرانی کی بعض تصانیف اور ایسے ہی فتوحات وغیرہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ قطب العالم سلطان العاشقین و برہان المعشوقین حضرت خواجہ محمد سلیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ کے ایک خادم بارگاہ کو جب ہندو نے ایک ہندو کے مکان میں جس میں بغرض ملاقات محبوبہ جا گھسا تھا) اُس کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر زمین اُس محبوبہ کا شوہر ہے وہ خادم نہیں بعد اسکے ایک روز قطب العالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اُسکو فرمایا کہ فلانی میں تمہارے لئے کب تک فلاں ہندو بنوں گا میرے سفید بالوں سے حیا کر۔ الغرض ایک شخص کا تشکل باشکال مختلفہ ہو جانا یا ایک ہی شخص کا ایک وقت میں متعدد مکانوں میں موجود ہونا نہ صرف امکان ہی رکھتا ہے۔ بلکہ واقعات مشہودہ میں سے ہے۔ معہذا منافی حکمت الٰہیہ کے بھی نہیں کیونکہ ایسے موقعہ میں جبکہ اعداء اپنے ذہن میں بھی خیال کر بیٹھے ہوں۔ کہ گویا ہم کامیاب ہو گئے۔ یعنے مدعا ہمارا قریب بحصول ہے اب کوئی مانع فی مابین نہیں

تو اچانک ہی مدعا کا ہاتھ سے چلا جانا کس قدر موجب رسوائی و ذلت و ندامت کا ہوتا ہے خصوصاً جبکہ ساتھ اس ناکامیابی کے دہوکہ بھی کھا بیٹھے ہوں کیونکہ اس صورت میں علاوہ ناکامیابی کے سفاہت اور جہالت کا تمغہ بھی ملتا ہے باقی رہا ایک مومن بیگناہ کا قتل ہونا سو یہ کوئی نئی اور انہونی بات نہیں۔ قدیم سے اہل حق اور اسکے دوست بھی جن کا مقدر میں ہی حصہ ہوتا ہے شہادت پاکر جنت کو سدہارے جارہے ہیں۔ اللہ قادر تھا کہ جنگ احد یا بدر یا خیبر وغیرہ میں اپنے عدیم النظیر دوست صلے اللہ علیہ وسلم کو جن کی شان عالی سے یہ اشعار ذیل کچھ پتہ دیتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ کوئی مومن کامل منبع قتل کیا جاوے فتح عطا فرما دیتا۔ مگر ان غزوات میں کئی مومن کامل شہید ہوئے۔ اشعار یہ ہیں۔

ابیات

فھو الذی تم معناہ و صورتہ ... ثم اصطفاہ حبیبا باری النسم
منزہ عن شریك فی محاسنہ ... فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم
دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ... فاحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم
فانسب الی ذاتہ ما شئت من شرف ... وانسب الی قدرہ ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ ... حد فیعرب عنہ ناطق بفم
فمبلغ العلم فیہ انہ بشر ... وانہ خیر خلق اللہ کلھم
وکل ای اتی الرسل الکرام بھا ... فانما اتصلت من نورہ بھم
اکرم بخلق نبی زانہ خلق ... بالحسن مشتمل بالبشر متسم
کالزھر فی ترف والبدر فی شرف ... والبحر فی کرم والدھر فی ھمم

اور قتل بذریعہ صلیب بھی مثل سائر اسباب قتل کے مومن بے گناہ کے لئے موجب قرب و عزت ہے خدا کے ہاں۔ اس کا موجب لعنت ہونا صرف مجرم ہی کے لئے ہے دیکھو آیت ۲۲ - اور ۲۳ - کتاب استثنا ء میں۔ قادیانی مشن میں مطلق قتل صلیبی کو خواہ

بیگناہ مومن کے لئے ہو موجب ملعونیت ٹھراکر نتائج فاسدہ لاتعد ولاتحصے نکل رہے ہیں اسلام غریب کا خدا حافظ۔ دوسرے اضطراب کا تحقیقی جواب تو پہلے ہی جواب سے سمجھ لینا چاہئے۔ صرف الزامی طور پر معروض ہے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عیسے کو بحسب وعدہ آلہیہ کے کوئی ضرر نہ پہونچتا کہ پہلے سے تو دلاسا کا سلوک ہو چکا تھا۔ اور اتنا نا واذ کففت بنی اسرائیل عنک بھی فرمایا گیا تھا یہ کیسے مدد آلہی پہونچی کہ ایک پیارے دوست کو صلیب پر چڑہا کر ملعونیت کو باکثر الاجزا ثابت کردیا۔ صرف سر موئے سے بھی کم فرق رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ صلیبی قتل معلونیت کا معیار جو ٹھیرے کئی ہیئتیں اسکے مطابق معیار کے ہونی چاہئے۔ کیا اسی پر اتنا نا یہ بھی فرمایا گیا ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کیا ایسے قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ جو کسی ایسے دوست خالص کو سولی سے قرین بقتل کراوے بلکہ مسیح کے صلیب پر چڑہانے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودی خیر الماکرین تھے کہ ان کی تدبیر حضرت عیسے علیہ السلام اور اسکے خدا دونوں پر غالب رہے۔ ناظرین رسالہ کے لئے ایک ضروری التماس ہے کہ وقت پڑھنے ہمارے رسالہ کے امروہی کے شمس کا سفر کو بھی پاس رکھیں۔ مگر خبردار ایسی تحریف کو قیمتًا نہ لیویں۔ اُٹا فما ربحت تجارۃ والا نقصان نہ ہو۔ ہم بھی چھپوا کر مفت شایع کریں گے۔ حسبنا للہ وکفی باللہ شہیدا مسلمان بھائیو جو کچھ جواب ترکی بہ ترکی لکھا جاتا ہے بمقابلہ اُن کے اُن بے تہذیبوں کے ہے جو علماء کرام کے حق میں اُنہوں نے عرصہ سے شایع کرادیں ہیں ورنہ ہمارے لوگ اس طریق کو بالکل ناخوش رکھتے ہیں مگر کیا کیا جاوے سنتے سنتے جی جل رہا ہے اگر صرف دشنام بازی پر ہی صبر فرماتے تو بھی ہرگز بالمقابل کچھ نہ کہا جاتا۔ لیکن کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تحریف کا صدمہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ ہاں اگر عوام کالانعام ان پر اعتبار کرکے دھوکا نہ کھاتے تو بھی

لہ ہمارے رسالہ میں مضامین خلاف مودد فقرات و اشعار اکثر امروہی صاحب کے عنایت کئے ہوئے ہیں جو ان پر بالقاب بعد اظہار جہالت ان کے وارد کئے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ آنسو ٹپکتے ہوئے رونی شکلیں بنائی ہوئی مسجدوں میں حسب تلبیسی اُصول سُناتے ہیں اور علاوہ بریں حسن اخلاق معاملات وعطیات میں جس کو ترک الدین للدنیا کہئے یا ترک الدنیا لاشاعتہ تحریف کتاب اللہ وسنت رسول سمجھئے) تو جھٹ بے تمیز لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں۔ مثلاً جب کہتے ہیں کہ بھلا مومنو بڑا غضب ہے کہ ہمارے مولانا و بالفضل اولینا پیارے حبیب فخر الاولین والآخرین کو تو ۶۳ سال عمر شریف ملے اور مسیح اسرائیلی کو دو ہزار سال اور ابھی معلوم نہیں کہ کب تک زندہ رہے کاش ہم محمدیوں کو بڑا افسوس ہے اور مارے اس تمنا کے کہ معاملہ بالعکس ہوتا کلیجے پھٹ رہے ہیں ہمارا ایمان اور اخلاص یہ تقسیم کب گوارا کرسکتا ہے تو سُننے والے بودے اُن کو کامل محب خیال کرتے ہیں۔ ناظرین آپ صرف اتنا ہی خیال رکھیں کہ درازی عمر کی اور ایسے ہی سکونت آسمانوں کی اور ایسے ہی بے پدر پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ ہرگز موجب فضیلت کا اوپر افضل الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اس کے وجوہ مفصلہ فتوحات وغیرہ سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ عیسےٰ بن مریم کا بے پدر پیدا ہونا ہے یا یہ کہنا مثلاً کہ اُن کی والدہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور وامہ صدیقہ کا اُس نے شرف پایا ہے وغیرہ وغیرہ یہ اس لئے نہیں کہ ہم کسی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل یا محبوب تر خیال کرتے ہیں۔ یا انہیں امور کو باعث فضیلت کلیہ کا سمجھتے ہیں بلکہ محض خیال یہی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اسی طور پر فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مان کر ہم کو بھی فرمایا۔ کہ اسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ اب ہم اگر یہ کہیں کہ ہم آپ کے محب ہیں ہم یہ گوارا نہیں کرسکتے کہ مسیح اسرائیلی کی والدہ کا نام قرآن میں بڑے زور سے لیا جاوے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا کہیں خالی نام بھی نہ ہو تو اس خیال کا نتیجہ بجز کفر کے العیاذ باللہ اور کیا ہوگا۔ مومن کو نہائت توجہ اس کی طرف ہونی چاہئے کہ اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی مراد سمجھنے میں بسبب اختلاف محدث کے فتور ہوجاوے تو سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کو نہ چھوڑنا چاہئے وما علینا الا البلاغ۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہمارا ایمان ثابت

بکتاب اللہ وسنت رسول کے ساتھ ضروری ہے کیونکہ اسی کے ساتھ ہم مکلف بھی ہیں سو
معلوم ہو کہ درصورت وقوع اختلاف کے خصوصیات موردمیں یا تعارض معلوم ہونے
کے بین الروایات ہمارا مومن بہٖ قطعی طور پر قدر مشترک اور صرف ما ثبت بالنص ٹھہر گیا اور
خصوصیات متعارضہ کا مفاد ہمارا مومن بہٖ علی سبیل القطعیت نہیں۔ ہاں بعد ملاحظہ ادلہ
ترجیح وتعادل کے ایک روایت کو من بین الروایات المختلفۃ علی سبیل ظنیۃ لے سکتے ہیں
مانحن فیہ میں کتاب اللہ سے صرف اتنا ہی یہود کی تردید میں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نہ صرف
یہ کہ مقتول ہی نہیں ہوا بلکہ علاوہ اسکے سولی بھی نہیں دیا گیا یہ مضمون ما قتلوہ وما صلبوہ
کے علیحدہ علیحدہ نازل ہونے سے معلوم ہوتا ہے ورنہ حسب زعم مصلوب ہونے مسیح کے بھی کافی
تھا۔ کہ وما قتلوہ بالصلیب یا وما توفی او ما فات بالصلیب اور اگر غرض یہود
کی اور ان کے نتیجہ نکالنے کی نفی منظور ہوتی تو وما کان المسیح ملعونا او کفارۃ الی
غیر ذٰلک ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص تو سولی دیا گیا تھا کیونکہ اگر مطلق قتل و
صلب وقوع میں نہ آتے تو صرف وما قتلوا وما صلبوا بغیر ہ ضمیر منصوب متصل کے
چاہیئے تھا ما قتلوہ وما صلبوہ مع الضمیر کہنے سے معلوم ہوا جیسا کہ یہود کو انا قتلنا
المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللّٰہ) میں مفعول فعل یعنی مسیح کا قتل کرنا ملحوظ نظر اور
مہتم بالشان ہو رہا ہے ایسا ہی اُسکی تردید میں بھی ہ ضمیر منصوب متصل جو راجع ہے مسیح
کی طرف اس سے قتل اور صلب کی نفی مقصود ہے۔ اب رہی تشریح اس کی کہ وہ مصلوب
اور مقتول کون تھا وغیرہ وغیرہ اُسکی طرف کتاب اللہ کی بسبب اجنبی ہونے اسکے ما سیق
لاجلہ الکلام سے چونکہ توجہ نہیں لہٰذا ہم بھی مکلف بالایمان علی سبیل القطعیت والخصوص
نہیں ہیں۔ اگر کسی اثر وغیرہ سے ہم کو کچھ پتہ ملا تو ہم بخیال اس کے کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے
جس کو افقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب ہے اس اثر کو بلا انکار روایت فرمایا ہے اور
کوئی مضمون اُسکا مفاد نص سے برخلاف بھی نہیں اس اثر کو مؤید ٹھہرا سکتے ہیں بخلاف بیان
یہود ونصارٰے کے کہ وہ بیان اناجیل کا صریح ما صلبوہ کے اور ایسا ہی دوسری آیت
واذ کففت الخ کے برخلاف ہے باقی رہا مسیح کا بحفاظت اُٹھایا جانا سو وہ نص قطعی اور

اجماع سے ثابت ہے دیکھو تفسیر فتح البیان وغیرہ جو ہی رسالہ کے اول مفصل گذر
چکا ہے روایات متعارضہ فی نزول المسیح کی ہر ایک خصوصیت کو ہم قطعی خیال نہیں
کرتے تاکہ ہمارے پر ثبوت اُسکا لازم ہو۔ ہماری غرض آیت کے قطعی مفاد اور روایات
متعارضہ کے مشترک قرار داد سے ہے یعنے اسی مسیح اسرائیلی کا نزول نہ مثیل اُسکے کا۔ اب
اگر تعارض فیما بین الخصوصیات کسی خصوصیت کو بالفرض ساقط بھی کرے تو ہمارا کیا نقصان
کیونکہ وہ امر مشترک تو ثابت ہی ہے اور سب احادیث کا صرف اسی قدر مشترک میں تواتر ہے
معہذا ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی ایسا تعارض نہیں جس کو علامہ سیوطی وغیرہ نے
دفع نہ کیا ہو چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے محل میں معلوم ہوتا جائیگا۔ **قولہ ص ۳۷** ثالثاً کلام
الٰہی جو اس قصہ مسیح کو آغاز سے بیان فرماتے ہیں اس کی نظم عبارت یہ ہے فلما احس عیسٰے
منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ اس آیت میں القاء شبیہ کا کہیں نام ونشان
نہیں کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یلقی علیہ شبہی الخ **اقول**
ایسا ہی سولی چڑہانے کا بھی نام ونشان کہیں نہیں کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ
ایکم یُصلَبُ مکانی پھر کیا وجہ ہے کہ اسجگہ القاء شبہ کا ذکر نہ کرنا تو ابن عباس کے اثر
مصنوعی اور جعلی بناوے اور سولی چڑہانے کا عدم ذکر قصہ صلیب کو جھوٹا نہ بناوے
رہا ذکر القاء شبہ کا جو ایک عجائبات قدرت سے ہے سو اُسکا ذکر اجمالی ولکن شبہ لہم میں آگیا
قولہ ص ۳۷ رابعاً حواریوں کا جواب بھی اس قصہ کی نفی کرتا ہے۔ اگر کاش حواری
لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لالقاء شبہك
علینا لتاہ تقتل بالصلیب ونحن نقتل عوضك کہہ دیتے تو بھی اس قصہ کی کچھ
اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالٰے نے اس قصہ حضرت عیسٰے کو آغاز
سے آخر تک بیان فرمایا اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں القاء شبہ کا کہیں پتہ اور
نشان نہیں بلکہ نفی القاء شبہ کی ہوتی ہے **اقول** حواریوں کا جواب بھی سولی پر چڑہانے
کی نفی کرتا ہے کاش[1] اگر حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن

[1] اس میں اصلاح عبارت کی طرف اشارہ ہے یعنی امروہی نے (اگر کاش) کہا ہے اسکی جگہ کاش اگر چاہیے ۱۲ منہ

مستعدون لکف الیهود عنک حین یریدون صلبک ولینصرن اللّٰہ لنا اذ قال اللّٰہ یعیسے انی متوفیک من غیران یأخذک الیھود ویصلبوک وایضاً بشرنا بقوله (وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة کہہ دیتے تو بھی اس واقعہ صلیبی کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس قصہ حضرت عیسےٰ کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا۔ اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں واقع صلیبی کے وقوع کا کہیں پتہ و نشان نہیں بلکہ وما صلبوہ سے نفی صلیب پر چڑہانے کی ہوتی ہے و اُسکی تفسیر سنئیے (فلما احس منہم الکفر) استشعر عیسٰے منہم التصمیم علی الکفر (قال من انصاری الی اللّٰہ) قال مجاھد ای من یتبعنی الی اللّٰہ والظاہر انہ اراد من انصاری فی الدعوۃ الی اللّٰہ کما کان النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم یقول فی مواسم الحج قبل ان یہاجر من رجل یؤوینی حتے ابلغ کلام ربی فان قریشا قد منعونی ان ابلغ کلام ربی حتی وجد الانصار فآووہ ونصروہ وھکذا عیسٰے بن مریم علیہ السلام انتدب لہ طائفۃ من بنی اسرائیل فامنوا بہ وازروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ ولھذا قال اللّٰہ تعالیٰ مخبرا عنہم (قال الحواریون نحن انصار اللّٰہ امنا باللّٰہ واشھد بانا مسلمون ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین) ابن کثیر مختصراً یہ ہی تفسیر مجاہد کی جو ابن عباس کا شاگرد ہے جس نے تین مرتبہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ابن عباس سے پڑھا۔ اور ہر آیت میں نہائت غور و تحقیق فرماتے تھے دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر اس مقام میں صفحہ ۵۷۔ پر امروہی صاحب نے وہی خیالات اپنے جو کئی دفعہ لکھ کر ان کی تردید کی گئی ہے عبارت عربی میں لکھی ہیں جو بالکل برخلاف ہیں ابن عباس کی تفسیر سے اور علاوہ اس مخالفت کے آیات صریحہ بھی اُس کی تکذیب بیان فرما رہے ہیں بعد اس کے لکھتے ہیں الحاصل اس قضیہ میں جو کچھ مفسرین نے بلا تحقیق و تنقیح تفاسیر میں لکھا ہے اس میں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں اُن کے شمار کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے

اقول مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے صحابہ سے باسناد صحیح لکھا ہے اور کوئی مضمون برخلاف آیات کریمہ کے نہیں بخلاف تمہارے مضامین کے جو آیات صریحہ کے برخلاف ہیں "من جملہ ان مفاسد کے جو اثر ابن عباس کے مضمون پر امر وہی صاحب نے شمار کئے ہیں" ایک یہ بھی لکھا ہے جسکو خامسا کرکے صفحہ ۸۴ کے اخیر میں کہتے ہیں پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی ملعون قرار دیا جاتا الخ

اقول اس کا ملعون قرار دیا جانا صرف اگر بحسب زعم آپ کے اور یہود کے ہے تو کچھ مضر نہیں اور بحکم توراۃ اُس مقتول صلیبی کا ملعون ہونا ثابت ہے جو مجرم ہو اور یہ حواری چونکہ غیر مجرم تھا لہذا ملعون نہ ہوگا اور (وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ) اس کا مقتضے یہ نہیں کہ کوئی اہل حق متبعین عیسیٰ میں سے کفار کے ہاتھ سے مقتول نہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل حق بہیئت مجموعی غالب رہیں گے ورنہ آیت میں کذب آئے گا۔ کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کئی ایک مسیح کو خدا کا بندہ اور اُسکا رسول ماننے والے اُسکو خدا سمجھنے والوں کے ہاتھ سے ذلیل ہو جاتے ہیں

قولہ ص ۸۷ ہم نے تسلیم کیا کہ ضمیر قبل موتہ کے حضرت عیسےٰ کی طرف ہے **اقول** آپ کی یہ تسلیم از قبیل (عصمت بی بی از بے چادری) ہے کیونکر تسلیم نہ کریں۔ حصہ دویم اعلام الناس کے ص ۵ س ۱۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ مگر وقت تو یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کا خدا یہ فرماتا ہے کہ ضمیر (قبل موتہ) کی اہل کتاب کی طرف راجع ہے دیکھو ازالہ متعلق اس آیت کے **قولہ** لیکن اس آیت کا پیشین گوئی ہونا سابق میں ہم باطل کر چکے ہیں **اقول** ہم بھی اسی جگہ آپ کی جہالت اور ضلالت کا اظہار کر چکے ہیں۔ **قولہ** بلکہ مقصود اس آیت سے انتشار ایمان کا ہے حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر **اقول** ناظرین ذرا اس مضمون میں غور کرنا کیا (وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) سے اللہ تعالےٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر ایمان لائیں کیا اللہ تعالےٰ پہلی کلام (ما قتلوہ) کو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل بالصلیب نہیں کیا بھول گیا۔ اب خلاف

اس کے وان من اھل الکتاب الخ سے یہ قصد کرتا ہے کہ یہود ایمان لاویں حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے کے ساتھ۔ ناظرین کیسی تحریف یا جہالت ہے یہاں پر امروہی صاحب اپنے مدعا کو بھی بھول گئے **قولہ** اور آیت جملا انشائیہ ہے نہ خبریہ ھٰکذا فی البیضاوی والکشاف **اقول** خدا کے بندے سُنا نہیں کہ جھوٹھ بولنے سے ایمان کا نقصان ہوتا ہے بیضاوی اور کشاف نے لیومنن کو جواب قسم ٹھرایا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ لیومنن جملہ خبریہ مؤکدہ بالانشائیہ ہے جیسا کہ پہلے ہم مولانا عبدالحکیم حاشیہ بیضاوی اور ایسا ہی شہاب حاشیہ بیضاوی سے نقل کرچکے ہیں۔ **قولہ** پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ مسیح کی موت صلیبی واقع ہونے میں شاک اور متردد چلے آتے ہیں۔ اور اس بارہ میں اپنے شاک اور متردد ہونے پر انکو یقین اور ایمان حاصل ہے **اقول** ناظرین خدارا انصاف (اُن کو یقین اور ایمان حاصل ہے) اس ترجمہ کو نی طالب العلم انشا کہہ سکتا ہے لیومنن کو بڑے دعوے اور شور سے انشائیہ کہتے کہتے ترجمہ کے وقت خبریہ بنادیا۔ دروغگوئے را حافظہ نباشد مثل مشہور ہے۔ ہم جاتے جاتے شاہاں نے کچھی بڑیاں **قولہ** ص۷۷ اور حسن کا یہ قول واللہ انہ لحی الاٰن عند اللہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ حیات حضرت عیسےٰ کی جسمانی نہیں۔ بلکہ حیات ان کی روحانی ہے جو عند اللہ ہے کیونکہ محاورہ قرآن مجید میں حیات عند اللہ سے حیات روحانی ہی مراد ہوتی ہے جو جسمانی حیات سے علاوہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم دیکھو دونوں جگہ پر لفظ عند ربھم اور عند اللہ کا موجود ہے **اقول** خدا سے ڈرو حسن کا یہ قول واللہ انہ لحی الاٰن عند اللہ ۱۱۔ دوسرا قول جو درمنثور نے نقل کیا ہے قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ ان دونوں سے مراد حیات جسمانی ہی ہے شائد آپ (لم یمت) کی یہ تاویل کرینگے کہ عیسےٰ قتل صلیبی سے نہیں مرا۔ مگر مشکل تو یہ ہوگا کہ (وانہ راجع الیکم) پھر اسی عیسےٰ کو دوبارہ

رہا تا ہے۔ رہا لفظ (عند اللہ) کا سو معنی اس کا یہ ہے کہ عیسےٰ کی حیات جسمانی کو لوگ تو
نہیں دیکھ سکتے۔ مگر خدا پاک بیجھتا ہے کہ عیسےٰ آسمان پر زندہ ہے چنانچہ (ان مثل عیسےٰ
عند اللہ کمثل آدم) کا یہی مطلب ہے کہ عیسےٰ کا بے پدر ہونا نصارے کی دید و
دانست سے تو باہر ہے مگر اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ آدم کی طرح لوگوں سو خدا گانہ
طور پر رب کے امر سے ہے ایسا ہی جو لوگ کہ خدا کے راستہ میں مقتول ہو چکے ہیں اُن کی حیات کو بھی
خدا ہی جانتا ہے الغرض (عند اللہ) اور (عند ربہم) کا معنے صرف اتنا ہی ہے کہ یہ چیز خدا
کے ہاں ہے بندوں کی دید یا دانست اُسکو محیط نہیں رہا یہ امر کہ وہ چیز کیا ہے سو خصوصیت
اس کی (عند اللہ) اور یا (عند ربہم) کے مفہوم سے باہر ہے۔ اب اگر ایک جگہ وہ امر بے پدری
کی وصف ہے تو یہ ضرور نہیں کہ جس جگہ (عند ربہم) یا (عند اللہ) ہوگا اس کلام میں بھی
وصف مراد ہوگی۔ دیکھو کہ (عند ربہم) بل احیاء عند ربہم میں اس پر دلالت نہیں کرتا کہ
ان شہداء میں وصف بے پدری کی موجود ہو۔ جیسا کہ (ان مثل عیسیٰ عند اللہ) میں ایسا ہی
(احیاء عند ربہم) میں حیات روحانی کا مراد ہونا اسکی دلیل نہیں کہ (واللہ انہ لحی الان عند اللہ)
روحانی ہو اور کیسے ہو سکتی ہے کہ بعد اسکے (راجع الیکم) واقعہ ہے اور نیز حیات
روحانی مقربین کی کوئی جائے تعجب نہیں تا کہ اسپر قسم کھائی جاوے تعجب تو اسی میں ہے
کہ اتنی مدت تک انسان زندہ رہے اور (الان) کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے حیات
جسمانی پر یعنی جیسا کہ مسیح دُنیا میں بحیات جسمانی زندہ تھا اب بھی اسی طرح زندہ ہے
الغرض (راجع) کا لفظ اور (قسم) اور (الان) سب قرائن ہیں حیات جسمانی
پر اور آپ کی تاویل کا بطلان مفصل طور پر پہلے گذر چکا ہے۔ **قولہ** اور جب کہ اس قول
سے حیات جسمانی ثابت نہ ہوئی تو نزول مسیح بھی بروزی طور پر متعین رہا **اقول** جبکہ
حسن کے قول سے بشہادت دوسرے قول اسکے کے حیات جسمانی ثابت ہوگئی تو نزول
مسیح بھی جسمانی طور پر ہوگا نزول بروزی کو حضرت محمد اکرم صاحب صابری اقتباس
الانوار میں مخالفہ اجماع و احادیث متواترہ کی وجہ سے مردود کہتے ہیں چنانچہ پہلے لکھ چکا ہوں
قولہ ص۷۸ اس قول میں لفظ (باعثہ) موجود ہے۔ پھر نزول ابن السما

بجسدہ العنصری کب ثابت وقائم رہا **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ قول بھی حسن کا ہے اور حسن سے کسی نے (وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ) دریافت کیا۔ بجواب اس کے حسن نے کہا "قبل موت عیسیٰ"۔ ان اللّٰہ رفع اللّٰہ عیسیٰ وھو باعثہ قبل یوم القیامۃ مقاماً یؤمن بہ البر والفاجر) اور یہی صاحب اس میں اس طرح پر ٹال مٹال کرکے عوام کو دہوکا دیتے ہیں کہ اس قول میں (باعثہ) کا لفظ موجود ہے جو دلالت کرتا ہے (احیاء بعد الموت) پر پھر نزول من السماء بجسدہ العنصری) جو فرع ہے حیات کا کب ثابت وقائم رہا۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ حسن کے اس قول سے بھی حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ حسن کا جب مذہب یہی ٹہیرا کہ مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے چنانچہ اوپر دُرِّ منثور سے نقل کیا گیا۔ کہ قال الحسن قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ) اور نیز اس (باعثہ) والے قول میں (قبل موتہ) کی تفسیر (قبل موت عیسیٰ) حسن رضؓ سے موجود ہے تو پھر بعد وجود ان قرائن کے کس احمق کو حسن رضؓ کے قول کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا پاک فرمان کہ (عیسےٰ نہیں مرا اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹ آویگا۔ صراحتہً دلالت نہیں کرتا حیات جسمانی پر یا (قبل موت عیسیٰ) کی تفسیر سے ظاہر نہیں کہ عیسےٰ ابھی نہیں مرا۔ اسقدر دھوکا دہی خصوصاً قرآن اور حدیث میں مسلمان کے شان سے بعید ہے۔ رہا لفظ بعث کا سو وہ ارسال کے معنے میں بھی بکثرت مستعمل ہوتا ہے جسکے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے وفی حدیث علے یصفہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعیثک نعمۃ ای مبعوثک الذی بعثۃ الی الخلق ای رسلتہ وھو ای عمرو بن سعید یبعث البعوث ای یرسل الجیوش ح ثم یبعث اللّٰہ ملکا۔ فیبعث اللّٰہ عیسےٰ ای ینزلہ من السماء حاکما بشرعنا مجمع البحار مختصراً۔ ارے خدا کے بندے صاف یوں کیوں نہیں کہدیتے۔ کہ بیشک حسن کا اور حدیث صحیحہ متواترہ اور اقوال ائمہ وتابعین وتبع تابعین وکل علماء اسلام کا مطلب یہی حیات جسمانی ہے۔ مگر ہم اُس کو

ونعوذ باللہ من زلۃ الجاھلین بیضاوی وکشاف وغیرہ نے لیؤمنن کو خبر مؤکد
بالانشائیہ ٹھہرایا ہے پہلے مفصل نقل عبارات ہم لکھ چکے ہیں ناظرین کو امروہی صاحب کے قول سے
معلوم ہو چکا ہے کہ احادیث و آثار و اقوال ائمہ وغیرہم سب کا مطلب تو بے شک اسی
مسیح بن مریم کا دوبارہ آنا دنیا میں ہے ۔ مگر بخیال اس کے کہ یہ آیات قرآنیہ کے برخلاف
ہے اسلئے ہم تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ بمجبوری کرتے ہیں ۔ دیکھو ص ۷
س ۳ سے ۹ تک جس کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے نزدیک اخیر
تک اس مضمون میں (کہ وہی مسیح بن مریم دوبارہ رجوع کریگا) العیاذ باللہ خطا پر ہے اور
اجماع کورانہ چلا آیا جیسا کہ ازالہ جلد اوّل وغیرہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے ۔ اور قبل از وقوع
پیشین گوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بکلی منکشف ہونا ضروری نہیں دیکھو ایام
الصلح ۔ وازالہ وغیرہ ۔ اب ہم کو صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ بقاء علے الخطا
منافی ہے شان نبوت اور تبلیغ کو اور آیات قرآنیہ کا مطلب وہی ہے جو سیاق سباق کے
موافق اور کسی حدیث کے مضمون کو معارض نہیں جسکو آجتک مفسرین لکھتے آئے یعنے قدر
مشترک تاویلات مختلفہ کا جو منافی بمضمون احادیث صحیحہ متواترہ نہیں جسکو ہم آیات و احادیث
میں اجماعی قرار دیتے ہیں ۔ امروہی کے اس اقرار کے بعد ہمکو انکی کسی تاویل کی تردید کی حاجت
نہیں کیونکہ خود اُسکا اقرار ہے کہ ہماری تاویلات قایل یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
و تابعین وغیرہم کی غرض کے برخلاف ہیں مگر تاہم باصرار ان احباب کے جو پہلے مرزا صاحب
وامروہی کی علمیت کے بڑے معتقد تھے) ہمکو بغیر کسی قدر تضیع وقت کے خلاصی نہیں ۔
کادیاں کے مشن جیسا کوئی اور مشن غیر مہذب و ناتراشیدہ دیکھنے میں نہیں آیا منقول و معقول
دونوں انکی لغزش آمودہ اور کجی و جہالت مرکبہ سے بھری ہوئی ہیں جن کی اصلاح و
درستی بجز اسکے متصور نہیں کہ از سر نو انکو علوم نقلیہ و آلیہ کی تعلیم دیجائے اور جہالات
مرکوزہ کے نکالنے کے لئے لڑکیوں کی طرح ان کی پیٹھوں پر پتھر رکھے جاویں ۔ اس نالایق
پر پھر بھی کوئی بشر عامی سے لے کر نبی تک نہیں بچا ۔ ع نہ دشمن برست از زبانش نہ
دوست ۔ اخیر میں جا کر استحالہ عقلی کو مشعل راہ بنا لیتے ہیں ۔ اس میں بھی لغزش ہے

خالی نہیں کیونکہ استبعاد عقلی کو استحالہ عقلی سمجھ کر نصوص بنیہ کا انکار مثل سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا الخ اور وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وسائر آیات بینات کر دیتے ہیں **قولہ ص ۹** اس قول میں بھی مثل سابق کے کلام ہے۔ **اقول**۔ ہماری جانب سے بھی مثل سابق ہی کے سلام ہے **قولہ ص ۹** اور نیز اس عبارت میں یہ جملہ کہ فیقتل مسیح الضلالۃ قابل غور ہے **اقول**۔ جناب عالی حسب ارشاد غور تو کریں گے۔ مگر آخر میں وہی آش در کاسہ نظر آرہی ہے۔ **قولہ** کیونکہ مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب دجال کے شخص واحد قرار دینے میں بڑا زور لگاتے ہیں **اقول** کیوں نہ لگائیں آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون اور الا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع صحابہ کرام ابن صیاد کے دجال ہونے کے بارہ میں کچھ عرصہ متردد رہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ کے صلے اللہ علیہ وسلم خیال شریف اور صحابہ عظام کے فہم مبارک میں دجال شخص معین ہی تھا۔ تو پھر مؤلف مع بعد اپنے ہم مشربوں یعنی کل اہل اسلام کے کیوں نہ زور لگائیں **قولہ**۔ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں۔ کہ دجال شخص واحد ہی ہے۔ لکن اُس کی جماعت اور ذریات کا کثیر ہونا منافی اُسکی وحدت شخصی کو نہیں **اقول** ہم کب کہتے ہیں کہ منافی ہے ہم تو صرف اتنا ہی معروض کرتے ہیں کہ وہ شخص واحد جسکو آپ نے تسلیم کرلیا ہے ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ **قولہ** کہ کثیر ہونا اُسکا اس عبارت سے بھی ثابت ہے **اقول** عبارت تو یہ ہے (فیقتل مسیح الضلالۃ یعنی مسیح ابن مریم بعد النزول گمراہوں کے مسیح کو جو عبارت ہے دجال سے) قتل کرے گا اس عبارت سے تو کثیر ہونا اس مسیح الضلالۃ کا یعنی دجال کا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابعین کا جو گمراہ ہونگے کثیر ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی اس دجال کے تابعین بہت لوگ ہونگے۔ الغرض دجال واحد شخص ہی رہا اور تابعین اُسکے بہت ہوئے سو اسکے ہم بھی قائل ہیں۔ مینے پہلے ہی گذارش کردی تھی۔ کہ حسب ارشاد (مسیح الضلالۃ میں غور تو کرینگے۔ مگر اخیر میں وہی آش در کاسہ ہوگی۔ آگے چلئے **قولہ ص ۹**

ص ۱۳۰ سے اخیر صفحہ تک بنا ر الفاسد علی الفاسد ہے اور ضلا سے نصارے کا مراد ہونا بشہادت تفسیر ولا الضالین کے **اقول** یہ سب واہیات ہیں کیونکہ قرآن کریم میں گو مفسرین نے ضالین سے مراد نصارے لی مگر اس سے یہ تو نہیں لازم آتا۔ کہ ضال یا ضلا یا گمراہ بول چال میں بغیر نصارے کے دوسروں کو نہ کہا جاوے۔ بحسب حدیث شریف (لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بامرین کتاب اللہ و سنت رسولہ) کے ممیزیوں میں سے اگر کوئی شخص تمسک بالکتاب والسنۃ کو ترک کر دے۔ تو ضال اور گمراہ ہوگا بلکہ (مسیح الضلا) کی تفسیر تو بشہادت باقی الفاظ حدیث کے صاف ظاہر ہے (وانہ سامعہ نکم صفتہ لم یصفہا ایاہ نبیٌ قبلی انہ یبدء فیقول انا نبی فلا نبی بعدی ثم یثنی فیقول انا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتوا وانہ اعور وان ربکم عزوجل لیس باعور وانہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرؤہ کل مومن کاتب وغیر کاتب الخ بعد ایسے تصریحات کے جو احادیث میں آچکی ہیں پھر (مسیح الضلالہ) سے مراد نصارے کے پادری کیسے ہوسکتے ہیں **قولہ ص** اور جملہ (یکسر الصلیب) بھی اسی پر دال ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں صلیب پرستی کا غلبہ ہوگا جس کو مسیح موعود توڑیگا۔ لیکن درصورت ہونے دجال کے یہود میں سے یکسر الصلیب کیونکر صادق آسکتا ہے **اقول** مسیح موعود کے زمانہ میں بحسب قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہتیرے ملتوں کا ہونا ثابت ہے منجملہ ان کے صلیب پرستی بھی ہوگی اور سارے ملتوں کو ایک ملت اسلام ہی کر دیگا۔ اسپر (وتکون الملل کلھا ملۃ واحدۃ) شاید ہے یکسر الصلیب کی تصریح بہ نسبت مسیح ابن مریم کے ہے یعنی اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ جو لوگ مسیح کو معبود اور واقعہ صلیبی کو صحیح مان کر صلیب پرستی کرتے ہیں ان کو مسیح ہی بذات خود درست کریگا۔ اور دجال کا یہود سے ہونا اسکا مقتضے نہیں کہ بغیر دین یہودیت کے کوئی دین نہ رہے۔ الغرض دجال یہود کا ظہور صرف اسی امر کا مقتضے ہے کہ چند اشقیا اسکے خوارق کو دیکھ کر اس کی الوہیت کے معتقد ہو جاویں۔ اب آپ فرماویں کہ مرزا جی نے آج تک کون سی صلیب توڑی یا

کتنے پادریوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی بلکہ انکا مائل کر لیا تو موجب اصرار علی النصرانیۃ کا ہوا ہے۔ **قولہ ص** علاوہ یہ کہ فرقہ یہود تو حسب پیشین گوئی مسلمہ فریقین کے جو کتاب وسنت میں مذکور ہے۔ قیامت تک ذلیل وخوار رہیں گے۔ پھر دجال صاحب شوکت اقبال یہود میں کیونکر ہو سکتا ہے **اقول** یہود کا ذلیل وخوار ہونا جو کتاب وسنت میں مذکور ہے اُسکے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز یاں کر وفر خدائی دعوے کر کر مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اُسکا چند روزہ شان وشوکت کتاب وسنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ میری اُمت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک اُسکا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل انکی سر نہ اٹھائیگا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اُس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی **قولہ ص** اور یضع الجزیہ کی یہ تفسیر کہ لا یقبل الا الاسلام والسیف مخالف ہی نصوص قطعیہ قرآنیہ کے کما قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین ایضاً قال اللہ تعالیٰ لا ینہٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ایضاً قال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون وغیر ذلک من الایات الکثیرۃ **اقول** جزیہ کا حکم کوئی استمراری نہیں بلکہ یہ حکم نزول عیسٰے کے ماقبل تک محدود ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وقت بیان فرما دیا۔ کہ عیسٰے جزیہ اٹھا دیگا۔ پس اس وقت جزیہ کا قبول نہ کیا جانا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہے کما فی النووی شرح صحیح مسلم رہا یہ کہ حکمت اس میں کیا ہے ابوالحسن علی شرح بخاری میں کہتے ہیں کہ اس وقت ہم نے جزیہ اسلئے قبول کیا ہے کہ ہم مال کے محتاج ہیں اور نزول عیسٰی کے وقت احتیاج نہ رہے گی اور شیخ ولی الدین عراقی نے ...... نہ قبول کرنے جزیہ کے وجہ اس طرح پر بیان فرمائی ہے کہ اس وقت یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں سے جزیہ اسلئے قبول کیا گیا ہے کہ اُن کے ہاتھوں میں تورات

وانجیل کے ہونے اور اُن کے زعم میں شرع قدیم کے ساتھ متمسک ہونیکا شبہ ہے پس جس
وقت کہ عیسٰے علیہ السلام اتریگا اسوقت حصول معائنہ سے یہ شبہ دور ہو جائیگا۔ اور انکی
حالت بُت پرستوں کی طرح ہو جائے گی اور انہیں کی طرح اُنکے ساتھ معاملہ بھی کیا جاویگا
اور بجز اسلام کے اُن سے کوئی شئے قبول نہ کی جائے گی اور حکم کا زوال اُسکی علت کے زوال
سے ہوتا ہے **قولہ ص** اور نیز مخالف ہے تمہارے مسلمات کے دیکھو ص ۲ س
۷ قیل یارسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب ابداً
اور دیکھو ص ۳۳ س ۸ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج
ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ معنی حجیج کے باتفاق لغت حجت سے
غالب آنا خصم پر ہے ان جملوں سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دجال کا مسیح سے حجت ہوگا
کہ اُسکے شبہات و شکوک کو مسیح موعود حجت باہرہ سے نیست و نابود کریگا نہ بجنگ و جدال
اقول نزول مسیح کے وقت جنگ و جدال دجال سے ہوگا اور ایسا ہی کسی غیر ملت اسلام
والے سے بغیر اسلام کے کچھ نہ قبول کیا جائیگا الا الاسلام او السیف دیکھو شمس الہدایت
کا ص ۱۳ س ۹ ویطلق ھاربا فیقول عیسٰے ان لی فیک ضربۃ لن
تسبقنی بہا فیدرکہ عند باب الشرقی فیقتلہ ویھزم اللہ الیھود
الخ بعد اسکے جس وقت ایک کلمہ ہو جائے گا۔ اور بغیر حق سبحانہ و تعالےٰ کے کسی کی عبادت
نہ کی جائے گی اُس وقت جنگ و جدال موقوف ہو جائینگے اور گھوڑیوں پر لڑائی کے لئے
سواری ترک کر دی جاوے گی دیکھو ص ۳۲ س ۱ شمس الہدایت وتکون الکلمۃ
واحدۃ فلا یعبد الا اللہ وتضع الحرب اوزارھا الی قال لا یرکب لحرب
ابداً الغرض احادیث نزول مسیح و خروج دجال میں صرف ایک ہی حالت اور وقت
کا ذکر نہیں۔ ابتدائی حالت میں کچھ اور ہی دکھلائی دیگا۔ اور انتہا و وسط میں کچھ وہی
رنگ ہوگا قبل النزول آسمان سے بارش کا نہ ہونا اور پھر بعد النزول جبکہ وتکون الملل کلہا
ملۃ واحدۃ کا ظہور ہوگا اُسوقت تکون الارض لھا نور الفضۃ وتنبت نباتہا
کعھد آدم الخ نظر آئیگا۔ مختلف واقعات کے ہونگے اقعات بھی مختلف ہونگے۔ لہذا

احادیث کے مضامین میں کوئی تعارض و تمانع نہیں الا امروہی صاحب کو اضطراب کے پہاڑ نظر آرہے ہیں پنجاب میں مثل مشہور ہے۔ دل حرامزادہ بہانوں کے ڈھیر۔ دل میں چونکہ مرزا جی کو مسیح موعود بنانے کی سخت لونگی ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو جسکا کھائیے اُسکا گیت گائیے۔ لہٰذا احادیث صحیحہ متواترہ کو جو اس مطلب عظیم الشان کے لئے سخت مانع اور سدِّ راہ نظر آرہے ہیں کاٹنا شروع کیا کسی جگہ کا جملہ لیکر بغیر اسکے کہ اوّل آخر کو سوچیں دوسرے جملہ سے متعارض ٹھہرا کر اُردوخوانوں بیچاروں کو دہوکھا دیتے ہیں خدا حافظ ہو مجمع البحار کی عبارت مسطورہ ذیل کو غور فرمائیے جس میں آپ کے دہوکے اور فریب کا جواب موجود ہے۔ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ اے محاجہ ومغالبہ باظہار الحجۃ علیہ والحجۃ الدلیل والبرہان حاججتہ حجاجا ومحاجۃ فانا محاج وحجیج ہٗ دونکم اشارۃ الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فیہ غیر محتاج الی معاونۃ من امتہ فان قیل اولیس قد ثبت فی الصحیح انہ یخرج بعد خروج المہدی وان عیسیٰ یقتلہ وغیرھا من الوقائع الدالۃ علی انہ لا یخرج فی زمنہ قلت ھو توریۃ للتخویف لیلجئوا الی اللہ من شرہ وینالوا فضلہ اویرید عدم علمہ بوقت خروجہ کما انہ لا یدری متی الساعۃ + مجمع البحار۔ قلت ھو توریۃ کے جواب سے معلوم ہوا کہ فانا حجیجہ فرمانا باوجود اسکے قاتل اُسکا مسیح ابن مریم ہے چنانچہ انہیں احادیث میں مذکور ہے) توریۃ کے طریق پر ہے۔ اور نیز ممکن ہے کہ قبل از قتل دجال کو برہان ودلیل توحید سے مغلوب و ذلیل کیا جاوے۔ اور جب باوجود مغلوبیت کے اپنے دعوے سے باز نہ ہو تو قتل کیا جائے الحاصل غلبہ باظہار الحجۃ جنگ وجدال کو منافی نہیں۔

قولہ صفحہ ۸ ایضاً دیکھو صفحہ ۲۷ س ۱۳ فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لذاب حتی یھلک اسکا مفہوم یہی ہے کہ دلائل حقہ ثابت سے اُسکا بطلان ہو ویگا **اقول** اسکا مفہوم یہی ہے کہ وہ دلائل سے ہلاک ہوگا۔ چنانچہ اسپر دال ہے کلمہ لوجو (فلو ترکہ لذاب) میں واقعہ ہے کیونکہ دلالت

کرتاہے انتفاء ذوبان پر بہ سبب انتفاء ترک کے اور انتفاء ترک کی صورت یہ ہوگی کہ
ینطلق ھاربا فیقول عیسٰے ان لی فیک ضربۃ لن یسبقنی بھا فیدرکہ
عند باب لد الشرقی فیقتلہ ویھزم اللہ الیھود الخ شمس الہدایت ص ۳۱
امروہی صاحب کو ملکہ زور کرگیا ہے ایک ٹکڑی حدیث کی بن گھڑت علم لدنی پر شرح
کردیتے ہیں۔ مگر جس جگہ آنکھ کھلتی ہے تو اسی حدیث کی دوسری ٹکڑی اس شرح کو مردود
کردیتی ہیں۔ سبحان اللہ مسیح اور حواری اس لیاقت کے مالک غلبہ باظہار الحجۃ پائیں گے۔
قولہ ص ۱۸ ایضاً دیکھو ص ۳۴ س ۳ لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الاّ مات
اس جملہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسیح موعود کے کلمات حجت آیات سے اُسکے مخالف ہلاک
ہوویں گے۔ پھر فرمایئے کہ اندریں صورت جنگ وجدال سنانے کی کیا ضرورت باقی
رہے گی۔ **اقول**۔ الامات بمعنے قرب الی الموت کے ہے بدلیل حتے یدرکہ بباب
لد فیقتلہ پہلے کافر مسیح کے دم کی ہوا سے قریب الی الموت ہوگا۱۲ اور بھاگے گا اور عیسٰی علیہ
السلام کہے گا کہ مقدر میں میری ضرب کا واقع ہونا تیرے پر ہے بغیر اسکے تو میرے سے آگے بڑھ
نہیں سکتا۔ دیکھو شمس الہدایت ص ۱۳ س ۹ الحاصل باوجود مہلک ہونے دم عیسوی
کے کفار کے حق ہیں جن کا مقدر میں اس کے ہاتھ سے مقتول ہونا ہے وہ بہر کیف ہونے رہا
یہ کہ پھر قتل کی کیا حاجت رہی سو یہ اللہ جل شانہ سے پوچھنا چاہیئے یا مسیح ابن مریم سے
ہم کو ایمان بماجاء بہ الرسول علیہ السلام ضروری ہے ان لمیات تک ہم نہیں
پہونچے۔ امروہی صاحب کا یہ سوال بڑا لاحل ہے جسکو ہم ایسے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں
کہ عام فہم بھی ہو۔ اور ناخوانندہ بھی اس کے جواب پر قادر ہو جائے۔ گویا
امروہی صاحب پوچھتے ہیں۔ کہ معرکہ جنگ میں زید کے ہاتھ میں بندوق وتیرو
تلوار سب کچھ موجود تھا۔ تو پھر اُس کو تلوار سے مارنے کی کیا ضرورت تھی دور سے
ہی بندوق یا تیر سے ماردیتا۔ **جواب**۔ مقدر میں جس کا قتل ہونا تلوار
سے ہے وہ اِسی سے قتل ہوگا۔ اور جس کا بندوق یا تیر سے وہ انہیں
سے مقتول ہوگا۔ پھر یہہ لاحل شبہ خدا کی طرف عاید ہوگا کہ مقدر میں یہ

۱۲ جسکے مقدر میں قتل ہونا ہوگی وہ قتل کیا جائیگا جیسا کہ دجال۔ پس جسکے ہلاکت قریب ہوگا۔

تخصیص کیوں ہوئی جواب ملیگا کہ جیسا کہ ظہور میں ہوا وسی طرح علم بھی ہوتا ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے مگر پھر بھی اُمید نہیں کہ امروہی صاحب بس کریں کیونکہ علم کا ماشاء اللہ بڑا زور ہے۔ احادیث نبویہ کی اصلاح یا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ ارے خدا کے بندے بات تو وہی ہے جسکا پہلے اقرار کر چکے ہو کہ توجیہ القول بما لا یرضے بہ قائلہ پھر خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کیوں ہانکے جا رہے ہو۔

قولہ ص ۱۸ ایضاً دیکھو ص ۳۴ س ۷ اذا وحی اللہ عزوجل الی عیسٰے انی قد اخرجت عبادا لی لا ید ان لاحد بقتالھم ایضاً دیکھو ص ۳۴ س ۸ و یبعث اللہ فی ایام یاجوج وماجوج فیھلکھم اللہ تعالیٰ ببرکۃ دعائہ اس سے ثابت ہوا کہ ہلاکت یاجوج ماجوج کی مسیح موعود کی برکات ادعیہ سے ہوگی نہ حرب و جہاد سے

اقول یہ تو باحادیث متواترہ جن میں علامات و خصوصیات مسیح موعود کے مذکور ہیں ثابت ہو گیا کہ بغیر اُس نبی مریم کے بیٹے کی کوئی اور شخص مسیح موعود نہیں تو یاجوج ماجوج کا بغیر مقاتلہ اُسکی دعا سے ہلاک ہونا ہم کو کیا ضرر اور آپکو کیا فایدہ دیتا ہے اور بالخصوص یاجوج ماجوج کا دعا سے ہلاک ہونا دلیل ہے اسپر کہ باقی مخالفین حرب و قتال سے ہلاک ہونگے ورنہ خصوصیت یاجوج وماجوج کی دعا کے ساتھ بے وجہ اور لغو ہو جاتی ہے اور نیز اجتماع دعا اور جنگ ظاہری کا اُن کی ہلاکت کے لئے مستبعد نہیں **قولہ** ص ۱۸ ضمیر انہ کا مرجع جو اس قول ابن عباسؓ میں نزول عیسیٰ قرار دیا گیا ہے وہ مبنی ہے صرف اس خیال غلط پر کہ حضرت عیسٰے آسمان پر سے بجسدہ العنصری نازل ہوں گے۔ **اقول** ع۔ ہموں نقش درون بیرون برآمد ✤ اس عبارت سے امروہی صاحب کا اقرار پایا گیا۔ (۱) کہ ابن عباسؓ کا مذہب بھی نزول عیسیٰ بجسدہ العنصری ہے (۲) دوسرا یہ کہ ابن عباسؓ کا یہ خیال غلط ہے۔ ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام و ائمہ عظام و محدثین و فقہاء و کل اُمت مرحومہ اسی رفع اور نزول بجسدہ العنصری کے قائل ہیں یعنی اُسی مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کے نہ مثیل اُسکے۔ اب امروہی صاحب کے نزدیک ان سب کا خیال غلط ہوا۔ یہ وہ ابن عباس ہے جسکو قال ابن عباس

متوفيك مميتك) کے وقت افقہ الناس اور حبر ھذہ الامۃ کا لقب دیا جاتا تھا۔ ایہا الناظروں یہ فرقہ منبروں پر کھڑے ہوکر آنسو ٹپکاتے ہوئے یہ شعر ذیل بیت

زعشاق قرآن و پیغمبریم + بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

پڑھا کرتے تھے تاڑنے والے تو تاڑ چکے تھے کہ مخالف حال کہہ رہے ہیں کیونکہ لسان حال کا وظیفہ تو یہ تھا۔ بیت۔ زنساخ قرآن و پیغمبریم + بدیں آمدیم و بدیں بگذریم +

قولہ ص ۱۸ ورنہ سابق میں کسی جگہ یہ مرجع نہ حکما مذکور ہے اور نہ حقیقۃ **اقول** سابق میں عیسےٰ مذکور ہے قال اللہ تعالی ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه يصدون ۝ وقالوا ءالهتنا خير ام هو ط ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون ۝ ان هو الا عبد انعمنا عليه وجعلناه مثلا لبني اسرائيل ط ولو نشاء لجعلنا منكم ملئكة في الارض يخلفون ۝ و انه لعلم الساعة ام هو ان هو جعلناه یہ سب ضمائر عیسےٰ کی طرف راجع ہیں۔ وانہ لعلم للساعۃ میں بھی مرجع عیسےٰ ہی ہے مگر من حیث النزول کما فی الجلالین وانہ ای عیسے لعلم للساعۃ ای لعلم بنزولہ+جلالین اور یہی ہے مراد ابن عباس کی نزول عیسےٰ سے ای عیسے من حیث النزول

قولہ ص ۱۸ علاوہ یہ کہ نزول عیسےٰ سے قیامت کا علم حاصل ہونا نصوص قطعیہ کے مخالف ہے کیونکہ قبل قیامت کے تو علم قیامت کا کسی کو دیا ہی نہیں گیا سوائے اللہ تعالےٰ کے کما قال اللہ تعالیٰ الیہ یرد علم الساعۃ ایضًا وعندہ علم الساعۃ ایضًا لا تاتیکم الا بغتۃ وغیر ذلک من الآیات الکثیرۃ

اقول نزول عیسےٰ سے مثل سائر علامات قیامت کے علم تقرب قیامت حاصل ہوجائیگا نہ علم خاص دن قیامت کا جو مخصوص بالباری ہے فی خمس لا یعلمھن الا اللہ اسی لئے اس جگہ لعلم للساعۃ باظہار الرابط بین العلم والساعۃ فرمایا اور علم مخصوص ہیں الیہ یرد علم الساعۃ۔ وعندہ علم الساعۃ بغیر فاصل کے۔ تاکہ حذف رابط علم الساعۃ میں کمال اتصال پر دلالت کرے یعنے علم

خاص اُسی دن کا کہ فلاں وقت میں ہوگی یہ مخصوص بالباری ہے۔ اور علم للساعۃ میں لام کو درمیان علم اور ساعت کے فاصل لانے سے یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ من حیث النزول علم زمان قریب بقیامت کا پتہ دے گا نہ خاص اُسی دن کا امروہی صاحب کے اجتہاد کے مطابق جتنے اشراط الساعۃ صحاح ستہ میں مذکور ہیں یہ سب نصوص قطعیہ کے برخلاف ہونگے۔ افسوس کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور سائر مفسرین و محدثین کے وقت امروہی صاحب اگر موجود ہوتے تو اس مخالفت کا پتہ دیدیتے وہ لوگ کل بے خبر ہی چلے گئے **قولہ** اور پھر کیسے بے معنے بات ہے کہ نزول عیسےٰ تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہوا اور قبل دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے۔ کہ فلا تمترن بہا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد دیجاوے گی اور مدلول کو تم اسیوقت تسلیم کرلو اور کچھ شک و شبہ مت کرو **اقول** پھر کیسے پُر معنے بات ہے کیونکہ مومنین کی وصف یومنون بالغیب بیان کی گئی ہیں۔ یعنے بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اور بعد المعاینہ تو ایمان مقبول ہی نہیں ہوتا۔ لہذا قبل از وقوع قیامت مکلف ہیں۔ کہ قیامت کے ساتھ بن دیکھے ایمان لاؤ ہاں بعض علامات جن کا ظہور قریب قیامت کے ہوگا۔ وہ ہم بیان کردیتے ہیں خصوصاً وہ علامت جو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ قدرت کرکر دکھلائی گئی تھی کما قال عزمن قائل وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل کیا ہم نے عیسےٰ کو نمونہ قدرت اپنی کا (بن باپ کے پیدا کیا) بنی اسرائیل کے لئے تو ایسی علامت جو من حیث البدء والظہور بنی اسرائیل کے یقین اور دفع امترار کے لئے دلیل ٹہرائی گئی ہے۔ وہی من حیث النزول اس کی شایان اور استحقاق رکھتی ہے کہ تم بھی وقوع قیامت میں شک نہ کرو۔ الحاصل ایمان مخاطبین کا مدار گو کہ صرف اتنے ہی امر پر ہے کہ قرآن کریم کو کلام الٰہی اور حق سبحانہ و تعالےٰ کو صادق مانیں مگر بحسب معتاد بین الناس اثناء گفتگو میں علامات قریبہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ امر جو ابعد عن الذہن قریب بہ ذہن اور متمکن فے الذہن ہو جاوے۔ امروہی صاحب کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علامات قیامت کو اتنے عرصہ پہلے قیامت

سے بیان فرمانا العیاذ باللہ بڑی بے معنے بات ہے ع برین عقل و ایماں بباید گریست۔
قولہ ص۸۲ اور اگر کہا جاوے کہ بعض قرأت میں علم للساعۃ بھی بفتح لام آیا ہے جسکے معنے یہ ہوئے کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسیٰ ایک علامت ہے تو کہیں گے ہم کہ نزول عیسیٰ بجسدہ العنصری تب مانا جاویگا جبکہ صعود اسکا بجسدہ العنصری ثابت کیا جاوے وھو کما ترے ماثبت الی الآن **اقول** ارے خدا کے بندے یہ جب اور تب کیسا۔ ناظرین خدارا انصاف جب امروہی صاحب انہ لعلم للساعۃ کی قراءۃ کے مطابق نزول عیسیٰ کو قیامت کے علامات سے مان چکے تو ظاہر ہے کہ بموجب اس آیۃ کے صعود بجسدہ العنصری کو ماننا پڑیگا کیونکہ نزول بجسدہ العنصری فرع ہے صعود بجسدہ العنصری کی۔ الغرض بعد تسلیم اس قراوت کے جب اور تب بالکل بے محل اور لغو ہے۔ ہاں سرے سے یوں کہدینا تھا کہ ہم اس قراوت کو نہیں مانتے **قولہ ص۸۲** انبیا الناظرون صفحہ ۸۳ تک **اقول** تردید اس کی پہلے ہو چکی ہے۔ **قولہ ص۸۳** اس جگہ پر مخالفین یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری نے باب ذکر الانبیاء میں نزول عیسیٰ کو بیان کیا ہے پس نزول سے وہی عیسیٰ مراد ہیں۔ جو نبی اسرائیلی تھے۔ "لاغیر" توجواب اُسکا اولاً یہ ہے کہ مولف کا یہ کہنا کہ ذکر الانبیاء میں کسی اور ولی یا محدث یا ملہم کا ذکر ہی نہیں سرتاپا غلط ہے کیونکہ اسی کتاب میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا بھی ذکر ہے جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اسی کتاب الانبیاء میں رجل مومن آل فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھا۔ حضرت خضر کا بھی ذکر ہے جو بقول صحیح نبی نہیں تھے اور امراۃ فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھیں حضرت عیسےٰ کے حواریوں کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھے۔ حضرت مریم کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھی وغیرہ وغیرہ **اقول** مخالفین نے کب کہا ہے کہ کتاب الانبیاء میں غیر انبیاء کا ذکر نہیں یا اُن کو اُس غیر واقعی امر کے کہنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ خدا کے بندے کسی جگہ تو قایل کی غرض سمجھ کر ہانکنا شروع کیا ہوتا۔ انکا مطلب تو یہ ہے کہ کتاب الانبیاء میں جن جن انبیاء کا ذکر ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین عنوان اور معنون

یعنی آیت اور حدیث دونوں میں مراد اُن سے وہی پیغمبر ہیں بعینہٖ نہ مثیل اُن کے چنانچہ آدم۔ نوح ابراہیم لوط موسیٰ وغیرہم بلکہ غیر انبیاء سے مراد بھی وہی اشخاص ہیں بعینہا نہ مثیل انکے مثلاً یوسف کے بھائی مومن آل فرعون خضر امرءۃ فرعون حواری مریم وغیرہ ان سب سے مراد مثل اُن کے نہیں بلکہ وہ خود آپ ہی مراد ہیں۔ قیاس برنظایر ضرور ہے کہ مراد (ابن مریم) سے حدیث نزول میں بھی وہی مریم کا بیٹا ہو جو قطعاً مراد ہے آیات سے۔

سوال

چونکہ نصوص قطعیہ سے اُس مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہے اور جو مر جاتے ہیں پھر دوبارہ دُنیا میں لوٹ کر نہیں آتے۔ لہٰذا حدیث نزول میں ابن مریم سے استعارہ کے طور پر مثیل لیتے ہیں۔ لتعذر الحقیقۃ۔

جواب

پہلے ہم صرف اتنا ہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث نزول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور محدثین خصوصاً امام بخاریؒ نے کیا سمجھا ہوا تھا سو بعد تدبر و تفحص کے احادیث نزول میں یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی عیسٰے بن مریم اسرائیلی کو مراد رکھا ہے نہ مثیل اُسکا قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰے لم یمت و انہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ درمنثور جلد دوم ص ۳۶ فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کہ تحقیق عیسٰے نہیں مرا اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آنے والا ہے عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسرے بی ابراھیم وموسیٰ وعیسٰے قال فتذاکروا امر الساعۃ قال فردوا امرھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسٰے فقال عیسٰے اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا اللہ عزوجل وفیما عھد الی ربی ان الدجال

خارج ومعی قضیبان الخ درمنثور۔ احمد بیہقی۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن کثیر سعید بن منصور۔ اخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد و عیسے بن مریم یدفن معہ وقال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر درمنثور۔ مشکوۃ ص ۵۱۵ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیزوج ویولد لہ ویمکث خمسًا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری (ای فی مقبرتی) وعبر عنہا بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ فکانما فی قبر واحد۔ مرقاۃ فاقوم انا و عیسے ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکرؓ و عمرؓ۔ رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء۔ مشکوۃ۔ روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسے بن مریم من السماء۔ الحدیث زریب بن برثملا وصی عیسیٰ نے جواب تک کوہ حلوان میں زندہ موجود ہیں نضلہ بن معاویہ کو آسمان سے اُترنے عیسے علیہ السلام کی خبر دی یہ حدیث شمس الہدایت میں موجود ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے جلد اوّل میں اسکے اسناد کو کشفی طور پر صحیح کہا ہے اور ازالۃ الخفا میں بھی مکاشفات امیر المومنین عمر بن الخطاب میں موجود ہے۔ ترجمہ اُسکا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

بروایت ابن عباس مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو جو قادسیہ میں حاکم تھا لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرنا۔ کہ اس کی اطراف سے اموال غارت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نضلہ کو تین سو سوار کے ساتھ بھیجا یہاں تک کہ حلوان عراق میں آئے اور اس کی اطرافیں لوٹ کیں۔ بہت سی غنیمت اور قیدی لا رہے تھے کہ اُن کو عصر کے وقت نے تنگی کی۔ اور قریب تھا۔ کہ آفتاب غروب ہو جاوے اس وقت نضلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان کی ایک طرف پناہ دی۔ اور کھڑے ہو کر اذان کہنی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا

تو ناگہاں ایک جواب دینے والے پہاڑ میں اجابت کے ساتھ کہا کہ اے نضلہ تو نے خداوند بزرگ کی طرف نسبت کبریا اور بڑائی کی کی ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے پھر نضلہ نے کہا اشہد ان محمداً رسول اللہ تو مجیب نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کی بشارت ہم کو عیسےٰ ابن مریم نے دی ہے اور جس کی امت کے سرے پر قیامت قائم ہو گی۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو مجیب نے کہا اُس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم اُٹھائے اور اُسپر مواظبت کرے پھر نضلہ نے کہا حی علی الفلاح تو مجیب نے کہا اس کے لئے نجات اور فلاح ہے جو اسکی اجابت کرے پھر نضلہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا تو نے کل کلمۂ اخلاص اچھی طرح کہا اللہ نے تیرا جسم آگ پر حرام کر دیا پس جبکہ نضلہ اذان کہنے سے فارغ ہو گیا تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے کیا تو فرشتہ ہے یا جن یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے تو نے ہمکو اپنی آواز سنائی ہے پس ہمکو اپنی صورت بھی دکھا کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عمر بن الخطاب کا بھیجا ہوا ہے پس اسی وقت چکی کے پاٹ کی طرح اُس شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہو گیا جسکے سر اور ریش کے بال سفید اور اسپر پشم کے دو پرانے کپڑے تھے اور اُسنے ہمکو خطاب کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور سب نے اُسکا جواب وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے اُسنے جواب دیا کہ میں زریت بن برثملا خدا کے عبد صالح عیسےٰ بن مریم کا وصی ہوں اُسنے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان سے نزول کے وقت تک طول بقا کی دعا میرے لئے کی ہے پس میری طرف سے عمرؓ کو سلام کہدو اور کہو کہ اے عمرؓ استوار اور قریب ہو جا کیونکہ امر بہت نزدیک ہو گیا ہے اور ان سب سے خصائل کی اطلاع دینے کے لئے امر کیا (جو اس حدیث میں مذکور ہیں) بعد اسکے غائب ہو گیا اور وہ اسکو نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا۔ اور اُس نے عمرؓ کی طرف لکھا اور حضرت عمرؓ نے بجواب اسکے سعد کو لکھا کہ تو اپنے ساتھ کے مہاجرین اور انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر جا اور اگر زریت بن برثملا سے ملے تو میری طرف سے

اسکو سلام کہدے چنانچہ سعد نے حکم کے مطابق چار ہزار مہاجرین و انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر گیا اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتا رہا۔ لیکن اُن کو کوئی جواب یا خطاب نہ سُنائی دیا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ ابن عباسؓ کی اس حدیث نے کئی امور سے اطلاع دیدی (۱) اوّل وصی عیسیٰ کا اسقدر زمانۂ دراز تک بغیر کھانے اور پینے کے زندہ رہنا (۲) دوم عیسےٰ صلوات اللہ علیہ کے نزول کی بشارت دینا (۳) حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسےٰ نبی اللہ کے نزول کے ساتھ ایمان رکھنا جتنے کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روائیت وصی عیسیٰ کو تسلیم کرکے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔ ان احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور کل امت مرحومہ اُسی عیسےٰ بن مریم اسرائیلی کے نزول سے خبر دے رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابن عباس (متوفیک و رافعک الی) میں تقدیم و تاخیر کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کتاب التفسیر باب قوله ما جعل الله من بحيرة الخ میں اذ قال اللہ کو معنے یقول کے کہتے ہیں اور اذ کو صلہ یعنے زائد ٹھیراتے ہیں گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ بن مریم کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور فلما توفیتنی الخ خبر دیتا ہے کہ مسیح مرچکا بلکہ و اذ قال اللہ میں قال بمعنی یقول کے ہے اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ فلما توفیتنی موت بعد النزول سے خبر دے رہا ہے تفصیل اس آیت کی بمع متوفیک کے پہلے گذر چکی ہے یہاں پر صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ امام بخاری کا مذہب بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول اسی مسیح اسرائیلی کا ہے چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں اور ذکر کیا ہے اسکو علامہ سیوطی نے دُرّ منثور میں اخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسےٰ بن مریم مع رسول الله صلعم و صاحبیه فیکون قبره رابعًا۔ اب ناظرین کو امید ہے کہ دو امر محقق ہو چکے ہونگے (۱) ایک تو یہ کہ قادیانی مرزا نے آنحضرت صلعم و صحابہ و ائمہ و محدثین و فقہا پر افترا باندھا (۲) دوسرا یہ کہ چونکہ نصوص بینہ قرآنیہ نزول مسیح اسرائیلی کے بزعم ان کے اجازت نہیں دیتی تو جن لوگوں نے احادیث نزول سے

مسیح اسرائیلی کا نزول لیا ہے وہ لوگ بزعم اُن کے قرآن کریم کے نصوص بینہ سے یا منکر ہیں یا جاہل لاغیر اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث نزول سے مسیح اسرائیلی کو مراد لینے والے آنحضرتؐ اور کل صحابہ اور ائمہ اور تابعین الی یومنا ہذا ہیں تو بموجب زعم قادیانی اور امروہی وغیرہ کے العیاذ باللہ یہ سب لوگ نصوص بینہ سے یا تو منکر ہوئے اور یا جاہل کیونکہ اگر متوفیک اور فلما توفیتنی اور قد خلت من قبلہ الرسل وغیرہ وغیرہ کو یہ لوگ مطابق تفسیر مرزا صاحب کے سمجھے ہوتے تو ہرگز خلاف نصوص قرآنیہ کے نزول مسیح اسرائیلی کا قول کرتے اٰمن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو متیقن ہو سکتا ہے کہ ان جہال کی تفسیر اور تقریر دونو غلط ہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن اور قابل تسلیم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آیات قرآنیہ کی معانی مضامین بغیر سمجھنے کے مامور بہ تبلیغ ان کے ہوں اب اس الزام سے تو صرف پیشین گوئی کی متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف العیاذ باللہ نسبت جہل نہ ہے بلکہ جتنی آیات قرآنیہ مرزا جیو نے بزعم خود وفات مسیح پر ذکر کی ہیں ان سب کے معانی سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو مبشر ہیں بدین بشارت ان علینا جمعہ و قرانہ فاذا قرءناہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ بے خبر اور جاہل رہے ہیں۔ العیاذ باللہ آیتہ متوفیک ورافعک اور فلمّا توفیتنی اور قد خلت من قبلہ الرسل اور انک میت وانھم میتون کی تفسیر اجماع کے بیان میں گذر چکی ہے باقی آیات کی تفسیر بھی اپنے اپنے موقعہ پر بحول اللہ وقوتہٖ ذکر کیجاوے گی ص ۸۳ میں ثانیاً سے لیکر شعر نا ملائیم تک کی تردید تھوڑے تامل سے ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے ناظرین کو نظر رہے کہ وقت مطالعہ اس کتاب کے رسالہ مردودہ امروہی کو پیش نظر رکھیں ورنہ پورا لطف جواب کا حاصل نہ ہوگا۔ صفحہ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷ کا حاصل ابوہریرہ کا یہ کہنا کہ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا اگر اس خیال سے ہی جو مخالفوں کے ذہنوں میں جاے نشین ہے تو یہ چند وجوہ سے باطل ہے (۱) اوّل تو حصر صحیح نہیں تمام اہل کتاب کا جو حضرت عیسےٰ کے رفع سے نزول تک گذرے ہیں یا ہونگے ایمان لانا عیسےٰ کے ساتھ منصوص نہیں ایسا ہی جو اہل کتاب نزول آیتہ سے نزول مسیح تک مراد لیئے جاویں تو بھی ممکن نہیں اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کیوقت

موجود ہونگے تاہم صحیح نہیں (۱) ایک تو اس تخصیص کے لئے کوئی مخصص موجود نہیں (۲) دوئم ہزاروں اہل کتاب بقول مخالفین جہاد سے اور لاکھوں مسیح کی دعائے اور کچھ وبا سے ہلاک ہونگے (۳) اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک بحکم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ وغیرہ ذلک من الآیات (۴) ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عیسیٰ پر بے معنی ہے (۵) ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا بھی چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ مطابق لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا کے امت محمدیہ تمام امم کے لئے گواہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی کل امت کے لئے شہید اور گواہ ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

حصر صحیح ہے اور مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہونگے اور دلیل تخصیص کی ایجاب ہے جو استثناء من النفی سے مستفاد ہوا ہے نظیر اسکی قرآن مجید سے (امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون) ہے اور ایسا ہی کل امن باللہ کیونکہ (ما انزل الیہ من ربہ) مجموعہ ان آیات کا ہے جو آمن الرسول الخ کے نزول تک اتر چکی تھیں اور اس مجموعہ کے ساتھ ایمان منجملہ مؤمنین میں سے انہیں مؤمنین کا متحقق ہوا جو مجموعہ کے نزول کے وقت موجود تھے اور جو پہلے اس مجموعہ کے نزول سے مر گئے تھے انکا ایمان تفصیلی صرف انہیں آیات کے ساتھ جو ان کی موجودگی میں اتریں تھیں متحقق ہوا لہذا مؤمنین ان آیات کے ساتھ تعمیل کرنے کے مکلف بھی نہ تھے جو ان کے پیچھے اتریں مثلاً جو صحابہ مدینہ طیبہ میں علی صاحبہا الصلوۃ والسلام قبل از نزول تحویل قبلہ فوت ہوگئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے ساتھ مکلف تھے الغرض ایجاب میں حکم بثبوت الشئے للشئے ہوتا ہے اور ثبوت شئے بشئے فرع ثبوت المثبت لہ ایک مقدمہ مسلمہ ہے لہذا (وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ) میں مراد وہی اہل کتاب ہونگے جو در وقت نزول مسیح موجود ہونگے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کوئی جہاد سے اور کئی ایک مسیح کی دعا سے اور کئی وباء سے بحالت کفر مر جائیں گے اور کئی ایک ایمان بالمسیح لائیں گے یہانتک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہیگا اب اگر کہا جاوے کل اہل کتاب نزول مسیح کیوقت ایمان بالمسیح لائیں گے تب تو یہ صحیح نہیں اور اگر کہا جاوے کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان بالمسیح لائیں گے تو یہ بالکل صحیح اور درست ہو سکتا ہے اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے نہ اول کیونکہ (وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته) نازل ہوا ہے نہ یہ کہ (وان من اهل الکتاب الا لیومنن به فی عین وقت النزول)

تیسرے اعتراض کا جواب

درصورت معدوم ہو جانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے (وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة) کا باقوی وجوہ متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہونچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہو جاوے چنانچہ (لیظهره علی الدین کله) کا تحقق یعنی دین محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام کا غالب ہونا خطۂ عرب میں اپنے کمال کو پہونچا کہ کوئی مخالف نہ رہا۔ اور (واغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة) میں (الی یوم القیامة) تعبیر ہے طول زمان سے چنانچہ (ما دامت السموات والارض) میں مفسرین نے لکھا ہے قرینہ اسپر یہی احادیث صحیحہ ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا درضمن ایمان بہ افضل الاولین والاخرین سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوگا تخصیص بالمسیح کی وجہ سوق آیت سے ظاہر ہے جس سے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کی تصریح تخصیص بھی موجہ ہو سکتی ہے یعنی اب تو یہود مسیح ابن مریم کو

نبی نہیں مانتے اور نصاریٰ صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو عیسوی دین سے خیال کرتے ہیں مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیوینگے اور مسیح بذات خود صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو موقوف کرے گا اور ان کو من جملہ مفتریات فی الدین المسیحی کے قرار دیگا۔ امروہی صاحب نے شائد یہ سمجھا ہے کہ یہود اس وقت صرف عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لاویں گے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السلام تو خود ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین پاک کی اشاعت کرینگے۔

پانچویں اعتراض کا جواب

جناب عالی جس قرآن مجید میں لتکونوا شہداء علی الناس لکھا ہوا ہے اُس میں فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا بھی موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کا نبی اُس پر شاہد بنایا جائیگا اور تجھ کو اے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس امت پر گواہ کیا جاوے گا۔ ابن کثیر۔ فتح البیان۔ جلالین۔ الغرض امت مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم متنافی نہیں بعد اسکے امروہی صاحب فرماتے ہیں۔ صفحہ ۸۵ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی جو مختار ہمارے ہیں لئے جاویں تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسےٰ کے رفع سے لیکر خواہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت عیسےٰ سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان و ایقان رکھتے ہیں اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کو مقتول بالصلیب کیا بسبب اُن وجوہ قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں۔ اور یقین واذعان تمام اہل کتاب کو قبل موت عیسےٰ بن مریم سے ہی ہے پس دیکھو یہ معنے کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں۔

اقول یہ معنے کیسے بے ربط اور خلاف محاورہ قرآن مجید و قرن اول کے ہیں۔ نعوذ باللہ من تحریف الجاہلین۔

بیت

تلاڑ دہا گر بود یا غار ٭ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

(۱) اول تو اس معنی کی بنا واقعہ صلیبی پر ہے لہذا سارے وجوہ اُسکے فساد کے جو پہلے بیان کیے گئے ہیں اُس کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔

(۲) یہود کا متردد و مشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت وما قتلوہ یقیناً سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب و تردید (انا قتلنا المسیح الخ) میں صرف اسی تردد و شک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف انضمامیہ اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے یعنی جسکو مثلاً زید قائم کے مضمون میں شک ہے تو اسکے نزدیک قیام زید مشکوک ہوا۔ اور وصف شک معلوم بعلم حضوری ٹھیرے اور سب محاورات مروجہ دُنیا کے برخلاف ہے۔ کہ جب کسی کا شاک و متردد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا یا تخییل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون میں بیان کیا جاوے تو بعد اسکے یہ مضمون کہ (وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم یا تخییل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے) مؤکد بانواع تاکید بیان ہو یعنی جب یہود مسیح کے قتل کے بارہ میں شاک اور متردد تھے تو پھر اُنکو اپنا متردد ہونا بداہتہً معلوم ہے پھر اس امر بدیہی الوجود والعلم کو اللہ تعالیٰ نے حرف تاکید اِنَّ اور نون تاکید اور لام توطیہ اور قسم سے مؤکد کر کر کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے (۳) حسب قاعدہ مرزا صاحب کہ (نون التاکید لا یوکد الا مطلوباً) لیومنن میں ایمان یہود بالشک والتردد مطلوب خداوندی ہوگا۔ اس امر بدیہی الوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی (۴) کل اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا بہ تردد مذکور بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ یہود موجودہ در وقت واقعہ صلیب بالضرور خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں۔ ھلم جرا الی یوم القیامۃ اور باعث بریں ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا بلکہ خبر نہ دینا اون کا بدلیل استصحاب حال قرین بقیاس معلوم ہوتا ہے (۵) بعض نصاریٰ کو مسیح کی قتل صلیبی کے ساتھ یقین ہے بخلاف یہود کے کما قال اللہ تعالیٰ وما قتلوہ یقیناً اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کا مسئلہ اور مخفی طور پر لاش کا نکالنا قبر سے تو پھر کل اہل کتاب کا ایمان بہ تردد مذکور کس طرح متصور

ہوسکتا ہے (۶) ایمان کا اطلاق محاورہ قرآنیہ وعرف شرعی میں یقین مخصوص پر آتا ہے یعنی یقین بالتوحید والرسالتہ۔ والملائکتہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ فی البعث بعد الموت نہ یہ کہ ہر ایک یقین کو ایمان کہیں کجا کہ ایک غیر متہم یقین (یعنے یقین بتردد مذکور کا نام بھی ایمان ہو۔

سوال

تردد مذکور بھی چونکہ مفہوم (وما قتلوہ یقینا) کا ہے لہذا در ضمن ایمان بہ کتاب اللہ اس کے یقین کو بھی ایمان کہہ سکتے ہیں۔

جواب

یہود کا یقین بہ شک وتردد مذکور چونکہ من حیث جاء بہ القران نہیں بلکہ صرف علم حضوری وجدانی ہے لہذا اُسکو ایمان نہیں کہہ سکتے دیکھو فتوحات وکتب عقاید الغرض بر تقدیر معنی امروہی ومرزا صاحب بالکل (لیومنن) عرف شرعی سی خارج ہو جاتا ہی بخلاف معنے ابوہریرہ وابن عباس وغیرہ کے اور یہی وجہ ہے حصر کی دونوں تفسیروں میں یعنی (ابوہریرہ وابن عباس) کی جن پر لیؤمنن منطبق ہوسکتا ہے بخلاف خرافات امروہی وغیرہ کے۔

(۷) (قبل موتہ) کا ٹکڑا اس تقدیر پر بالکل بے ربط ہو جاتا ہے فتدبر (۸) ویوم القیٰمۃ یکون علیھم شھیدا نظر بہ سوق آیتہ اجنبی ہوگا۔ مفسرین کی تفسیروں پر کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا کما عرفت فتامل (۹) آپکے معنے کے مطابق بوجہ خارج ہونے اُن اہل کتاب کے جو واقعہ صلیبی سی پہلے مرگئے تھے آیت مذکورہ کا حصر باطل ہوگا والجواب ھوالجواب فتامل اور شمس الہدایت میں ص ۳۵ پہ حاشیہ متروکہ متن میں (ضمیر بہ کی مضمون بالا کیطرف یعنی مرفوع ہونا عیسےٰ علیہ السلام کا) س ۱۵ لکھا نہیں اس سطر میں نشان ۴ کا (ملے) پر کاتب کی غلطی اور مصحح کی غفلت سے ہی کیونکہ عبارت متن کی اسکے بعد اور آثار صحابہ وتابعین مثل ابن عباس وابی ہریرہ وعبداللہ بن مسعود مجاہد وقتادہ وغیرہم کی اسپر دال ہیں) چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ کسی حضرات مذکورہ سے (بہ) کی ضمیر مضمون بالا کی طرف راجع نہیں کی بلکہ یہ حاشیہ سطر ۱۷ کی اخیر سی تعلق رکھتا ہی جسکا ارادہ سطر ۱۸ میں لیکن سہو رہ گیا پھر پیر جی صاحب

فی ص ۸۰ میں ابوہریرہؓ پر اعتراض افترا باندھا کہ استشہاد ابوہریرہ کا آیۃ وان من اھل الکتاب کے ساتھ بخیال مفسرین اگر ہو تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح موعود قادیانی کو لیا جاوے۔ اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کیطرف کیا جاوے تو یہ استشہاد درست ہو سکتا ہے گویا ابوہریرہ نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر وبس

اقول حاصل یہ ہوا کہ اگر ابوہریرہ اپنی مروی حدیث نزول سے ہمارے خیال کے مطابق غلام احمد قادیانی لیویں تو استشہاد بہ آیت درست ہے الا نہ۔ ناظرین اس مالیخولیا کا علاج خود ہی نظر غور و بعین انصاف سے فرما سکتے ہیں قولہ ص ۸۰ سے صفحہ ۹۱ تک کا حاصل ابوہریرہ کی حدیث ان رسول اللہ صلعم قال لیھلن عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج والعمرۃ او بثنیھما جمیعا مسند امام احمد مسلم۔ امروہی صاحب فرماتے ہیں چونکہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں جس سے احرام باندھا جاوے۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتی تاویلی معنی بہت صاف ہیں اہلال و تلبیہ مسیح کی سے مراد تبلیغ دعوت اسلام ہے اور پنجاب بہ لحاظ کثرت انہار و دریاؤں و نیز بوجہ دو آبوں کے بالضرور فج روحا ہے گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اسکے گاؤں قادیاں کا پتہ اور کلام الٰہی میں اوسکی مسجد اور قصبے کا ذکر ہوا اسی طرح پر اسکے ملک کا پتہ و نشان یہ دیا کہ وہ ایک فج روحا ہے جو ملک پنجاب ہے۔ الغرض روحا جو عرب میں مدینہ طیبہ سے نہیں چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے کما فی القاموس اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فج روحا کے ساتھ کنایۃً تعبیر کی گئی۔ فان المجاز والکنایۃ ابلغ من الحقیقۃ والتصریح اقول ان تحریفات و خرافات کی تردید کی حاجت نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں لہٰذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصور نہیں ہو سکتا ہی بالکل جہالت ہے کیونکہ ذوالحلیفہ یا ذات العرق یا جحفہ یا قرن یا یلملم جو کتب اسلامیہ میں مواقیت الحج ہیں انکے میقات حج ہونیکا یہ مطلب ہے کہ ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے یہ نہیں ہیں کہ انکے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو لہٰذا مسیح کا احرام باندھنا فج روحا سے مخالف شرع محمد صلعم کے نہ ہوا تا کہ تاویل کی حاجت ہو قولہ ص ۹۲ و ۹۳ کا حاصل امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶ و ۳۷ سے جو بیان عیسویں اور قطاب عیسویں میں ہیں ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالیٰ

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علیٰ ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون
اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتے کے پیدا کرتا رہتا ہے اور نیز
متعدد آیات سورہ بقر میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت صلعم کے مخاطب
فرمایا ہے اور مراد اُس سے کفار یہود عہد موسوی ہیں اگر اوّل الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں تھے
تو پھر مضمون قرآنی سے طرز خطاب سے نعوذ باللہ غلط ہوا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ قلتم یموسیٰ
لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ وایضاً واذ قلتم یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد ایضاً واذ
فرقنا بکم البحر وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ علاوہ اسکے قرآن مجید میں
ہر ایک مومن کو مثیل مریم فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وضرب اللہ مثلا الیٰ قولہ تعالیٰ ومریم ابنت
عمران التی احصنت فرجھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے تو مومن کی اولاد
ابن مریم ہوئی اور نیز حدیث علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی موجود ہے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو
آنحضرت صلعم نے ایک اونے سی وجہ شبہ سے مثیل عیسیٰ قرار دیا ہے تو اس مجدد عظیم الشان (قادیانی)
باوجود مشابہت تامہ کے مثیل مسیح کیوں نہ قرار دیا جاوے انتہیٰ **اقول** وبہ استعین (۱)
اوّل بروز کا معنی ناظرین کی خدمت میں ہدیہ کرنا ضروری ہے بعد اسکے خود ہی انصاف فرماسکتے ہیں
اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص میں فیہ
میں بصفات خود ظہور کرے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رح دوسری جلد مکتوب کے صفحہ ۵ میں فرماتے
ہیں کہ در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ ایں مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود
ازیں تعلق حصول کمالات است مرآں بدن را چنانکہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص
او بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشانید اسکے بعد فرماتے
ہیں نزد فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصول کمال نقل ببدن ثانی برائے
چہ بود۔ پھر فرماتے ہیں و ایضاً در نقل روح اماتت بدن اوّل است و احیاء بدن ثانی پھر فرماتے ہیں افسوس
ایں قسم بطلان خود را بشیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا فاضلوا انتہیٰ ملخصاً پس امام ربانی
کے قول سے ظاہر ہے کہ معنی بروز بجز اسکے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں بغیر
اور ظہور کرے اب معروض ہے کہ اگر احادیث نزول میں مراد نزول عیسیٰ سے نزول بروزی ہو غلام احمد قادیانی میں تو کیا یہ

صورت ہے کہ عیسے علیہ السلام بصورت غلام احمد قادیانی متولد ہوئی یا قادیانی میں ظاہر ہوئی پہلی
صورت میں عیسیٰ اور قادیانی کا شخص واحد ہونا لازم آتا ہے وہو خلف عند خصم الیفہ کما ہو فی الواقع اور
دوسری صورت میں ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے جو بالکل باطل ہے اور مناقض قواعد
حشر و نشر کے ہے پس معلوم ہوا کہ عیسےٰ بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث
ہے دین محمدی صلعم اور قابل افسوس تو یہ ہے کہ بروز عیسوی فی القادیانی نے بجائے اسکے (فیما بین
بارز و مبروز فیہ محبت و اتحاد ہو اور نفع و انتفاع) قادیانی سے عیسے ابن مریم کو (مکار و فریبی
اور پشت بر پشت زناکاروں کا بیٹا کہلانے کا اتحاد پیدا کیا دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷
سطر ۶ و ۷ و ۱۰ - اور اُمت محمدیہ کو یہودی ہونیکا خطاب دلوایا دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۱ میں امت
مرحومہ کے مولویوں کو جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا اے بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک
حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑوگے اے ظالم مولویو تم پر افسوس
ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا اب سنیئے فتوحات کے ۳۶ باب
کا خلاصہ شرع محمدی صلعم چونکہ شرائع سابقہ پر مشتمل اور سب کا جامع ہے لہذا تابع شرع محمدی پر
بروقت عمل و سلوک بریں شرع شریف شرع عیسوی یا موسوی یا ابراہیمی وغیرہ کے اسرار و احوال بحسب
اختلاف الاستعدادات مکشوف اور وارد ہوتے ہیں محمدی درویش و تابع کو موسوی المشرب
یا عیسوی المشرب کہنا اسی مقام سے ہے یعنے اُسنے عیسوی شریعت کے واردات در ضمن
اتباع شرع محمدی حاصل کئے ہیں۔ محمدی المشرب بہت ہی کم ہوتا ہے سیدنا غوث اعظم جیلی
قدس سرہ اس مقام سے خبر دیتے ہیں وکل ولی لہ قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال حواری
عیسے ابن مریم جیسے کہ عیسویئن کہلاتے ہیں ایسے ہی شرع محمدی کے متبعین میں سے عیسویئں
ہوتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم کے حواریوں میں سے بعض لوگ زندہ ہیں چنانچہ
زریب بن برثملا مطلقاً عیسویئن کی علامات میں سے ہے کہ انکی زبان پر بجز کلمہ خیر کے
نہین گذرتا چنانچہ عیسے ابن مریم نے خنزیر کو الخ بسلام بولا تھا کسی نے اسکی وجہ دریافت
کی تو فرمایا کہ اعوّد لسانی قول الخیر اپنی زبان کو کلمہ خیر کی عادت ڈالتا ہوں منجملہ علامات انکے یہ
بھی ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اسکی بھلائی پر نظر اونکی پڑتی ہے ناظرین یہ ہے خلاصہ فتوحات

کے باب ۳۶ کا۔ اب امروہی صاحب سے دریافت فرماویں کہ کہاں ہے ذکر بروز کا اس باب میں جس کا معنے بنقل عبارت حضرت مجدد صاحبؒ لکھ چکا ہوں کہ عیسوی المشرب لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسیٰ بمعنی بروز کے نہیں۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہے البتہ بجائے کلمہ خیر کے دشنام بازی ہیں اوّل نمبر میں ۳۷ باب فتوحات کا حاصل عیسوی قطب جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو (جس کی استعدلو کا علم اسکو باعلام الٰہی ہوجاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنائت کرے تو ان وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے (۱) لمس ہاتھ لگانے سے (۲) معانقہ سے (۳) بوسہ دینے سے (۴) کپڑا دینے سے (۵) یا اُس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا اچھا اور پھر ہاتھ سے کچھ اُس میں ڈالتا ہے ناظرین خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو اُس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرائت کرجاتا ہے منجملہ علامات اُنکے بلاغت ہی گفتار میں اور باوجود اُمّی ان پڑھ ہونے اُسکے اعجاز قرآن کو جانتا ہے معیار اسکا التزام حق کا ہے اوّل افعال احوال میں اور نیز اسکو اسرار علم طبعیت اور تالیف وتحلیل اوس کے اور منافع اشیاء کے معلوم ہوتے ہیں یہانتک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اُسکو اپنے منافع سے بولکر اطلاع دیتی ہے بعد اسکے اُسکو اسماء الٰہیہ کا علم دیا جاتا ہے اور نیز اُسکو نشاء طبیعت ونشاء روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں اور خود دُنیا اور آخرت کی معرفت دی جاتی ہے۔ فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اسکے (کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو) اولٹا نقصان اُٹھانا پڑتا ہے کیونکہ علاوہ انتفاء اون علامات کے صاحب فتوحات تو زریت بن برثملا وصی مسیح بن مریم کی روایت سے اُسے مسیح بعینہ کو دوبارہ دُنیا میں لاتے ہیں اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو۔ چنانچہ شیخ محمد اکبر صاحب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ بروز آں را نامند کہ روحانیت کمّل در بدن کامل تصرف نماید وفاعل افعال او شود) تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ حضرت محمد اکرم صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میگوید محرر سطور عفی اللہ عنہ شاید کہ روحانیت علی مرتضے تو دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالے گرفتہ مسلمان فارسی را از شیر سنجات بخشیدہ باشد۔ الغرض اگر بدن مثالی میں ہوکر روح عیسوی متصرف ہو۔ تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسے بن مریم جسم مثالی میں جو مغایر ہے مرزا صاحب سے مسیح موعود ہوا اور یہ برخلاف ہے اُن کے دعوے کے اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہوکر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت مرزا صاحب ظاہر ہوا ہے تو عیسے ابن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا یہ بھی برخلاف ہے دعوے مرزا صاحب کے اور فی الواقع بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ عیسے ابن مریم قرآن مجید میں انبیا کی فہرست میں شمار کئے ہوئے ہیں اور روح القدس کی نفخ سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجد اُن کی مریم ہے۔ الی غیر ذلک من الخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کی روح کی طرح متعلق ہوا ہے تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز حضرت شیخ محمد اکبر اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں وبعض برانند کہ روح عیسے در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث (لا مھدی الا عیسے) وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ بھی اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں کما سبق۔ اور سب سے حیرت انگیز تو یہ ہے کہ آیۃ نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علے ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون کو اس بروز سے کیا تعلق ہے کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن کی طرف نشار دنیا میں ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ امثال کو جمع مثل کی بفتحتین ٹھراویں یا جمع مثل بمعنی مثیل کے۔ برتقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا یعنے طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور برتقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کریگی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخالفۃ الروح والجسم ہونگے اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ علے ما قال الحسن یعنے

جواب نمبر ۱۰

ای بجثلکہ قردۃ وخنازیر پہلی صورت میں تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال ہی نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔ دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے مرزا صاحب تو ابھی دُنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ (تمکو اور جہاں میں لیجاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بساویں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنے وخول تحت النوع الواحد ہوئی اور امثال باین معنی مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر ہیں اور نہ آپ کو مفید کیونکہ اہل اصطلاح بروز وکمون اسکو بروز نہیں کہتے رہی چوتھی صورت سو اسکو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا صاحب بھی ناگوار سمجہیں گے اور نیز تبدیل امثال کا آیتہ سے صرف تحت القدرۃ اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اُسکا کماہو مزعوم الجناب دوسری آیت وضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا۔ اس آیت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن مثیل فرعون کی عورت اور مریم کا ہے اور یہ مماثلت بھی آپ کی مدعیٰ کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث یعنی حدیث نزول میں آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔ اس خیال پر کہ آنحضرت صلعم نے ابن مریم یا عیسےٰ سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اولاً گذارش ہے کہ تا وقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ آپ مجاز کے مجاز نہیں ہوسکتے۔ حال آنکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید بران ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہوچکا ہے۔ ثانیاً آنکہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے یعنے اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے۔ تو یہ علاقہ اس ارادہ کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ اور صرف صلاحیت بغیر اسکے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن

یا حدیث سے ثابت کیا جاوے۔ مفید نہیں۔ ناظرین خدارا انصاف
کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امرءۃ
فرعون) کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے۔ خود مریم اور فرعون کی
عورت مراد نہیں۔ ثالثًا (ابن مریم) سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا
چنانچہ اسی جگہ صفحہ ۹۳ سطر ۸ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں (کہ
ہر ایک مومن مثیل مریم ہے۔ تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی) جب
ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد مرحوم غلام مرتضےٰ (مریم)
کے لفظ سے کسی استعمال میں پنجابی ہی سہی مراد لی گئی ہوں۔ یعنے پہلے
غلام مرتضےٰ صاحب کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو تو پھر مرزا صاحب ابن
مریم یعنے مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں
میں وقوع و ثبوت استعمال مفید مدعا ہو سکتا ہے نہ صرف صلاحیت ایسا
ہی اگر (ابن مریم) سے قادیانی صاحب مراد لئے جاویں تو یہاں پر بھی علاقہ
مصححہ للمجاز کام نہ دیوے گا۔ جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب و سنت سے
وقوع استعمال ثابت نہ کیا جاوے۔ رہی تیسری آیت جسکو امروہی صاحب
نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ واذ قلتم یموسے لن نومن
لک حتےٰ نری اللہ جھرۃ اس میں فرماتے ہیں کہ کیا آنحضرت صلعم کے وقت
کے یہود نے کہا تھا۔ کہ حتے نری اللہ جھرۃ یا یہ مقولہ حضرت موسےٰ علیہ السلام
کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین غور فرماویں کہ اس آیت کو بھی پہلے آیات کی طرح
کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ موسیٰ
علیہ السلام کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہو کر بابدان یہود
موجودہ وقت آنحضرت صلعم کے متعلق ہو گئے تھے۔ یا کہ اُن ارواح
نے ارواح کاملین کی طرح یہود موجودہ زمان سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم

کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدارا انصاف اس مضمون کا ذکر اسس آئیتہ میں صراحتہ یا کنایتہ پایا جاتا ہے۔ ہر گز نہیں یہاں پر صرف اتنا ہی ہے۔ کہ نسبت قول کے واذ قلتم یموسے لن نومن الخ اور واذ قلتم یاموسے لن نصبرا لخ میں اور نسبت فرق کے واذ فرقنا بکم البحر اور نسبت تظلیل کے علے سبیل الوقوع وظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الغمام اور نسبت انزال کے علے طریق الوقوع وانزلنا عَلَیْکُمُ المن والسلوےٰ میں جو فے الواقع یہہ نسبتیں یہود موجودہ زمان موسےٰ علیہ السلام کی طرف تھیں ان آیات میں یہود موجودہ بزمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کی گئیں جس کو انتساب الفعل الے غیر ماہولہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے۔ نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فے الطرف یعنے یہہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسےٰ موجود تھے۔ امروہی صاحب نے ان آیات میں دو (۲) طرح سے کمال کیا۔ ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فے الاسناد کو مجاز فے الطرف بنادیا اُردو خوانوں بیچاروں کو کیا خبر ہے۔ وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن کریم اور احادیث کو حافظوں کی طرح یاد پڑھی جاتی ہیں بے محل ہی کیوں نہ ہوں۔ آمنا وصدقنا کہیں گے۔ مگر یہہ فرمائیے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دینگے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا کا حال بھی معلوم ہوسکتا ہے یعنے بر تقدیر صحت حدیث کی تا وقتیکہ استعمال موسےٰ وعیسےٰ وہارون ویوسف وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو۔ یہ استدلال بھی مفید نہیں۔ نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں

قال صفحہ ۹۴ سے ۹۷ تک کا حاصل مسیح موعود کا حلیہ مع افعال مختصہ اور اسکے زمانہ کی خصوصیات قادیانی کی ذات اور افعال اور زمان پر صادق ہے **اقول** جب نزول اوسی مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نصوص و اجماع سے ثابت ہوچکا ہے تو پھر یہ تاویلات یا تحریفات جن پر لڑکے بھی ہنسی کر رہے ہیں عبث اور فضول ہیں یا بفرض اگر مسیح موعود مسیح ابن مریم نہ بھی ہو تو بھی قادیانی صاحب بوجہ صداقت الہامی اور تفسیر قرانی کے جو اسی رسالہ کے اوّل پبلک پر ظاہر ہوچکی ہیں ہرگز ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتا مسیح موعود کے لئے قرآن اور حدیث اور الہامات و افعال میں مہارت اور صداقت اور راست بازی ممتازہ فائقہ کا ہونا ضروری ہے۔ قادیانی صاحب کو نہ صرف خصوصیات مسیحیہ بلکہ علامات مہدویہ بھی جن کی تصریح احادیث صحیحہ مذکورہ فی ابتداء ہذہ الرسالہ میں کی گئی ہے کاذب ٹھیراتے ہیں قولہ ص ۹۳ انہ نازل بطور مسئلہ بروز کے ہے **اقول** اگر بطور بروز فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اوس میں بروز محمدی بھی ہے لہذا وانہ نازل کی جگہ ونحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا کیونکہ ماقبل میں وجہ قرب و مناسبت بہ عیسے بن مریم بیان کی گئی ہے دیکھو لانہ لم یکن نبیّ بینی وبینہ لہذا بیان شرکت فی النزول بقولہ ونحن نازلون معا واجب ٹھیرا نزول بروزی کا بطلان مفصل طور گذرچکا ہے۔ پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۴ پر (علیہ ثوبان ممصران) کو ظاہری معنی پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں کیونکہ ہر ایک شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے **اقول** کیوں حضرت یہ وجہ تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی (رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض) کیونکہ اعتدال و گندم گونی اور اشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسمیں تاویل نہ کرنیکی وجہ کیا ہے کیا اسجگہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ آنحضرت صلعم مسیح موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ معتدل اندام اور رنگ اُسکا سُرخی او سپیدی کی طرف میلان کریگا اور نزول کے وقت اُسپر دو کپڑے سُرخ رنگ کے ہونگے۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں۔ اور وصف ممتاز ہونا کبھی بحسب مجموع اجزا کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض اور وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ

علی سبیل الاحتراز کما ھو شأن القیود فانما قد تکون لبیان الواقع واحیاناً للاحتراز۔ پھر اسی صفحہ پر (ثوبان ممصران) کو تعبیر دنیا کی خوشحالی اور توفیق فرائض منصبی مسیح سے لکھتے ہیں **اقول** آنحضرت صلعم کا بیان فرمانا مسیح موعود کے خصوصیات ذاتی اور زمانی کو چونکہ اسلئے تھا تاکہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں پھنس جاوے بنابران اگر ظاہری معنی مراد نہ تھا (علیہ ثوبان ممصران) کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا۔ تاکہ امت مرحومہ کو بجائے منفعت اولٹا نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ کیا آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم امروہی صاحب جیسا علم تعبیر الرؤیا میں ادراک نہ تھا یا آپکو قصداً العیاذ باللہ دھوکھا دینا منظور تھا۔ امروہی صاحب نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اور علم تعبیر الرؤیا سے یہ کہ سرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوتی ہے خوب یاد کرلیا ہے مگر محل بے محل یکساں ہی جاری کئی جاتے ہیں۔ خدا کے بندے اگر کسی نے شیر کو دیکھکر کہا ہو کہ رائیت اسداً یا کسی پر زرد رنگ کپڑا دیکھ کر کہا کہ رائیت فلاناً علیہ ثوب ممصرٌ کیا۔ آپ یہاں پر بھی وہی کنایۃ اور تعبیر لئے جاؤگے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ وہ عیسے جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اُس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا) اترنے والا ہے پس جبکہ اُس کو دیکھو تم تو پہچانو اُسکو اس حلیہ اور علامات سے کہ وہ ایک مرد ہوگا معتدل اندام مائل بسُرخی وسفیدی جس پر دو کپڑے سُرخ ہونگے پھر اسی صفحہ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پہرے ہوئے ہیں۔ دُنیا کی حیواۃ طیبہ جو اُنکو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوگی۔ اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالے اُنکے ہاتھوں سے گزر رہا ہے دنیا بھر میں کوئی نظیر اُن کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا **اقول** کیا عیسوی اور محمدی بروز وتشبہ والوں کی دُنیاوی معاش ایسی ہونی چاہیے جسکو آپ بیان فرمارہے ہیں گویا یہ بیان محمدی اور عیسوی بروز وتشبہ کا انکار ہے یعنے کادیانی صاحب بھی اگرچہ جداگانہ مشابہت آنحضرت صلعم اور عیسے ابن مریم علیہما السلام سے رکھتے تو اُن کی طرح دُنیا میں رہتے اور بجائے فرائض منصبی تجدید دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے کہاں چلتے

پھر امروہی صاحب اسی صفحہ پر کان راسہ یقطر وان لم یصبہ بلل کی تاویل کرتے ہیں یعنی وہ حقائق و معارف قرانی کا مالک ہوگا **اقول** یہ فقرہ حدیث مذکور کا بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے یعنی اُسکے سر سے بغیر استعمال پانی کے قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہونگے۔ یعنی ذاتی رطوبت اُن میں ہوگی نہ عارضی۔ اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے۔ کوئی قرینہ صارفہ عن الظاہر باعثہ علی التاویل نہیں اور پھر ایسی تاویل کر قران اور سنت کے محرف کو قرانی حقائق و معارف کا مستحق ٹھیرایا جاوے العیاذ باللہ ہاں اس حدیث میں فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود ہے لہذا کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیۃ کا ہے جہاد سے ہو یا صرف دعوت و تبلیغ سے چنانچہ دونوں پر دال ہیں احادیث صحیحہ دجال و یاجوج و ماجوج وغیرہم میں وارد ہیں۔ امروہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف صرف ابطال بالحجج کو منسوب کرنا چنانچہ صفحہ ۹۵ سطر اول پر لکھتے ہیں ای یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ چالاکی اور دجل ہے۔ بالحجج والبراہین آپ کا حاشیہ ہے چنانچہ یقتل الخنزیر سے قتل لیکھرام لینا جہالت اور تحریف ہے کیونکہ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے کہ مسیح ابن مریم صلیبی پرستش و استحلال خنزیر کو برخلاف مزعوم وافترا نصاری حرام و باطل کہے گا یعنے میرے دین میں دونوں امر نہیں انکو دین مسیح سے قرار دینا نصاری کا افترا تھا۔ اور بخاری کی روایت میں فقرہ (حتی تکون السجدۃ خیرا من الدنیا) کا جو غایتہ ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کے لئے کما قال فی مجمع البحار غایۃ لمفھوم یکسر الصلیب) قتل لیکھرام کے ارادہ کو باطل کر رہا ہے۔ کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے متحقق ہو چکا ہے حالانکہ سجدہ کا پیارا معلوم ہونا ساری دنیا سے) ابتک موجود نہیں ہوا۔ پھر اسی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں ویضع الجزیۃ مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کردیویگا جیسا کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیونکر قایم ہو سکتا ہے جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر جب جہاد ہی نہ ہوا تو جزیہ بھی نہیں ہو سکتا۔ انتہی ناظرین خدارا انصاف یضع فعل متعدی ہے معنی یہ ہوا وہ مسیح جزیہ کو موقوف کردے گا

اب غور فرماویں کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایۂ گورنمنٹ بحفظ وامان ایام بسر کر رہا ہے یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنے موقوف کر دینا اُس کا منصب ہو یہ تو ظاہر ہے کہ بوجہ منجملہ رعایا ہونیکے جہاد کرنیکا منصب نہیں رکھتا۔ رہا جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اُسی پر صادق آسکتا ہے جو جہاد کرنے کی حیثیت رکھتا ہو۔ اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کر دیا یا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے۔ قادیانی بے چارہ بھلا گورنمنٹ پر احسان جتلا سکتا ہے اور بدین وجہ من جملہ خدام گورنمنٹ کے شمار کیا جا سکتا ہے۔ کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمت گذاری جتلانی گویا دھوکھا دینا ہے۔ اور اگر صاف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا۔ چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض قادیانی صاحب کو یضع الجزیۃ کا مصداق خیال کرنا مثل مشہور ہے (تو مان نہ مان میں تیرا مہمان) کا مصداق بنانا ہے۔ جزیہ کا موقوف کرنا بھی اُسی سے متصور ہو سکتا ہے جس میں فلا یقبل الا السیف او الاسلام کی لیاقت ہوتا کہ بقیہ مخالفین اسلام میں داخل ہونیکی وجہ سے محل جزیہ نہ رہیں چنانچہ سچے مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا اور وجہ عدم قبول جزیہ کے بغیر از قتال یا اسلام پہلے گذر چکی ہے اس تقریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سنان چونکہ باخذ جزیہ موقوف ہو سکتا ہے اور بوضع جزیہ واجب جب تک سب اسلام میں داخل نہ ہوں لہذا وضع جزیہ دلیل ہے تعیین جہاد سنانی پر مسیح موعود کے زمانہ میں بہ خلاف جہاد بالحجۃ والبرہان کے کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہو سکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب۔ اور یضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر چنانچہ قلت و کثرت باران و وجود البرکت و عدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ امروہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے ولیس ھذا باول قارورۃ کسرت فی الاسلام۔ عبارت مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵۔ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو۔ اور وضع

جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیت نہایت مناسب ہے۔ کیونکہ کوئی مجدد اور مؤید اسلام باخذ جزیہ حجت و برہان کو موقوف نہیں کرسکتا بخلاف تیغ و سنان کے کہ باخذ جزیہ اُن کا وضع ہو سکتا ہے ۱۲ انتہی اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ و سنان مراد ہے فتامل۔ پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۵ میں ویھلك اللّٰه فی زمانه الملل کلها الا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالٰی لیھلك من ھلك عن بینة ویحیی من حی عن بینه۔ اسی طرح پر جملہ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال سے معنی کو مراد ہے۔ انتہی مختصراً **اقول** یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحیہ فی القتال کے دال ہے اہلاک بالحرب پر اور نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ سے جن کو بزعم خود امروہی صاحب نے منافی ٹھیرایا ہے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ ویہلک اللہ الخ کو قیاس آیتہ مذکورہ لیھلك من ھلك عن بینه الخ پر کرنا کس قدر جہالت ہے کیونکہ ادنے طالب علم بھی جانتا ہے کہ بروقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا حجت یا بینہ ضروری ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں عن بینہ موجود ہے۔ لہذا وکم اھلکنا من قریة والیٰ۔ وحرام علی قریة اھلکناھا و نظائرہما میں اہلاک و الا ابطال بالبینہ مراد نہیں۔ الحمد سے والناس تک سارا قرآن مجید ملاحظہ ہو۔ **قولہ صفحہ ۹۶** فیمکث اربعین کے معنی بھی صاف ہیں کیونکہ قادیانی صاحب نے بھی تجدید کا دعوے چالیس سال کے بعد کیا ہے اور مکث تجدید بھی چالیس سال تک ہوگا مطابق اُس الہام کے جس سے اسی سال کی عمر معلوم ہے۔ انتہی ملخصا۔ **اقول** فیمکث اربعین سے صاف ظاہر ہے کہ دُنیا میں مسیح موعود کا مکث چالیس برس ہوگا اور بعض روایات میں سات سال کا ذکر ہے اور بعض میں پینتالیس سال۔ محدثین علیہم الرضوان نے جن میں سلی کشف بھی ہیں ان سب روایات میں تطبیق بیان کی ہے کہ تینتیس سال قبل از رفع اور سات بعد النزول اور پانچ والی کسر ساقط۔ اب قادیانی صاحب میں جن کی الہامی عمر ۸۰ سال ہوگی روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی **قولہ ص ۹۶** ویصلی علیہ المسلمون نماز جنازہ

تو پھر ایک مسلمان کے اوپر پڑھی ہی جاتی ہے۔ ان بیان کے لئے کوئی غرض خاص چاہیئے سو معلوم ہو کہ مراد اس جملہ سے مفہوم مخالف کے طور پر یہ ہے کہ جو لوگ اُسپر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے وہ مسلمان نہیں ہیں گے غرض کہ اس حدیث کے تمام جملے مسیح موعود و موجود پر بخوبی صادق ہیں۔ انتہی مختصراً **اقول** ویصلی علیہ المسلمون کا مطلب تو یہ ہے کہ مسیح چونکہ بعد النزول حاکم بشرع محمدی علی صاحبہ السلام ہوگا لہذا اوسکا جنازہ بھی مطابق اسی شریعت کے مسلمان پڑھیں گے اور نیز چونکہ اُس نے بعد النزول دین نصرانیت وغیرہا باطل اور ہلاک کردیا ہوگا لہذا اُس پر نماز پڑھنے والے سارے ہی مسلمان ہونگے۔ اور کوئی غیر مسلم باقی نہ ہوگا تاکہ اس کی طرف یصلے علیہ کی نقیض لا یصلے علیہ منسوب کیجاوے۔ گویا بموجب قاعدہ مقررہ (ترتب الحکم علی المشتق یدل علی علیۃ الماخذ) کے جب نماز جنازہ پڑھنے کی علت اسلام ٹھیرا تو عدم اسلام سبب ہوا جنازہ نہ پڑھنے کے لئے۔ مگر چونکہ عدم اسلام کا محل یعنی غیر مسلم باقی ہی نہ رہا۔ تو لا یصلے علیہ کی نسبت کسی کی طرف متصور نہ ہوگی۔ اور نیز تصریح ویصلے علیہ المسلمون کے ساتھ دفع ہے اس وہم کا جو ناشی ہے دلیل استصحاب سے یعنی یہ نہ خیال کیا جاوے کہ مسیح کا جسم بعد الوفات بھی بغیر از نماز وتدفین آسمان کو اُٹھا جاویگا۔ چنانچہ عند الرفع حالت حیات میں اٹھایا گیا تھا۔ بلکہ اس وقت بوجہ تحقق وفات کے باقی موتی کی طرح تجہیز وتدفین کیجاویگی بعد اس کے بہ نسبت مفہوم مخالف امروہی صاحب کے گذارش ہے کہ بیشک یہ مفہوم مخالف ہے سیاق اس حدیث ونظایرہ سے معہذا اس میں خود غرضی بھی ہے کیونکہ قبل از مرگ واویلا کی طرح گویا ابھی سے قادیانی صاحب پر نماز جنازہ کا اہتمام ہو رہا ہے یعنی حدیث سے ثابت ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہوگا مگر یاد رہے کہ یہ اہتمام بالکل عبث وفضول ہے فتفکر۔ **قولہ** ص ۹۷ والحمد اللہ کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادق کی اس مسیح موعود اور مہدی موعود پر پوری طور صادق ہے فالحمد اللہ **اقول** حدیث شریف کی تحریف پر الحمد اللہ پڑھنا کیسا بے ربط ہے بجائے اسکے استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ معلوم ہو کہ بعد تعیین اس امر کے کہ مراد احادیث میں ہی مسیح ابن مریم ہے

نہ مثیل اُس کا ہمکو کوئی ضرورت ایسے واہیات تحریفات کے جواب دینے کی نہیں مگر تاہم ناظرین کے افادہ واطمینان کے لئے ہر ایک تحریف کا جواب لکھا جاتا ہے صفحہ ۹۷ اور ۹۸ کا حاصل مسلم کی حدیث پر جس میں امامت عیسیٰ کا ذکر بھی ہے تین اعتراض۔ اوّل یہ حدیث معارض ہے اُن احادیث صحیحہ کے جن میں مسیح موعود کا انکار از امامت مذکور ہے۔ دوسرا ثابت ہوچکا ہے کہ مسیح موعود کے وقت جہاد موقوف ہوجاویگا اور اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔ تیسرا اس حدیث میں لفظ تنزل الروم بالاعماق او بدابق موجود ہے چنانچہ مسیح ابن مریمؑ کی نسبت فینزل عیسیٰ ابن مریم وارد ہوا ہے پس چاہئے کہ عیسےٰ ابن مریمؑ کا نزول بھی ایسا ہی ہو جیسا روم کا نزول اعماق یا وابق میں **اقول** یہ تعارض ہمارے مدعی کو جو نزول مسیح کا ہے بعینہ لا بمثیلہ مضر نہیں حضرت عیسےٰ بعد النزول اگر امامت سے انکار کریں یا نہ بہر حال نزول تو مشترک الثبوت ہے بین المحدثین حافظ ابن کثیر یا علامہ سیوطی کا لانا ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں بھی اثبات رفع ونزول جسمی کے لئے ہے اور ایسا ہی شمس الہدایت میں نقل کرنا انکا اسی غرض سے ہوا غایتہ ما فی الباب امامت مسیح کے مسئلہ میں تعارض کا وجود اگر موثر ہوا تو ہمارے اور مفسرین کے مدعی کی طرف متجاوز نہیں ہوسکتا اور نہ حدیث کی صحت کو مضر ہوسکتا ہے مسلم کا لانا اس حدیث کو اپنی صحیح میں جس کی صحت پر کل محدثین کا اتفاق ہی کافی ثبوت ہے اس کی صحت کے لئے۔ اور مسیح ابن مریم کی امامت بروقت نزول نہ سہی دوسری اوقات میں چونکہ ثابت ہے چنانچہ شرح عقاید نسفی میں اس امر کی تصحیح کی گئی ہے کہ عیسےٰ لوگوں کی امامت کریں گے اور مہدی اُنکا اقتدا کرینگے کیونکہ وہ افضل ہے لہذا اوسی کی امامت اولیٰ ہے انتہی۔ اور محدثین نے تطبیق کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ نزول عیسٰیؑ کے وقت امامت مہدی کرینگے اور بعد اسکے عیسےٰ ابن مریمؑ چنانچہ امامت کا قاعدہ ہے) تو اس حدیث میں فیؤمہم بہ نسبت اصل امامت مسیح کے درست ہوا اور مہدی کی امامت چونکہ بحسب وجہ مذکور ایک ہی مرتبہ واقعہ ہوگی لہذا اسکو بہ نسبت امامت عیسےٰ کے کان لم یکن تصور کرکر فیؤمہم فاء تعقیب بلا تراخی کے ساتھ بولا گیا اور نیز روایات با معنے میں ایسے تساہلات

معیوب نہیں سمجھے جاتے اور نیز تساہل یا غلط اپنے محل ہی میں موثر ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر
اگر فیہم مہم اور یوہم المہدی بباعث تشکیک راوی کے وارد ہوتا تو یہ تشکیک تو باقی مضمون
حدیث کو مشکک کر سکتی اور نہ اوسکی صحت کو مضر ہوتی چنانچہ اسی حدیث میں بالاعماق اور
بدابق بہ تشکیک راوی وارد ہوا ہے۔ ایسا ہی صحیحین کے بہتیرے احادیث راوی کے شکوک سے
خالی نہیں مع ہذا اونکی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے اعتراض کا جواب پہلے ثابت
ہو چکا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بھی ہوگا اور وضع جہاد بھی مگر اوقات مختلفہ میں
فلا تعارض فتذکر۔ تیسرے اعتراض کا جواب مسیح ابن مریم کا نزول بعد الرفع الی السماء ہوگا
بخلاف نزول روم کے۔ لہذا مسیح کا نزول روم کے نزول کی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ اور نیز
مسیح اور روم کے نزولوں کا یکرنگ ہونا مخالف ہے آپ کے مذہب اور خانہ زاد کے لئے۔
کیا اب اپنے مذہب کو بھولے جاتے ہیں۔ آپکے نزدیک مسیح کا نزول تو بروزی ہے۔ کیا
روم کا نزول بھی بروزی ہوگا۔ یا دونوں کا غیر بروزی۔ شق اوّل فی الواقع باطل ہے
اور دوسری مع بطلان فی نفسہ کے کما م آپکے مذہب کے برخلاف بھی ہے اور یکرنگی کا
اثر صرف بہ نسبت نزول من السماء کے لینا نہ بہ نسبت بروز کے ترجیح بلا مرجح ہے صفحہ ۹۸
کا حاصل لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم الخ والی حدیث میں جو جملہ متی قضیان کا ہے
اسکا صدق قادیانی صاحب پر نہایت صاف ہے کیونکہ آپکو ایک روحانی تلوار دی گئی
ہے اور دوسری قلم کی۔ اور جملہ فاعود اللہ علیھم فیھلکھم ویمیتھم کا صاف
دلالت کرتا ہے اسپر کہ مسیح موعود کا جنگ سنانی نہ ہوگا۔ انتہی مختصراً اقول متی قضیان تک
قادیانی صاحب تب پہونچ سکتے ہیں جب آپ نزول بروزی کی ذاتی صحت اور پھر آنحضرت
صلعم کا اسکو مراد لینا ثابت کریں ورنہ خرط القتاد۔ اور جملہ فادعو اللہ کا منافی جنگ
سنانی کو نہیں چنانچہ احادیث میں دونوں کی تصریح موجود ہے بددعاء ایک آلہ ہلاک
کا ہوگا چنانچہ ظاہری آلات تشریح اسکی پہلے گذر چکی ہے صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ کا حاصل اتینا
عثمان بن العاص والی حدیث پر امروہی صاحب کے چند اعتراض۔ اوّل اس
حدیث میں خروج دجال کا ملتقی البحرین میں لکھا ہے۔ اور دوسری حدیثوں میں خلہ

مابین الشام والعراق سے ہوگا۔ دوسرا اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا۔ اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا۔ تیسرا اس حدیث میں فاذا راٰہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کریگا۔ **اقول** جواب پہلے سوال کے معروض ہو کہ ملتقی البحرین اور خلہ مابین الشام والعراق میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ شام اور عراق عجم کے مابین دجلہ اور فرات باہم ملتے ہیں تو ملتقی البحرین بھی مابین الشام والعراق ہوا۔ دیکھو جغرافیہ۔ دوسرے سوال کا جواب دجال بیشک یہود میں سے ہی ہوگا۔ چنانچہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے اور آپ کے دلائل و استنباط نہ صرف بوجہ مخالفت احادیث صحیحہ کے بلکہ اصول علمیہ کے مطابق بھی مضحکہ طفلان ہیں۔ بھلا صاحب فرمائیے جب یکسر الصلیب کا جملہ مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے پر دال ہے تو پھر جملہ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے یہود و نصاریٰ و ہنود وغیرہ وغیرہ میں سے ہونے پر کیوں نہیں دلالت کرتا۔ بحسب جنہاد و عالی چاہیئے کہ دجال جتنے گروہ دنیا میں بغیر اہل اسلام کے ہیں سب میں سے ہو حالانکہ حدیث صحیحہ سے اس کی شخصیت ثابت ہے اور واحد بالشخص کا مختلف گروہوں سے ہونا ممکن نہیں۔ تیسرے سوال کا جواب فاذا راٰہ ذاب کما یذوب الرصاص میں ذاب بمعنی قرب الی الذوبان کے ہے یعنی دجال مسیح ابن مریم کو دیکھتے ہی قریب پگھلنے کے ہوجاویگا اسپر قرینہ اسکا مابعد ہے فیضعہ حربتہ بین ثدیہ وتہ فیقتلہ جو اسی حدیث میں موجود ہے کیونکہ پگھلنے کے بعد ضع حربہ نہیں ہوسکتا۔ صفحہ ۱۰۱ سے ۲۰۳ تک کا حاصل صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ایک فتوحات جالیہ دین اسلام میں اس وقت بکثرت وارد ہو رہی ہیں جن کے ورود کا مقتضی یہی ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی یہی ہو۔ دوسرا قولہ فانا حجیجہ کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ۔ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا۔ کہ دجال سے جنگ بحجت و برہان ہوگا نہ تیغ و سنان سے۔ قرآن مجید میں حاجّ ابراہیم اور وحاجہ قومہ اور اتحاجونی

فی اللہ حاجتم اور فلم تھا جون موجود ہیں جن میں مناظرت علمیہ کا بیان ہے نہ تیغ و سنان کا نہیں۔ انتہی **اقول** پہلے مضمون کی تردید۔ ہاں صاحب ہم بھی مانتے ہیں کہ فتن دجالیہ کا شروع دین اسلام میں ہو گیا ہے اس سے بڑھکر کیا ہوگا قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی تحریف ہو رہی ہے جس کا طبعی مقتضی یہہ ہے کہ سچا مسیح نازل ہو کر دجال شخصے کو جو عنقریب آنیوالا ہے معہ چیلوں چپانٹوں اُس کے جو ابھی سے تحریف میں شروع ہو رہے ہیں) قتل کرے دوسرے اعتراض کا جواب پہلے گذر چکا ہے صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ کا حاصل۔ ابی امامہ باہلی والی حدیث کے اس ٹکڑے مسطورہ ذیل پر حملہ کہ (وانه یخرج من خلة بین الشام و العراق) کہ یہ جملہ معارض ہے دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام و عراق حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے دیکھو نقشجات اور جغرافیہ اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہے کما فی المسلم واوما الی المشرق رواہ مسلم دوسرا اعتراض اس پر کہ وانه اعور وان ربکم لیس باعور کو اگر ظاہر پر رکھا جاوے تو چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکے ہاں تاویلی معنے درست ہو سکتا ہے یعنے دنیوی امور کی بصارت والی آنکھ اُس کی درست ہوگی اور دینی امور کی آنکھ اُس کی معدوم تیسرا اعتراض اس پر وانه مکتوب بین عینیه کافر یقرءہ کل مومن کاتب وغیر کاتب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کاتب وغیرہ کاتب دونوں کو اسکا علم برابر ہو جاوے یہ تو نص قرآن مجید کے برخلاف ہے قال اللہ تعالی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون **اقول** پہلے اعتراض کا جواب ہمنے نقشجات وجغرافیہ کو دیکھا اگر عراق کا حجاز سے شمال کی طرف واقعہ ہونا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بالکل جھوٹھ اور لغو ہے ہاں شام بیشک حجاز سے شمال کی طرف واقعہ ہے۔ اور عراق عجم حجاز سے بالخصوص مدینہ طیبہ سے علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مشرق کی جانب واقع ہے قریبا ہزار میل کے فاصلہ پر اور بین الشام والعراق سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ عرفی اور ملتقی البحرین یعنی دجلہ وفرات جسکو خلہ بین الشام والعراق سے بھی تعبیر کی گئی ہے بہ نسبت شام کے قریب بعراق ہے لہذا دجال کا مخرج خلہ بین الشام والعراق بھی اور ملتقی البحرین بھی اور مشرق بھی

ہوا۔ ہاں ترمذی کی حدیث بظاہر حدیث مذکور کے معارض معلوم ہوتی ہے جس میں دجال کا خروج خراسان سے مذکور ہے۔ مگر فی الواقع کوئی تعارض نہیں چونکہ دجال کا گذر ان سب مقامات سے ہوگا لہذا کشف نبوی کا پتہ دینا ہر ایک مقام سے بحسب اوقات مختلفہ صحیح اور بجا ہے دوسرے اعتراض کا جواب ایسا غوجی پڑہی ہوئی طالب العلم سے مل سکتا ہے الدجال اعور صغریٰ اللّٰہ لیس باعور کبریٰ فالدجال لیس باللّٰہ اللّٰہ لیس باعور پر یہ اعتراض کرنا چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ اللّٰہ ہو سکے کس قدر جہالت ہے۔ کیا ایک اعوریت کو ہی آپنے منافی بالوہیت خیال کیا ہے بغیر اسکے اور کوئی وصف ممکنات کے اوصاف میں سے منافی بالوہیت نہیں۔ کھانا پینا باپ ہونا بیٹا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی بالوہیت ہیں۔ تو پھر جو شخص اعور نہ ہوا تو کیا باوجود کھانے پینے یا باپ ہونے یا بیٹا ہونے کے رب ہو سکتا ہے۔ امر وہی صاحب حدیث اور قرآن کی تحریف کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ خبطیوں اور پاگلوں کی طرح انسان مضحکہ عقلا ہو جاتا ہے۔ آپنے ناحق اس کوچہ مناظرہ میں قدم رکھا پھر آپ سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کے تاویلی معنی پر یہہ آپ کا لاحل شبہ وارد نہیں ہے تاکہ جس شخص کی حق مین آنکھ اندہی نہ ہو تو چاہیئے کہ وہ شخص رب ہو سکتا ہے۔ آپنے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ یہہ منطق ہمارا تو ہمارے معنی پر بھی جاری ہو سکتا ہے تیسرے اعتراض کا جواب ہاں صاحب یہ ہو سکتا ہے جب اللّٰہ تعالےٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہما من اتباعہما کے دھوکھے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے وبغیر معلم ظاہری کے اُس میں علم وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالاولیٰ اہل علم میں سے شمار ہو سکتا ہے چنانچہ اس نیاز مند علماء وفقراء نے بلوغت سے اوّل جس وقت احادیث دجال کے نام تک بھی نہیں سنا تھا دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا اُس میں آنکھ اسکی پھوٹی ہوئی ہیں دیکھ کر رہا تھا اُسنے مجھکو کہا کہ کہو کہ خدا ایک نہیں۔ میں سخت غضبناک ہوکر کہتا تھا۔ کہ مردود شیطان خدا ایک ہی ہے اُسکا کوئی شریک نہیں۔ پھر اُسنے چند قدم مری طرف بڑھکر میرے پر تلوار کی وار کی پہر اُسکی وار خطا ہو کر تلوار اس کی میرے سر سے گذرتی ہوئی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح اُنہیں قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہوا۔

پھر وہی کلمہ اس نے کہا اور بجواب اُسکے مینے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کی وار کی پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ آخری دفعہ میں تو قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکلکر زمین پر جا پڑی۔ ان تین نوبتوں میں بغیر اس کے کہ میں نے سر کو خم دیا ہو تلوار اُسکی میرے سر کے اوپر سے ہی گذرتی رہی اب خیال فرمائیے کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے جتلایا کہ یہ دجال ہے اور کس نے مجھ کو ایسی سنگین حالت میں خائف نہ ہونے دیا اور کس نے میرے مونہہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اسکے کہ اُس نے میری گلہی کو نشانہ بنایا تھا اور مینے سر کو ذرہ خم بھی نہیں دیا تھا) تلوار کو سر کے اوپر سے گذار کر زمین پر مارا پھر فرمائیے کہ قبر میں ایک مومن کو عربی سوال من ربک و من نبیک اور ما تقول فی ہذا الرجل کے سمجھنے پر قدرت کون دیتا ہے اور آنحضرت صلعم کی صورت پاک کون بتاتا ہے جسکو مومن بغیر اسکے کہ پہلے دیکھا ہو پہچان کر کہتا ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر ہے پھر فرمائیے کہ ہاتھ پاؤں کو زبان کی طرح کون قیامت کے دن گویا کر کر شہادت لے گا یہ وہی لطیف و رحیم تو ہے جس کے خاص شان الیس اللہ بکاف عبدہ کی ہے جب اُس کی عنایت شامل حال ہو تو غیر کاتب بھی کاتب کے مساوی فی العلم ہوتا ہے تو دونوں تعلیموں میں داخل رہے لا تعلمون میں وہی رہا جو موہوبی اور کسبی تعلیم دونوں سے خالی ہو۔ پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۰۴ پر امروہی صاحب نے اس حدیث کا معنے کیا ہے کہ دجال مجرمونکی طرح پیشانی سے پہچانا جائے گا۔ یہ نہیں کہ لفظ کافر یا ک ف ر اُسکی پیشانی پر لکھا ہو گا **اقول** یہ معنی بالکل خلاف ہے حدیث کے الفاظ مصرعہ ذیل سے مکتوب یقرءہ کاتب و غیر کاتب یعرف المجرمون بسیماھم و نظائرہ کجا اور حدیث مذکور کجا صفحہ ۱۰۵ کا حاصل دجال کے ساتھ جنت اور نار کا ہونا نصوص قرانیہ کے معارض ہے اور نیز برخلاف ہے تصریح شمس الہدایت کہ اسمیں دجال کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور نہر کا ہونا محض خیالی لکھا ہوا ہے نہ واقعی۔ اور نیز مراد دجال سے شیطان ہے کیونکہ ابو سعید خدری بہ نسبت اوس شخص کے جسکو دجال قتل کر کر پھر زندہ کریگا فرماتے ہیں کہ یہ رجل بغیر عمر رضہ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے پس اگر دجال سے

مراد وہی شخص معین معہود ہے تو پھر وہ رجل مقتول حضرت عمرؓ کیونکر ہو سکتے ہیں **اقول**
جنت اور نار بھی خیالی ہوگا روئیوں کے پہاڑ کی طرح فلا تعارض دیکھو ملا علی قاری وغیرہ
شروح حدیث اور نصوص قرآنیہ کے تعارض سے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اور ابو سعید
خدری رضہ اپنے خیال اور رائے کو ظاہر فرما رہے ہیں جس میں یہ بھی فرما دیا کہ ہمارا خیال
ٹھیک نہ نکلا۔ دیکھو عبارت مسطورہ ذیل قال قال ابو سعید واللّٰہ ما کنا نری
ذالک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتہی۔ اس
عبارت میں فقرہ (نری) اور (حتی مضی بسبیلہ) محل استشہاد ہے صفحہ ۱۰۰ کا حاصل
ان من فتنتہ ان یامر السماء ان تمطر الخ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے یورپ
اور امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان کے پانی برسایا گیا۔
اقول ان من فتنتہ میں ضمیر مجرور متصل کا مرجع چونکہ دجال شخصے معہود ہے لہذا اس پیشین گوئی
کا پورا ہونا یا خیال کرنا از قبیل قبل از مرگ واویلا کے ہے۔ اور نیز اس حدیث میں فقرہ
ان یامر السماء منافی ہے تاویل مذکور کے لئے صفحہ ۱۰۷ کا حاصل انہ لا یبقی شئی من
الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ ومدینۃ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو گئی ہے
مخالف بتلاوے کہ کونسا ملک اور قطعہ کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا۔
اقول اس حدیث میں بھی وطئہ اور ظہر کا فاعل چونکہ دجال شخصے ہے لہذا یہ پیشین گوئی
بھی واقع نہیں ہوئی اگر کوئی شخص صرف زمین پر پھر جانے سے دجال سمجھا جاوے تو پھر پادریوں کی
کیا تخصیص ہے اور نیز زمین پر چالیس دن کے اندر پھر جانا دجال کے لئے خاصہ قرار دیا گیا ہے
نہ مطلق۔ صفحہ ۱۰۰ کا حاصل وامامہم رجل صالح قد تقدم یصلے بہم الصبح اس
جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ ونشان نہیں۔ دوسرا فیسدرکہ عند باب لد الشرقی
فیقتلہ الی قولہ فیہزم اللّٰہ الیہود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہودی ہوگا۔ مگر
آیتہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الخ کی یہود کو یہ شوکت نصیب نہیں ہونے دیتی
پھر اسی صفحہ میں منہیہ لکھا ہے کہ ساری احادیث ابن کثیر کی ہمارے حق میں مفید ٹھہریں اور
مخالفین کے حق میں مضر **اقول** کیوں صاحب رجل صالح تعبیر مہدی سے نہیں ہو سکتی

کیا مہدی موعود مرد صالح نہ ہوگا ہاں تصریح بمہدی اس حدیث میں نہیں سو روایات بالمعنے میں خاص لفظ کا ترک کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو شمس بازغہ کے اسی صفحہ کی پہلی سطر کو جس میں آپنے احادیث متعلقہ پیشین گوئی کو ازقبیل روایات بالمعنے کے ٹھراکر محل توسع بیان فرمایا ہے۔ دوسری اشکال کا جواب تھوڑے دنوں میں دجال کا ہلاک کیا جانا خصوصًا ایسے تعلی اور نخوت کے بعد صاف وفروغ وظہور ہے آیتہ وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کے لئے مفصل جواب گذرچکا ہے تیسرے لاف کا جواب ساری احادیث ابن کثیر میں چونکہ مسیح ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے نہ اُسکے مثیل کا لہذا ان احادیث کا مفید ہونا آپ کے لئے محض خیالی پلاؤ ہے قابل تسلیم نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے صفحہ ۱۰۹ کا حاصل ان ایّامہ اربعون السنۃ کنصف السنۃ الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے وقت سنین اور شہور اور ایّام نہایت جلد گذریں گے اور مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایّام نہایت طویل ہونگے دیکھو اربعون یومًا یوم کسنۃ ویوم کشھر الخ فما التطبیق۔ دوسرا مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا ایک دن جو برس دن کے برابر ہوگا آنحضرت صلعم نے برس دن کی نماز پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جس طرح پران آیام طویل میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح پران ایام قصار میں پانچ وقت کا اندازہ کرلیجو فاین ھذا من ذالک **اقول** اس حدیث میں فقرہ السنۃ کنصف السنۃ الخ معارض نہیں ہوسکتا مسلم والی حدیث کے اس فقرہ کو کہ یوم کسنۃ الخ چنانچہ بغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے ولا یصلح ان یکون معارضًا لروایۃ مسلم ھذہ یعنے مسلم والی حدیث کا فقرہ صحیح مانا گیا اور یہ غیر صحیح لکن اس فقرہ کی عدم صحت نہ تو مفسرین کو مُضر ہے اور نہ ہمارے مدعی کو کیونکہ احادیث نزول میں محل استشہاد ہمارا نزول مسیح ابن مریم کا ہے بعینہ بغیر اوس کے کسی مثیل کے سو یہ سب احادیث سے ثابت ہے مفسرینؒ نے اور ہم نے کب دعوے کیا ہے کہ بالضرور دجال کے ایّام میں سے السنۃ کنصف السنۃ الخ ہوگا۔ دوسری اعتراض کی نسبت معروض ہے کہ نماز کے بارہ میں دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلعم نے اندازہ کرلینے کا ارشاد فرمایا ہے مسلم والی حدیث

میں فرمایا کہ اقدروا لہ قدرہ اور اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدرون الصلوۃ کما تقدرون فی ھذہ الایام الطوال اور معلوم ہو کہ اس حدیث میں ایام طوال سے مراد وہ ایام طوال نہیں جو مسلم والی حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ وہ تو مخالف ہے اس روایت کے جن کا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا تا کہ یہ ایام طوال اور وہ ایام طول ایک ہی ہوں بلکہ اس حدیث میں ہذہ الایام الطوال سے مراد اُسی زمانہ کے ایام ہیں جو طوال ہیں بہ نسبت ان ایام قصار کے جو اس حدیث دجال میں مذکور ہیں صفحہ ۱۰ کا حاصل حکما عدلا قادیانی صاحب پر صادق ہے جس نے متعدد مسائل سے اختلاف کو جو عرصہ دراز سے چلا آتا تھا اُٹھا دیا۔ یعنے ایسا فیصلہ کر دیا۔ کہ مخالف کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی **اقول** اگر احادیث نزول کو مخالف عقل ونقل ٹھیرانے کی وجہ سے قادیانی حکما عدلا کا مصداق ہیں تو پھر قادیانی صاحب سے معتزلہ اور جہمیہ حکما عدلا ہونیکا زیادہ استحقاق رکھتے تھے کیونکہ یہ مسلک اُنہیں کا ہے ہاں قادیانی نے مسیح موعود بننے میں اُن پر پیش قدمی کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۳ کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے۔ قال القاضی رحمہ اللہ تعالی نزول عیسیٰ علیہ السلام وقتلہ الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع مایبطلہ فوجب اثباتہ وانکر ذالک بعض المعتزلہ والجھمیۃ ومن وافقھم وزعموا ان ھذہ الاحادیث مردودۃ لقولہ تعالی وخاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وباجماع المسلمین انہ لا نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وان شریعتہ موبدۃ الی یوم القیمۃ لا تنسخ وھذا الاستدلال فاسد لانہ لیس المراد بنزول علیہ السلام انہ ینزل نبیا بشرع ینسخ شرعنا ولا فی ھذہ الاحادیث ولا فی غیرھا شئی من ھذا بل صحت ھذہ الاحادیث ھنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرھا انہ ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا ویحی من امور شرعنا ما ھجرہ الناس۔ انتہی پھر اسی صفحہ میں یضع الجزیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لڑائی بالحجت والبرہان ہو گی وجبر جزیہ موقوف

اقول اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے صفحہ ۱۱۱ کا حاصل و تیرک الصدقہ کنایہ ہے کثرت اموال سے اور ترتفع الشحنا کا وقوع بھی ابھی سے ہو رہا ہے اقوال یہ سب قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے کما مر۔ صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ کا حاصل وان قبل خروج الدجال ثلث سنوات والی حدیث پر اعتراض کہ یہ معارض ہے دوسری حدیث کو جس میں تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں لکھا ہے فقال ان بین یدیہ ثلث سنین الخ دوسرا یہ پیشین گوئی تین قحطوں والی بھی واقع ہو چکی ہے اقول خروج دجال کے پہلے بھی قحط ہو گا اور اس کے زمانہ میں بھی تھوڑے دن باقی رہیگا۔ بدیں لحاظ قبل خروج الدجال اور بین یدیہ کا کہنا صحیح ہے۔ محاورات عرفیہ میں تقریبی حساب اکثر ملحوظ ہوتا ہے بہ نسبت تحقیقی کے۔ دوسرے اعتراض کا جواب وہی قبل از مرگ واویلا سمجھنا چاہیئے اب تضیع اوقات کے لحاظ سے اختصار سے کام لیا جاتا ہے ورنہ کوئی فقرہ اُن کا جس میں متفرد ہیں جہالت سے خالی نہیں صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ کا حاصل نواس بن سمعان والی حدیث میں جو فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دجال نصارے سے ہو گا۔ کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں حضرت عیسےٰ کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے قال تعالی وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لہم بہ من علم الخ اقول فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمانے سے ثابت ہوا کہ دجال نصارےٰ سے نہیں کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں اصحاب کہف کا محفوظ رہنا کفار سے مذکور ہے جن کا بادشاہ جبراً اقرار بالشرک کراتا تھا۔ چنانچہ دجال بھی جبراً شرک پھیلائیگا لہذا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی فتنہ دجال سے بچنے کے لئے فواتح سورہ کہف پڑھیو تاکہ اصحاب کہف کی طرح اللہ تعالےٰ تم کو اُس کی شر سے بچاوے اور ظاہر ہے کہ آج تک گورنمنٹ اور اُس کے پادریوں نے کسی کو بالجبر عیسائی نہیں بنایا باقی مضامین ان صفحات کے تردید پہلے گذر چکی ہے صفحہ ۱۱۷ کا حاصل مسلم کی حدیث میں اس جملہ پر فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شہرا او اربعین عاما اعتراض۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدت مکث دجال کا علم نہیں اقول آنحضرت صلعم کو جس جس مضمون میں علم

مابین الشام والعراق سے ہوگا۔ دوسرا اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا۔ اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا۔ تیسرا اس حدیث میں فاذا رآہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کریگا۔ **اقول** بجواب پہلے سوال کے معروض ہو کہ ملتقی البحرین اور خلہ مابین الشام والعراق میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ شام اور عراق عجم کے مابین دجلہ اور فرات باہم ملتے ہیں تو ملتقی البحرین بھی مابین الشام والعراق ہوا۔ دیکھو جغرافیہ۔ دوسرے سوال کا جواب دجال بیشک یہود میں سے ہی ہوگا۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے اور آپ کے دلائل و استنباط نہ صرف بوجہ مخالفت احادیث صحیحہ کے بلکہ اصول علمیہ کے مطابق بھی مضحکہ طفلان ہیں۔ بھلا صاحب فرمائیے جب یکسر الصلیب کا جملہ مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے پر دال ہے تو پھر جملہ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے یہود و نصاریٰ و ہنود وغیرہ وغیرہ میں سے ہونے پر کیوں نہیں دلالت کرتا بحسب اجتہاد عالی چاہیئے کہ دجال جتنے گروہ دنیا میں بغیر اہل اسلام کے ہیں سب میں سے ہو حالانکہ حدیث صحیحہ سے اُس کی شخصیت ثابت ہے اور واحد بالشخص کا مختلف گروہوں سے ہونا ممکن نہیں۔ تیسرے سوال کا جواب فاذا راہ ذاب کما یذوب الرصاص) میں ذاب بمعنی قرب الی الذوبان کے ہے یعنی دجال مسیح ابن مریم کو دیکھتے ہی قریب پگھلنے کے ہوجاویگا اسپر قرینہ اسکا مابعد ہے فیضع حربتہ بین ثندوتہ فیقتلہ جو اسی حدیث میں موجود ہے کیونکہ پگھلنے کے بعد وضع حربہ نہیں ہوسکتا۔ صفحہ ۱۰ سے ۳۰ تک کا حاصل صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ایک فتن دجالیہ دین اسلام میں اس وقت بکثرت وارد ہورہی ہیں جن کے ورود کا مقتضی الطبعی یہ ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی یہی ہو۔ دوسرا قولہ فاما حجیج کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ۔ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا۔ کہ دجال سے جنگ بحجت و برہان ہوگا نہ تیغ و سنان سے۔ قرآن مجید میں حاج ابراہیم اور وحاجہ قومہ اور اتحاجونی

فی اللہ حاجتہم اور قلم تھا جو ن موجود ہیں جن میں مناظرت علمیہ کا بیان ہے نیچ و
شان کا نہیں۔ انتہی **اقول** پہلے مضمون کی تردید۔ ہاں صاحب ہم بھی مانتے ہیں
کہ فتن دجالیہ کا شروع دین اسلام میں ہوگیا ہے اس سے بڑھکر کیا ہوگا قرآن کریم وسنت
صحیحہ کی تحریف ہورہی ہے جس کا ملبی مقتضی یہہ ہے کہ سچا مسیح نازل ہو کر دجال شخصے کو جو عنقریب
آنیوالا ہے بمعہ چیلوں چانٹوں اُس کے جو ابھی سے تحریف میں شروع ہو رہے ہیں) قتل کرے
دوسرے اعتراض کا جواب پہلے گذر چکا ہے صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ کا ملاحظ۔ ابی امامہ باہلی
والی حدیث کے اس ٹکڑے مسطورہ ذیل پر حملہ کہ (وانه يخرج من خلة بين الشام
والعراق) کہ یہ جملہ معارض ہے دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام و عراق حجاز سے شمال
کی طرف واقع ہے دیکھو نقشجات اور جغرافیہ اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا
ہے دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہے کما فی المسلم واوما الی المشرق
رواہ مسلم دوسرا اعتراض اس پر کہ وانه اعور وان ربكم ليس باعور کو اگر ظاہر
پر رکھا جاوے تو چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکے ہاں تاویلی معنے درست
ہو سکتا ہے یعنے دنیوی امور کی بصارت والی آنکھ اُس کی درست ہوگی اور دینی امور کی
آنکھ اُس کی معدوم تیسرا اعتراض اس پر وانه مكتوب بين عينيه كافر يقرءه كل
مومن كاتب وغير كاتب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کاتب وغیرہ کاتب دونوں کا اسکا
علم برابر ہو جاوے۔ یہ تو نص قرآن مجید کے برخلاف ہے قال اللہ تعالیٰ هل يستوى
الذين يعلمون والذين لا يعلمون **اقول** پہلے اعتراض کا جواب ہمنے نقشجات
وجغرافیہ کو دیکھا اگر عراق کا حجاز سے شمال کی طرف واقعہ ہونا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بالکل
جھوٹھ اور لغو ہے ہاں شام بیشک حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے۔ اور عراق عجم حجاز سے
بالخصوص مدینہ طیبہ سے علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مشرق کی جانب واقع ہے قریباً ہزار میل
کے فاصلہ پر اور بین الشام والعراق سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ عرفی اور ملتقی البحرین یعنی دجلہ
وفرات جسکو خلہ بین الشام والعراق سے بھی تعبیر کی گئی ہے بہ نسبت شام کے قریب عراق
ہے لہذا دجال کا مخرج خلہ بین الشام والعراق بھی اور ملتقی البحرین بھی اور مشرق بھی

ہوا۔ بلکہ ترمذی کی حدیث بظاہر حدیث مذکور کے معارض معلوم ہوتی ہے جس میں دجال کا خروج خراسان سے مذکور ہے۔ مگر فی الواقع کوئی تعارض نہیں چونکہ دجال کا گذران سب مقامات سے ہوگا لہذا کشف نبوی کا پتہ دینا ہر ایک مقام سے بحسب اوقات مختلفہ صحیح اور بجا ہے دوسرے اعتراض کا جواب ایسا غوجی پڑھی ہوئی طالب العلم سے مل سکتا ہے الدجال اعور وصغریٰ اللہ لیس باعور کبریٰ فالدجال لیس باللہ اللہ لیس باعور پر یہ اعتراض کہ چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ اللہ ہوسکے کس قدر جہالت ہے۔ کیا ایک اعوریت کو ہی کہنے منافی بالوہیت خیال کیا ہے بغیر اسکے اور کوئی وصف ممکنات کے اوصاف میں سے منافی بالوہیت نہیں۔ کھانا پینا باپ ہونا بیٹا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی بالوہیت ہیں۔ تو پھر جو شخص اعور نہ ہوا تو کیا باوجود کھانے پینے یا باپ ہونے یا بیٹا ہونے کے رب ہوسکتا ہے۔ امر وہی صاحب حدیث اور قرآن کی تحریف کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ خبطیوں اور پاگلوں کی طرح انسان مضحکہ عقلا ہو جاتا ہے۔ آپ نے ناحق اس کوچہ مناظرہ میں قدم رکھا پھر آپ سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کے تاویلی معنی پر یہہ آپ کا لاحل شبہ وارد نہیں تا کہ جس شخص کی حق بین آنکھ اندھی نہ ہو تو چاہیئے کہ وہ شخص رب ہوسکتا ہے۔ آپ نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ یہہ منطق ہمارا تو ہمارے معنی پر بھی جاری ہوسکتا ہے تیسرے اعتراض کا جواب ہاں صاحب یہ ہوسکتا ہے جب اللہ تعالےٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہما من اتباعہما کے دھوکھے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے و بغیر معلم ظاہری کے اس میں علم وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالا ولی اہل علم میں سے شمار ہوسکتا ہے چنانچہ اس نیازمند علماء و فقراء نے بلوغت سے اوّل جس وقت احادیث دجال کے نام تک بھی نہیں سنا تھا دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا دیکھا اس کی آنکھ اسکی پھوٹی ہوئی میں دیکھ کر رہا تھا اُسنے مجھکو کہا کہ کہو کہ خدا ایک نہیں۔ میں سخت غضبناک ہوکر کہتا تھا۔ کہ مردود شیطان خدا ایک ہی ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ پھر اُسنے چند قدم مری طرف بڑھکر میرے پر تلوار کی وار کی پہر اسکی وار خطا ہوکر تلوار اس کی میرے سر سے گذرتی ہوئی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح انہیں قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پہ کھڑا ہوا۔

پھر وہی کلمہ اس نے کہا اور بجواب اُسکے مینے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کی وار کی پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ آخری دفعہ میں تو قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکلکر زمین پر جا پڑی۔ ان تین نوبتوں میں بغیر اس کے کہ میں نے سر کو خم دیا ہو تلوار اُسکی میرے سر کے اوپر سے ہی گذرتی رہی اب خیال فرمایئے کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے جتلایا کہ یہ دجال ہے اور کس نے مجھ کو ایسی سہمگین حالت میں خائف نہ ہونے دیا اور کس نے میرے موہنہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اسکے کہ اُس نے میری گلہ ہی کو نشانہ بنایا تھا (مینے سر کو ذرہ خم بھی نہیں دیا تھا) تلوار کو سر کے اوپر سے گذار کر زمین پر مارا پھر فرمایئے کہ قبر میں ایک مومن کو عربی سوال من ربک من نبیک اور ماتقول فی ہذا الرجل کے سمجھنے پر قدرت کون دیتا ہے اور آنحضرت صلعم کی صورت پاک کون بتاتا ہے جسکو مومن بغیر اسکے کہ پہلے دیکھا ہو پہچان کر کہتا ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر ہے پھر فرمائیے کہ ہاتھ پاؤں کو زبان کی طرح کون قیامت کے دن گویا کر کر شہادت لے گا یہ وہی لطیف و رحیم تو ہے جس کے خاص شان الیس اللّٰہ بکاف عبدہ کی ہے جب اُس کی عنایت شامل حال ہو تو غیر کاتب بھی کاتب کے مساوی فی العلم ہوتا ہے تو دونوں تعلیموں میں داخل رہے لا تعلمون میں وہی رہا جو موہوبی اور کسبی تعلیم دونوں سے خالی ہو۔ پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۰۴ پر امروہی صاحب نے اس حدیث کا معنے کیا ہے کہ دجال مجرمونکی طرح پیشانی سے پہچانا جائیگا۔ یہ نہیں کہ لفظ کافر یا ک ف ر اُسکی پیشانی پر لکھا ہوگا **اقول** یہ معنی بالکل خلاف ہے حدیث کے الفاظ مصرعہ ذیل سے مکتوب یقرءہ کاتب وغیر کاتب یعرف المجرمون بسیماھم و نظائرہ کجا اور حدیث مذکور کجا صفحہ ۱۰۵ کا حاصل دجال کے ساتھ جنت اور نار کا ہونا نصوص قرآنیہ کے معارض ہے اور نیز بر خلاف ہے تصریح شمس الہدایت کی کہ اسمیں دجال کے ساتھ ندیوں کے پہاڑ اور نہر کا ہونا محض خیالی لکھا ہوا ہے نہ واقعی۔ اور نیز مراد دجال سے شیطان ہے کیونکہ ابو سعید خدری بہ نسبت اوس شخص کے جسکو دجال قتل کر کر پھر زندہ کریگا فرماتے ہیں کہ یہ رجل بغیر عمر رضہ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے پس اگر دجال سے

مراد وہی شخص معین معہود ہے تو پھر وہ رجل مقتول حضرت عمر کیونکر ہو سکتے ہیں **اقول**
جنت اور نار بھی خیالی ہو گا روئیوں کے پہاڑ کی طرح فلا تعارض دیکھو ملا علی قاری وغیرہ
شروح حدیث اور نصوص قرآنیہ کے تعارض سے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اور ابو سعید
خدری رض اپنے خیال اور رائے کو ظاہر فرما رہے ہیں جس میں یہ بھی فرما دیا کہ ہمارا خیال
ٹھیک نہ نکلا۔ دیکھو عبارت مسطورہ ذیل قال قال ابو سعید واللہ ما کنا نری
ذالک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتہی۔ اس
عبارت میں فقرہ (نری) اور (حتی مضی بسبیلہ) محل استشہاد ہے صفحہ ۱۱۰ کا حاصل
ان من فتنتہ ان یامر السماء ان تمطر الخ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے یورپ
اور امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان کے پانی برسایا گیا۔
اقول ان من فتنتہ میں ضمیر مجرور متصل کا مرجع چونکہ دجال شخصے معہود ہے لہذا اس پیشین گوئی
کا پورا ہونا یا خیال کرنا از قبیل قبل از مرگ واویلا کے ہے۔ اور نیز اس حدیث میں فقرہ
ان یامر السماء منافی ہے تاویل مذکور کے لئے صفحہ ۱۰۷ کا حاصل انہ لایبقی شئی من
الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ ومدینۃ یہ پیشین گوئی بھی واقع ہو گئی ہے
مخالف بتلاوے کہ کونسا ملک اور قطعہ کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا۔
اقول اس حدیث میں بھی وطئہ اور ظہر کا فاعل چونکہ دجال شخصے ہے لہذا یہ پیشین گوئی
بھی واقع نہیں ہوئی اگر کوئی شخص صرف زمین پر پھر جانے سے دجال سمجھا جاوے تو پھر پادریوں کی
کیا تخصیص ہے اور نیز زمین پر چالیس دن کے اندر پھر جانا دجال کے لئے خاصہ قرار دیا گیا ہے
نہ مطلق صفحہ ۱۰۰ کا حاصل واما مہم رجل صالح قد تقدم یصلی بہم الصبح اس
جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ ونشان نہیں۔ دوسرا فیدرکہ عند باب لد الشرقی
فیقتلہ الی قولہ فیہزم اللہ الیہود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہودی ہو گا۔ مگر
آیۃ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الخ کی یہود کو یہ شوکت نصیب نہیں ہونے دیتی
پھر اسی صفحہ میں منہیہ لکھا ہے کہ ساری احادیث ابن کثیر کی ہمارے حق میں مفید ٹھہریں اور
مخالفین کے حق میں مضر **اقول** کیوں صاحب رجل صالح تعبیر مہدی سے نہیں ہو سکتی

کیا مہدی موعود مرد صالح نہ ہوگا ہاں تصریح بہدی اس حدیث میں نہیں سو روایات بالمعنے
میں خاص لفظ کا ترک کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو شمس بازغہ کے اسی صفحہ کی پہلی سطر
کو جس میں آپنے احادیث متعلقہ پیشین گوئی کو از قبیل روایات بالمعنے کے ٹھراکر محل تو سع بیان
فرمایا ہے۔ دوسری اشکال کا جواب تھوڑے دنوں میں دجال کا ہلاک کیا جانا خصوصاً
ایسے تعلی ونخوت کے بعد صاف وفروغ وظہور ہے آیتہ وضربت علیھم الذلۃ
والمسکنۃ کے لئے مفصل جواب گذر چکا ہے تیسرے لاف کا جواب ساری احادیث
ابن کثیر میں چونکہ مسیح ابن مریم بعینہ کا ذکر ہے نہ اُسکے مثیل کا لہذا ان احادیث کا مفید
ہونا آپ کے لئے محض خیالی پلاؤ ہے قابل تسلیم نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے صفحہ ۱۰۹ کا
حاصل ان ایامہ اربعون السنۃ کنصف السنۃ الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ دجال کے وقت سنین اور شہور اور ایام نہایت جلد گذریں گے اور مسلم کی حدیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایام نہایت طویل ہونگے دیکھو اربعون یوماً یوم کسنۃ و یوم
کشھر الخ فما التطبیق۔ دوسرا مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا ایک دن جو برس دن کے
برابر ہوگا آنحضرت صلعم نے برس دن کی نماز پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں
بیان فرمایا کہ جس طرح پران ایام طویل میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح پران ایام قصار
میں پانچ وقت کا اندازہ کر لیجو فاین ھذا من ذالک **اقول** اس حدیث میں فقرہ
السنۃ کنصف السنۃ الخ معارض نہیں ہوسکتا مسلم والی حدیث کے اس فقرہ کو کہ یوم
کسنۃ الخ چنانچہ بغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے ولا یصلح ان یکون معارضاً لروایۃ مسلم
ھذا یعنے مسلم والی حدیث کا فقرہ صحیح مانا گیا اور یہ غیر صحیح لکن اس فقرہ کی عدم صحت نہ تو
مفسرین کو مُضر ہے اور نہ ہمارے مدعی کو کیونکہ احادیث نزول میں محل استشہاد ہمارا نزول
مسیح ابن مریم کا ہے بعینہ بغیر اوس کے کسی مثیل کے سو یہ سب احادیث سے ثابت ہے
مفسرین نے اور ہم نے کب دعوے کیا ہے کہ بالضرور دجال کے ایام میں سے السنۃ
کنصف السنۃ الخ ہوگا۔ دوسری اعتراض کی نسبت معروض ہے کہ نمازکے بارہ
میں دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلعم نے اندازہ کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے مسلم والی حدیث

میں فرمایا کہ اقدروا لہ قدرہ اور اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدرون الصلوٰۃ کما تقدرون فی ھذہ الایام الطوال اور معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ایام طوال سے مراد وہ ایام طوال نہیں جو مسلم والی حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ وہ تو مخالف ہے اس روایت کے جن کا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا تا کہ یہ ایام طوال اور وہ ایام طوال ایک ہی ہول بلکہ اس حدیث میں ہذہ الایام الطوال سے مراد اسی زمانہ کے ایام ہیں جو طوال ہیں بہ نسبت ان ایام قصار کے جو اس حدیث دجال میں مذکور ہیں صفحہ ۱۱ کا حاصل حکما عدلا قادیانی صاحب پر صادق ہے جس نے متعدد مسائل سے اختلاف کو جو عرصہ دراز سے چلا آتا تھا اٹھا دیا۔ یعنے ایسا فیصلہ کر دیا کہ مخالف کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی **اقول** اگر احادیث نزول کو مخالف عقل و نقل ٹھیرانے کی وجہ سے قادیانی حکما عدلا کا مصداق ہیں تو پھر قادیانی صاحب سے معتزلہ اور جہمیہ حکما عدلا ہونیکا زیادہ استحقاق رکھتے تھے کیونکہ یہ مسلک انہیں کا ہے ہاں قادیانی نے مسیح موعود بننے میں ان پر پیش قدمی کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۴ کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے۔ قال القاضی رحمہ اللہ تعالی نزول عیسٰی علیہ السلام وقتلہ الدجال حق وصحیح عند اھل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ وانکر ذالک بعض المعتزلۃ والجھمیۃ ومن وافقھم وزعموا ان ھذہ الاحادیث مردودۃ لقولہ تعالی وخاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وباجماع المسلمین انہ لا نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وان شریعتہ موبدۃ الی یوم القیمۃ لا تنسخ وھذا الاستدلال فاسد لانہ لیس المراد بنزول علیہ السلام انہ ینزل نبیا بشرع ینسخ شرعنا ولا فی ھذہ الاحادیث ولا فی غیرھا شئی من ھذا بل صحت ھذہ الاحادیث ھنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرھا انہ ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا ویحیی من امور شرعنا ما ھجرہ الناس۔ انتہی پھر اسی صفحہ میں یضع الجزیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لڑائی بالجمع الزمان ہونگی وجہ سے جزیہ توقوف

اقول اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے صفحہ ۱۱۱ کا حاصل و تیرک الصدقہ کنایہ ہے کثرت اموال سے اور ترتفع الشحناء کا وقوع بھی ابھی سے ہو رہا ہے **اقول** یہ سب قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے کما مر۔ صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ کا حاصل وان قبل خروج الدجال ثلث سنوات والی حدیث پر اعتراض کہ یہ معارض ہو دوسری حدیث کو جس میں تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں لکھا ہے فقال ان بین یدیہ ثلث سنین الخ دوسرا یہ پیشین گوئی تین قحطوں والی بھی واقع ہو چکی ہے **اقول** خروج دجال کے پہلے بھی قحط ہوگا اور اس کے زمانہ میں بھی تھوڑے دن باقی رہیگا۔ بدیں لحاظ قبل خروج الدجال اور بین یدیہ کا کہنا صحیح ہے۔ محاورات عرفیہ میں تقریبی حساب اکثر ملحوظ ہوتا ہے بہ نسبت تحقیق کے۔ دوسرے اعتراض کا جواب وہی قبل از مرگ واویلا سمجھنا چاہیے اب تضیع اوقات کے لحاظ سے اختصار سے کام لیا جاتا ہے ورنہ کوئی فقرہ اُن کا جس میں متفردہیں جہالت سے خالی نہیں صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ کا حاصل نواس بن سمعان والی حدیث میں جو فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دجال نصارے سے ہوگا۔ کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں حضرت عیسےٰ کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے قال تعالی وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لھم بہ من علم الخ **اقول** فواتح سورہ کہف کے پڑہنے کا حکم فرمانے سے ثابت ہوا کہ دجال نصارے سے نہیں کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں اصحاب کہف کا محفوظ رہنا کفار سے مذکور ہے جن کا بادشاہ جبراً اقرار بالشرک کراتا تھا۔ چنانچہ دجال بھی جبراً شرک پھیلائیگا لہذا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی فتنہ دجال سے بچنے کے لئے فواتح سورہ کہف پڑھیو تاکہ اصحاب کہف کی طرح اللہ تعالےٰ تم کو اُس کی شر سے بچاوے اور ظاہر ہے کہ آج تک گورنمنٹ اور اُس کے پادریوں نے کسی کو بالجبر عیسائی نہیں بنایا باقی مضامیں ان صفحات کے تردید پہلے گذر چکی ہے صفحہ ۱۱۷ کا حاصل مسلم کی حدیث میں اس جملہ پر فمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شھرا او اربعین عاما اعتراض۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدت مکث دجال کا علم نہیں **اقول** آنحضرت صلعم کو جس جس مضمون میں علم

تدریجًا قدر بیجا دیا جاتا تھا اس کو آپ بیان فرماتے ہیں اور جتنی قدر ہیں جب تک علم نہ
دیا جاوے اس کی لاعلمی بیان فرماتے تھے چنانچہ دجال کی نسبت پہلے آپکو پورے طور پر معلوم
نہیں ہوا اور پھر معلوم ہونیکے بعد حلیہ تفصیلی طور پر بیان فرمایا ایسا ہی یہ نسبت ایام اسکے بھی
سمجھنا چاہیئے۔ باقی مضامین اس صفحہ کی تردید ادنے توجہ سے طالب العلم بھی کرسکتا ہے اور پہلے
بھی گذر چکی ہے صفحہ ۱۱۰ کا حاصل فی قتلہ عند باب لُدّ کے متعلق فرماتے ہیں کہ لُدّ جمع اَلَدّ بمعنے جھگڑالو
مراد اس سے لاٹ پادری ہے جو بمعہ اپنے ماتحت کے پادریوں کے ہلاک ہو رہا ہے
یعنے مسیح موعود (قادیانی) اسکو ہلاک کر رہا ہے **اقول** ناظرین خدارا انصاف حدیث شریف
کے ساتھ کس قدر تمسخر ہو رہا ہے میں کہتا ہوں یہ تحریف نہایت بعید ہونیکی وجہ سے مردود
ہے اگر بالضرور آپ کو خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کے بکواس کی شوق ہے تو
پھر مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہے فی قتلہ عند باب لُدّ کا معنے یہ ہو کہ مسیح موعود دجال
کو قتل کریگا لدھیانہ کے دروازہ کے نزدیک قادیان میں۔ دجل یعنی تحریف وغیرہ تو عرصہ سے دفع
ہو رہی ہے۔ اب دیکھئے مسیح موعود کب تشریف لاتے ہیں ایسے واہیات مضامین کا جواب کیا لکھا
جاوے جواب تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص پیدا ہو یہا الناظرون
آیت اور حدیث کی تحریف سنی نہیں جاتی ورنہ ہماری انکی کوئی عداوت وغیرہ نہیں صفحہ ۱۱۹
کا حاصل طلوع الشمس من مغربہا کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ مخالف ہے والشمس تجری
لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم کے لئے ہاں تاویلی معنے صحیح ہوسکتا ہے
کہ مراد اس سے یہ ہو کہ آفتاب توحید اسلام کا طلوع مغرب سے ہوگا چنانچہ امریکہ اور یورپ کے
ملکوں میں آفتاب توحید کا طلوع شروع ہو چلا ہے **اقول** صحیحین میں مذکور ہے کہ مستقر تحت
العرش سو آفتاب کا چلنا اپنے قرارگاہ کی طرف بہر تقدیر ہوسکتا ہے خواہ مشرق سے آفتاب
کا طلوع ہو یا مغرب سے اور تاویلی معنی آپکا بالکل لغو ہے کیونکہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں وارد ہے
کہ تین علامات کے ظہور کے بعد کسی نفس کو ایمان لانا یا عمل صالح کرنا نفع نہ دیگا۔ مغرب سے آفتاب
کا طلوع الخ اب امروہی صاحب کے نزدیک معنی یہ ہوگا کہ امریکہ اور یورپ میں ظہور اسلام کے بعد کسی
نفس کو ایمان لانا نفع نہ کریگا۔ نعوذ باللہ من ھفوات الجاھلین صفحہ ۱۱۹ سے ۱۲۰ تک

ادنے طالب العلم بھی ان صفحات کے مضامین کو رد کر سکتا ہے صفحہ ۱۲۱ میں ریل گاڑی پر دابۃ الارض کا اطلاق ثابت کرنے کے لئے قاموس کی عبارت ذیل کو سند لاتے ہیں والدابۃ مادب من الحیوان وغلب علی ما یرکب جس سے صاحب قاموس کا یہ مطلب ہے کہ غالباً دابۃ کا اطلاق انہیں حیوانات پر ہوتا ہے جن پر سواری کیجاوے ص ۱۲۹ اور ۱۳۰ کا حاصل یدفن عیسےٰ ابن مریم مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً جسکو بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اسپر امروہی صاحب کے چند خدشات اوّل یہ معارض ہے دوسری روایت کے جو عینی میں لکھی ہے قیل یدفن فی الارض المقدسۃ پس بحکم اذا تعارضا فتساقطا کے ساقط الاعتبار ہونگے دوسرا یدفن معہ وفی قبری کے کیا معنے ہیں۔ معیت زمانی بھی لزوم کذب کی وجہ سے مراد نہیں ہو سکتی اور معیت مکانی بھی دور از عقل و نقل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا مزار شریف اکھاڑا جاوے اور حضرت عیسےٰ آپ کی قبر شریف میں دفن کئے جاویں۔ اور اگر لفظ معہ اور قبری سے بتاویل بعید آپکا مقبرہ مراد لیا جاوے تو معارض ہے حدیث ذیل سے قالت لما قبض رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم شیئاً قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع فراشہ۔ اخیر کا فقرہ چاہتا ہے کہ عیسےٰ بن مریم موضع فراش اپنے مدفون ہوں اور ظاہر ہے کہ موضع فراش عیسیٰ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا روضہ مقدسہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نہیں تھا لہذا یہ حدیث روضہ پاک میں مدفون ہونے مسیح بن مریم سے مانع ہے۔ **اقول** قیل یدفن والی روایت جسکے ضعیف ہونے پر قیل دال ہے بخاری کی روایت کو معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ معارض میں تساوی شرط ہے اگر امروہی صاحب کی طرح کہا جاوے کہ بخاری کی روایت کو آئت ذیل معارض ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا تو جواباً معروض ہے کہ اس آئت کا مفاد یہ ہے کہ منعم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں اسکا ہم کب انکار کرتے ہیں اور ہم کو مضر بھی نہیں۔ ہاں آئت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ منعم علیہم کا ایک دوسری

کے جوار میں مدفون ہونا نہیں ہو سکتا تو البتہ آیت مذکورہ معارض ہوتی بخاری کی حدیث
وابن هٰذا من ذاك اور مراد معی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقبرہ ہے اور ترمذی
کی حدیث مذکور بخاری کی روایت کو بوجہ عدم تساوی وضعیف ہونیکے معارض نہیں ہو سکتی
وقال غریب وفی اسنادہ عبد الرحمن بن بکر الملیکی یضعف من قبل حفظہ
ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ اور بالفرض اگر تساوی دونوں روایتوں کا مانا بھی جاوے تو بھی ترمذی
کی حدیث معارض نہیں ہو سکتی بلکہ موید ہے۔ کیونکہ ماقبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی
یحب اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالے ہر نبی کو اوسکی مرغوب ومحبوب جگہ میں مقبوض فرماتا
ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ موضع فراش محبوب تھا جس میں تنہا ہو کر شاغل
بحق ہوتے تھے لہذا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ادفنوہ فی موضع فراشہ اور عیسےٰ ابن مریم کو کیا بلکہ ہر
ایک مسلمان کو بغیر فرقہ مرزائیہ کے چونکہ مقبرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی محبوب ہے لہذا
بحکم اسی حدیث ترمذی کے انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقبرہ طیبہ میں مدفون ہونا
چاہئے تو موید کو معارض سمجھنا آپ ہی کا کمال ہے ہاں اگر بجائے فقرہ مذکورہ ماقبض اللہ
نبیا الا فی موضع فراشہ ہوتا تو پھر بظاہر آپکے خدشہ کی گنجایش تھی اگرچہ بعد الغور یہ فقرہ
بھی بخاری کی روائت کے معارض معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
ماقبض اللہ بصیغہ ماضی فرمایا ہے ارشاد کیوقت مسیح خارج تھا بلکہ ہم کہ سکتے ہیں۔ کہ
ماقبض اللہ کی جگہ اگر یا یقبض اللہ بھی بصیغہ استمرار تجددی کما ہو مدلول المضارع ہوتا تو بھی مسیح بروائت
بخاری مستثنےٰ ہو سکتا تھا۔ صٓ ۱۳۱ کا حاصل نزول مسیح ابن مریم بروزی طور پر ہوگا مسئلہ بروز
کو فتوحات کے باب ۶ ۳ اور ۸ ۳ میں ملاحظہ کیا جاوے۔ **اقول** فتوحات کے ابواب مذکورہ
کا حاصل پہلے لکھا گیا ہے جس میں اصلا بروز عرفی کا ذکر نہیں اور جو دلائل آیات سے مرزی صاحب
نے لکھے تھے انکا جواب بھی گذر چکا ہے صفحہ ۲۳ کا حاصل جو تعارضات اس قسم کے ہیں کہ بلحاظ
قواعد عربیہ اصول ادبیہ کے ان میں تطبیق نہیں ہو سکتی وہ بحکم اذا تعارضا تساقطا کے
ساقط الاعتبار ہیں **اقول** کوئی حدیث دوسری حدیث سے معارض مسئلہ نزول مسیح ابن
مریم بعینہ لا بمثیلہ میں نہیں چنانچہ مفصل لکھا گیا ہے آپ کے قواعد عربیہ او اصول ادبیہ مضحکہ

طلباء ہو رہے ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ سے ۱۴۶ تک ان صفحات میں جو کچھ امروہی صاحب نے متعلق آیتہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کے لکھا ہے وہی مضامین مکررہ ہیں جن کی تردید ہو چکی ہے صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک کا حاصل تمام قرآن مجید میں توفاہ اللہ بمعنے قبض اللہ روحہ کے آیا ہے اور تمام احادیث اور تمام صحابہ کرام کے محاورات میں اور تمام لغت کی کتابوں میں ایسا ہی ہے دیکھو لسان العرب تاج العروس قاموس وغیرہ وغیرہ قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی سوا آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر ایسی پیش کر دیویں جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض اللہ روحہ کے لئے ہوں جس طرح پر کہ ہم ۲۳ آیتیں قبض روح کے معنی میں پیش کرتے ہیں یا کسی حدیث یا صحابی کے محاورہ یا کتب لغات معتبرہ عرب میں سے اس قسم کے محاورہ کے معنی سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں تو حضرت اقدس مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ وجہ رابع میں مولف صاحب نے معنی مراد ہمارے بخوبی تسلیم کر لئے ہیں توفی یا بہ معنی نیند ہوگی یا بمعنے موت کے اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے بدلائل یقینیہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس میں رفع روحانی مراد ہے لہذا آیت متوفیک اور فلما توفیتنی میں چونکہ نیند کے معنے ہو نہیں سکتے لہذا معنے موت کا ہی متعین ہوا۔ اور پھر اگر تسلیم بھی کیا جاوے کہ آیت متنازعہ فیہا کے معنی پورا قبض کر لینے کے ہیں تو اس معنی سے جسم کا رفع آسمان پر کیونکر لازم آیا کیونکہ یہاں پر پورا قبض کر لینا بہ نسبت نوم کہا جا سکتا ہے اس وجہ سے کہ موت میں قبض تام یعنی قبض مع الامساک ہوتا ہے اور نیند میں قبض ناقص یعنی قبض مع الارسال **اقول** الحمد للہ کہ امروہی صاحب کو بھی بذریعہ شمس الہدایت کے اتنی روشنی تو ملی کہ توفی کا معنے منحصر موت میں نہیں رکھا چنانچہ قبل از ملاحظہ شمس الہدایت اپنے تصانیف میں بہ تقلید قادیانی توفی بمعنی موت ہی سمجھتے رہے اور نیند پر توفی کا اطلاق مجاز مستعار کے طور خیال فرماتے رہے دیکھو ازالہ اوہام جلد اول قریب ۲۳ آیات۔ اب اس جگہ امروہی صاحب صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۹ پر لکھتے ہیں (نو معنی اسکے سوا قبض اللہ روحہ کے اور کچھ نہیں) جس سے صاف اقرار پایا جاتا ہے کہ نیند بھی موت کی طرح معنی حقیقی ہے توفی کے لئے بعد ظہور تخالف بین المرشد والمرید اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ امروہی صاحب نے توفی کا معنی صرف قبض روح ہی لیا ہے

چنانچہ عبارت مسطورہ اونکی (قبض اللہ روحہ) اسی پر دال ہے تو موت اور نیند چونکہ فرد ہیں مطلق قبض روح کے لئے لہذا موت اور نیند معنی مجازی ٹھیرے کما ھو المقرر اللفظ الموضوع المطلق اذا استعمل فی فرد من افرادہ یکون مجازا اور یہ خلاف ہے ان کے مزعوم سے کیونکہ وہ موت کو توفی کا معنی حقیقی ٹھیراتے ہیں اور پھر نظر ثانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روح توفی کے کل تصریفات کے موضوع لہ سے خارج ہے اسپر آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا شاہد کافی ہے کیونکہ انفس کو جو بمعنی ارواح کے ہے مستلزم ہے مصادرہ علے المطلوب کو اور نیز منافی ہے آیت مسطورہ کے لئے پس معلوم ہوا کہ توفی کا مدلول صرف قبض ہی ہے جسکے لئے اضافت الی الروح یا الی غیر الروح اور بر تقدیر اول تقیید بالامساک یا ارسال عارض ہیں سے ہے بحسب اختلاف المواقع اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے عیسے ابن مریم کا رفع جسمی ثابت ہو چکا ہے جس کے برخلاف امروہی صاحب نے ۲۳ آیت سے متمسک ہو کر بہتیرے ہاتھ پاؤں سال بھر عنکبوت کی طرح مارے اور بحکم وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت آخرکار اسکے گھر کا تار و پود اکھاڑا گیا لہذا قول القائل توفی اللہ عیسے یا قولہ تعالے انی متوفیک اور فلما توفیتنی میں قبض جسمی لیا جاویگا اور یہ خیال کرنا کہ ۲۳ جگہ توفی سے معنے موت لیا گیا ہے لہذا اس جگہ بھی معنی موت ہی کا لیا جاویگا بالکل جہالت و بطالت ہے گویا بمنزلہ اس قول کے ہوا کہ آدم علیہ السلام بھی بدلیل انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج وقولہ تعالے خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب مخلوق من النطفہ ہے اور دوسری آیت جو آدم علیہ السلام کو آیات مسطورہ سے مستثنے ٹھیرا رہی ہے یعنے خلقہ من تراب اس کی تاویل مثلاً یہ ہے تراب سے نطفہ مراد لیا جاوے کیونکہ نطفہ خاکی انسان سے خارج ہوتا ہے اور خاک زاد مطعومات کے ہضم رابع کا فضلہ ہے یا قادیانی تاویلات کی طرح کہہ دیا جاوے۔ کہ تراب میں لطیف اشارہ ہے تر آب کی طرف یعنے تر و تازہ پانی وغیرہ بکواسات اور یہ سوال کرنا کہ قرآن مجید میں محل متنازع فیہ کے سوا کس جگہ توفی سے قبض جسمی لیا گیا ہے بمنزلہ اس قول کے ہوا جو مثلاً کہا جاوے کہ خلقہ من تراب کا معنے خاکی الاصل ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ

م علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اور قول بالتجرید چنانچہ امروہی صاحب ص۱۳۵ کے تتمہ میں لکھا ہے

نوع انسانی میں سے کسی شخص کا خاک سے بنایا جانا ثابت کیا جاوے ورنہ آدم کو بھی فتبہاد
کھوکھا امثال کے جو نوع انسانی ہیں موجود ہیں مخلوق من النطفہ ٹھہرایا جاویگا۔ اگر کہا جاوے
خلقہ من تراب میں ذکر تراب کا صریح طور پر واقع ہے بخلاف بل رفعہ اللہ الیہ کے کہ اس
میں قید (جسمی) مذکور نہیں تو ہم کہیں گے کہ ثابت بدلیل قطعی المذکور ہوتا ہے بڑا تعجب ہے کہ
جس سوال کا استحقاق ہم کو حاصل ہے وہی سوال ہم پر وارد کیا جاتا ہے جس امر میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر صحابہ اور تابعین وتبع تابعین مفسرین ومحدثین کا اتفاق اور اجماع
ہے اُس میں ہمارے سے احادیث واقوال صحابہ وغیرہم کے محاورات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔
اس سے بڑھکر اور ثبوت کیا متصور ہو سکتا ہے کہ احادیث نزول و قول عمرؓ روز وفات
شریف (انما رفع کما رفع عیسیٰ) جسکے پہلے فقرہ (انما رفع) ہی کی تردید خطبہ صدیقیہ
میں کی گئی اور فقرہ ثانیہ (کما رفع عیسیٰ) بوجہ مسلم اور اجماعی ہونے کے مقولہ عمرؓ میں مشبہ
بہ ٹھہرایا گیا اور اجماعی ہونیکی وجہ سے خطبہ صدیقی کے تردید بھی اسکی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی
ورنہ درصورت مردود ٹھیرانے (کما رفع عیسیٰ) کے ائمہ کے اقوال مسطورہ ذیل جو پہلے بھی
بالبسط لکھی گئی ہیں کیسے صحیح ہو سکتی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سب امت مرحومہ کا اجماع ہے
نزول مسیح ابن مریم بعینہ لا بطریق البروز پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کے مجمع علیہ ہونے کو کیونکہ
نزول بعینہ کا مجمع علیہ ہونا بغیر اسکے کہ رفع جسمی مسیح کو مجمع علیہ مانا جاوے ہو ہی نہیں سکتا
علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں انہ یحکم بشرع نبینا ووردت بہ الاحادیث
وانعقد علیہ الاجماع اور شوکانی نے مؤلف مستقل میں اسکو بالوضاحت لکھا ہے اور غیر
اُسکے نے اپنی تالیفات میں اور طبری نے اسکی تصحیح کی ہے دیکھو فتح البیان صفحہ ۳۴۴ جلد (۲)
اور نووی صحیح مسلم کی شرح جلد اخیر کے صفحہ ۴۰۳ پر لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام وقتل الدجال
حق صحیح عند اہل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذلک ولیس فی العقل ولا
فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ الخ اب عاقل کو بعد لحاظ مضمون بالا ہمیں کوئی تردد
نہیں رہتا کہ معنی قبض جسمی کا مطابق محاورہ قرآن وسنت واقوال صحابہ وتابعین وائمہ
مجتہدین ومفسرین ومحدثین وفقہا کے ہے۔ یہ سوال تو ہمارا حق ہے کہ آپ محاورہ قرآن

یا حدیث یا اقوال صحابہ وغیرہم سے نزول بروزی کو ثابت کریں یا صرف رفع روحانی کا مراد ہونا کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی وغیرہم سے دکھلائیں۔ رہی لغت سو اُس کا وظیفہ یہ نہیں کہ اُس میں متعلقات فعل میں سے سوا دا شتائیہ کا ذکر بھی ضروری سمجھا جاوے تا کہ توفی اللہ عیسےٰ بمعنے رفع اللہ جسم عیسیٰ کا ذکر واجب ہو۔ جب لغت نے منجملہ معانی توفی کے معنے رفع کا بھی شمار کر دیا تو بعد قیام قرینہ ایک معنیٰ کی تعیین من بین المعانی ہو سکتی ہے احادیث متواترہ اور اجماع سے بڑھکر کونسا قرینہ ہوگا اجماع کے برخلاف صرف بعض معتزلہ کا قول نقل کیا گیا ہے جس میں انکار از احادیث نزول اُن کی طرف منسوب ٹھیرا ہے۔ اس قول کو علماء نے بوجہ بناء فاسد علے الفاسد کالمعدوم خیال کر کے معادم اجماع نہیں قرار دیا چنانچہ نووی کی عبارت سے جو پہلے بالاستیعاب مذکور ہو چکی ہے صاف ظاہر ہے قول بالبروز کو صوفیہ نے بوجہ مخالفت اجماع واحادیث صحیحہ متواترہ کے مردود لکھا ہے چنانچہ پہلے گذر چکا ہے اولٹا قادیانی صاحب اس قول کو جو صوفیہ کرام کے نزدیک مردود ٹھیرا ہے صوفیہ کرام ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دیکھو اقتباس الانوار۔ بعد ثبوت اس امر کے کہ معنے قبض جسمی کا قرآن اور حدیث و اقوال صحابہ وغیرہم سے ثابت ہے اب ہم امروہی صاحب کے اس قول کی طرف جو صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے (لغات معتبرہ عرب میں سے کسی ایک سے بھی اس قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں) ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں جواباً معروض ہے اور بالمقابل درخواست ہے کہ آپ ہی توفی اللہ عیسےٰ کو جو حکایت ہے عیسےٰ کی توفی قبل النزول سے کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی یا لغات معتبرہ عرب سے نکال دیویں کہ فقرہ مذکورہ میں توفی بمعنی موت کے ہے۔ ہم نے تو توفی اللہ عیسےٰ قبل النزول کا معنے حسب تصریح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجماع صحابہ وغیرہم کے قبض جسمی کا ثابت کر دیا ہے جس پر لغت بھی شاہد ہے کیونکہ توفی بمعنے قبض کے تصریح لغت میں موجود ہے اور خصوصیت قید جسمی کی خصوص مقام سے مستفاد ہے اور اسی معنے کی طرف امام فخر الدین رازی نے صحت کی نسبت کی ہے۔ انی متوفیك التوفی اخذ الشیٔ وافیا الیٰ قولہٖ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و

بجسدہ پھر اسکے مابعد لکھا ہے وھو جنس تحتہ انواع بعضہا بالموت وبعضہا بالاصعاد الی السمآء۔ تفسیر کبیر۔ وقال ابن جریر توفیہ ھو رفعہ۔ ابن کثیر اور لغت میں تصریح کی گئی ہے کہ توفی کا اطلاق میت پر بعد تحقق موت مجاز ہوتا ہے نہ حقیقۃ چنانچہ تاج العروس میں ہے ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای الموت والمنیۃ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ وفی الصحاح روحہ۔ اس عبارت میں توفاہ اللہ کے محاورہ کو معنے موت میں مجاز لکھا ہے جس سے ثابت ہوا کہ فلما توفیتنی میں معنے موت کا لینا مجاز ہے اور چونکہ احادیث نزول و اجماع کے رو سے ارادہ معنے حقیقی یعنی قبض کاملین اور مجازی یعنی موت کا بغیر تقدیم وتاخیر متوفیک ورافعک میں ممتنع ہے تو قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین وغیرہم ولغت سے ثابت ہوا کہ توفی اللہ فلاناً کا محاورہ نفس قبض میں بھی مستعمل ہوتا ہے مجمع البحار میں ہے وقد یکون الوفاۃ قبضا لیس بموت چنانچہ یہی معنے سورہ انعام اور زمر کی آیات سے مراد ہے۔ اب ہم زور سے کہہ سکتے ہیں کہ توفی کا استعمال حقیقۃ نفس قبض میں ہے اور موت اور نیند میں مجازاً تو ارادہ موت یا نیند بغیر قرینہ صارفہ کے جائز نہ ہوگا ۲۵ مقام میں سے دو مقام متنازع فیہ یعنے متوفیک و توفیتنی میں بعد لحاظ خصوص المحل تو علۃ موجبہ لارادۃ المعنے الحقیقی موجود ہے باقی تیئیس مقامات میں بعد قیام قرینہ کسی جگہ موت کسی جگہ نیند کسی جگہ کچھ اور مراد ہے دیکھو لسان العرب و تفاسیر محاورہ مذکور کا استعمال استیفاء عمر میں بھی ثابت ہے مجمع البحار میں متوفیک اے مستوفی کونک فی الارض۔ اور تکملہ مجمع البحار میں توفی کے محاورہ کا استعمال بھی استیفاء عمر میں معلوم ہوتا ہے توفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ ظاھرہ لا یلائم ماروی انہ لم یصب احد منھم شیئ۔ اس سے ثابت ہوا کہ توفی کا معنے اکمال عمر بھی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے اس معنی کے لینے پہ شواہد لئے جاتے ہیں جکے ارادہ پر سارے عالم کا بغیر از چند جہلاء کے اتفاق ہے اور معنے حقیقی بھی بحسب تصریح کتب لغت وہی ہے اور اپنی خبر ہی نہیں کہ سراسر جہالت وتحریف و مخالفۃ اجماع واستنباطات فاسدہ وغلط بیانی سے کام لیا گیا ہے یہانتک کہ ائمہ دین

کی طرف خلاف مذہب اُنکا منسوب کیا گیا ہے اور غیر اجماعی کو اجماعی و بالعکس ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ایک آیت بھی سوائے آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر کے ایسی پیش کریں جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سوائے قبض روح کے لئے ہوں اس کے بالمقابل ہماری درخواست ایسی نظیر ہم پیش کریں گے مگر پہلے آپ کسی آیت میں منجملہ ۲۴ آیات کے توفی کے وقوع کا محل ایسا شخص بتاویں جسکے زندہ اُٹھایا جانے پر احادیث صحیحہ متواترہ و اجماع امت شاہد ہوں تاکہ ہم وہاں پر بھی قرینہ موجبۃ للتعیین کی وجہ سے معنے قبض جسمی کا لیویں کیونکہ ہمارے ارادہ کی مدار تو اسی پر ہے مگر سمجھا جاتا ہے کہ اس سوال کی نظیر یہ ہے کوئی کہے مثلاً سب جگہ قرآن میں آدمی کا پیدا ہونا نطفہ سے مذکور ہے جس پر قانون قدرت کے نظائر متکثرہ بھی شاہد ہیں تو محل متنازعہ خلقہ من تراب میں بلا تاویل آدم کا مٹی سے پیدا ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ آدم کے بغیر کسی اور کا پیدا ہونا مٹی سے کسی آیت میں دکھایا جاوے ورنہ ایک شخص کا مخالف ہونا اپنے نوع سے پیدائش میں کیا معنے رکھتا ہے اور اوپر ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا بھی موجود ہے لہذا خلقہ من تراب واجب التاویل ٹھہرا۔ ناظرین قادیانی و امروہی صاحبان کے استدلات اسی قسم کے ہیں الحاصل محل نزاع میں چونکہ خصوصیت محل ہی موثر تعیین معنی قبض جسمی ہیں لہذا نظائر کا مطالبہ جہالت ہے ہاں اس نزاع کا فیصلہ ایک آسان طریق سے ہو سکتا ہے اگر آپ خصوصیات کے بالمقابل امتناع خصوصیت پیش کریں اور وہ مستلزم ہے انکار احادیث صحیحہ اجماع و تصریحات علماء و کتب لغت کو۔ اخیر میں امروہی صاحب نے آیت متنازعہ فیہا میں معنی قبض کا تو مان لیا ہے مگر قبض مع الامساک کو بہ نسبت قبض مع الارسال کے ناقص ٹھہرانے کی وجہ سے استلزام رفع جسمی کا قول نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ دلائل خصوصیت محل بعد الاقرار بمعنے القبض کے جبراً استلزام مذکور کو تسلیم کراتے ہیں فتسلیم معنی القبض بالاستیعاب اقرار بالرفع الجسمی من حیث لا یشعر اور ہم نے شمس الہدایت میں توفی کا معنے مطلق قبض لکھا ہے پس ہمارے پر یہ الزام کہ توفی کا معنے قبض روح مان لیا ہے) بالکل بہتان ہے دیکھو صفحہ ۴۰ شمس الہدایت کا سطر ۱۸ کا حاصل وہی بہتان بہ نسبت کتاب اللہ و محققین علماء اسلام و صوفیاء کرام کے کہ یہ سب بر روئے

ثبت ہیں **اقول** بالکل لغو اور جہالت سے چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے عوالیا میں تو
کتاب سلاطین سے تمسک اور صور ایلیا سے انکار جو دونوں اسمیں سے مذکور ہیں یہی مطلب
شمس الہدائیت کا صفحہ ۱۵۱ کا حاصل شمس الہدائیت کی عبارت (یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے
اناجیل اربعہ سے کام لیکر الی قولہ منحرف نہیں ہوئے) اسپر امروہی صاحب لکھتے ہیں لعنۃ اللہ
علی الکاذبین مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا تو ہم رد ہی کر رہے ہیں ہمارے تمام رسائل میں
اسکا رد موجود ہے **اقول** امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے مسیح کا مصلوب
ہونا اناجیل سے نہیں لیا کیونکہ مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا تو ہم رد ہی کر رہے ہیں ہاں صرف
صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر قتل بالصلیب سے محفوظ رہنا لیا ہے مگر وہ بھی قرآن مجید سے
گویا قادیانی صاحب پر دو وجہ سے بہتان باندھا گیا ایک یہ کہ اُسنے مسیح کو مصلوب نہیں کہا مگر
اوسکی طرف یہ ناگفتہ قول منسوب کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اوسنے صلیب پر چڑھایا جانا مسیح
کا اور پھر محفوظ رہنا اناجیل سے نہیں لیا باوجود اسکے یہ ناکردہ گناہ بھی اُسپر عائد کیا جاتا ہے لہذا
ہم مفتری کاذب پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں بعینہٖ غرض امروہی صاحب
کے جواباً معروض ہے کہ ازالہ اوہام حصہ اوّل کی صفحہ ۳۸۱ سطر ۲ پر ملاحظہ ہو کہ قادیانی صاحب لکھتے ہیں
(سو انہوں نے تین مصلوبوں کو صلیب سے اُتار لیا پھر اسی صفحہ پر ہے (بالاتفاق مان لیا گیا ہے
کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آجکل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر
ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے پھر اسی صفحہ میں ہے (جن کی وجہ سے چند منٹ میں ہی
مسیح کو صلیب سے اُتار لیا گیا) اور پھر صفحہ ۳۸۲ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں (پس سطور سے مسیح زندہ بچ گیا)
ناظرین عبارات مسطورہ بالا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ شمس الہدائیت کے دونوں الزام قادیانی صاحب
پر واقعی اور سچی ہیں کیونکہ ازالہ میں اناجیل کی روایات سے یہ مضمون لیا گیا ہے اور زندہ مسیح پر مصلوب
کا اطلاق بھی کیا گیا ہے لہذا شمس الہدائیت کا انتساب صحیح اور بجا ٹھیرا اور لسان العرب کی نقل
اُلٹی قادیانی پر پڑی۔ اب ہم ترکی بہ ترکی لعنت نہیں دیتے بلکہ ہمارے لعنۃ اللہ علی
الکاذبین کے بھی کہتے ہیں (یغفر اللہ للخاطئین) اس مقام پر امروہی صاحب نے لسان
العرب کا حوالہ دیکر اپنے مرشد صاحب کو بچانا چاہا مگر یہ نہیں معلوم کہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر

لہ لسان العرب میں الصلب القتلۃ المعروفۃ مجاز مرسل کے طور پر اطلاق ہوا ہے بوجہ لزوم تکرار بے فائدہ نہیں لیا جا سکتا کما مر فی بیان معنی وما صلبوہ ۱۲ منہ

اُسکو جانے دیجئے اپنا فکر کیجئے پاداش لعنت بہ لعنت تو ہمنے معاف کیا مگر یہ گل دیگر شگفت کیا ہے جو آپ اسی مقام پر لکھتے ہیں (دیکھو بحث حرف لکن کی جو واسطے دفع کرنے وہم ناشی عن الکلام السابق کے آتا ہے کما مر) کیا صلیبی واقعہ بغیر قتل کی واقعیت قرآن مجید سے آپ ثابت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں کما مر۔ الغرض اناجیل کو بوجہ خود غرضی کے مانتے بھی ہیں اور اسی وجہ سے پھر منحرف بھی ہوتے ہیں اور جھٹ قرآئن قویہ بھی پیدا کر لیتے ہیں کیا یہ چند اصول آپکے (قرائن قویہ) (قانون قدرت) (تعارض) اور (تساقط) بے محل روافض کے تقیہ کی طرح نہیں ص۱۵۲ کا حاصل وہی ہے جسکی تردید بحث لعنت و احادیث نزول و اجماع میں گذر چکی ہے صفحہ ۱۵۳ کا حاصل صحیح بخاری میں ہے قال ابن عباس متوفیک ممیتک جسکی اسناد عمدۃ القاری میں حسب ذیل لکھی ہے۔ ثم ان تعلیق ابن عباس ھذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس اور یہ مخالف ہے ان مرویات کے جو بل رفعہ اللہ الیہ اور ایسا ہی ولکن شبہ لھم اور ایسا ہی فلما توفیتنی اور ایسا ہی قبل موتہ اور ایسا ہی وانہ لعلم للساعۃ کے متعلق لکھے گئے ہیں جبتک وہ روایات علی شرط البخاری نہوں اور دیگر نصوص قطعیہ کے برخلاف بھی نہوں اور باہم بھی تعارض نہوں تب تک کیونکر اُنکو قبول کیا جاوے آپ اپنے مرویات کی رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کیجئے اور بعد اسکے وجوہ ترجیح بیان کیجئے پھر ہمیں قبول کرنے سے کیا انکار ہے **اقول** روایت قال ابن عباس متوفیک ممیتک ہمارے مرویات متعلقہ آیات مذکورہ کے برخلاف نہیں الا درصورتیکہ متوفیک و رافعک الی میں قول بالتقدیم والتاخیر نہ کیا جاوے اور فلما توفیتنی کے صدر میں قال بمعنی یقول نہ لیا جاوے مگر قتادہ سے قولہ سبحانہ انی متوفیک و رافعک الی میں انی رافعک الی و متوفیک مروی ہے جسکو مفسرین نے منظور رکھا ہے اور بخاری نے قال بمعنے یقول لیکر آیت فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول ٹھہرایا ہے دیکھو صحیح بخاری اسی صفحہ میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بخاری نے متوفیک بمعنی ممیتک کا تحقق فیما بعد النزول لیا ہے یہ تو بخاری کا فیصلہ ہے۔ رہا قول بالتقدیم والتاخیر جو قتادہ سے مروی ہے سو اسکا قائل بخاری بھی ہے چنانچہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اور علامہ سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لایا ہے اور چونکہ علامہ

سیوطی کی نسبت ازالہ اوہام میں بڑے زور اور بسط سے لکھا گیا ہے کہ انکے پاس صحت کا معیار کشف بھی ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اوّل صفحہ ۱۵۰ سے ۱۵۴ تک جسمیں یہ بھی مندرج ہے کہ صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی سند ہے اور پھر صفحہ ۱۵۱ میں جلال الدین سیوطی کو اہل کشف میں سے شمار کیا گیا ہے جنہوں نے بہتیری حدیثوں کی تصحیح بذریعہ کشف کی ہے اور پھر صاحب کشف کی تصحیح کو علماء حدیث کی تصحیح پر ترجیح دی گئی ہے۔ اب ہم قادیانی صاحب اور وہی صاحب حسب منشاء سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ شخص فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول کہتا ہوا اور آیت متوفیک و رافعک الی میں تقدیم و تاخیر کے قول کو منظور رکھنے والا وہی امام بخاری ہے اور وہی امام ہمام جلال الدین سیوطی ہیں یا کوئی اور بر تقدیر اول حسب مسلمات اپنے کے تائب ہو کر اہل اجماع و مومنین بما جاء به الرسول علیه السلام کے ساتھ شامل ہو جائیں اور بر تقدیر ثانی انکی مغایرت اپنی بخاری و علامہ سیوطی مسلم شدگان سے ثابت کیجئے ودونه خرط القتاد۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ بخاری کی روایت ہمارے مرویات مذکورہ فی شمس الہدایت کی برخلاف نہیں تو تعارض کہاں ہے تاکہ بیان توثیق و ترجیح کی ضرورت ہو۔ ہاں اگر آپکو صرف رفع جہالت کی غرض ہے تو اثر ابن عباس متعلق بل رفعه الله الیه کی اسناد کو حسب ذیل ابن کثیر میں دیکھو قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس الخ پھر اسی کے متعلق لکھتے ہیں وهذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواه النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویة نحوه وکذا رواه غیر واحد من السلف الخ اثر کے کسی فقرہ میں الفاظ کا اختلاف قدر مشترک کو جس پر اجماعی عقیدہ کا مدار ہے مضر نہیں ہو سکتا۔ اور ابن جریر نے ابی مالک سے اور عبد بن حمید و ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے متعلق آیت وان من اهل الکتاب کے اخراج کیا ہے اور حافظ ابن کثیر و علامہ سیوطی وغیرہم من الثقات کی توثیق و تصحیح کافی ہے اور چونکہ یہ مرویات بخاری کی روایت مذکورہ بالا بلکہ مذہب اہل حق کے لئے مؤید ہیں لہذا واجب التسلیم ٹھیرینگے۔ دیکھو مقدمہ فتح البیان جس میں خلاصہ کے طور پر یہ بھی مندرج ہے کہ سیوطی جیسے لوگوں کا اخراج کافی ہے توثیق اسناد میں اور قادیانی صاحب کے نزدیک تو کشفی معیار والوں کو ائمہ صحاح ستہ پر بھی فوقیت ہے بناءً علیہ اگر بخاری کی روایت اور ہمارے مرویات میں بالفرض تخالف بھی ہوتا تو

سوال مذکور کے مستحق ہم تھے یعنے یہ کہ سکتے تھے کہ ہماری مرویات چونکہ کشفی معیار سے تصحیح کی گئی
ہیں لہذا بخاری کی روایت بحسب مسلمات و مصرحات آپکے اونکی معارض نہیں ہو سکتی اور بر تقدیر فرض
التساوی بحکم اذا تعارضا فتساقطا کہ دونوں ساقط الاعتبار ٹھیرینگی پس سب آیات توفی میں وہی
معنی قبض جسمی کا بحسب خصوص المحل متعین ہوگا۔ جب آپ یہ دشوار مرحلہ طے فرما دینگے وودنہ خرط
القتاد پھر بھی آپ کو اہل اجماع ہی کے ساتھ شامل ہونا پڑیگا۔ صفحہ ۱۵۳ کی اخیر سے صفحہ ۱۶۹
تک کا حاصل نمبر ۱ پیشگوئی کی حقیقت تفصیلی پر اجماع کا انعقاد کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امت
ایسی پیشین گوئی کی تفصیلی حقیقت پر اجماع کرے تو یہ اجماع کہلانہ نہیں تو اور کیا ہے نمبر ۲
مسیح کے رفع جسمانی پر کس وقت میں تمام مجتہدین نے اجماع کیا بلکہ وفات شریف کے دن
کل صحابہ کا اجماع کل مرسلون کی بالخصوص عیسےٰ ابن مریم کی وفات پر منعقد ہوا دیکھو ہمارا
رسالہ القسطاس المستقیم وغیرہ کو نمبر ۳ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج اور عیسےٰ ابن مریم کا
رفع اگر جسم کے ساتھ ہوتا تو منکرین کو اسکا دکھایا جانا ضروری تھا۔ نمبر ۴ کوئی حدیث صحیح یا
ضعیف دکھائی جاوے جس میں عیسےٰ کا رفع بجسدہ العنصری مذکور ہو نمبر ۵ بڑا افسوس ہے علما
اتنا بھی نہیں جانتے کہ نزول کا معنے کسی مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے نمبر ۶ قدر مشترک احادیث
نزول کا مصداق بالضرور حضرت اقدس ہیں نمبر ۷ مطالبہ اس امر کا کہ متمسک بہا مرویات کے
کل رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کی جاوے نمبر ۸ ابن عباس کے نزدیک اگر
متوفیک کا معنے ممیتک نہیں تو پھر دوسرا کوئی معنی با بن عباس سے نقل کرنا ضروری تھا نمبر ۹
تمام قرآن مجید و محاورات عرب میں توفاہ اللہ کا معنے قبض اللہ روحہ کا آیا ہے۔ نمبر ۱۰
مدت اقامت مسیح کی روایات میں جو تعارض ہے اسکی تطبیق بھی تو ضروری ہے نمبر ۱۱ میں
افسوس کرتا ہوں کہ آپ ناحق اس مناظرہ میں شامل ہو کر دقت میں پڑگئی آپ کو جہال میں
معتبر بننے کے لئے گدی نشینی ہی کافی تھی **اقول** نمبر ۱ پیشگوئی کے قدر مشترک پر جو نزول مسیح
ابن مریم بعینہ لا بشبیہ ہے اجماع ہے نہ ہر ایک خصوصیت متعارضہ بالاخرے پر چنانچہ آپ کا
اقرار نمبر ۱۱ میں موجود ہے اجماع امت کو کوارا نہ کہنا آپ ہی کا کام ہے نمبر ۲ مجتہدین کے اقوال
مفصلا تبدا ار رسالہ میں اور ایسا ہی خطبہ صدیقیہ کا بیان بھی پہلے گذر چکے ہیں نمبر ۳ یہ صلاح

اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ دیجئے تاکہ علاوہ لنزیہ من اٰتینا و عصمۃ عن الیہود کے اوفلیہ بھی حاصل ہو جاتا نعوذ باللہ من ھفوات الجاھلین ع۴ حدیث چونکہ قول صحابی کا بھی شامل ہے لہذا ابن عباس کا اثر جسکو اوپر باسناد صحیح بحوالہ ابن کثیر و نسائی وغیرہ کے ذکر کیا گیا ہے بلکہ کل احادیث نزول کی بعد بطلان احتمال البروز رفع بجسدہ العنصری کو مثبت ہیں نمبر ۵ علماء کو نزول بعد الرفع الجسمی کا ماننے خوب معلوم ہے آپ کی نادانی قابل افسوس ہے نمبر ۶ آپنے اس مقام میں اپنی ساری کتاب کے برخلاف احادیث نزول سے قدر مشترک کے ثبوت کا اقرار کر دیا گویا کل کارروائی اپنی کا تار و پود اکھاڑ دیا۔ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ع۷ اس مطالبہ کا جواب گذر چکا ہے ع۸ آپ کو کچھ فن مناظرہ سے بھی وقوف ہے کیا مانع کو مدعی خیال فرماتے ہیں۔ ہاں رفع جہالت کے لئے اگر سوال ہے تو تبرعاً دکھلایا جاتا ہے ابن عباس کا وہ قول جو بحوالہ درمنثور فلما توفیتنی کے متعلق اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس الخ شمس الہدائیت میں لکھا ہوا ہے ع۹ اسکا جواب پہلے گذر چکا ہے نمبر ۱ ابوہریرہ کی حدیث مرفوع میں جو ابو داؤد میں ہے جسکو باسناد مبہم احمد نے بھی روایت کیا ہے مدت اقامت عیسےٰ چالیس سال مذکور ہے اور مسلم والی حدیث جسمیں سات سال کا ذکر ہے انکے مابین تطبیق پہلے بیان کی گئی ہے اور نعیم بن حماد والی حدیث جس میں اُنیس سال والی حدیث کے بوجہ عدم تساوی معارض نہیں ہو سکتی البتہ بخیال اثبات قدر مشترک ہمارے مدعی کے لئے مفید ہے سیوطی کی مرقاۃ الصعود اور بیہقی کی کتاب البعث والنشور کو ملاحظہ فرماویں۔ نمبر ۱۱ گیارہواں ایراد لاحاصل معلوم ہوتا ہے لہذا میں اقرار کرتا ہوں کہ ع بنشر زانم کہ خواہی گفت آنی۔ صفحہ ۱۵۹ کے نصف سے لیکر صفحہ ۱۶۱ تک کا حاصل ان صفحات میں امروہی صاحب نے ابن عباس و قتادہ و بخاری بلکہ جتنے مفسرین کہ جنہوں نے متوفیک ہی معنے ممیتک لیکر آیت میں تقدیم تاخیر کہی ہے سب کیطرف تمسخر کے طور پر نسبت اصلاح فی القرآن کی کی ہے یعنی قائل بالتقدیم و التاخیر قرآن میں اصلاح کرتا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی چاہیے تھی یا عیسےٰ انی رافعک الی ثم متوفیک بعد الاصلاح بھی مطلب نہ بنا رہی کیونکہ بعد رفع کے بھی اب تک آسمان پر حضرت عیسےٰ کی وفات نہیں ہوئی ع۳ پیشین گوئی و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمۃ کی بھی چونکہ شمس الہدایت

کی تصریح کے مطابق واقع ہوچکی ہے دیکھو صفحہ ۵۴ سطر ۲۳ لہذا مؤلف کے نزدیک نظم قرآنی یوں ہونی چاہئے کہ یا عیسٰے انی رافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا ومتوفیک الی یوم القیمۃ پھر متوفیک الی یوم القیمۃ کے کیا معنے ہونگے اور اگر الی یوم القیمۃ کو بھی آپ متوفیک سے مقدم کرینگے تو آپ کے نزدیک حضرت عیسٰے کی وفات بعد قایم ہونے قیامت کے ہوگی۔ ایھا الناظرین کیا ایسا ہی عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ ہوتا ہے ؟ قول تقدیم و تاخیر کا بغیر اُن فوائد کے جو مقتضائے اعجاز بلاغت ہیں محض غلط ہے کما قال اللہ تعالیٰ ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون ولقولہ علیہ السلام ابدٔ بما بدٔ اللہ بہ فبدٔ بالصفا فرقی علیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بمعہ امت مرحومہ کو مکلف ہیں اس امر کے کہ ترتیب نظم قرآنی کے بموجب عمل درآمد فرماویں **اقول** ؟ قول بالتقدیم والتاخیر کا معنے یہ نہیں (کہ اصل عبارت بجائے نظم قرآنی کے یوں ہونی چاہئے تھی) جیسا کہ آپنے سمجھا ہے۔ بھلا جس قرآن کریم کا یہ شان ہے قال تعالے قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا اس میں یوں نہ چاہئے یوں چاہئے کیسے متصور ہوسکتا ہے بلکہ معنی اسکا یہ ہے کہ ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں یعنی مقدم فی الذکر مثلاً موخر فی الوقوع ہے لیکن اختیار کرنا اس طرز کا ضرور کوئی وجہ رکھتا ہے جسکے بغیر وجوہ اعجاز و فوائد علم بلاغت متحقق نہیں ہو سکتے پس نظیر بدیں وجوہ فوائد نظم کو ایسا ہی ہونا چاہئے گو کہ مقدم ذکری مثلاً وجود او تحقق میں موخر ہی ہو۔ ایھا الناظرون امروہی صاحب نے کہاں کی کہاں لگادی نمبر ۲ انی رافعک الی ثم متوفیک یا ومتوفیک کیا اسکا مقتضے یہ ہے کہ حضرت عیسٰے آسمان پر مرے۔ بتائیے کس مادہ ماہیت کا مدلول ہے نمبر ۳ یہ پیشگوئی بوجہ امتداد و استمرار فوقیت تا بروز قیامت متحقق نہیں ہوچکی اور نہ شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مفاد ہے دیکھو صفحہ مذکورہ سطر ۲۳ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفاء راشدین کے وقت میں یہود کا مغلوب ہونا کیا اسپر فوقیت تابعین الی یوم القیمۃ کا اطلاق

کیا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور ترتیب فی التحقق و الوجود برعایت مدلول احادیث متواتر فی النزول اسطرح پر معلوم ہوتی ہے انی رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ کیونکہ جعل مستمر الی یوم القیمہ کا تحقیق قیامت تک متصل متصور ہو سکتا ہے ایھا الناظرین کی جگہ ایھا الناظرون چاہیئے۔ دیکھو ہدایت النحو و کافیہ نمبر ۴ الحمد للہ کہ آپ تقدیم و تاخیر کو مان گئے ہاں صاحب دوسرے لوگ بھی تقدیم و تاخیر کو اسی معنی سے لیتے ہیں۔

ہر چہ دانا کند کند ناداں ✦ لیک بعد از قبول رسوائی

اور آئیت ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون کا یہ معنی نہیں کہ ترتیب ذکری اور وقوعی کا تطابق ضروری ہے ورنہ حسب بلاغت آپ کے کلام الٰہی کاذب ہوا جاتا ہے لوجود شواھد التقدیم والتاخیر اور حدیث شریف ابدءُ بما بدء اللہ کا مطلب یہ نہیں کہ آئیت ان الصفا والمروۃ کی ترتیب ذکری قطع نظر بیان حدیث سے مثبت ہے وجوب تقدیم صفا یا مسنونیت یا استحباب اوسکے لئے بلکہ مثبت انکی حدیث ہے چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے لانہ یحتج بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدؤا بما بدأ اللہ بہ فکیف یستدل بخبر الواحد علی اثبات الفرضیۃ انتھی موضع الحاجۃ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابدءُ بالصفا کی جگہ ابدءُ بما بدء اللہ بہ فرمانا محسنات بلاغت سے ہوا نفس ترتیب نظم بغیر بیان سنت قولی یا فعلی کے احکام میں یا بیان تاریخی کے واقعات میں اگر موجب ہو تقدیم فی الوقوع کیلئے تو چاہیے کہ حسب آئیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوٰۃ کے ادائے زکوٰۃ کی تقدیم ادائے صلوۃ پر ناجائز ہو جسکا کوئی بھی قائل نہیں ایسا ہی و اذ قتلتم نفسا الخ میں ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں ہاں اس طرز بیان کو اختیار کرنا وجوہ بلاغت کے لئے ہے اس سے ثابت ہوا کہ تقدیم صفا کی مروہ پر مفاد ہے حدیث ابدءُ یا ابدؤا بما بدء اللہ کا۔ ما نحن فیہ یعنی توفی مسیح کا چونکہ بیان احادیث نزول کے رو سے متاخر الوقوع ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا انی متوفیک و رافعک کو بر تقدیر ارادہ معنے موت کے از قبیل تقدیم و

وتاخیر ماننا پڑا گویا جناب کی نظیر پیش کردہ ہمارے مدعی کی موید ٹھیری ص۱۶۱ کی اخیر سے ص۱۶۳ تک کا حاصل در منثور وغیرہ میں جو تقدیم وتاخیر مروی ہے اسکی نسبت سوال کیا جاتا ہے کہ اول تو آپ ان مرویات کی اسناد اور انکے رجال کی توثیق مثل اس اثر ابن عباس کے جو صحیح بخاری میں مندرج ہے علی شرط البخاری ثابت کیجئے بعد اسکے ہم سے جواب لیجئے نمبر۲ ہماری تطبیق بین النصوص پر کوئی حاجت نہیں جو تقدیم تاخیر کا قول کیا جائے نمبر۳ تفسیر عباسی کی نسبت بحوالہ مجمع البحار واتقان وقول شافعی ثابت ہوچکا ہے کہ اس کی روایت کا سلسلہ جھوٹھا ہے پس قرآن مجید کی ترتیب نظم میں تقدیم وتاخیر کو ایسے کذابین کے مرویات سے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ **اقول** امام بخاری اور صاحب مجمع البحار اور صاحب اتقان اور امام شافعی کا چونکہ مذہب وفات مسیح بعد النزول کا ہے چنانچہ پہلے ثابت ہوچکا ہے تو بر تقدیر ارادہ معنی ممیتک کے متوفیک سے یہ سب حضرات تقدیم وتاخیر کے قائل ہونگے کیونکہ بغیر اس کے قول بالوفات بعد النزول کا کوئی معنی نہیں لہذا ہمارے مرویات تو انہیں کے مرویات ٹھیری صراحتہ یا اقتضاءً اگر آپ کو انکی جرح والتعدیل پر اعتماد ہے تو اندرینصورت انکے مذہب کا تخالف کیا معنے رکھتا ہے ان کے مذہب سے برخلاف ہونا تو اسی وجہ سے ہے کہ ان کا قول قابل اعتبار آپکے نزدیک نہیں پس چاہیئے کہ تفسیر عباسی کی نسبت انکی جرح بھی ساقط الاعتبار ہو بنا برآن بہ نسبت تفسیر عباسی کے آپ تو جرح نہیں کر سکتے مگر ہمارے نزدیک چونکہ ان بزرگوں کے جرح بوجہ اتحاد مذہب کے غیر معتد بہ نہیں ٹھہر سکتے لہذا ہمکو عباسی کا مجروح ہونا مسلم ہے مگر عباسی کی نقل سے ہمکو اثبات مدعی کا مقصود نہیں بلکہ صرف شواہد وتوابع کے طور پر ذکر کی گئی ہے پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ہماری مرویات بخاری کے اثر ابن عباس کے برخلاف نہیں بلکہ اسکے لئے متمم ہیں قطع نظر ہماری مرویات سے آپ ہی فرمایئے کیا جس شخص کا مذہب وفات بعد النزول کا ہے وہ بعد ارادہ معنے ممیتک کے متوفیک سے ترتیب نظم اور ترتیب تحقق وجود کو باہم مطابق خیال کر سکتا ہے ہرگز نہیں ہم نے تو آپ کے مسلمات کو پیش کیا تھا یعنے علامہ سیوطی کے تالیفات

ومذہب کو دیکھو ازالہ اوہام جلد اول اب آپکو بغیر اس آڑ کے بچنا مشکل نظر آیا کہ اپنی مسلمات
کی نسبت اسناد میں کلام کیا جاوے مگر معلوم ہو کہ تار تنبولے تو ٹانگے گئے ہیں۔ ایھا
الناظرون جب کسی نے مثلاً مشکوۃ کو مسلم الثبوت مانکر مناظرہ شروع کیا ہو
اور اسکے مقابل نے اپنے مدعی کا ثبوت مشکوۃ سے دیدیا ہو اور پھر اسنے مشکوۃ کے
قول رواہ فلان پر اسناد طلبی کی تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شخص اپنے مسلم شدہ
سے انکار کیا جاتا ہے تسلیم کو بھی معاف کیا مگر آپ پہلے ہماری مرویات اور بخاری کے اقوال
کے مابین تخالف ثابت کریں بعد اسکے ہم تطبیق و توفیق بیان کرینگے یاد رہے جس شخص
کے مرویات کو آپ لیں گے وہ اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہرگز نہ ہونگی الا درصورتیکہ آپ
اس شخص کی نسبت بالتصریح یا بالاقتضاء بعہ لحاظ مذہب اسکے قول نہ نزول بروزی ثابت
کریں ورنہ خرط القتاد ہے۔ آپ کی تطبیق بین النصوص مستلزم ہے انکار یا تحریف
احادیث متواترہ اور نیز مخالفت اجماع کو لہذا قابل اعتبار نہیں لہذا اہل اجماع کی
تطبیق ہی معتبر رہی اور تقدیم و تاخیر انہونی بات نہیں اسکے شواہد موجود ہیں نمبر ۲ تفسیر کی نسبت
جواب نمبر ۱ میں لکھا گیا ہے صفحہ ۱۶۱ سے صفحہ ۱۷۱ تک تقدیم و تاخیر کے شواہد پر جو ہم نے تفسیر
اتقان سے دفع استبعاد کے لئے پیش کئے تھے ان پر امروہی صاحب کی کلام پہلے یہ خیال
ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اس مقام میں حریف مقابل نے ہمارے مدعی کو تسلیم کرلیا ہے یعنی یہ مان
لیا ہے کہ ہر جگہ پر تقدیم اور تاخیر بحسب تحقق ضروری نہیں۔ جائز ہے کہ مقدم فی الذکر مؤخر
فی التحقق ہو چنانچہ متوفیک مقدم الذکر مؤخر فی التحقق ہے رافعک وغیرہ کی نسبت ہاں البتہ علم بلاغت
کے رو سے اس ترتیب نظم کا قائم رہنا ضروری ہے دیکھو امروہی صاحب صفحہ ۷۱ سطر ۲ پر
لکھتے ہیں لا اور ہر جگہ پر تقدم اور تاخر کو بحسب تحقق کے ضروری ہونا کون کہتا ہے ہاں البتہ
بلاغت کے رو سے اس ترتیب نظم کا مقدم ہونا جو مقتضائے حال کے موافق ہو ضروری
ہے۔ انتہے موضع الحاجۃ بیت۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ خمیر مایۂ دکان
شیشہ گر سنگ است ۵ بعد اسکے لکھتے ہیں جیسا کہ یا عیسےٰ انی متوفیک میں ترتیب موجود کا قایم رہنا
ضروری ہوا اقول ہاں صاحب ہم بھی تو نظم قرآنی کا بے انتظام نہیں مانتے ہیں پر کہتے ہیں اور ہر طرح کی کتاب مقدم

آتے ہیں کما مر) **اقول** ہمارا اور مقابل کا تخالف صرف (کما مر) میں ہے
یعنے مُسکے مفاسد لازم آ رہے ہیں اور ہمارے اور کما مر۔ آیتہ (انا وحینا الیک کما
اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ) میں اور ایسا ہی واوحینا الی ابراہیم
واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسے وایوب ویونس و
ھارون وسلیمان وآتینا داؤد زبورا) میں بھی مقدم الذکر کا مؤخر فی
التحقق ہونا مان لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۷۰ کی عبارت مسطورہ بالا اور پھر دیکھو صفحہ
۱۷۱ کی عبارت ذیل جو بعد انا اوحینا الی ابراھیم الخ کے لکھتے ہیں (اس
آیت میں جو باعتبار تحقق خارجی کے بعض انبیاء کا تقدم اور تاخر بظاہر معلوم ہوتا ہے
وہ باعتبار وضع کے اُسی ترتیب سے ہونا چاہیئے تھا جس طرح پر کہ مثل سلک جواہر منظم
کے بیان فرمایا گیا ہے انتہے بوضع الحاجت **اقول** ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کا
قائم رہنا مسلم رکھتے ہیں ہم نے کب کہا ہے یا قتادہؓ وغیرہ نے کہاں لکھا ہے۔ کہ نظم
قرآنی اس طرح پر نہ چاہیئے یہ تو بوجہ جہالت کے آپ کا الزام صحابہ اور مفسرین پر تھا
ہمارا مطلب شواہد تقدیم و تاخیر کے پیش کرنے سے صرف اتنا ہی تھا جو آپ نے
مان لیا یعنے کبھی مقدم الذکر باعتبار تحقق و وجود خارجی کے موخر ہوتا ہی بس ایہا الناظرون
امروہی صاحب کی اور جہالت کا خیال فرمایئے صفحہ ۱۶۹ کے اخیر کذلک یوحی الیک
والی الذین من قبلک اور انا وحینا الیک کما وحینا الی نوح والنبیین من
بعدہ کے متعلق لکھتے ہیں (اور ان آیات میں تو باعتبار تحقق کے بھی آنحضرت صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدم ہیں کیا مؤلف صاحب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو جملہ انبیاؤں سے نبوت میں سابق بلکہ تمام کمالات میں اوّل اور افضل نہیں
جانتے تو وہ مطالعہ کرے باب فضائل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عن
ابی ھریرۃؓ قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متی وجبت
لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی و
عن العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی

عند الله مکتوب خاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہٖ رواہ فی شرح السنتہ ان حدیثوں سے ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ ختم نبوت قبل پیدائش آدم کے متحقق تھی انتہٰے موضع الحاجتہ **اقول** - فہم سخن گر نہ کند مستمع + قوت طبع از متکلم مجوے + کہاں کی کہاں لگادی آیتہ کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اور نیز آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہٖ میں یوحی الیک پہلی آیت میں اور اوحینا الیک دوسری میں یعنی انزال کلام الٰہی مقدم الذکر ہے اور الی الذین من قبلک یعنے یوحی الی الذین من قبلک اور ایسا ہی اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہٖ مؤخر الذکر ہے اور ظاہر ہے کہ انزال قرآن مجید کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر چالیس سال کے بعد غار حرا میں شروع ہوا ہے جو مؤخر فی التحقق ہے بہ نسبت انزال پہلی کتابوں کے امروہی صاحب نے یوحی اور اوحینا کو حذف کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف میں کلام شروع کر دیا اس مقام پر علاوہ جہالت کے بطالت کا بھی ثبوت دیا ہے یعنے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جمیع کمالات میں افضل جانتے ہیں بہ نسبت مخالفین کے مگر ناظرین تو جانتے ہیں کہ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے پر مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہما کے بعد کس نے جرأت کی یہی قادیانی صاحب اور اس کے شاہرہ خور ہیں دیکھو اشتہار نمبر ۵ نومبر ۱۹۰۱ء قادیانی کا جس میں نبوت و رسالت کا بڑے زور سے دعوے کیا ہے اور نیز امروہی صاحب کا خط مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۱ء جو اخبار الحکم یا اخبار الشر میں شایع کرایا گیا ہے۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد + ہم تو (کنت نبیاً و اٰدم بین الجسد والروح) کے قایل ہیں لہٰذا یہ مسئلہ ہم کو سنانا فضول ہے آپ یہ وعظ اپنے پیغمبر کو سنادیں جو روح انسانی کو رحم کا ایک کیڑا کہتا ہے۔ دیکھو قادیانی کا بیان جو انھوں نے لاہور جلسۂ مذاہب میں بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء پیش کیا ہے کہ روح کا الگ طور سے آسمان یا فضا سے نازل ہونا یہ خدا کا منشا رہے۔ اور نہ

یہ خیال کسی طرح صحیح ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے خیال کو قانون قدرت باطل ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی بات صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جرم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتدا سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے جیسے آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے نہ جیسے جسم جسم کا جزو ہوتا ہے یا وہ باہر سے آتا ہے اور نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے اور اسی سے اسکا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اقول قادیانی صاحب کا یہ قول جسپر جاہلوں نے آفرین کہی اور تحسین کے آوازے بلند کئے بالکل کتاب اور سنت کے برخلاف ہے۔ قال اللہ تعالی (قل الروح من امر ربی) وعالم الامر عبارۃ عن الموجودات الخارجۃ من الحس والخیال والجہۃ والمکان والتحیز وھو ملا یدخل تحت المساحۃ والتقدیر لانتفاء الکمیۃ عنہ۔ رسالہ روح للغزالی۔ وقال اللہ تعالی انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جھولا ارواح انسانی بمقتضائے اس آیت کریمہ کے قبل از وجود عنصری بار امانت اٹھا چکے اور مستحق ثواب وعذاب قرار دیئے گئے۔ مگر قادیانی صاحب کے نزدیک چونکہ روح اندرون رحم کے نطفہ کے گندوں کیروں کی طرح پیدا ہوتا ہے لہذا کسی طرح اس آیت شریفہ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ وقال اللہ تعالی واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ ادم مسح ظھرہ فسقط عن ظھرہ کل نسمۃ ھو خالقھا من ذریتہ الی یوم القیامۃ الخ یعنے میثاق کے روز اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ کے روسے عالم امر کی وہ تمام روحیں اور نسمات نورانیہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذرات کی صورت میں نکل آئیں الخ وقال صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف الخ یعنے ارواح حق تعالے کے جموع مجتمعہ اور انواع مختلفہ ہیں اور دنیا میں اُن کا باہم پیار

اور قرار ان کی ابتدائی خلقت اور اصلی فطرت کی رو سے ہے الخ اور علی کرم اللہ وجہہ اور سہل بن عبداللہ تستری اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالے عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے اُس عہد کے یاد ہونے کا اقرار کیا جو روز میثاق میں مابین ان کے اور رب تعالے کے ہوا تھا۔ پھر اور جہالت سنئے ص۱۶۵ پر متعلق الذی خلقکم والذین من قبلکم کے لکھتے ہیں اس آیت میں جو مؤلف تقدیم و تاخیر قرار دیتا ہے وہ درائیت کے بالکل خلاف ہے **اقول** ایہا الناظرون کیا خلقکم مقدم الذکر کا تحقق متاخر بہ نسبت موخر الذکر یعنے الذین من قبلکم نہیں خدارا انصاف۔ ہاں ترتیب نظم قرآنی کے واجب القیام ہونے کی وجوہ بلاغت و اعجاز کی رو سے ہم بھی قایل ہیں۔ پھر اور سنئے آیۃ فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض جو شواہد تقدیم و تاخیر میں پیش کی گئی ہے اسپر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں بھی قول تقدیم و تاخیر محض بیجا ہے **اقول** ایہا الناظرون کیا بحسب قولہ تعالے ھوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوات زمین کی خلقت بہ نسبت آسمانوں کے مقدم فی التحقق نہیں جسکو فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض میں موخر الذکر کیا گیا ہے پھر لکھتے ہیں (کیونکہ اس میں شک نہیں کہ باعتبار بسط اور دحو کے ارض سماوات سے مؤخر ہے کما قال اللہ تعالی والارض بعد ذلک دحٰہا **اقول** ہم بھی اسکے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ زمین کا بسط و دَحْو آسمانوں کی خلقت سے متاخر ہے مگر فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض میں تو پیدائش کا ذکر ہے دَحْو کا نہیں۔ اور ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ نظم قرآنی وجوہ بلاغت کی رو سے ضروری القیام ہے مگر ہمارا مطلب بھی صرف اتنا ہی تھا جسکے آپ بھی مقر ہیں کہ یہاں پر بھی مقدم الذکر یعنے آسمانوں کا پیدا کرنا متاخر فی التحقق ہے بہ نسبت پیدا کرنے زمین کے ایک اور طرفہ قابل سماع ہے جبکہ حسب الطلب تفاسیر معتبرہ مثل درمنثور و اتقان کے حوالے دیئے گئے ہیں تو آپ فراری ہوئے

جاتے ہیں چنانچہ صـ۱۶۶ پر لکھتے ہیں (اور واضح ہو کہ جو اقوال مفسرین کے نصوص کتاب یا احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں الی ان قال وہ اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتی انتہے **اقول** اب اسکا کیا علاج کیا جاوے۔ علامہ سیوطی جنکے مناقب سے بوجہ خود غرضی ازالہ وغیرہ میں رطب اللسان تھے اب وہ بھی احبار و رہبان ہیں اور انکے تابعین پیرو مشرکین سے شمار کئے جارہے ہیں چنانچہ اسی مقام پر لکھتے ہیں (اور یہی تو اتخاذ ارباب ہے جو اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ میں مذکور ہے۔ انتہے۔
اقول اگر آپ کا اخیر بحث میں یہی جواب تھا تو پہلے علماء اسلام سے تفاسیر و ثبوت اجماع کا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ ایہا الناظرون ان صاحبوں کی بحث کا اخیر سے اسی پر اتمام ہوا کہ جو کچھ قرآن سے واقعی مطلب ہم نے سمجھا ہے اُسکی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم سے لیکر آج تک کے علماء اسلام کو نہیں ہوئی ورنہ احادیث نزول و بیان منزیح تفاسیر اجماع امت برخلاف نصوص قرآنیہ کے صادر نہ ہوتے نعوذ باللّٰہ من هفوات الجاهلین پھر صـ۱۶۷ میں آیت فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما یرید اللّٰہ لیعذبهم فی الحیوٰۃ الدنیا کے متعلق لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فی الحیوٰۃ الدنیا متعلق ہے لیعذبہم سے جس سے ایک لطیف پیشگوئی معلوم ہوتی ہے حاصل معنے یہ ہوا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے تجھکو انکے اموال اور اولاد عجب میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ اموال و اولاد فی الحقیقت بوجہ ہلاکت و غارت کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اُن کے لئے موجب عذاب ہیں دُنیا ہی میں اور اگر (فی الحیوٰۃ الدنیا) کو اموال و اولاد سے متعلق ٹہرایا جاوے تو ایک زائد اور لغو کلام ہوا جاتا ہے کما قیل۔ **شعر**۔ چشمان تو زیر ابروانند٭ وندان تو جملہ در دہانند۔
اقول۔ چوں کہ امر وہی صاحب صـ۱۶۷۔ سطر ۲ پر لکھتے ہیں کہ (کیونکہ حذف ظروف وغیرہ کا بہ موجب اصول علم بلاغت کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔ انتہے موضع الحاجت تو بموجب اس تصریح آپ کے اموال و اولاد انکے بر تقدیر تعلق (فی الحیوٰۃ الدنیا) کے (لیعذبہم) کے ساتھ عام ٹہرینگے

یعنے دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی اور جیسے دنیا میں انکے اموال و اولاد دیکھنے
والوں کو خوش لگیں گے ایسا ہی قیامت میں اب امروہی صاحب کے علم بلاغت کے
روسے آیت کا معنے یہ ٹھرا کہ ان کے اموال و اولاد بوجہ کثرت و خوبی اپنی کے دنیا
اور قیامت میں تجھ کو عجب میں نہ ڈالیں گو کہ اموال و اولاد خوب و عمدہ دنیا و قیامت
میں اُن کے نصیب کئے ہیں مگر بوجہ ہلاکت و غارت کے مسلمانوں کے ہاتھ
اُن کے لئے موجب عذاب کا ٹھرینگے۔ ایہا الناظرون جب کفار کو دنیا اور قیامت
میں یہ معاش نصیب ہوئی جو موجب عجب کا ہے مسلمانوں کے لئے تو ایک لحظہ
بھر کی تکلیف میں جو بین الفرحتین کالعدم سمجھنی چاہئے انکا کیا نقصان ہوا دونوں
جہانوں کی خوشی تو بموجب علم معانی امروہی صاحب کے کفار لے گئے۔ پھر مسلمانوں
کے ہاتھ میں باقی کیا رہا۔ یہی مسکنت و غربت و تنگئے معاش تلک اذاً قسمۃ
ضیزی۔ پھر لکھتے ہیں (رہا آخرت کا عذاب سو وہ ٹل نہیں سکتا) **اقول**
کیوں صاحب جب آپ کے علم بلاغت نے کفار پر دونوں جہانوں کی نعمتیں
عنایت کر دیں تو پھر آخرت کا عذاب کیسا۔ پھر لکھتے ہیں کیونکہ حال ان کا یہ ہے کہ
وہ تو مصداق ہیں وتزھق انفسھم وھم کفرون کے **اقول** ایہا الناظرون
علم بلاغت کے عجائبات کو تو دیکھا ہے۔ اب علم نحو کے قوانین کو سنئے
ہدایت النحو پڑہنے والا بھی جانتا ہے کہ حال اور عامل حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے
مثلاً رایت زیداً راکباً یعنے زید کو میں نے سواری کی حالت میں دیکھا تو اب
متکلم کے دیکھنے اور زید کے سوار ہونے کا ایک ہی وقت ہوگا امروہی صاحب کا
نحو یہاں پر یہ حکم دیتا ہے کہ عذاب تو ان کو دنیا میں ہوگا اور زہوق انکے نفوس کا
جو حال ہے یہ قیامت کے دن سبحان اللہ بایں نحو و معانی و حدیث و قرآن
دانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر علماء موجودہ تک فوقیت کا دعوےٰ ہے
اللہ تعالے کو تو اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ اموال و اولاد چند روزہ کا تجھ کو خوش
نہ لگے کیونکہ عذاب ان کے لئے ابدی اور غیر محدود ہے امروہی صاحب کی تفسیر کے

مطابق معنے یہ ہوا اموال و اولاد دائمی اُن کے تجھ کو خوش لگیں کہ صرف دنیا ہی میں انکی ہلاکت ہے پھر ہمیشہ باقی رہیں گے گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجائے تسلی واطمینان کے اُلٹی سُنائی۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ فی الحیٰوۃ الدنیا متعلق اموال اولاد سے ہے اور یہ لغو نہیں بلکہ یہ قید بمنزلہ دلیل کے ہے ماقبل کے لئے یعنے اے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو اُن کے اموال و اولاد خوش نہ لگیں کیونکہ یہ تو چند روزہ ہیں دائمی معاملہ انکا تو عذاب سے پڑے گا فکان کدعوی الشئی ببینۃ وبرھان پس بجائے شعر مذکور یہ مناسب ہے۔ **شعر**

چشم تو زیرا بروانند　　زہ کردہ کمان بعاشقانند

یا یوں کہئے

چشم تو زیرا بروانند　　زہ کردہ کمان بعاشقانند

دندان تو جملہ در دہانند　　در حقۂ لعل لولوانند

اس مضمون بالا اور لحاظ قاعدہ مذکورہ علم بلاغت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب میں بھی اگر (یوم الحساب) کو لھم عذاب شدید کے ساتھ متعلق نہ مانا جاوے چنانچہ امروہی صاحب نے ص۱۶۶ کے اخیر پر لکھا ہے تو چاہئے کہ کفار کے لئے عذاب شدید دنیا اور قیامت دونوں میں ہو حالانکہ بہتیرے کفار دُنیا میں بڑی جاہ وحشمت میں ہیں تو بحسب تفسیر امروہی صاحب کے آیت میں کذب لازم آئیگا والعیاذ باللہ اور بما نسوا میں مراد نسیان سے نسیان آیات اللہ کا بقرینہ مقام ہے فلا یرد ما زعم الامروھے ص۱۶۵ میں مجاہد مغو پر معترض ہو کر لکھتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے قولہ تعالی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا قیما میں تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ مخاطب کا ذہن بعد سُننے انزل علی عبدہ الکتاب کے فوراً اس کجی کی طرف گیا کہ شاید منزل علیہ جسپر کلام اتاری گئی ہے خدا نہ بن گیا ہو لہذا ضرور ہوا کہ فوراً ہی ارشاد فرمایا جاوے کہ لم یجعل لہ عوجا کیونکہ جس طرح وہ شبہ فوراً پیدا ہوا تھا اُسکا دفع بھی فوراً چاہئے **اقول** ایہا الناظرون غور فرماویں کجی اور عوج تو مخاطب کے ذہن میں

پیدا ہوئی اور اُسکا دفعیہ اس طرح پر ہوا کہ لم یجعل لہ عوجا یعنے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں کجی نہیں رکھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کتاب میں عوج واختلاف نہیں رکھا کہ کہیں کچھ ہو اور کہیں کچھ اس دفعیہ کو کیا دخل ہے اس وہم کے دفع کرنے میں پھر غور فرماویں کہ کیا (انزل علےٰ عبدہٖ الکتاب) سے وہم مذکور پیدا ہوسکتا ہے اور جن عباد پر کلام آلہی اُتاری جاوے اُن میں خدا بننے کا استحقاق کوئی خیال کرسکتا ہے۔ ہاں بیشک ایسے وہم قادیانی صاحب اور امروہی صاحب کو پیدا ہوسکتے ہیں اسی لئے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کے سُننے سے رسُول بن گئے اور آیات الوہیت کے سُننے سے خدا بن گئے نہ صرف دعوےٰ ہی کیا بلکہ نیا آسمان بھی پیدا کردیا۔ دیکھو کتاب البریتہ القادیانی تیسری دفعہ پھر خیال فرماویں کہ بالفرض اگر وہم مذکور پیدا بھی ہو تو کیا تصریح عبدہٗ کی اسکے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی جس نے عبدہٗ کو نہ مانا وہ لم یجعل لہ عوجا کو کیسے ماننے گا بلکہ عبدہٗ کی تصریح تو اس مرزائی وہم کا دفعیہ بہ نسبت ولم یجعل لہ عوجا کے بخوبی کردیتی ہے۔ کہانتک ہم جہالت آمودہ مضامین کی تردید میں تضیع اوقات کریں جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ولم یجعل لہ کا جملہ بسبب معطوف ہونے کے انزل علےٰ عبدہ الکتاب پر صلہ موصول کا لامحل لہا من الاعراب ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ کوئی تعلق اُس کا بحسب الاعراب (الکتاب) سے نہیں جیسا کہ قیما کو ہے کیونکہ وہ حال واقعہ ہوا ہے (الکتاب) سے وہ کیونکر کتاب اور سنت کے متعلق لکھنے کا مجاز ہوسکتا ہے اور مجاہد رحمتہ اللہ علیہ کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ قیما کا محل بوجہ حال واقعہ ہونے کے (الکتاب) سے ماقبل کا ہے بہ نسبت (لم یجعل لہ عوجا) کے اور تاخیر اس کی وجوہ بلاغت کی رو سے کی گئی ہے اس مقام پر شاید امروہی صاحب نے لفظی اور معنوی دونوں طریق نزع علم بدیع کو ملحوظ رکھا ہے یعنے آیت (ولم یجعل لہ عوجا) میں ایک مضمون تو یہ بیان کیا با وجود اسکے کہ آیت میں کجی کی نفی کی گئی ہے۔ اور نیز آیت قرآن مجید کی (ولم یجعل لہ عوجا)

یا کے ساتھ اور امروہی صاحب نے (لم یجعل لہ عوجا) نوں سے فرمایا ہے
دیکھو ص ۱۶۶ س ۴ ۔ ص ۱۶۳ کا حاشیہ عا ۔ اوّل تو علامہ سیوطی پر بے اعتباری اور پھر
عا ۔ فقالوا ارنا اللہ جھرۃً میں بھی تقدیم تاخیر نہیں کیونکہ جہرۃً بمعنے ظاہر و
عیاں کے ہے اور قوم موسےٰ کا سوال عیانی رویت سے ہی تھا ۔ اور رویت قلبی تو
اُن کو بذریعہ حضرت موسےٰ کے حاصل تھی جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں شعر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت * اُس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور * ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اقول ۔ عا تفاسیر معتبرہ کے مطالب کے بعد اس آڑ میں پناہ لینی فرار ہی کا نام ہے ۔
عا ۔ ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ جہرۃً کا محل متصل فقالوا کے دو وجہ سے ہے
لفظی وجہ تو یہ ہے کہ نظم قرآنی میں جس جگہ قول او ما فی معناہ کا اجتماع جہرۃ کے ساتھ
ایک کلام میں واقعہ ہوا ہے وہاں پر جہر سے قول جہری مراد ہے دیکھو (دُونَ الجھر من
القول) اور (ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا)
اور (ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم
وانتم لا تشعرون ونظایرھا ۔ اور وجہ معنوی یہ ہے ۔ کہ بہ حسب محاورہ
مجرم کی صریح گستاخی پر بولا جاتا ہے کہ فلاں نے چلا کر اور منادی دیکر یہ کام کیا گویا
دو جرم ہوئے ایک تو معصیت کا ارتکاب اور دوسرا پرلے درجہ کی شوخی ۔ آیت کا معنے یہ
ہوا کہ انہوں نے چلا کر یہ سوال کیا تھا کہ اے موسےٰ ہمکو اپنا خدا دکھلا دے ۔ اور چونکہ
بحسب اقرار امروہی صاحب ان کو رویت قلبی حاصل تھی لہذا معلوم ہوا کہ سوال ان کا
رویت عینی ہی سے تھا ۔ الغرض آیت مذکورہ بنی اسرائیل کے جہرے سوال سے حکایت
ہے نہ سرّی سے یعنے یہ نہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ انہوں نے اپنے دلوں میں
(ارنا اللہ) کا خیال کیا تھا ۔ شعر بالمقابل شعر مذکور کے یوں لکھنا چاہئے ۔

منکوحہ آسمانی و آتھم کی موت میں * حق نے نہ کچھ کہا ہے صفائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور * ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

ص۲۷ کا حاصل عـ۱ مؤلف کو اقرار ہے کہ توفی کا معنے بجز موت و نیند کے نہیں دیکھو صفحہ ۵۳ شمس الہدایت کا پھر فلما توفیتنی کا تیسرا معنے رفعتنی کیسا پیدا ہوگیا عـ۲ اور دُرِّ منثور سے جو عبارت ابوالشیخ کی نقل کی گئی ہے اس میں کہیں مذکور نہیں کہ توفی بمعنی رفع کے ہیں عـ۳ تفسیر عباسی کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ اُسکے روایات کذابین سے مروی ہیں **اقول** عـ۱ ہمکو اقرار ہے کہ توفی کا معنے قبض و استیفاء یعنے پورا لینے کا ہے جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض غیر الروح ہیں ہم نے ان افراد میں سے کسی کو معنے موضوع لہ توفی کا نہیں کہا اور نہ قبض الروح مقید کو معنے توفی کا ٹھیرایا ہے۔ یہ صرف امروہی صاحب کی نافہمی ہے دیکھو ص۵۳ بالاستیعاب۔ اور فلما توفیتنی کے متعلق مفسرین نے جو لکھا ہے وہ اختصار ہے فلما توفیتنی و رفعتنی کا یعنے بسبب وعدہ متوفیک و رافعک کے مسیح آسمان پر اُٹھایا جانے کے وقت مقبوض ہو کر مرفوع ہوا پس چنانچہ آیت میں اختصار ہے بدلیل بل رفعہ اللہ الیہ کے جس سے صرف رفع کا تحقق معلوم ہوتا ہے ایسا ہی مفسرین و شراح کی کلام میں بھی اختصار ہے نہ یہ کہ توفی کا معنے رفع ہے ہاں اس وجہ سے کہ غالباً قبض کرنے سے مطلب اٹھانا ہوتا ہے توفی سے رفع کا لینا مستبعد نہیں پس اطلاق توفی کا رفع پر مسامحۃً ہوا نہ حقیقۃً۔ یہی ہے مراد کرمانی شرح صحیح بخاری کی جو فلما توفیتنی کے تحت میں فلما رفعتنی لکھتا ہے اور یہی ہے مطلب عبارت ذیل شمس الہدایت کا جو صفحہ ۵۶ سطر ۱۴ پر ہے (اور معنے رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے یعنے قبض کا ارادہ حقیقی طور پر اور رفع مسامحۃً عـ۲ ابوالشیخ کی عبارت جو دُرِّ منثور سے نقل کی گئی ہے اس عبارت میں ابن عباس کا مقولہ (وَمُدَّ فی عمرہٖ) آپ نے لحاظ نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضؓ نے فلما توفیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے کیونکہ درازی عمر و حیات کی تقدیر پر جو مدلول ہے (وَ مُدَّ فی عمرہٖ) کا رفع ہی متصور ہو سکتا ہے بخلاف ارادہ موت کے توفیتنی سے کہ وہ ضد ہے حیات کا

درازی عمر کی نمبر ۳ تفسیر عباسی کی نسبت جو کچھ علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے لکھا ہے اُسکا یہ معنے نہیں کہ جو کچھ اُس میں اوّل سے آخر تک لکھا ہوا ہے وہ سب خلاف واقعہ ہے کیونکہ اس تقدیر پر علامہ سیوطی کا نقل کرنا ابوالشیخ کی عبارت کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس نے فلما توفیتنی سے معنے رفع لیا ہے کیا معنے رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ ابوالشیخ کی روایت جو عند السیوطی معتبر ٹھہری ہے عباسی کی روائت اُسکے مطابق ہے اور عباسی کی روایت محل تائید میں مذکور ہے نہ محل اثبات میں" صفحہ ۱۷۳ اور ۱۷۴ اکا حاصل عا امام بخاری نے آیت متوفیک کے معنے تفسیر فلما توفیتنی کے ذیل میں لکھی ہے اور اسی مقام میں حدیث اقول کما قال العبد الصالح کی لائے ہیں جس سے امام بخاری کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ فلما توفیتنی میں بھی معنی موت کا مراد ہے اور مسیح ابن مریم کی وفات بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرح ہے تو امام بخاری اور ابن عباس دونوں کا مذہب وفات مسیح ٹھیرا بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا کیونکہ قول ابن عباس متوفیک ممیتک سے کسی صحابی کا انکار منقول نہیں اور خطبہ صدیقی نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ مسیح بھی سب انبیا کی طرح مرچکا ہے **اقول** امام بخاری اور ابن عباس بلکہ کل محدثین کے نزدیک چونکہ احادیث نزول میں نزول اصلی مراد ہے نہ مثیلی کما مرّ اور نیز امام بخاری کی تصریحات بوفات بعد النزول جو مستلزم ہے حیات قبل النزول کو اور ایسا ہی ابن عباس کی روایات متعلق بل رفعہ اللہ الیہ و وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ الخ اور مدت مکث و نکاح مسیح بعد النزول ائمہ ثقات کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں دیکھو ابن کثیر و در منثور اور ابو نعیم وغیرہ لہٰذا وفات مسیح کو انکا مذہب ٹھیرانا بالکل جہالت وبطالت ہے قائلین بحیات المسیح کے نزدیک احادیث نزول اور آیات توفی کے مابین تطبیق کے دو ہی طریق ہیں ایک متوفیک اور توفیتنی کو بمعنے قبض و رفع کے لینا اور دوسرا بمعنے موت کے مگر اس تقدیر پر متوفیک و رافعک الی کو تقدیم و تاخیر کی نوع سے ٹھیرایا جائے گا جو کہ بشہادت نظائر قرآنیہ ثابت ہے اور آپنے بھی مجبور ہو کر مان لی ہے کما مرّ اور آیت فلما توفیتنی کو حکایت وفات بعد النزول سے ٹھیراسکتے ہیں اور

یہی ہے مسلک امام بخاری کا دیکھو اسی مقام پر جس میں توفیک بمعنے متیک کا لکھا ہے (واذ قال) میں قال کو بمعنے یقول کے لکھا اور کلمہ اذ کو زائدہ جس سے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوال وجواب حشر کے دن ہوگا۔ کما یدل علیہ قولہ تعالےٰ (ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم) اور فلما توفیتنی حکائت ہے وفات بعد النزول سے۔ اور حدیث (اقول کما قال العبد الصالح) میں بھی قال بمعنے یقول کے ہے۔ بلکہ اس حدیث لانے سے بھی امام بخاری کا مطلب اپنے مذہب کا اثبات ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں روز حشر کے واقعہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حدیث قوی دلیل ہے اسپر کہ آیت میں قال بمعنے یقول کے ہے اور بنا بر اس مسلک کے مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اثر موت سے متاثر ٹھیرے ہاں بنا بر مسلک معنی قبض ورفع بوجہ خصوصیت لازمہ کے اثر توفی میں مختلف ٹھہرینگے اور یہ محل استبعاد نہیں دیکھو آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا) میں نفوس مائتہ اور نفوس نائمہ مختلف ہیں اثر توفی میں۔ یہانپر امروہی صاحب کا تمسخر کے طور پر کہنا کہ کیونکر مختلف نہ ہوں کہاں عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابن مریم خدا کا اکلوتے بیٹا اور کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سراسر دجل اور جہالت ہے کیا جس شخص کی عمر دراز ہو وہ خدا بن جاتا ہے یا اسکا بیٹا ہرگز نہیں۔ اب امروہی صاحب ہی چونکہ ۶۳ سال سے زائد ہو چکے ہیں تو کیا خدا کے بیٹے بن گئے ہاں مجھے خوب یاد آیا کیونکر نہ بنیں حسب بحسب تصریح کتاب البریہ کادیانی صاحب خالق السموات والارض ٹھیرے تو امروہی صاحب اس خدا کے بیٹے ہوئے۔ خطبہ صدیقیہ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتابیں کسی استاد سے نہیں پڑہیں ورنہ انکے مضامین نہ لکھتے لہٰذا آپ معذور ہیں مگر پھر ایسی بحث معرکتہ العلماء میں ہرگز دخل نہ ہونا چاہئیے ص۱۷۵ میں ایک اور طرح پر گریز اختیار کیا جب سمجھا کہ بیشک امام ہمام جلال الدین سیوطی جیسے شخص کو ہم جھوٹا تو نہیں کہہ سکتے تو یہ راستہ لیا کہ تاریخ بخاری کا نسخہ دکھائے مگر وہ بھی بدیں شرط مقبول ہوگا کہ اسپر سب ایمہ حدیث کی تصحیح ہو۔

آپ ناظرین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا یہ گریز ہے یا نہیں صفحہ ۱۷۶ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں اور کوئی ایسا بڑا تعذر نہیں کیونکہ شریعت اسلام میں صلیب کا توڑ ڈالنا یا خنزیر کا قتل کرنا کچھ ممتنع نہیں ہے **اقول** کیوں صاحب صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا قتل کرنا علے سبیل الاستمرار ممتنعات عادیہ سے نہیں کیا آپ نے مضارع کا استمرار تجددی کے لئے ہونا نہیں سنا صفحہ ۱۷۷ سے ۱۸۰ تک کی تردید کی بوجہ مردودیت ہونے اس کے حاجت نہیں صـ۱۸۱ کا حاصل غیر مکرر لفظ توفی کا قیاس کرنا خلق اللہ زیداً پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ لفظ خلق کے معنے میں نہ من تراب داخل ہے۔ اور نہ من ماء مہین بخلاف محاورہ توفی اللہ زیداً کے کہ اس میں حسب اقرار مؤلف کے بھی روح کا قبض ہے نہ مطلق قبض **اقول** قیاس مع الفارق نہیں کیونکہ توفی کے معنے مطلق پورا لینا اور قبض کرنا ہے جسکے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض الشئے بغیر الروح ہے دیکھو شمس الہدایت کا صـ۵۳ لہذا یہ قیود توفی کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ معنی مصدری کے افراد خصصیہ ہوتے ہیں جنکی ماہیت سے قیود بالاتفاق خارج ہیں ہاں محاورہ توفی اللہ زیداً کا سو اس پر توفی اللہ عیسےٰ کو بدلیل خصوص یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کے قیاس نہیں کیا جا سکتا اور آپنے جو کچھ بل رفعہ اللہ میں لکھا ہے اس کا تار و پود ناظرین کے سامنے اکھاڑ کر رکھا گیا ہے۔ صـ۱۸۲ اور صـ۱۸۳ کا مضمون مکرر ہے صـ۱۸۳ کے اخیر سے صـ۱۸۵ کے اخیر تک کا حاصل ہمارا استدلال صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں بلکہ کلام اللہ کی تیس آیات سے نمبر ۲ بخاری کی حدیث **اقول** کما قال العبد الصالح ۳ اثر ابن عباس متوفیک ممیتک نمبر ۴ تمام محاورات نمبر ۵ تمام کتب لغات عرب عرباء ۶ حدیث لا المہدی الا عیسےٰ ابن مریم ۷ ابن حزم کا قول چنانچہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے وتمسک ابن حزم بظاہر الایۃ وقال بموتہ اور امام مالک کا قول مجمع البحار میں مندرج ہے نمبر ۸ ادلہ عقلیہ ۹ انا جیل وغیرہ ۱۰ وقوع مجازات و استعارات احادیث پیشگوئیوں میں **اقول** ۱ قرآن مجید کی آیات میں جس قدر آپ کی جہالت امودہ اجتہاد نے آپ کی جہالت کا ثبوت دیا ہے

وہ پبلک پر بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ تیس آیات کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک متنفس موت کے پیالہ کو نوش کرنے والا ہے اپنے اپنے وقت معین میں دُنیا میں ہمیشہ رہنا کسی کے لئے نہیں رسالت اور موت باہم متنافی نہیں۔ معمر لوگ ضعیف القوٰے ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ الغرض کسی آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کوئی شخص قبل از استیفاء عمر اپنی کے مر سکتا ہے۔ نمبر۲ صحیح بخاری کی حدیث بھی صاف طور پر شہادت دے رہی ہے۔ کہ اقول کما قال العبد الصالح کا سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا جس سے امام بخاری نے استدلال پکڑا ہے اسپر کہ آیت میں بھی قال بمعنے یقول کے ہے الخ کما مر ۔ نمبر۴ تمام محاورات سے مقولہ توفی اللہ عیسٰے کا بلحاظ دلیل خصوص علیحدہ ہے۔ اگر نظائر رکھتا تو خصوص کا کیا معنے ہے چنانچہ خلق اللہ آدم الگ ہی لکھو کھا محاورات خلق اللہ زیدا وعمروا وبکرا الی غیر النہایۃ سے بدلیل خصوص نمبر۵ تمام کُتب لغات کی توفی کا معنے قبض وغیرہ بہت سے معانی لکھتے ہیں دیکھو لسان العرب وغیرہ ہاں توفی اللہ زیداً کا معنے قبض اللہ روح زید کو معنے مجازی لکھتے ہیں چنانچہ پہلے گذر چکا ہے اور نیز ارادہ معنے موت کا ہم کو مضر نہیں کیونکہ متوفیک میں وفات کا تحقق نہیں اور فلما توفیتنی کا تعلق وفات فیما بعد النزول سے ہے نمبر۶ ابن ماجہ کی حدیث کا ٹکڑا اسطرح پر ہے ولا مہدی الا عیسٰے جس سے بلحاظ ما قبل معنے وصفی مراد ہے دیکھو ما قبل اسکا ولن تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس اب سب احادیث مہدی فاطمی ہیں اور اُس میں تطبیق بھی آگئی نمبر۷۔ ابن حزم اور امام مالک کا قول موت عیسٰے اُن کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں کرتا کیونکہ وہ اگرچہ نظر بظاہر آیات توفی وفات مسیح کے قائل ہیں مگر بلحاظ آیت بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ اور احادیث نزول کی پھر عند الرفع حیات مسیح کے قائل ہیں کیونکہ درصورت تسلیم احادیث نزول بلا تاویل بغیر اسکے کہ مسیح کو عند الرفع زندہ مانا جاوے کوئی چارہ نہیں ہاں درصورت انکار احادیث نزول یا تحریف انکے یا عدم فہم معنے آیت بل رفعہ اللہ الیہ وان من اھل

الکتاب الخ بحسب محاورہ قرن اول کے بیشک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہوسکتے
ہیں لہذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں بزرگوں کے احادیث نزول کا انکار
اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے ثابت نہ کرے
تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک مفید نہیں ہوسکتا بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود
ہیں جو انکو اہل اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتے دیکھو اسی کتاب کو اوّل ہی جس
مقام پر اجماع کا ثبوت دیا گیا ہے ۵ کوئی دلیل عقلی رفع جسمی علے السماء و نزول
جسمی من السماء پر قایم نہیں چنانچہ بحوالہ نووی شرح مسلم میں پہلے گذر چکا ہے کہ کوئی
دلیل عقلی و شرعی نزول من السماء کے استحالہ پر نہیں قادیانی مشن کی محض جہالت ہے
کہ اسکو محالات عقلیہ سے خیال کرتے ہیں کما مرّ اور آیت سبحان ربی ھل کنت
الا بشرا رسولا کی عدم دلالت علے الامتناع کو امروہی صاحب نے بھی مجبور
ہوکر اسی کتاب میں تسلیم کرلیا ہے۔ صرف مرزاجی اس جہالت میں اکیلے رہ گئے ہیں
۹۔ اناجیل وغیرہ میں سے بوجہ خود غرضی کے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ سب
تمسکات میں سے آدھا تیتر آدھی بٹیر والی بات ہے مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم سب احادیث نزول میں اصیل مسیح کے نزول سے اعلام فرماتے رہے ہیں
کما مرّ غیر مرّۃ۔ ایہا الناظرون کل احادیث نزول ور حدیث اقول کما قال العبد
الصالح اور اثر ابن عباس متوفیک بمعنے ممیتک اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ
اور ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یہ سب
دلائل جن کا تعداد سو سے بھی زیادہ ہے اجماعی عقیدہ کی مثبت ہیں۔
ص ۱۸۶ سے ۸۹ تک وہی مضامین ہیں جن کی تردید ہوچکی ہے۔ ہاں ص ۱۸۹
پر لکھتے ہیں اب فرمایئے کہ الرسل میں حضرت عیسٰے داخل ہیں یا نہیں بشق ثانی
کیا وجہ کہ صحابہ اہل لسان نے اس پر جرح نہیں کیا اور بشق اوّل مدعا ہمارا
ثابت ہے پھر اس بحث کے اخیر میں لکھا ہے (دیکھو ملل نحل شہرستانی کنعیم
القوم الی قولہ) اقول الرسل جو و ما محمد الا رسول قد خلت

من قبلہ الرسل میں ہے اس میں حضرت عیسےٰ داخل نہیں کیونکہ یہی قد خلت من قبلہ الرسل آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں بھی موجود ہے تو بر تقدیر استغراق الرسل کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الرسل میں داخل ہیں یا نہیں شق اوّل آیت میں کذب لازم آتا ہے کیونکہ معنے یہ ہوا کہ سارے رسول مسیح ابن مریم سے پہلے گذر چکے ہیں حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور بشق ثانی ہمارا مدعا ثابت ہے یعنے معلوم ہوا کہ الرسل سارے افراد کو محیط نہیں اور صحابہ اہل لسان کا جرح نہ کرنا دلیل ہے اسپر کہ صدیق اکبر اور کل صحابہ متفق تھے یعنے عیسےٰ ابن مریم کو قد خلت من قبلہ الرسل سے بالاتفاق خارج سمجھتے تھے کیونکہ در صورت اختلاف جرح ضروری تھا اور فرجع القوم الی قولہ کا معنے یہ ہے کہ سب صحابہ نے صدیق اکبر کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کو منافی رسالت نہ سمجھا اور آپ کی صلے اللہ علیہ وسلم وفات شریف کے معتقد ہوگئے غرض کہ آپ اس بحث معرکۃ العلماء میں داخل ہو کر عجیب مصیبت میں پڑ گئے۔ نہ مذہب باطل کو ہٹ دھرمی سے ترک کیا جاتا ہے کہ معتقدین برگشتہ ہو جاوینگے یا اُن کے روبرو آپ کو ذلت جہالت کی حاصل ہوگی اور نہ باطل کا احقاق ہوسکتا ہے۔ **شعر**۔ فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ۞ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم ۞ صفحہ ۱۸۹ سے ۱۹۲ تک وہی مضامین مکررہ ہیں۔ ہاں ۱۹۱ صفحہ پر ایک عجیب مسئلہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل متعدی میں نسبت صدوری اور وقوعی کے مابین تلازم ہے اور متلازمین میں ایک کا ذکر ایسے محل پر دوسرے کے ذکر سے مستغنے کر دیتا ہے۔ **اقول** بالکل لغو اور باطل ہے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرواً میں اگر صرف نسبت صدوری کی مخالفۃ للواقع ثابت ہوگئی یا صرف نسبت وقوعی کی تو ہر ایک مخالفت بالاستقلال مُوثر ہے کذب قضیہ مذکورہ میں تو محل تردید میں ایک کا ذکر دوسرے کے

ذکر سے کیسے مستغنی کر دیتا ہے۔ صفحہ ۱۹۳ کا حاصل ۱ ترجیح کے لئے جو عبارت ہے تقویت احد الطرفین سے دوسرے پر جس سی مقصود تقیم صحیح و ابطال باطل ہوتا ہے) چند شرائط ہیں ۱ تساوی فی الثبوت ۲ تساوی فی القوۃ ۳ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و من بعدہم سب متفق تھے عمل بالراجح پر ۴ ترجیح کبھی اسناد کے رو سے ہوتی ہے اور کبھی متن اور کبھی مدلول اور کبھی امر خارج کے رو سے ۵ قلت وسائط کی اسناد میں اور روایت فقیہ کی اور ایسی ہی روایت عالم باللغۃ العربیہ کی یہ تینوں اسباب ترجیح میں سے ہیں ۶ اور جو مراد پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہو مقدم کیا جاتا ہے اُسپر جو بالواسطہ دلالت کرے ۷ صحیحین کی احادیث مقدم سمجھی جائیں گی غیر صحیحین کی احادیث پر حصول المامول من علم الاصول سے انتخاب کیا گیا ہے **اقول** کل روایات فی تحقق وفات المسیح بعد النزول مطابق و متمم مؤید ہیں صحیحین کی مرویات کے لئے کما مر فلا تعارض حتی یحتاج الی الترجیح ان میں فقہاء اور علماء باللغۃ العربیہ کے نزدیک کوئی تخالف نہیں الا حسب رائے چند عجمیوں کے جو فقاہت اور وجوہ استنباط سے بالکل نا بلد ہیں فلا یعبأ بہم۔ صفحہ ۱۹۴ کا مضمون غیر مکرر اس جگہ پر مؤلف صاحب نے (مولف شمس الہدائیت) ایک اور اپنا کمال ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول پر (کہ کل مفسرین نے حتے کہ صاحب کشاف نے بھی متوفیک سے معنے ممیتک کا لیا ہے) مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے متوفیک کے معنے جو ممیتک لکھے ہیں اس معنی کو بسبب لانے صیغہ تمریض کے خود ضعیف کر دیا ہے۔ ایہا الناظرون دیکھو کیس قدر وجل عظیم مولف صاحب کا ہے کیونکہ صاحب کشاف نے جو قتل کے تحت میں ممیتک لکھا ہے اسکو بقیود فی وقتک بعد النزول من السماء سے تو بھی مقید کر دیا ہے پس وہ ممیتک جو مقید ہو بدیں قیود وہ قول صاحب کشاف کے نزدیک مرجح ہے نہ وہ ممیتک جو مقید ہو بقید حتف انفک لا قتلا بایدیہم کے کیونکہ یہ قول تو اقل نمبر میں لکھا گیا ہے **اقول** ناظرین کو قاموس وغیرہ کتب لغت سے

معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل لغت نے توفی کے لئے چند معانی لکھے ہیں جن میں سے موت بھی ہے اور استیفاء عمر بھی اور پورا پکڑنا اور پوری گنتی کرنا وغیرہ وغیرہ سب معانی بوجہ اتحاد مقسم ایک دوسرے کے مقابل و مغائر ہوئے صاحب کشاف اور قاضی بیضاوی اور صاحب مجمع البحار وغیرہم نے ظاہر متوفیک کو جب یہ سمجھا کہ بر تقدیر اخذ معنے موت کے نص بل رفعہ اللہ الیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع سے مخالف ہے تو انہوں نے حصول تطبیق کے لئے اس مسلک کو لیا کہ یہاں پر توفیک بمعنے ممیتک کے نہیں تاکہ حصول تطبیق کے لئے قیود غیر متبادرہ کی طرف احتیاج پڑے یعنے (فی وقتک) (بعد النزول من السمآء) بلکہ متوفیک سے مراد ایک اور معنی ہے جسکو اہل لغت نے منجملہ معانی توفی کی موت کی طرح شمار کیا ہے وہ کیا مستوفی اجلک یعنی تیری عمر کو جو ابھی باقی ہے پورا کرنیوالا ہوں۔ کشاف کی عبارت یہ ہے متوفیک ای مستوفی اجلک و معناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و موخرک الی اجل کتبتہ لک و ممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم صاحب کشاف (ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار) سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ مستوفی اجلک کنایہ ہے عصمۃ عن القتل سے اور عبارت (وموخرک الی اجل الخ) سے مقصود بیان لزوم ہے مابین استیفاء اجل اور عصمۃ عن القتل کے یعنے استیفاء اجل کی صورت یہ ہے کہ تجھ کو مہلت دینے والا ہوں اجل موعود تک اور یہ تاخیر اجل اس طرح پر نہیں کہ مہلت کے بعد پھر تجھے انہیں کے ہاتھ سے قتل کراؤں بلکہ تجھے بلا قتل اپنی موت سے مارونگا۔ عبارت مذکورہ میں جیسا کہ فقرہ (وموخرک الی اجل کتبتہ لک) در ضمن بیان معنے کنائی کے داخل ہے ایسا ہی فقرہ وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم) کا پس ثابت ہوا کہ صاحب کشاف نے متوفیک سے معنے موت کا نہیں لیا بلکہ مستوفی اجلک مراد رکھا ہے اور عبارت مذکورہ میں ممیتک وہ نہیں جو منجملہ معانی متوفی سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ یہ بعطف بعید معطوف ہے عاصمک کے اوپر پس (معناہ) پر محمول ہوا گویا صورت ترکیب کی یہ ہوئی ومعناہ انی ممیتک یعنے معنے اس متوفیک

کا کیا ہے۔ ممیتیک ہے حال آنکہ مستوفی اجلک اور ممیتک بوجہ اتحاد مقسم قسیم میں ایک دوسرے کے لئے جن کا حمل فیما بین جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ ممیتک در ضمن بیان معنے کنائی کے ذکر کیا گیا ہے یعنے ممیتک مقید بقیود (حتف انفک) (لا قتلا بایدیھم) من حیث انه مقید محمول ہے (معناہ) کے اوپر اور ظاہر ہے کہ ممیتک مقید متوفی کا معنے نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ممیتک جو کشاف کی عبارت میں واقعہ ہے معنے متوفیک کے لئے نہیں اور یہ بھی اذہان صافیہ پر واضح ہو کہ کشاف کی عبارت (وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء) میں ممیتک چونکہ متعلق ہے متوفیک سے یعنے اسکا معنے تصور کیا گیا ہے لہذا یہاں پر حمل کا لحاظ مقدم ہوگا تقیید کے لحاظ سے الحاصل پہلی کلام میں ممیتک مقید محمول ہے اور پچھلے میں ممیتک محمول مقید ہے مرزا صاحب امروہی صاحب پر اب بھی باوجود اس تصریح کے امید نہیں کہ کشاف کے مطلب کو پہونچیں مگر اور طلباء کے افادہ کے لئے لکھا جاتا ہے قاضی بیضاوی کشاف سے لیکر متوفیک کے تحت لکھتے ہیں ای مستوفی اجلك وموخرك الی اجلك المسمی عاصما ایاك من قتلھم او قابضك من الارض من توفیت مالی الخ اسکے حاشیہ پر شہاب لکھتا ہے لما کان ظاهره مخالفا للمشهور المصرح به فی الآیة الاخری (بل رفعه الله الیه) اوله بوجوه الاول انه کنایة عن عصمته عن الاعداء وما هم فیه من الفتك به لانه یلزم من استیفاء اجله وموته حتف انفه ذلك انتهی موضع الحاجة ایھا الناظرون قادیانی وامروہی صاحبان سے دریافت فرماویں کہ جہل یا جہل کس کا ہے اور کل مفسرین نے اجماعی عقیدہ کے مطابق لکھا ہے یا نہیں کہانتک ان کو آیات واحادیث بلکہ صرف نحو تک بھی پڑھایا جاوے صفحہ ۹۵ کا حاصل جھوٹی لاف **قولہ** صفحہ ۱۰۷ سطر اول ورمؤلف بوایرا د کرتا ہے کہ ایام الصلح کے اخیر میں انکار فرشتوں کا کیا گیا ہے اسکا جواب صرف یہ ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین

اقول ایھا الناظرون شمس الہدایت کے صفحہ ۹۵ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماویں جسکی ۱۷ سطر پر لکھا ہوا ہے (مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورۃ القدر نزول ملائکہ کے قائل

ہیں ایام الصلح میں قریب اختتام کے اُس سے منکر ہو گئے) پھر ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۶۹ اسطر ۱۰ کو ملاحظہ کریں جسمیں عبارت ذیل مندرج ہے (این آیۃ کریمہ جہر آگوید نزول و مشی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از عادہ الٰہیہ نیست) پھر امر وہی صاحب سے دریافت فرماویں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کا مصداق کون ہوا۔ اب یہ دوسری دفعہ اپنے مونہہ سے ملعون ہو رہے ہیں کیا ابھی سے حواس قائم نہیں ہے آگے چلئے صفحہ ۱۹۱ کا حاصل ۱۔ رفع جسمانی کو قرآن مجید نے اہل کتاب کی طرف منسوب کر کر نفی اور رد کیا ہے دیکھو آیت او ترقیٰ فی السمآء کو ویسئلك اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من السماء ۲۔ پیشگویوں میں قبل از وقوع ملہم کی رائے بھی خلاف نفس الامر کی طرف مایل ہو جاتی ہے مگر قبل از وقوع کے ہے نہ بعد از وقوع دیکھو فذھب وھلی کو ۳۔ اہل کتاب اگرچہ قبل از واقعہ صلیب رفع مسیح بجسدہ العنصری کے قایل نہیں لیکن ابن عباس نے شاید اسکو اُن کی غلطی خیال کر کر یہ وہم کیا کہ صحیح یوں ہے کہ یہ قصہ رفع کا قبل از واقعہ صلیب واقع ہوا ہے ۴۔ اثر ابن عباس رضہ بوجوہ مندرجہ ذیل ساقط الاعتبار ہے (۱) تعارض نصوص قطعیہ (۲) اس اثر کو ابن عباس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع فرماتے تو کسی کسی حدیث مرفوع صحیح یا ضعیف میں اُسکا نشان اور پتہ ضرور ملتا (۳) اس حدیث میں تین وہ مذاہب بیان کئے گئے ہیں جو اہل کتاب سابق کی ہی ہیں اقول ۱۔ او ترقیٰ فی السمآء سے مطلق رفع جسمی کا رد نہیں پایا جاتا کما بیّنا فی شمس الھدایۃ ہاں کفار کا سوال بر نسبت صعود علی السماء وغیرہ کے منظور نہیں ہوا جس پر آیت سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا دال ہے ورنہ آیت سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ الخ سے ایکا صعود اور بل رفعہ اللہ الیہ سے مسیح کی مرفوعیت ثابت ہے اور اسی پر کل اہل اسلام کا اجماع ہے اور سوال کفار کی عدم اجابت کی وجہ تو دوسری آیت میں بالتصریح بیان فرما دی گئی ہے وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھا الاولون ترجمہ کسی شئے نے ہمکو ایسی آیات کی بھیجنے سے نہیں روکا بجز اسکے کہ اگلے کفار نے تکذیب کی اور ایمان نہ لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

۱۔ پہلی دفعہ مصلوبیت کی بحث میں ۱۲ منہ

والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ما سئلتم ولو شئت لکان الخ مُن فات کی
قسم جسکے ہاتھ میں میرا وجود ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے وہ مجھے اللہ نے دیدیا اور اگر میں چاہوں
تو وہ ہو جاوے الخ تفسیر ابن کثیر سورہ بنی اسرائیل اور قرآن مجید نے اس مسئلہ کو اہل کتاب
کی طرف منسوب نہیں کیا۔ کیا آپ آیتہ یسئلک اھل الکتاب ان تنزل علیھم کتابا من
السماء کا معنے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل کتاب کا سوال یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آسمان
پر چڑھ جاویں ہرگز نہیں ع۔ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ چونکہ
سلسلہ تکوین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہذا
حکمت الہیہ کا اقتضا ہوا کہ ان وقائع کے احکام بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونیوالے ہیں اور انکے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا
بھی ظاہر ہو تاکہ نعمت الہی تمام ہو اور حجت قایم پس وہ سب وقایع منکشف ہو گئے۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض کی نسبت تو اس طرح خبر دی کہ گویا بظاہر چشم دیکھ
رہے ہیں اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی تاکہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
امت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے۔ انتہے۔ میں کہتا ہوں احادیث نزول میں بھی بڑی بڑی
تاکیدات و بیان نشانات سے اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے تاکہ امت مرحومہ جھوٹوں
مسیحوں سے بچے اور کشف عینی والی پیشگوئیوں کی یہی علامت ہے کہ ان میں بڑی توضیح
و تشریح و تاکید و بیان حلفی سے کام لیا جاتا ہے بخلاف کشف اجمالی کے کہ اُن میں یہ
طرز بیان نہیں کیا جاتا چنانچہ فذھب وھلی الی انہ الیمامۃ کیونکہ اُس میں آپ نے
پہلے سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ یمامہ ہی ہوگا لہذا یہ پیش گوئی کے اقسام میں سے نہیں
بلکہ صرف اظہار تھا اپنی رائے شریف کا۔ الغرض نزول مسیح وغیرہ اشراط الساعۃ
والی پیشگوئیں بوجہ ہونے انکے مناط احکام و رضا و عدم رضا و کفر و ایمان نہایت
مہتم بالشان ہیں ان کو مقیس علیہا ٹھیرانا دوسری اقسام کے لئے جہالت ہے
بلکہ اس غیر کے یہودی کا مسلک ہے جسکے بارہ میں ارشاد کیا گیا تھا کیف اذ تعدو بک
قلوصک لیلا بعد لیل اور اسکو اُسنے آپ کی خوش طبعی پر حمل کیا تھا۔ اور عمر رضی

نے اسکو بوجہ اس حدیث کے پیش گوئی قرار دینے کے خیبر سے جلاوطن کردیا کادیانی
مشن کا مسلک بھی اُس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے فاروقی اور ایمانی مشرب نہیں
ع۳ اثر ابن عباس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد یہ تاویل سوجھی جو بوجہ
مردود ہونے کے قابل تردید نہیں ہے ع - تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی -
نمبر۴ کوئی نص قطعی اس اثر کے معارض نہیں اہل فقاہت و اہل لسان کی رائے کو اعتبار
ہے - دیکھو اصول عشرہ کو اور سب اہل لسان اور صحابہ معراج جسمی کے قائل ہیں اثر
ابن عباس میں چونکہ عقل و نقل از اہل کتاب کو دخل نہیں صرف اتنی ہی وجہ سے
حکم مرفوع میں ہو سکتا ہے دیکھو علم اصول کو ایسے آثار کے مرفوع ٹھیرانے میں یہ شرط
نہیں کہ مرفوعاً بھی مذکور ہوں - اگر مرفوع ہوتا تو حکم مرفوع میں ہوتا کیا معنے رکھتا
اور اس اثر میں تین مذاہب اگرچہ اہل کتاب کے بھی مذکور ہوں - مگر بیان کنندہ
تو ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے یعنی ابن عباس کا بیان ہے کہ عیسےٰ ابن مریم کے اُٹھایا
جانے کے بعد تین گروہ مختلف المذاہب ہو گئے - ایہاالناظرون کیا اس بیان سے یہ
پایا جاتا ہے کہ اثر مذکور کا سارا ہی مضمون اہل کتاب کا مذہب ہو چکا ہرگز نہیں کیونکہ
اہل کتاب میں سے تو کوئی قبل از صلیب مسیح کے مرفوع الی السماء ہونیکا قایل نہیں وہ صنا
کہاں کی کہاں لگا دیتے ہیں - صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۲۰۶ تک کے مضامین وہی ہیں جنکی
تردید گذر چکی ہے اور بعض کی تردید ادنیٰ طالب العلم بھی کرسکتا ہے صفحہ ۲۰۶ سے ۲۱۱
تک کا حاصل زریب بن برثملا وصی عیسےٰ والا یہ ایک واقعہ کشفی ہے **اقول** ایہاالناظرون
اس گریز کا بھی خیال کریں چونکہ محی الدین ابن عربی نہ کے کشفی معیار صحت کا انکار بوجہ
اقرار مندرج ازالۃ کام نہیں کرسکتے تو اب اس طرف کو بھاگے کہ یہ واقعہ صرف کشفی
تھا محی الدین عربی صاحبؒ کی عبارت ذیل کو ملاحظہ فرمایا جاوے وہ اس واقعہ کو کیا
ٹھیراتے ہیں دیکھو جلد اول صفحہ ۲۵ میں حدیث برثملا کی اول ۳ سطر پر لکھتے ہیں حتی فی زماننا
الیوم جماعۃ احیاء من اصحاب عیسےٰ والیاس الخ یعنے ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت
زندہ ہے عیسےٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے اب امروہی صاحب دریافت فرماویں

کہ حسب اقرار مندرج ازالہ کے محی الدین بن عربی صاحب کا قول کیوں نہیں مقبول ہوتا اور کسی شخص کا اہل زمان سابق سے عظیم الجثہ ہونا یا اصحاب کہف کی طرح بغیر خوراک عادی کے زندہ رہنا کیوں مستبعد خیال کیا جاتا ہے صفحہ ۲۱۲ - اور ۲۱۳ کا مضمون مکرر ہے۔ صفحہ ۲۱۴ - اور ۲۱۵ - اور ۲۱۶ کا حاصل چونکہ صیغہ مضارع بحسب تصریح سید سند استمرار کے لئے ہوتا ہے لہذا یومنن کا ترجمہ جو مرزا صاحب نے لکھا ہے یعنے (ایمان رکھتا ہے) صحیح ہوا کیونکہ استمرار میں ازمنہ ثلثہ داخل ہیں مثلاً والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی اور من عمل صالحًا من ذکر او انثٰی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون ولینصرن اللہ من ینصرہ والذین اٰمنوا وعملوا الصالحٰت لندخلنھم فی الصالحین بر تقدیر ارادہ محض استقبال کے ان آیات میں معنی فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ ہدایت اور غلبہ اور احیا اور جزا اور نصرت اور ادخال دائمی ہیں مخصوص بزمانہ مستقبل نہیں افسوس کہ وہی پرانی باتیں مولوی محمد بشیر کے رسالہ سے لکھدیں جن کا جواب ہم نے مفصل پہلے سے لکھدیا ہے **اقول**۔ سید سند کی تصریح کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ مضارع استمرار کے لئے ہوتا ہے اور نہ کسی علم معانی والے نے یہ لکھا ہے یہ صرف آپ کی خوش فہمی ہے سید سند کی عبارت ذیل کو ملاحظ کرو قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضی بحسب المقامات (قد یقصد) اور (بحسب المقامات) کو غور فرمائیے بمضارع پر قد افادہ تقلیل کے لئے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مضارع سے بدلیل مقام استمرار مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیات خمسہ مذکورہ میں اور چونکہ مضارع مؤکد بالنون کا للاستقبال ہونا بھی بحسب قاعدہ مسلمہ مشہورہ کے ضروری ہے۔ دیکھو متن متین وغیرہ تخلص بمستقبل طلب اوخبر مصدر بتاکید باللام نحو لیضربن چنانچہ آیت میں بھی لیؤمنن خبر مصدر بتاکید باللام ہے لہذا افعال خمسہ مذکورہ میں معنی استقلال سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا تو معلوم ہوا کہ فعل مستقبل مستمر ہے

یعنے وہ فعل کہ جس کو کسی فعل کی نسبت مستقبل کہا جاتا ہے اور وہ اس کے لئے بمنزلہ جزاء کے ہے بہ نسبت شرط کے یا معلوم کے بہ نسبت علم کے) مستمر بھی ہے بباعث استمرار فعل مترتب علیہ یا بوجہ استمرار اسکے علم کے پہلی آیت میں لیھدینھم اور تیسری میں فلنحیینہ بوجہ معطوف کے اور چھٹی میں لندخلنھم بمنزلہ جزاء کے ہیں۔ بہ نسبت جاھدوا اور عمل اور امنوا کے ابن حاجبؒ کہتا ہے واذا تضمن المبتدا معنی الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر وذلک الاسم الموصول بفعل او ظرف او النکرۃ الموصوفۃ بھما اور دوسری آیت میں غلبہ بہ نسبت کتب یعنے قدر کے معلوم کے مرتبہ میں ہے اور تاخر واستقبال معلوم کا بہ نسبت علم اپنے کے گو کہ بحسب الذات ہی ظاہر ہوتا ہے اور چوتھی آیت میں لنیصرن اللہ مترتب ہے ینصرہ پر اور آیت (لیومنن بہ) میں یہود کا ایمان کسی فعل پر مترتب نہیں تاکہ اسکی نسبت سے مستقبل کہا جائے اور نیز بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو مسیح سے پہلے گذرے ہیں) پھر بھی استمرار لیومنن کا نہیں ہو سکتا الغرض لیومنن کو از قبیل افعال مرتبہ علے فعل آخر سمجھنا اور آیات خمسہ مذکورہ پر قیاس کرنا یہ انہیں کچے نام کے نہ کام کے مولویوں کا کام ہے جنہوں نے علوم کو کسی استاد سے نہیں پڑھا نعوذ باللہ من اناس تشیخوا قبل ان یشیخوا ایھا الناظرون امروہی صاحب سے دریافت کریں کہ یہ وہی مولوی محمد بشیر کی پرانی باتیں ہیں یا مولوی محمد نذیر کے نئے افادات چونکہ لیومنن میں استقبال بالنسبۃ الی امر آخر نہیں لہذا استقبال اسکا بہ نسبت زمان نزول آیت کے ہوگا یعنے نزول کے وقت سے آئندہ کو ایمان بالمسیح متحقق ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت سے مراد ایمان لانا کتابی کا مسیح کے ساتھ عند موت الکتابی نہیں کیونکہ یہ ایمان تو نزول آیت سے پہلے بھی ہر کتابی کا عند الموت بالمسیح چلا آیا ہے لہذا متعین ہوا کہ آیت میں پیشگوئی ہے یعنے ہر ایک کتابی زمان آئندہ میں عند نزول المسیح ایمان لائے گا۔ اور عند نزول المسیح سے یہ مراد نہیں کہ فوراً مسیح کے اترتے ہوئے سب اہل کتاب

مسلمان ہو جائیں گے بلکہ جنکی موت علی الکفر مقدر میں ہے اُن کے ہلاک کیا جانے
کے بعد کما ہو مدلول احادیث الجہاد باقی افراد موجودہ سب ایمان لائیں گے۔ کما
قال علیہ السلام وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ اور یہ معارض نہیں آئیت
وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ کے لئے کما
زعم القادیانی والامروہی کیونکہ صورت مذکورہ میں فوقیت کا تحقق بالاستیصال
علی وجہ الکمال ہوگا۔ چنانچہ بہ نسبت عرب شریف کے وارد ہوا ہے کہ عرب
میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو یعنے ہر ایک عربی مسلمان ہوگیا
اور اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت علی الکفر مقدر میں تھی۔ ان کی ہلاکت
کے بعد بقیہ اہل عرب سے ہر ایک عربی مشرف بالاسلام ہوا۔ ایسے تعارضات
صرف خوش فہمی پر مبنی ہیں ورنہ اہل لسان کے نزدیک حدیث مذکور اور آئیت
مذکورہ کے مابین کوئی تعارض نہیں اگر ہے تو سلف کی نسبت ثابت کیا جاوے
کہ وہ تعارض کے قایل ہوئے ہیں اور حدیث مذکور کو بوجہ تعارض کے متروک
الاعتقاد ٹھیرایا ہے ود ونہ خرط القتاد۔ پس بحسب قاعدہ مسلمہ آپکے جو اصول
عشرہ میں ذکر کیا گیا ہے اہل لسان اور فقاہت کی روائیت و درایت مقبول کرنی
چاہئے فاندفع ما توھمہ الامروھی فی الصفحات العدیدۃ السابقۃ واللہ
حققۃ الغرض کل ڈھکوسلے ان کے خانہ زاد ہیں قائل کی غرض کچھ اور ہوتی ہے اور یہ
فرقہ کچھ اور ہی ہانکا جاتا ہے تعجب اس سے آتا ہے کہ ایسے بیانات پر جو صراحۃً مخالف
ہوں غرض قایل کے بڑے فخر اور تعلے سے چند حمقا میں بیٹھ کر دوسروں کو جاہل اور
گدہا وغیرہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ برتملاوصی عیسٰے والی حدیث کے بعد صفحہ ۲۱۱
میں ہماری نسبت شعر ذیل لکھتے ہیں ے گوش خر بفروش دیگر گوش خر
کیں سخن را در نیابد گوش خر ⁂ اور پھر ہمارے پر سوال وارد کیا گیا ہے۔ کہ کیا آپ کو
وہ مذاکرہ بھی یاد ہے جو آئیت ذیل میں مندرج ہے قال اللہ تعالےٰ واذ اخذ ربک
من بنی آدم من ظہورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی

شہدنا الخ جب آپ اس مذاکرہ کا یاد ہونا ثابت کردکھائیں گے تو ہمارے مسیح موعود اس آپ کے مذاکرہ مطلوبہ کا وقوع بطور بروز کے ثابت کردکھائینگے انتہےٰ اقول واہ صاحب شاباش آپ کی خوش فہمی پر کیا ہم نے آپ کے میم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کو شب معراج والا مذاکرہ یا برتسلا کو کوہ حلوان میں نزول تک ٹھیرانے کا ارشاد کرنا یاد ہے یا نہیں بلکہ سوال تو یہ تھا۔ کہ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو بحسب مذاکرہ شب معراج کے چاہیئے تھا کہ اپنے دجال کو بجہاد سنانی قتل کیا ہوتا یا اپنے وصی برتسلا کو پتہ دیا ہوتا تاکہ وہ بھی قادیاں میں آپ کے شامل ہوتا۔ الغرض سوال یادداشت سے نہیں تھا بلکہ وقوع وظہور علی حسب المذاکرۃ والارشاد) سے تھا۔ مگر آپ کے نزدیک جواب اسکا کچھ مشکل نہیں کیونکہ الکنایتہ والمجاز ابلغ من الحقیقۃ) میں امروہی صاحب کو بڑی مشاقی ہے۔ تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ مسیح بروز کے طور پر قادیانی صاحب تھے اور برتسلا بطریق بروز میں تھا اور کوہ حلوان بروزی امروہہ ہے مسیح اقدس کے قبل از ظہور فی القادیان یہ وصیت تھی۔ کہ ہمارے نزول فی القادیاں تک تم کوہ حلوان یعنے امروہہ میں ٹھیرو اور کسی انسان کا عظیم الراس والجثہ ہونا چونکہ بحسب استبعاد امروہی صاحب کے ممکن بالمکان وقوعی نہیں لہٰذا حدیث مذکور میں جو لکھا ہے کہ برتسلا کا سر چکی کے پاٹ کی طرح اُس سے مراد بطریق کنایہ کامل العقل رکھا گیا ہے اور آیت واذ اخذ ربک من بنی آدم الخ کے مطابق ہم سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ یوم میثاق کے مطابق شہادت بالتوحید والربوبیتہ ظہور میں آئی ہے یا نہیں۔ تو جواباً معروض ہے کہ الحمد للہ والمنۃ کہ چنانچہ اس واہب العطیات نے محض فضل و کرم کے ذریعہ سے یوم میثاق میں ہم سے بلی شہدنا کہلوایا تھا اسی طرح اس عالم میں بھی اُس شہادت سے رطب اللسان ومسرور الجنان ہیں ولنعم ما قیل۔

شربنا علی ذکر الحبیب مدامۃً

سکرنا بہا من قبل ان یخلق الکرم

ولنعم ما قیل

لقد قلت فی مبدء الست بربکم — بلی قد شہدنا والولا متتابع

فیا حبذا تلک الشہادۃ انہا — تجادل عنی سائلی وتدافع

وانجو بہا یوم الورود فانہا — لقائلہا حرز من النار مانع

ھی العروۃ الوثقی بہا فتمسکی — وحسبی بہا انی الی اللہ راجع

فیارب بالخل الحبیب محمد — نبیک وھو السید المتواضع

انلنا مع الاحباب رویتک التی — الیہا قلوب الاولیاء تسارع

فبابک مقصود وفضلک زائد — وجودک موجود وعفوک واسع

صفحہ ۲۱۲ سے ۲۲۲ تک کی تردید کی حاجت نہیں۔ صفحہ ۲۲۳ سے ۲۲۵ تک کا حاصل ساری اہل زمین ہدایت اور اتفاق ان کا ملت اسلام پر کما ہو المفہوم من قولہ علیہ السلام وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ) مشیئت الہیہ کے محض خلاف ہے لقولہ تعالیٰ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ایضاً قال تعالیٰ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین **اقول** پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ ہم کو چوں کہ جنوں اور آدمیوں سے جہنم کا بھرنا حسب الوعد منظور ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو ہم نے ہدایت عطا نہیں کی ورنہ اگر ہم چاہیں تو ہر ایک کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ ایہا الناظرون انصاف فرما دیں کیا جہنم کا بھرنا بغیر اس کے کہ زمان مسیح کے لوگ مختلف ہوں) نہیں ہو سکتا بینوا توجرا۔ اور دوسری آیت میں بسبب استثناء من رحم ربک کے مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہونگے مختلف ہی رہیں گے۔ اور (لا یزالون) کا مقتضے یہ نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی۔ کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنے کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں۔ دیکھو قولہ تعالیٰ

لایزال بنیانہم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبہم جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بنیانہم (انکی عمارتوں) سے تا حین حیات اُن کے متصور نہیں ہاں اگر مرگئے تو چونکہ خود ہی نہ ہوں گے اُن کا شک بھی نہ ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ الا ان تقطع قلوبہم مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جاویں دل اُن کے یعنے مرجاویں پس زمان مسیح موجود میں چونکہ غیر مرحومیں ہی نہ رہیں گے تو اُن کا اختلاف کیا ہوگا اس مقام پر امروہی صاحب نے ہماری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ بحسب قاعدہ مخترعہ مؤلف کے قرآن مجید میں جس جگہ ایسا استثنا الا کیساتھ آیا تو وہ آیت مؤلف کے نزدیک زمانہ مسیح ہی کے ساتھ مخصوص ہے) **اقول** ایہا الناظرون انصاف فرماویں کہ کس قدر دجل یا جہالت ہے۔ یہ تفریع تو امروہی صاحب کی خوش فہمی پر مبنی ہے کیوں کہ من رحم ربک) کو آپ نے محصور کر رکھا ہے انہیں مرحومین میں جن کے زمانہ میں مسیح کے زمانہ کی طرح کوئی غیر موہوم باقی نہ رہا ہو حالانکہ من رحم ربک شامل ہے اُن کو اور نیز اُن مرحومین کو جن کے زمانہ میں غیر مرحومین بھی موجود ہوں فاندفع الایراد بقولہ تعالیٰ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وبقولہ تعالیٰ ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا اور پھر ہمارے پر یہ اتہام لگایا گیا ہے کہ مؤلف شمس الہدایت کے نزدیک مستثنے منہ حرف استثنا کے لانے سے کل مستثنے ہو جاتا ہے **اقول** یہ بھی آپ کی اسی خوش فہمی پر مبنی ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے فلا یرد ما اوردہ بقولہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ اور پھر الا من رحم ربک کو بر تقدیر استثنا منقطع کے عبارت ملائکہ سے ٹھیرا کر اعتراض کیا ہے حالانکہ صورت انقطاع میں بھی من رحم ربک سے انسان مراد ہیں نہ ملائکہ دیکھو بیضاوی (الا من رحم ربک الا ناسا ھدیہم اللہ من فضلہ فاتفقوا علی ما ھو اصول دین الحق والعمدۃ فیہ انتہی موضع الحاجہ اس پر شہاب حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے (فالاستثناء منقطع) ایہا الناظرون ہم کب تک انکو بتا دیں۔ امروہی صاحب کو لازم تھا کہ پہلے کسی عالم سے شمس الہدائیت کو پڑھ کر اس کوچہ میں قدم رکھتا ناحق اُس کو رسوا ہونا پڑا

صفحہ ۲۲۶ سے ۲۳۲ تک کا حاصل ان صفحات میں اس وجہ تطبیق کو رد کرنا چاہا ہے۔ جو شمس الہدائیت میں احادیث حلیہ ابن مریم کے متعلق لکھی گئی ہے یعنی سُرخ رنگ سے مراد کم درجہ کا سُرخ جسے گندمی رنگ بھی کہہ سکیں اور گھونگر والے بال سے مراد کم گھونگر والے جن کو بہ نسبت اہل حبش کے سیدھے بال کہہ سکیں لکھتے ہیں کہ اس تاویل کو خود حدیث متفق علیہ رد کر رہی ہے عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرایت رجلا آدم کاحسن ما انت راء من آدم الرجال الحدیث جس کے معنے ہیں نہائت عمدہ گندمی رنگ آدمی ظاہر ہے کہ سُرخ رنگ والے کو عمدہ رنگ گندمی نہیں کہا جا سکتا **اقول** (عمدہ گندمی رنگ) بمعنے کمال گندم گونی یہ آپ کی خوش فہمی ہے حدیث کے ٹکڑے (کاحسن ما انت راء من آدم الرجال) کا یہ معنی نہیں بلکہ اسکا معنے یہ ہے گندم گونوں مردوں میں سے زیادہ خوبصورت آپ نے زیادت کو جو احسن افعل تفضیل سے مفہوم ہوتی ہے گندم گونی کے ساتھ لگایا پھر فرماتے ہیں کہ سبط چونکہ نقیض ہے جعد کی لہذا ایک کا اطلاق دوسرے پر جائز نہیں۔ **اقول** جعد کلی مشکک ہے اس کا اطلاق مراتب مختلفہ پر آتا ہے۔ اور ایسا ہی سبط بھی پس ہر ایک مرتبہ کا اطلاق اپنے مقابل پر نہیں آتا جو مساوی فی الدرجہ ہے نہ مطلقاً اب لٹھہ یا خاصہ کو بہ نسبت اطلس کے خشن کہہ سکتے ہیں اور بہ نسبت کمل بھورا کے لیّن اور نرم ایسا ہی کم جعودت والے کو بہ نسبت غائبت مرتبہ کی جعودت والے کے چنانچہ حبشی و زنگباری سبط الراس کہہ سکیں گے۔ پھر لکھتے ہیں کہ دوسری روائیت بھی اس تاویل رکیک کو باطل کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن ابن عباس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ورائیت عیسےٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض ظاہر ہے۔ کہ جو رنگ گندمی ایسا ہو کہ مائل ہو سُرخی اور سپیدی کی طرف اسکو بھی احمر یا سرخ نہیں کہا جا سکتا۔ **اقول** ایہا الناظرون غور فرماویں یہ روائیت تو ہماری ہی تاویل کی موید ہے۔ کیونکہ جب سُرخی اور

ملی ہوئی ہوں۔ تو اس صورت میں بلحاظ اختلاف جہت والاعتبار کے آدم بھی کہا جاتا ہے اور احمد بھی امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ضرور ہمارے مسیح اقدس کو ملے مگر ہنوز دہلی دور است خواص والہامات وغیرہا جو پہلے اسی رسالہ میں لکھے گئے ہیں قادیانی صاحب کو محروم رکھتے ہیں آپ کا جغرافیہ وطب وغیرہ تاویلات یا تحریفات صرف چند حمقا کو دھوکا دے سکتے ہیں لہذا کسی اہل علم نے آپکے خرافات کو آج تک گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں دی اس مقام پر ہم اسی قدر جواب میں کافی سمجھتے ہیں ایہا الناظرون شمس الہدائیت اور شرح حدیث کو بالمقابل رکھکر ملاحظہ فرمائیے۔ ان صفحات کے بقیہ مضامین کو طلبہ بھی اڑا سکتے ہیں صفحہ ۳۴۲ کا حال شمس الہدائیت میں جو لکھا ہے کہ **حدیث**۔ لوکان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء الفارس کا مصداق سلمان فارسی ہے اس پر فرماتے ہیں۔ کہ شرم شرم صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ و اٰخرین منہم لما یلحقوا بھم جب آئت اتری تو صحابہ رض نے پوچھا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں تو آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھکر فرمایا۔ لوکان الایمان معلقا عند الثریا لناله رجال من ھٰؤلاء اور سلمان فارسی چونکہ اصحابی تھے۔ لہذا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ لما یلحقوا بھم کے مصداق بنیں **اقول** شمس الہدائیت میں تو اس حدیث کی نسبت نہیں لکھا گیا کہ اسکا مصداق سلمان فارسی ہیں بلکہ لوکان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء الفارس کے متعلق کلام ہے اور صفحہ ۷۶ سطر ۴ میں عبارت ذیل (مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے) سے مراد یہی حدیث ہے نہ صحیحین کی حدیث الغرض صحیحین والی حدیث کے فقرہ (فوضع النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ) کو قرینہ ٹھیرایا گیا ہے اسپر کہ غیر صحیحین والی حدیث میں مراد رجل سے سلمان فارسی ہے دیکھو شمس الہدائیت صفحہ ۷۵ تو اس حدیث میں (رجل) سے مراد یا تو واحد شخصی ہے اور یا جنس فارسی بر تقدیر اول یہ حدیث جواب سوال (من ھٰؤلاء یا رسول اللہ) کا بوجہ جمعیت (اٰخرین) اور (ھٰؤلاء) کے نہیں ہو سکتے

تاکہ سلمان فارسی بوجہ (لما یلحقو بہم) کے مصداق اس حدیث کا نہ بن سکے بلکہ آپکا
ارشاد سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمانا کمافی حدیث الصحیحین یہ
دلیل ہے اس پر کہ مراد رجل سے لنالہ رجل والی حدیث میں سلمان فارسی ہے اور
برتقدیر ثانی لنالہ رجل اور لنالہ رجال کا مآل ایک ہوگا اس صورت میں بقرینہ و
آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور سوال من ھؤلاء یارسول اللہ کی دونوں
حدیثوں کا مصداق اہل فارس میں سے وہی ہونگے جو شرافت صحبت سے مشرف
نہیں اس شق کا ذکر وجہ ثانی میں کیا گیا ہے دیکھو شمس الہدائیت کی عبارت ذیل
اور ثانیا اگر بلحاظ جمعیتہ لفظ رجال و رہولا کے جنس مراد ہو) یعنی لفظ رجل سے
جو (لنالہ رجل) میں واقع ہے اگر کہا جاوے لنالہ رجل اور لنالہ رجال کا ارشاد پاک
بجواب سوال (من ھؤلاء یارسول اللہ) کے ہی ہوا ہے لہذا رجل سے مراد
بالتعیین جنس فارسی ہے نہ واحد شخصی تو جواباً گذارش ہے کہ شمس الہدائیت کی
عبارت کا مطلب ابطال دلیل خصم کا ہے بجمیع شقوقہ و محتملاتہ پس اُمروہی صاحب
کا شرم شرم شرم گو شرم شرم شرم ہے کہ العلم خیر والجہل شر قضیہ مسلمہ ہے الحاصل
قادیانی کسی صورت میں اس حدیث کا مصداق نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے بجائے
(لانے اور اتارنے) کے علم کو گم کرنا چاہا ہے صفحہ ۲۳ کا حاصل خراسان فارس
کا صوبہ ہے اور سمرقند خراسان میں ہوا تو سمرقند فارس میں ہی ہوا لہذا قادیانی
صاحب سمرقندی الاصل اور فارسی الاصل ہوئے۔ آپ کسی ایک مسئلہ حضرت اقدس
کو بتادیں کہ وہ کتاب و سنت سے کیا مخالفت رکھتا ہے۔ ہمارا مسیح موعود اپنے
دعوے پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ رویا اور مکاشفات صالحین امت بیان
کرتا ہے۔ آسمان و زمین اس کے دعوے کی تصدیق کر رہے ہیں **اقول**۔
اصلی عبارت شمس الہدائیت کی یہ ہے (اور سمرقند نہ خراسان سے ہے نہ فارس
سے) دیکھو فہرست اغلاط اور اس عبارت میں نفی فارس کی تو ظاہر ہے۔ کہ
بمقابلہ مضمون مندرج ازالہ اوہام کے ہے اور نفی خراسان کی بہ نسبت اُس تقریر

یا تحریر کے ہے جو شمس الہدایت کے لکھنے کے ایام میں کسی صاحب نے پیش کی تھی۔ چنانچہ آیت (وانہم میتون) کے متعلق جو مرجع (ھم) کا انبیاء برخلاف سیاق آیت کے قصر المسافۃ و علی سبیل التسلیم لکھا ہوا ہے وہ بھی قادیانی صاحب کے ایک مخلص کی طرز بیان کے فرض تسلیم پر مبنی ہے والا قادیانی صاحب کے تصنیفات میں کسی مقام پر آیت مذکورہ کا بیان اس طور پر نہیں دیکھا گیا الحاصل بعض مضامین میں مخاطب قادیانی صاحب ہیں اور بعض میں اُن کے احباب جنہوں نے انہیں ایام میں اس کی جانب سے ہمارے سامنے گفتگو کی تھی۔

ایہا الناظرون شمس الہدایت کا اعتراض قادیانی پر باقی رہا یعنے حدیث (رجل من ابناء فارس) کا بوجہ سمرقندی الاصل ہونے کے مصداق نہ بنا۔ کیونکہ سمرقند فارس سے نہیں دیکھو نقشہ جات اور نیز قادیانی صاحب علم کو زمین پر اٹھانے کی وجہ سے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہوسکتا۔ صفحہ ۲۳ کا حاصل آیۃ سبحان ربی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ آیت ما نحن فیھا میں جو امور مذکورہ ہیں وہ بہ نسبت قادر مطلق کے ممتنع ہیں کلا و حاشا و نعوذ باللہ منہ۔ **اقول** جب آپ کو ان جملہ امور مندرجہ آیت کا جن میں سے آسمان پر صعود بجسدہ العنصری بھی ہے۔ عدم امتناع مسلم ہے۔ تو اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہی کہ اس پر کلام کریں۔ صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ اس آیت سے حسب اقرار آپ کے عدم امتناع صعود علی السماء بالجسم العنصری کے ثابت ہوا اور آیتہ سبحان الذی اسری بعبدہ الخ اور بل رفعہ اللہ الیہ سے وقوع صعود بجسم عنصری ثابت ہے اور ازالہ میں جو قادیانی نے نئے اور پرانے فلسفہ کے رو سے صعود علی السماء بالجسم العنصری کو ممتنعات سے لکھا ہے بالکل واہی اور لغو ہے کیونکہ برودت اور حرارت لوازم عادیہ میں سے ہیں ہوا اور نار کے لئے جن کا

؎۱ آپ نے اپنے نبی کی کل کارروائی عنت ربود کر دی دیکھو ازالہ حج اول صفحہ ۴۷ سطر ۱۴ ازانجملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے الخ ۱۲ منہ

انفکاک بشہادت قولہ تعالےٰ قلنا یا نار کونی بردا وسلٰما علےٰ ابراھیم) ثابت ہے۔ ایہا الناظرون جب اللہ تعالےٰ کو کسی اپنے بندہ کا آسمان پر لے جانا منظور ہو۔ تو کیا کرۂ زمہریریہ اور ناریہ پھر بھی اپنی برودت اور حرارت کی روسے اس انسان کے لئے مہلک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون اور اسی قبیل سے ہے قادیانی کا زعم ذیل (کہ در صورت رفع علی السماء بوجہ حرکت آسمانوں کے مسیح کو دائمی عذاب میں مبتلا ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس زعم کی بنا چونکہ آسمانوں کے متحرک ہونے وغیرہ پر ہے جو شرعاً ثابت نہیں بلکہ اخبار وآیات اس کے خلاف پر ناطق ہیں قال اللہ تعالی ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ وفی الخبر ان لہ قوائم ہاں کواکب کا متحرک ہونا قرآن کریم سے پایا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالی لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون۔ وقال فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ وقال کل یجری الی اجل مسمّٰی لہذا اہل اسلام کے نزدیک قابل اعتبار نہیں الغرض معراج جسمی اور رفع جسمی ایک اجماعی عقیدہ ہے جس کے خلاف پر نہ نقل اور نہ عقل شہادت دیتے ہیں اسے مولف تم کو ہمارے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول رب العالمین افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے جو آپ کے معجزات اور احادیث وفضیلت کلیہ کا انکار کرتے ہو۔ بلکہ قادیانی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل مانتے ہو۔ قادیانی اگر کہے کہ یہ پیشین گوئی ہرگز نہ ٹلے گی۔ تو ایمان لے آتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گویوں میں اس خیبری یہودی کی طرح کیا کیا رنگ دکھاتے ہو تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ اور بجائے اس نبی کے جو باعث کمالات اپنے کے شرع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجالانے کا استحقاق رکھتا ہے اور اس منصب خادمیت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے) ایک ایسا نامعقول کھڑا کرتے ہو جو تمہاری طرح علوم نقلیہ وعقلیہ سے بے بہرہ ہے۔

صفحہ ۹ ۲۳ اور ۲۴۰ کا حاصل ۱ہم کب کہتے ہیں۔ کہ زمین پر کوئی فرشتہ متمثل بصورت بشری نہیں۔ ۲ حدیث دمشقی کو جس میں نزول مسیح ملائیکہ کے کندہوں پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے۔ اُس کی تکذیب آیات ذیل کر رہی ہیں۔ یوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملئکۃ تنزیلا۔ ایضاً ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ وقضی الامر ایضاً ھل ینظرون الا ان یاتیہم الملئکۃ او یاتی ربک الخ ایضاً وقالو لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون **اقول** دیکھو ایام الصلح صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۷ ایں آیہ کریمہ جہر اگویدکہ نزول ومشی ملائکہ بر ہیئت رجال نبی آدم از عادت الٰہیہ نیست انتہے۔ مرزا صاحب کی نمک خواری کا حق آپ خوب ادا کرتے ہیں۔ خدا کے بندے ساری عمر میں ایک جگہ بھی تو اُس کو فائدہ پہونچایا ہوتا۔ ۱ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث دمشقی میں صرف اتنا ہی فرمایا ہے۔ کہ نزول مسیح ملائیکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھی ہوئی ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس وقت کے موجودہ لوگ بھی ضرور اُن کو دیکھیں گے۔ جائز ہے کہ یہ نزول اس طرح پر ہو جیسا کہ نزول ملائکہ کا سورۃ انیہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ جن کا مشاہدہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا خواص میں سے کسی کو ہوتا ہو یا جیسا کہ رفع جنائز ولاشیں بعض صحابہ کا ملائکہ سے ہوا ہے کما مر فی قصہ عامر بن فہیرہ وغیرہ پھر ہم کہتے ہیں کہ ان ملائک کا نزول صورت بشری میں بھی متصور ہو سکتا ہے اور آیۃ ولو جعلنا ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون چونکہ رسول ملکی کے شان میں وارد ہے (یعنے اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی فرشتہ کو رسول بنا کر لوگوں کی طرف بھیجا جاوے جیسا کہ کفار کا سوال ہے تو یہ بھیجنا عبث وفضول ہے کیونکہ پھر بھی اُن کو اشتباہ باقی رہیگا) لہذا یہ آیت حدیث دمشقی کی مکذب نہیں دیکھو حدیث احسان میں جبرئیل علیہ السلام بصورت بشری نازل ہوئے اور صحابہ نے بھی اُنکو دیکھا ایسا ہی بہتیرے مواضع میں تو کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس حدیث

کی مکذب آئیت مذکورہ ہے ہرگز نہیں اور آیات مذکورہ میں اس نزول اور اتیان کا ذکر ہے جو کھلے طور پر بغیر صورت بشری کے ہو جو مخصوص بیوم الحشر ہے اسے مولف صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو مان لو اور اُن کفار کی طرح انتظار نہ کرو جن کا ذکر آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے کہ ھل ینظرون الاان یاتیھم اللہ الخ اور ھل ینظرون الاان یاتیھم الملآئکۃ الخ کیونکہ پھر ایمان لانا نافع نہ ہوگا قال تعالی لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل اسے مولف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم کو اور تمہارے مرشد کو کیا عداوت ہے کہ ہر ایک حدیث کو یا تو مخالف نصوص قرآنیہ کے ٹھیرا دیتے ہو اور یا تحریف صریح کر دیتے ہو پھر اخیر میں ہمارے پر الزام لگاتے ہیں (اور اصل بات تو یہ ہے۔ کہ آپ عالم ملائکہ کے بالکل منکر ہیں) **اقول**۔ جب ہم نے شمس الہدائیت میں بدلائیل کثیرہ ملائکہ کا نزول اور وجود بمقابلہ انکار قادیانی کے کر دکھایا۔ تو امروہی صاحب سے اور کچھ بن نہیں پڑی اخیر میں بحکم بیت۔ وقت ضرورت چو نماند گریز ✦ دست بگیرد سر شمشیر تیز ✦ لاجواب ہو کر یہ کہدیا واہ صاحب جواب اسکا نام نہیں بلاوجہ اور بغیر ثبوت کسی کو متہم کرنا ہم نے تو ہر جگہ میں تمہارے قادیانی کی عبارتیں بحوالہ کتاب وصفحہ وسطر نقل کر دی ہیں صفحہ ۲۴۱ سے ۲۴۳ تک کا حاصل ع۱ اگر حضرت نوحؑ کی عمر ۱۴۰۰ برس کی اور حضرت آدمؑ کی ۹۳۰ سال کی ہوئی وکذا وکذا تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ حضرت عیسٰے کی عمر دو ہزار برس یا زائید کی ہو گی شعر چہ خوش گفت ست سعدی درزلیخا ✦ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا ✦ ع۲ جس زمانہ کے لوگوں کی عمریں سو برس تک کی ہو ویں تو ہر ایک اہل عقل اور سمجھ والا یہ بھی سمجھ لیوے گا۔ کہ اسی یا نوّے سال میں نکوس اور واثر گونی اُن کو پیدا ہو جاوے گی۔ ع۳ حدیث صحیح سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ ایکسو بیس برس کی ثابت ہے ع۴ مولف شمس الہدائیت نے جو اصحاب کہف کے لئے عمر آئیت ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین سے قطعی طور پر مقرر فرمائی ہے

کیا مؤلف نے آیت و اللہ اعلم بما لبثوا قرآن میں نہیں دیکھی ؟ ؎ اصحاب کہف کی عمر سے حضرت عیسٰے کی عمر مزعوم ثابت نہیں ہوسکتی **اقول** (۱) حضرت ہم نے کب کہا ہے کہ نوحؑ اور آدمؑ وغیرہما کی عمر سے لازم آتا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کی عمر دو ہزار برس کی ہو ہم نے تو چند اشخاص کی عمریں اس استبعاد کے دفع کرنے کے لئے لکھیں ہیں جس کو قادیانی بعبارت ذیل بیان کیا ہے ۔ (فکیف آنکہ الی دو ہزار سنہ زندہ اش گذاشتند) ایام صلح فارسی صفحہ ۱۲ سطر ۱۹ بایں خوش فہمی جواب لکھنے پر آمادہ کیسے ہو گئے ہیں ۔ اب تو آپ کی انسان الحال شعر ذیل پڑھ رہی ہے ۔

شعر

الا یا ایہا المرزا نہیں لیتا وہ اہم ہیں — جواب آساں نمود اوّل لے وافتاد مشکلہا

مراد منزل مرزا چہ امن وعیش چوں ہر دم — صلاح الوقت میگوید کہ بر بندید محلہا

(۲) قادیانی صاحب سے سوال تو یہ کیا گیا تھا ۔ کہ آپ نے اسّی یا نوّے سال کی قید کو مدلول آیت کا کیسا ٹھیرایا ہے ۔ دیکھو ایام صلح صفحہ ۱۲۰ آیت ذیل (ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق) کے تحت میں (چہ از قرار ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نود سنہ بالغ شود و راانکوس و اثر گونی بہ آفرینش اوّل حاصل آید) (از قرار ایں آیت) کا فقرہ محل استشہاد ہے ۔ ایہا الناظرین کیا سوال مذکور کا جواب یہ ہوسکتا ہے ۔ (جس زمانہ کی عمریں الخ) ہر گز نہیں ۔ کیوں کہ یہ مضمون آیت مذکورہ کا مدلول نہیں بلکہ اس سے خارج ہے ۔ اور بر تقدیر تسلیم مفہوم آیت کا چوں کہ اہل ہر زمانہ کو شامل ہے لہذا اسّی یا نوّے سال کی قید کا خصوصیت اس کی غرض کے لئے منافی ہوگا ۔ ؎ حدیث صحیح سے حضرت عیسٰے کی مدت مکث قبل الرفع ۳۳ سال ہے ۔ دیکھو ابن کثیر صفحہ ۲۴۵ میں فانہ رفع ولہ ثلث وثلثون سنۃ

؎ چنانچہ ایام الصلح میں ۱۲۔

فی الصحیح وقد ورد ذلک فی حدیث فی صفۃ اہل الجنۃ انہم علی صورۃ آدم و میلاد عیسےٰ ثلث و ثلثین سنۃ و اما ما حکاہ ابن عساکر عن بعضہم انہ رفع ولہ مائۃ وخمسون سنۃ فشاذ غریب بعید انتہے۔ اور طبرانی نے باسناد جید انس رضہ سے روائت ۳۳ سال کو ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یدخل اہل الجنۃ علی طول آدم ستین ذراعا بذراع الملک وعلی حسن یوسف وعلے میلاد عیسےٰ ثلث و ثلثین سنۃ الخ بدور السافرۃ صفحہ ۲۷۳ اور خاندان ابن سعید احمد حاکم نے اسی روائت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس ارسل اللہ عیسے علیہ السلام وھو ابن ثلثین سنۃ فمکث فی رسالتہ ثلوثین شہرا ثم رفعہ اللہ الیہ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴ واخرج ابن سعد واحمد فی الزھد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسےٰ ابن ثلث وثلثین سنۃ درمنشور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ (۴۴) شمس الہدایت میں اصحاب کہف کا ۳۰۹ برس تک سونا ذکر کیا گیا ہے جو ترجمہ ہے آیۃ ولبثوا فی کھفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعًا کا دیکھو شمس الہدائت صفحہ ۱۸ سطر ۱۶ خدا کے بندے کسی وقت تو سچ بولا کرو۔ ایہا الناظرون مولف صاحب سے دریافت فرماویں۔ کہ کیا آیۃ واللہ اعلم بما لبثوا معارض ہے آیت ولبثوا فی کھفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعًا) کے لیئے ہم کہاں تک ایسے جاہلانہ تعارضات کا دفعیہ لکھتے رہیں۔ امروہی آپ کی ساری کتاب کا حاصل سوا آویز گریز بہتان کج فہمی کے اور کچھ نہیں صفحہ ۲۴۴ اور ۲۴۵ کا حاصل حضرت عیسےٰ علیہ السلام آیۃ ومنکم من یتوفی ...... ومنکم من یرد الی ارذل العمر کی دو شقوں میں سے اگر شق ارذل العمر میں داخل ہیں تو بالضرور لکیلا یعلم بعد علم شیئًا کے مصداق

ہو گئے ہوں گے تو پھر دوبارہ آکر کیا کارروائی کر سکیں گے ؟ اس جگہ پر مؤلف شمس الہدایت نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسمان پر جانے کا حال چونکہ حالات متوسطہ میں سے ہے لہذا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ولنعم ما قیل دروغگوی را حافظہ نباشد ؟ واقعہ صلیب کا ذکر جبکہ اللہ تعالیٰ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم میں فرما چکا تو اس مقام پر اُس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی اقول (۱) یرد الی ارذل العمر امر ممتد ہے جس کا شروع چالیس یا ساٹھ سال کے بعد ہو جاتا ہے اور لکیلا یعلم بعد علم شیئاً کا تحقق اجزاء متاخرہ میں ہوتا ہے۔ اور آیت (ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد) میں چونکہ مراد (من یتوفی) سے صحۃ تقابل کے لئے (من یتوفی قبل الرد الی ارذل العمر) ہے لہذا مسیح علیہ السلام کا دخول شق اوّل میں بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ مناسب تر با حادیث مدت مکث بعد النزول یہی ہے اور (یتوفی) تحقق وفات فی الزمان الماضی پر دلالت نہیں کرتا۔ تاکہ اس سے مسیح کی وفات نزول آیت کے وقت ثابت ہو۔ الغرض مسیح آیت کے شق اوّل میں داخل ہو خواہ دوسری میں اس کی وفات یا نکما ہو جانا نہیں ثابت ہوتا ؟ ہاں تسلیم کر لیا ہے کہ آیت ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر میں رفع الی السماء کا ذکر نہیں چنانچہ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس آیت میں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں مگر فرمایئے کہ اس تسلیم میں ہمارا کونسا ضرر ہے اور ہم نے کب اس آیت کو دلیل رفع جسمی کے لئے کہا ہے ہم نے تو بل رفعہ اللہ الیہ سے ثابت کیا ہے ہماری کتاب کو کسی سے پڑھکر سمجھنا آپکے لئے ضروری تھا ایہا الناظرون جتنے اعتراض شمس الہدایت میں قادیانی کے استدلال بآیات قرآنیہ پر وارد کئے گئے تھے اُن میں سے ایک کو بھی امروہی صاحب نے مندفع نہیں کر سکا اصلی غرض سوال کا تو حضرت کو خیال ہی نہیں ہتا آور یہ گریز کر کر ٹال مٹال دیتے ہیں صفحہ ۲۴۵ سے ۲۴۸ تک کا حاصل (۱) وما جعلناہم جسدا لا یاکلون الطعام اور کانا یاکلان الطعام سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا نبی ہو یا ولی وغیرہ بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ کے زندہ رہنا نہیں

ہو سکتا ہے قرآن مجید سے اصحاب کہف کی ضرورت طعام کی طرف معلوم ہوتی ہے
قال اللہ تعالیٰ فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایہا ازکی
طعاما فلیاتکم برزق منہ ولیتلطف ایسا ہی قولہ تعالیٰ ویھیئ لکم من امرکم
مرفقا صراح مین ہے مرفق آنچہ بوے نفع یابند اھ افسوس کہ مؤلف نے بے تمیزی کی
وجہ سے کلمات قرآنی کے معنے حقیقی اور مجازی مین فرق نہین کرسکا کہ عدم اکل وشرب
کوئی کمال نہین دیکھو جمادات کو اقول ہم بھی مانتے ہین کہ حسب آیت مذکورہ کسی انسان
کا بغیر طعام کے زندہ رہنا نہین ہوسکتا ۔ مگر اہل ارض کے لئے طعام گندم وغیرہ ہے اور
اہل سمار کیلئے تسبیح و تہلیل جس ملک مین کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل
کرتا ہے زمینی آدمی جبتک زمین مین ہے اہل زمین کی غذا کہائیگا جب اللہ تعالیٰ کو آسمان پر
لیجانا اوسکا منظور ہے تو اوسکو ملائکہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے آسمان پر
لیجانیکے وقت اُس سے اشتہا اس غذا زمینی کی سلب کیجاتی ہے کما صرح بہ المحققون
اہل زمین مین سے ہی زمانہ آئندہ مین ایسے لوگ ہونگے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی فکیف
بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیہم ما یجزی اھل السماء یارسول اللہ صلعم جس دن
کہانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ مین ہوگا اُسدن مومنین کا کیا حال ہوگا آپنے فرمایا
اُسدن اہل آسمان کی طرح انکو تسبیح و تہلیل مایہ حیات ہوگی اور نیز آیۃ وما جعلناھم
جسدا لا یاکلون الطعام کا معنی یہ نہین کہ انسان ہر وقت اور بغیر اشتہا کے بہی کہاتا رہے
بلکہ کہانا پینا اشتہا پر مبنی ہے اور چونکہ مرفوع علے السماء کی اشتہا سلب کردیجاتی ہے لہذا
اسکا نہ کہانا اور نہ پینا آیت مذکورہ کے منافی نہوا اھ قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو
سے زیادہ عرصہ مین بغیر کہانے پینے کے زندہ رہنا ثابت ہے کیونکہ مطابق ولبثوا فی کھفھم
ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا کے وہ سوے رہے ہین اتنے عرصہ مین اونہون نے کچھ
نہین کہایا اور نہ پیا اور آیۃ فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الخ مین بیدار ہونیکے بعد کا
حال ہے ۔ ساری آیت پڑہو وکذلک بعثناھم لیتساءلوا بینھم قال قائل منھم کم لبثتم
قالوا لبثنا یوما او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ

الی المدینۃ فلینظر ایہا ازکیٰ طعاما فلیأتکم برزق منہ ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا ۔ **۳** افسوس ہے امروہی صاحب کے ایمان پر کہ اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیان قول (فقال یجزیہم ما یجزی اھل السماء) پر گستاخانہ کلام کہا یعنی جس نے طعام کا معنے بغیر گندم وغیرہ کے نفس تسبیح وتہلیل لیا ہے وہ بے تمیز ہے اوسکو قرآن کریم کے کلمات کے معنے حقیقی ومجازی سے خبر نہیں ۔ اے مؤلف تم کو ہمارے پیغمبر افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے کہ ہر جگہ آپ کے ارشاد پاک اور قرآن مجید مین تعارض ٹہیرا دیتے ہو ذرا (اوتیت القرآن ومثلہ معہ) کا بہی خیال رکہو اتنی عداوت تو پادریون آریون وغیرہ نے بہی نہین کی کہ قرآن وحدیث مین ایسا بیجا دخل کرین **۳** عدم اکل ما من شانہ ان یکون اکلا کمال ہے جو جمادات پر صادق نہین ہوسکتا دیکہو یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیہ **بیت** معدہ را گذار سوئے دل خرام تا کہ بے پردہ زحق آید سلام **ایضاً** ذکر واللہ کار ہر اوباش نیست ۔ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست ۔ للحرب رجال وللشرید رجال مثل مشہور ہے **ص ۲۴۸** کا حاصل اعلیٰ آیۃ وجعلنی مبارکا اینما کنت سے حضرت عیسیٰ کا مالدار وکثیر الخیرات ہونا ثابت ہوتا ہے **۲** ازالہ اوہام **ص ۳۰۹** پر جو اعتراض کیا گیا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیور کو مرزا صاحب نے مکروہ وقابل نفرت کہا ہے اس مین ہم صرف اتنا ہی پوچہتے ہین کہ کسی حیوان کی تصویر کا بنانا شرع محمدی مین مکروہ ہے یا نہین بشق اول ازالہ کی بات ٹہیک اور شق ثانی کے آپ قائل نہین فاین المفر **۳** انکار معجزات جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے جواب اسکا یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔ **اقول ۱** اس آیت سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام مال کو اپنے ملک مین ٹہیرا رکہتے تہے تا کہ ان پر ادا زکوۃ لازم ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت مین سینکڑون طرح کے اموال آئے معہذا وصف فقر جس پر آپ کا فخر ہی لازم ہے رہے **۲** اگر شق اول ازالہ کی بات ٹہیک ہے تو پہر یہ تصویر فروشی کیسی جس سے ہزارون روپے بہولی جماعت سے لئے گئے ہین اور مرزا صاحب کا اعتراض کسی طرح مندفع نہین ہوتا کیون کہ اونہون نے قبل از شرع محمدی

مسیح کے زمانہ مین اوسکے معجزات کو مسمریزم اور کہلونے وغیرہ لکہا ہے جیسے دیکھو ازالہ
ص ۳۰۵ کو جسمین خلق طیر کی نسبت لکہا گیا ہے کہ یہ ایک مسمریزمی عمل بطور لہو و لعب کے
تہا وغیرہ وغیرہ ایسی تحریف کو انکار ہی سمجہا جاتا ہے اب فرمائیے لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کا مصداق کون ہوا ص ۲۴۹ مین خطبہ صدیقیہ کا ذکر ہے جس کی تشریح اور امروہی
صاحب کی کج فہمی پہلے گذر چکی ہے **قوله** صفحہ ۲۵۰ تو پہر بحکم آیۃ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي
کے زمانہ ماضی مین تحقق موت کا حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لئے واقع ہوگیا تو اب مطلقہ
عامہ مؤید و مثبت ہمارے مذہب کے لئے ہوا اور قیام مبدء بہی بحسب اقرار آپکے ثابت ہوا
وہو المطلب **اقول** بحکم آیت فلما توفیتنی کے تحقق موت کا مسیح ابن مریم کیلئے بعد
النزول ہوگا اور توفیتنی کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے ہے جسمین سوال و جواب ہوگا
اور جسپر صراحۃ حدیث أَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ کی دال ہے بخاری کو کسی
محدث سے پڑہئیے تاکہ بخاری کی غرض قَالَ کو بمعنے یَقُولُ کے لینے سے سمجہہ مین آوے پہر
کبہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اور حدیث کما قال العبد الصالح کو پیش نہ کرین اور یہہ جو کہا ہے (قیام
مبدء بہی بحسب اقرار آپکے) **اقول** ہمارا اقرار یہہ ہے کہ توفی بمعنی مطلق قبض کے ہے
دیکہو ص ۵۳ شمس الہدایۃ کا بغور سے۔ صفحہ ۲۵۰ اور ص ۲۵۱ مین امروہی صاحبنے تسلیم
کرلیا ہے کہ آیۃ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ الخ سے وفات مسیح ثابت نہین ہوتی تا وقتیکہ تَوَفَّيْتَنِي اوس کے شامل
نکیا جاوے۔ ایہا الناظرون شمس الہدایۃ کا مطلب صرف اتنا ہی تہا کہ مرزا صاحب
کا استدلال وفات مسیح پر بآیت مذکورہ نہین ہوسکتا چنانچہ اونہون نے ایام الصلح کے ص ۱۲
مین اس آیت کے تحت مین لکہا ہے (دلیل سوم این ست ہر آئینہ عیسیٰ از زمرہ مردگان می باشد)
سو اب امروہی صاحبنے مان لیا کہ بیشک یہ آیت مثبت وفات مسیح کیلئے قبل النزول نہین
اس صفحہ مین بہی جو امروہی صاحبنے خوش فہمی عادی اپنی ظاہر کی ہے اوسکی تردید کی حاجت
نہین صرف شمس الہدایۃ اور امروہی صاحب کی کلام کو سامنے رکہکر ناظرین رائے دے
سکتے ہین اور فلما توفیتنی کا مطلب صحیح بخاری پڑہنے کے بعد آپ معلوم کرلیوین گے

کہ اوس سے تحقق وفات قبل النزول نہین ثابت بشہادت حدیث اقول کما قال العبد
القائم کے ۔ اس مقام پر شمس الہدایت مین مرزا صاحب کے استدلال بالآیۃ المذکورہ کو دونون
تقدیر پر باطل کیا گیا ہے خواہ خصوص مورد کے روسے (اموات) سے مراد اصنام لئے جاوین
کما قالہ ابن عباس اور خواہ عموم اللفظ کی جہت سے مطلق معبودات باطلہ لئے جاوین اس پر
امروہی صاحب سے مرزا صاحب کی جانب سے جواب تو کچھ نہین ہو سکا صرف ابن عباس کی تفسیر
پر یہ الزام لگایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر قرآن مجید مکہ مین نازل ہوا ہے اسمین
صرف انہین مشرکین کا رد ہے جو اصنام و احجار کو معبود مانتے تھے نعوذ باللہ من ہذا القول مثل البوز
کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم **اقول** حضرت یہ وہی ابن عباس ہین جنکے آپ کسی مقام پر بوجہ
خودغرضی کے ثنا خوان ہوتے ہین ۔ ابن عباس نے تو صرف بخیال خصوص مورد کے ......
(اصنام) فرمادیا ہے ورنہ عموم اللفظ کی جہت سے عموم رد کے منکر نہین آپکو تو مرزا جی کی جانب سے
جواب دینا ضروری تھا اس سے گریز کرکے ابن عباس سے آویزکردی وہ بہی ناتمام **قولہ** ۲۵
اے مؤلف صاحب تناقض تو آپکے ذہن مین ہے ۔ قرآن مجید مین جو سنت اللہ کہ گذر چکی وہی
سنت اللہ ہے بحکم قادر مطلق اعادہ کیجاتی ہے ۔ **اقول** جب سنت اللہ کا اعادہ باوجود لفظ
خَلَتْ کے ہوجاتا ہے تو پہر ابن مریم کے عود کو وہی خَلَتْ کسطرح روک سکتا ہے اگر کہا
جاوے مسیح کا عود بر تقدیر وفات مسیح آیۂ وحرامٌ علیٰ قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون
کے روسے نہین ہو سکتا تو جواباً گذارش ہے کہ اول تو وفات ہماری مسلمات سے نہین تاکہ یہ آیت
وارد کیجاوے اور ہمکو اسکی تطبیق مین اُن آیات کیساتھ جو دال ہین عود موتے پر کلام کی حاجت ہو
اور بر تقدیر تسلیم اتنا تو ثابت ہوگیا کہ خَلَتْ کا لفظ دوبارہ آنے سے آبی نہین اور ما آیۂ قد خلت
من قبلہ الرسل دلیل امتناع عود مسیح کی نہین وہو المطلوب ۔ مرزا صاحب کیجانب سے عجیب
ہے تو ایسا ہی ہو کہ ہر ایک استدلال اوسکے کو خود ہی باطل کیا جاوے صـ ۳۵۳ اور ۳۵۴ کا حاصل
حضرت عیسیٰ کونسی وجہ سے عہدہ رسالت سے معزول کئے گئے نادان کی دوستی جی کا زیان
کیا آپنے یہ آیت نہین پڑہی ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم **اقول**
اولاً حضرت عیسیٰ منصب و مقام قرب رسالت سے معزول نہین کئے گئے بلکہ اپنی شریعت کی تبلیغ سے

فارغ ہین حضرت عیسیٰ کا معزول سمجھنا یہ آپکا حاشیہ ہے جس پر سوال مذکور کا ورود ہو سکتا ہے
۲۵۵ کے اخیر سے ۲۵۶ کے نصف تک کا حال ۔ آیۃ وما محمد الا رسول قد خلت من
قبلہ الرسل کو جو مصنف شمس الہدایۃ نے قیاس استثنائی کے رنگ مین بیان کیاہے اس آیۃ
مین قیاس استثنائی کا مادہ ہی مذکور نہین مقدمہ شرطیہ بیانیہ مذکور نہین حرف لکن کا نشان
نہین ۔ پھر طرفہ یہہ ہی کہ اپنی طرف سے بہت سے قضایا داخل کر دئے اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ کو
دلیل سے خارج کر دیا ۔ پھر جو اعتراض شکل اول پر وارد کرتے ہین وہ انکی تقریر پر بھی وارد
ہوتا ہے کیونکہ رفع منافات بین الموت والرسالۃ خطبہ صدیقیہ کے وقت سے پہلے ہی متحقق ہے
تو چاہیے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی نوت ہو جاتے **اقول** ایہا الناظرون پہلے یکو
یہ جتلانا چاہتا ہون کہ شمس الہدایۃ کا مقصود قادیانی وامروہی کے استدلال کا ابطال ہے جو انہون
نے وفات مسیح پر آیۃ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل) سے پکڑا تہا ان کے
استدلال کی صورت مسیح ابن مریم رسول ہین صغرے اور سارے رسول آپ سے پہلے مر چکے ہین
کبرے ۔ پس مسیح بھی مرچکا نتیجہ اسپر شمس الہدایۃ کا اعتراض شکل مذکور کا کبرے کلیہ نہین کیونکہ
یہی قد خلت من قبلہ الرسل مسیح ابن مریم کے بارہ مین بولا گیا ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اب اگر (الرسل) کے لام کو استغراقی ٹہرایا جاوے تو معنے یہہ ہوا
سارے رسول مسیح سے پہلے مر چکے اور یہ خلاف واقع ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم مسیح سے پہلے فوت نہین ہوئے پس جب قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ مین (الرسل)
سارے رسولون کو مستغرق نہوا تو مہملہ فی قوت الجزئیہ ٹہریگا لہذا استدلال بآیۃ مذکورہ
علی وفات المسیح بوجہ انتفاء شرط شکل اول کے باطل ہوا بلکہ یہی (قد خلت من قبلہ الرسل)
جو مسیح کے بارہ مین بولا گیا ہے دلیل ہے حیات مسیح کیلئے ورنہ (من قبلہ) لغو جاتا ہے پس یہہ
آیۃ دونون جگہ صرف اسی قدر پر دال ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح پر موت کا آنا
رسالت کے منافی نہین کیونکہ مطابق سنت الہیہ کے رسول مرتے رہے ہین اس آیۃ سے یہ نتیجہ نکالنا
کہ مسیح مرچکا سراسر جہالت ہے اگر یہی ہے تو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہی اس آیۃ کے
نزول کے وقت وفات پا چکے ہون وہو باطل فکذا ہذا بعد اسکے ناظرین کی خدمت مین التماس ہے

کہ امروہی صاحب نے اسکا جواب کچھ نہین دیا جو منصبی فرض ان کا تہا کیونکہ ایک تو وہ مرزا صاحب
کی جانب سے مجیب تھے اور دوسرا خود بھی اپنی تصنیفات مین بڑے زور وشور سے آیت مذکورہ
وفات مسیح کے اثبات مین پیش کیا کرتے ہین اس مقام مین ایسا ٹال مٹال کیا کہ ناظرین کو انکی
ناتوانی وناکامیابی کی طرف توجہ بہی نہ رہی یہ ہوا وہ ہوا یہ گذارش ہے کہ خطبہ صدیقیہ مین
بھی یہی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مذکور ہے صدیق اکبر کا استدلال
بدین آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے تحقق پر بہی موقوف اسپر نہین
کہ الرسل مین لام للاستغراق ٹہیرایا جاوے چنانچہ پہلے مفصل طور پر گذر چکا ہے اب امروہی
صاحب کے اعتراض نمبر (۱) کا جواب سنئے کیون حضرت براہین قرآنیہ مین یہ ضروری ہے کہ سارے
مقدمات قیاس کے علی ہیئۃ الاتیہ مذکور ہون ہرگز نہین دیکہو آیۃ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون
دلیل ہے ابطال معبودیت اصنام وغیرہ کیلئے ھؤلاء لیسوا بالھۃ لانہ لو کانوا الھۃ لخلقوا
شیئا لکنہم لا یخلقون شیئا ایسا ہی وھم یخلقون ھؤلاء لیسوا بالھۃ لانھم مخلوقون
ولا شئی من المخلوقین بالھۃ فھؤلاء لیسوا بالھۃ ایسا ہی (اموات) اور ایسا ہی (غیر احیاء)
بہی ایسا ہی قولہ تعالے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا بلکہ ساری براہین (اذا لذھب)
اور (لعلی بعضھم علی بعض) الغرض آیات قرآنیہ مین سیکڑون جگہ برہان کے مقدمات مین سے ایک
مقدمہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے نمبر ۲ صفحہ ۸۵ شمس الہدایۃ کا ملاحظہ ہو جس کے حاشیہ پر
صورت استدلال مین لکہا ہوا ہے (الموت لیس بمناف للرسالۃ) کیا (للرسالۃ) سے لرسالۃ محمد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد نہین بدلیل خصوص مقام یا ناظرین صفحہ مذکور کے حاشیہ پر مفصل تقریر ملاحظہ
فرمالیوین نمبر ۳ شکل اول پر صفحہ ۸۶ شمس الہدایۃ کے حاشیہ مین جو اعتراض ہے وہ تو بسبب
مسلم ہونے رسالت آپکے عند المخاطبین وارد وغیر مندفع ہے۔ اور آپ کا اعتراض بالکل لغو اور
جہالت ہے کیونکہ منافات مزعومہ حاضرین کا رفع تو خطبہ صدیقیہ سے ہی ہوا تہا پہلے سے نہین ہوا
اس لئے کہ رفع الشئی فرع ہے تحقق اس شئے کی اور حاضرین کے اذہان مین منافات بین الموت
والرسالت صدمہ وفات شریف کے روسے اور اوسی دن متحقق ہوئی تہی جس کا رفع خطبہ صدیقیہ
سے کیا گیا ناظرین کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ امروہی صاحب کا جواب ہے تو جواب ہے اور لغویات

ومطاعن کی طرف پاے برکاب ہے سادہ لوحون کو کیا خبر ہے براہین قرآنیہ کی اُن بیچارون کو
اس طرح پر اطمینان دیتے ہین کہ کلمہ (لکن) اور پہر اتنے متقدمات قرآن کریم مین کہان مذکور ہین
گویا اون کے دلونمین یہ جمانا منظور ہے کہ قرآن کریم کی تحریف ہو رہی ہے آمر وہی صاحب ہر چند
پولیٹیکلون سے کام لیئے جائین مگر تار ڈنیوالے تو تاڑ گئے ہین کہ آپ ہر فن سے بے بہرہ ہین
اور قرآن اور سنت کی پٹڑی کے اُکہاڑنیکے درپے ہین مگر معلوم ہو کہ مطابق (انا نحن نزلنا
الذکر و انا له لحافظون) کے ناکامیاب ہی رہینگے **صفحہ ۲۵۵** کا حاصل **نمبر ا** شمس الہدایۃ
مین آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برات عن الوفات کو مزعوم مخاطب کا ٹہرایا گیا ہے جو
شخصیہ ہے اور پہر سالبہ کلیہ بہی یعنی لا شئ من الرسل بهالك **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا
سالبہ کلیہ نہوا تو طرز استدلال ہی باطل ہو گیا **اقول نمبر ا** مزعوم مخاطب کا بلحاظ خصوص مقام
گو کہ شخصیہ ہے مگر چونکہ منافات مزعومہ مین الموت والرسالۃ کسی خصوصیت کی جہت سے نہین بلکہ
از روئے وصف رسالت کے ہے۔ دیکہو اسی حاشیہ مین (جنہون نے محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو
بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا تہا) لہذا مزعوم مخاطب کو باختلاف اعتبار شخصیہ بہی
اور سالبہ کلیہ بہی کہنا صحیح ہوا **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ بہی ہوا تو طرز استدلال بہی
صحیح رہا **بیت** فہم سخن گر نہ کند مستمع * قوت طبع از متکلم مجوے ۔ صفحہ ۲۵۶ اور ۲۵۷ کے
غیر مکرر مضمون کا حاصل منافات مین الموت والرسالۃ کو صحابہ کا مزعوم ٹہیرانا بالکل غلط ہے کیونکہ
یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات تک صحابہ کو یہ مسئلہ بدیہیہ کہ مات
الناس حتی الانبیاء بہی معلوم نہوا ہو بلکہ صحابہ کا مزعوم یہہ تہا کہ ابہی تک بہت سی پیشینگوئیون
کا پورا ہونا آپ کی حیات مین باقی ہے **اقول** جان نثارون کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنے محبوب
کی فرقت کے صدمہ سے بدیہیات کو بہی بہول جاتے ہین اور یہی ہے مقتضاے لن یومن احدکم
حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین) کا کیا صحابہ کرام نے بعد استماع
خطبہ صدیقیہ کی آیت انك میت و انهم میتون) اور ایسا ہی آیت وما محمد الا رسول
قد خلت من قبله الرسل کے بہول جانیکا اقرار نہین کیا تہا اور آپنے جو مزعوم صحابہ کا پیشینگوئیون
کا پورا ہونا فرمایا ہے کیا آیتہ انك میت یا (قد خلت من قبله الرسل) اس کے لئے تردید

ٹھیر سکتی ہے ہرگز نہین کیونکہ ان آیات کا یہ معنی نہین کہ فلان تاریخ مین وفات شریف
واقع ہوگی تاکہ پیشینگوئیون کے وقوع تک کے انتظار کو رفع کرے صفحہ ۲۵۸ سے ۲۷۴ تک کے
مضمون کی تردید ہو چکی ہے پہر صفحہ ۲۷۶ سے ۲۸۲ تک فائدہ کے طور پر تفسیر رحمانی کا مطلب
بیان فرماتے ہین مصنف تفسیر رحمانی کو محققین مفسرین سے لکھتے ہین **قال** صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰
اور جو معنے ہم نے لکھے ہین وہی معنے محققین مفسرین نے بہی تحریر فرمائے ہین چنانچہ تفسیر رحمانی
مین لکھا ہے ولو تقول ای افتری علینا بقوة فصاحتہ وبلاغتہ بعض الاقاویل مع علمہ
ان لا یأتی الا عجاز للفصحاء والبلغاء فی جمیع اقاویلہم لاخذنا منقوة الفصاحة
والبلاغة بالیمین ای بقوتنا ثم لقطعنا منہ الوتین ای نیاط قلبہ الذی بہ تحرک لسانہ
فنجعل کلامہ ضحکة للناظرین وھزأة للساخرین کترہات مسیلمة وابی العلاء المعری
وغیرھما فما منکم من احد عنہ ای عن سلب بلاغتہ وفصاحتہ حاجزین ای مانعین
فانکم وان اعنتموہ حینئذ لم تیأت منہ کلام بلیغ فضلا عن المعجز وذلک لانہ یفضی
الی تلبیس لا یمکن دفعہ وھو مناف للحکمة وکیف یکون افتراء وانہ لتذکرة للمتقین
فانھم بتصفیتہم للبواطن یتذکرون بہا علوما تفید ھم فی الدین من غیر انتھاء
لہا ولا شئ من المفتری کذلک اور اسی تفسیر رحمانی مین ہے ثم اشار الی ان قتل محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وموتہ لیس من اسباب الضعف بل ھو کالقرح فقال وما محمد الا رسول وان
منہم من مات ومنہم من قتل فلا منافاة بین الرسالة والقتل والموت اذ قد خلت من
قبلہ الرسل بل الضعف عن الجہاد حینئذٍ مشعر بالردة أتؤمنون بہ فی حال حیوتہ فان
مات او قتل انقلبتم ای ارتددتم کانکم انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ
فلن یضر اللہ شیئا بابطال دینہ فانہ سیظھرہ علی یدی من یشکرہ وسیجزی اللہ با
لنصر والغلبة فی الدنیا والثواب والرضوان فی الاخرة الشاکرین نعمة الاسلام بالجہاد فیہ
اقول بجائے (اور جو معنے ہم نے لکھے ہین وہی معنے محققین مفسرین نے لکھے ہین) کے یون فرمانا
چاہئے تہا (اور جو معنے محققین مفسرین نے لکھے ہین (وہی معنے ہم نے انکی کلام کو دیکھ کر لکھے ہین)
ایہا الناظرون غور فرماوین تفسیر رحمانی کی عبارت ذیل مین (فلا منافاة بین الرسالة

والقتل والموت اذقد خلت من قبلہ الرسل کہ اس نے تصریح کردی ہے کہ مزعوم صحابہ
وفات شریف کے دن منافات بین الموت والرسالۃ انتہی جس کا امروہی صاحب اور انکار
فرما چکے ہیں چونکہ تفسیر رحمانی کے مصنف کو محققین مفسرین سے شمار کیا ہے لہذا آپ کو
اُن کے قول کی تسلیم ضروری ہے اور بموجب مفاد آئیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل
کے قادیانی صاحب کی تفسیر فاتحہ بھی (جس کو اس نے اعجاز ٹھیرایا ہے) ضحکۃ الناظرین
وہزأۃ للساخرین ہو رہی ہے اور اس کے حواری گو کہ اوسکو امداد و اعانت بھی کریں تو بھی
بحسب قولہ تعالے فما منکم من احد عنہ حاجزین کے اُسکو کلام بلیغ پر قدرت نہیں سکتی
فضلا عن المعجز کیونکہ بر تقدیر معجز ہونے تفسیر فاتحہ للقادیانی کے تلبیس غیر مندفع پیدا ہوتی
ہے جو منافی ہے حکمت آلہیہ کو۔ ناظرین خوب غور فرماویں کیا آئیت مذکورہ کے مضمون کا تحقق
بموجب تفسیر رحمانی کے ہوا ہے یا نہیں یعنی کلام اسکی مضحکہ ناظرین بنی ہے یا نہیں ص ۲۸۳
کا حاصل نمبر ا فیہا تحیون وفیہا تموتون مین جعل تکوینی کہاں موجود ہے نمبر ۲
اگر حضرت عیسیٰ اس اختصاص سے مستثنیٰ ہیں تو اُن کا استثنا، دلیل نقلی قطعی سے بیان کیا
جاوے نمبر ۳ صعود ابلیس بعد الہبوط کو جو مقیس علیہ تحریر کیا گیا ہے اول حضرت آدم علیہ
السلام کا آسمان پر پیدا ہونا ثابت کیا جاوے بعد اُس کے شیطان کا صعود آسمان پر وسوسہ
ڈالنے کیلئے ثابت کیجئے تب اوسکو مقیس علیہ گردانئے۔ اللہ تعالے تو فرماتا ہے انی جاعل
فی الارض خلیفۃ وغیر ذلک من الآیات نمبر ۴ سلنا کہ جعلنا اللیل لباسا وجعلنا
النہار معاشا میں مجعول عارض غیر لازم ہے مگر فیہا تحیون وفیہا تموتون اور ولکم فی الا
رض مستقر ومتاع مین تو اختصاص ہے **اقول** نمبر ا کیا حیات وممات فی الارض
مخاطبین کی بغیر جعل جاعل وخلق خالق ہو گئی ہے ہرگز نہیں۔ ہاں لفظ جعل آئیت مین
مذکور نہیں نمبر ۲ آئیت بل رفعہ اللہ الیہ اور آئیت وان من اہل الکتاب اور آئیت
ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یہ سب دال ہیں حیات مسیح
فی السماء اور اوسکی استثنا پر بعد ملاحظہ تطابق آیات کے بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق
جو کچھ آپنے لکھا تہا وہ سب ہبار منثورا ہو گیا اور (لیؤمنن) کا استقبال بھی بہ نسبت زمان

نزول آیت کے ہی ثابت کیا گیا ہے نمبر ۳۳ ہمارا مدعا آدم علیہ السلام کے آسمان میں پیدا
ہونے پر موقوف نہیں بلکہ سکونت علی السماء پر مبنی ہے قلنا یا ادم اسکن انت وزوجک
الجنۃ دیکھو کل تفاسیر معتبرہ اور ابلیس کا ہبوط و خروج جنت یا آسمان سے بسبب
انکار سجدہ کے پہلے ہو چکا تھا قال اللہ تعالیٰ قال فاہبط منہا فما یکون لک ان
تتکبر فیہا فاخرج انک من الصاغرین اور جب کہ آدم علیہ السلام کا ہبوط جنت سے زمین
پر نہیں ہوا تھا تو بموجب قولہ تعالے فوسوس لہما لیبدی لہما ما وری عنہما من
سواتہما کے ابلیس کا صعود آسمان پر وسوسہ ڈالنے کیلئے ثابت ہوا پھر ابلیس کے قول پر
تعمیل کرنے کی وجہ سے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکالکر زمین پر چھوڑا گیا قال اللہ
تعالے فلما ذاقا الشجرۃ الی ان قال قال اہبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی
الارض مستقر ومتاع الی حین قال فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون۔
اور قولہ تعالے انی جاعل فی الارض خلیفہ اور ایسا ہی ویسفک الدماء و حکایت
بین ما بعد سے مضمون بالا کے نمبر ۳۴ استثناء مسیح کی آیات نے اس اختصاص کو چونکہ
مختص بما سوائے مسیح کر دیا تو بہ نسبت ماسوائے کے حیوٰۃ مقیدہ بہ فی الارض ہوئی اور بہ نسبت
مطلق الانسان کے جو شامل ہے مسیح و غیر مسیح کو قید (فی الارض) کی منجملہ قیود عارضیہ
محمول الیہ کے ٹھیری فتامل۔ اور نیز آپ کے اجتہاد کے مطابق حصر کو منقوض ہوگا
اس شخص کے ساتھ جو ہوا پر کسی آلہ کے ذریعہ سے حیوٰۃ کو بسر کرتا ہے اور اہل جنت کے
ساتھ بھی پس جبتک آپ آئیت مذکورہ میں تقدیم ظرف لافادہ غیر الحصر نہ ٹھیرائین یا حیات
کو مقید بہ حیات ناسوتی اور پھر مقید بہ اکثر الاحوال نہ ٹھیراوین تب تک نقوض مذکورہ
آئیت سے رفع نہوں گے **قولہ ص۲۸۴** انبیاؤں کا مرتبہ اور رسالت اور نبوت
سے معزول ہونا محض باطل ہے **اقول** شمس الہدائیہ میں جس رسالت کو
محدودہ کہا ہے اس سے مراد تبلیغ شرائع و احکام ہے مطابق اپنی اپنی شریعت کے
نہ مرتبہ اور مقام اور قرب کما مرفی اول ہذا الکتاب۔ **قولہ ص۲۸۴** اور ہم نے نزول
بروزی مسیح کا در صورت حضرت اقدس کے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا۔

اقول خاک کر دیا کما مر قولہ بخلاف صعود عیسیٰ علیہ السلام کے جو الی السماء
بجسدہ العنصری ہوا اور نزول کذائیہ وغیرہ کے جس کو نصوص قطعیہ رد فرما رہے۔
اقول صعود نزول مذکور کی تردید نصوص قطعیہ بموجب رائے آپکے فرما رہے ہین ورنہ
وہی نصوص بحسب رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین وغیرہم الی یومنا
ہذا منافی نہین بلکہ بعض انہین سے مع عدم تنافی مثبت بہی ہین کما مر قولہ ص ۲۸۵
اگر ضرورت نہین تو ممتنع بہی تو نہین اقول یہان پر بہی مصنف نے عود الیا کا
علت مثبتہ نہ ہونا جو شمس الہدایۃ کا مقصود تہا قبول کر لیا اور امتناع بروز کو ہم ثابت
کر چکے ہین ص ۲۸۵ سے ۲۹۲ تک کی تردید کی ضرورت نہین ہان حضرت شیخ کی
عبارت جو اثبات نبوت قادیانی صاحب کے لئے فتوحات سے نقل کی گئی ہے
اس مین ناظرین پر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت شیخ کا مطلب عبارت مذکورہ
سے صرف بقاء مرتبہ ومقام نبوت کا ہے الی یوم القیمۃ نہ کہ نبی) ورسول کہلانا بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہین رکھتے چنانچہ اسی باب کے صفحہ (۴) پر
لکھتے ہین (فسددنا باب اطلاق النبوۃ علی ہذا المقام) اور نیز فتوحات
کے فصل تشہد مین فرماتے ہین (وہو باب قد سدہ اللہ کما سد باب الرسالۃ
عن کل مخلوق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور پہر امروہی صاحب کا
دجل جو انہون نے حضرت شیخ کی عبارت مین کیا ہے قابل غور ہے قال الشیخ انہ
لاخلاف انہ ینزل فی آخر الزمان حکما مقسطا عدلا الخ اس عبارت مین
(ینزل) پر امروہی صاحب صفحہ ۱۲۹ مین حاشیہ لگاتے ہین (ای ینزل علی نہج البروز)
اب ناظرین مصنف صاحب سے دریافت فرما دین کہ یہ (نزول بروزی) حضرت کی مراد
کیونکر ٹہیرا سکتے ہین کیونکہ حضرت شیخ تو نزول جسمی اور حیات مسیح کے قائل ہین۔
دیکھو فتوحات باب ۷۳ ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من الرسل الاحیاء باجسادہم فی ہذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی
فی الارض الیاس وعیسیٰ وکلاہما من المرسلین اور باب ۳۶۷ مین

لکھتے ہین فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الیہ الی ھذہ التمام اور اگر اپنی رائے کے مطابق نزول بروزی لیا ہے تو پھر حضرت شیخ کے قول (ینزل) کی تفسیر کیسی ہوئی بعد اٹھا اس دجل کے یہی خیال کرنا چاہئے کہ عبارت مذکورہ شیخ سے نزول جسمی مسیح کا متفق علیہ ہونا معلوم ہوتا ہے برخلاف زعم قادیانی و امرہی صاحبان کے اے مصنف صاحب کہان تک آپ اجماعی مسئلہ کو چھپاؤ گے صاف اس طرح پر کیون نہین کہدیتے کہ بیشک امت مرحومہ کا اجماع رفع و نزول جسمی پر تو ہے مگر ہم دلائل قاطعہ زعمیہ کے روسے اسکو اجماع کورانہ کہتے ہین۔ ناحق کیون ہر ایک حدیث اور قول صحابی و تابعی و ائمہ محدثین و مفسرین و فقہا کے قول کو الٹا بیان کرتے ہو۔ آپ کو عبارت مذکورہ کی نقل نے بغیر نقصان اٹھانے کے کیا فائدہ بخشا۔ مگر **بیت** عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است ٭ صفحہ ۲۹۳ اور صفحہ ۲۹۴ کا حاصل جو تفسیر کہ مصنف شمس البازغہ نے تفاسیر سے بذریعہ احادیث لکھی ہے اوسکو مرزا صاحب نے (سراسر غلط) نہین کہا کیونکہ وہ تو مخصوص بیوم الحشر ہے بلکہ مرزا صاحب نے اس تفسیر کو غلط کہا ہے جو علمائے قبل قیام قیامت آخر زمانہ متعلق رکھی ہے **اقول** یہ اور دجل ہے کیونکہ مرزا صاحب تو خود اس سورۂ زلزال کو قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق کہتے ہین دیکھو ازالہ صفحہ ۱۴۱ سطر ۲ یعنی اُن دنون کا جب آخری زمانہ مین خدا تعالی کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے انتہی موضع الحاجۃ اگر تخطیہ علماء کا بوجہ تعلق بزمانہ آخری قبل قیامت کے ہے تو اُس کا قائل خود مولف ازالہ ہے معلوم ہوا کہ وجہ تخطیہ کی یہ نہین بلکہ تفسیر علماء کو جو ہم نے بذریعہ احادیث ثابت کردی ہے سراسر غلط کہنے کی وجہ یہی ہے کہ علماء (ارض) سے مراد زمین لیتے ہین اور چونکہ زمین کے زلزلہ اور تہ و بالا ہونیکے وقت کسی سے کلام کرنا ناممکن ہے لہذا (ارض) سے مراد اہل ارض ہین اور زلزال سے مراد تحریک خیالات ہے جو مصلح عظیم الشان یعنی (قادیانی) کے زمانہ مین ہو رہی ہے الخ دیکھو صفحہ مذکورہ ازالہ مین (کہ زمین جہانتک اسکا ہلانا

سلہ واننا لا خلاف انہ ینزل فی آخر الزمان الخ یعنے اوس مسیح ابن مریم کے نزول جسمی مین کسی کا خلاف نہین ۱۲ منہ

ممکن ہے ہلائی جائے گی یعنے طبیعتون اور دلون اور دماغون کو غائیت درجہ پر جنبش دیجائیگی اور پھر صفحہ ۱۵ مین دیکھو (اور زمین اپنے تمام بوجھون کو باہر نکال دیگی یعنے انسان کے دل اپنے تمام استعدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائین گے الخ) اور پھر ازالہ کے صـ۱۲۸ کی عبارت ذیل کو ملاحظہ کرو (ہمارے علمار نے جو ظاہری طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنون مین سخت زلزلہ آئیگا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے زیر وزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزین ہین وہ سب باہر آجائین گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھین گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتین کرے گی اور اپنا حال بتائے گی یہہ سراسر غلط تفسیر ہے پھر دیکھو صـ۱۳۳ ازالہ کا (کیا ممکن ہے کہ زمین تو ساری زیروزبر ہو جائے یہانتک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور پھر لوگ زندہ بچ رہین بلکہ اسجگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہین انتہی موضع الحاجۃ - ناظرین خیال فرماوین کہ عبارت منقولہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی کا تخطیہ علمار کی طرف اسی وجہ سے ہے کہ علمار (ارض) سے ظاہری طور پر مراد زمین لیتے ہین اور یہہ غلط ہے بلکہ مراد زمین سے زمین کے لوگ ہین اور شمس الہدائیہ مین چونکہ (ارض) سے مراد زمین کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے دیکھو ابن کثیر و درمنثور تو یہ تخطیہ صرف علمار کی طرف نہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی ٹہیرا اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امروہی صاحب نے ہرچند حیلہ سازی اور دجل سے کام لیا مگر ناکامیاب ہی رہا - اور یہ بہی معلوم ہوگیا کہ اسدن کے زلزلہ کا اثر صرف اتنا ہی ہوگا کہ زمین کے بوجھ باہر نکالے جاوینگے الغرض جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہی مراد ہے سورہ زلزال سے کجا یہ کہ اوسکو العیاذ باللہ سراسر غلط کہا جاوے صـ۲۹۵ سے ۲۹۰ تک کا حاصل ان صفحات مین امروہی صاحب نے ہمارے اقرارات سے ابن مریم اور دجال والی پیشینگوئی کو مکاشفہ اجمالی ثابت کرنا چاہا ہے - **اقول** جواباً اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ ہماری کلام قدر مشترک اور مکشوف آخری مین ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح ابن مریم بعینہ لابشبیلہ مکشوف ہوا اور ابن صیاد مکشوف آخری نتہا بلکہ وہ آور شخص ہوگا

صفحہ ۲۹۸ کی تردید کی حاجت نہین۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا ستر ہزار فٹ کی بلندی سے
زیادہ اونچا ہونا اِس کا ثبوت قرآن اور حدیث کے روسے مطالبہ کیا گیا ہے **اقول**
تاریخ پر نظر ڈالو کہ مضمون منجملہ احکام سے نہین تاکہ قرآن اور حدیث کے روسے ثابت کرنا
اس کا ضروری ہی ہو صـ ۲۹۹ سے ۳۰۲ کا حاصل قرآن مجید کے معانی صرف ظاہر مین ہی
منحصر نہین بلکہ تاویلی بھی ہوتے ہین اور حساب جمل کے روسے صدہا پیشگوئیان صوفیہ کرام نے
بیان کی ہین اور حضرت اقدس نے کہان فرمایا ہے کہ تمام آیات قرآن مجید کی دلالت باعداد
جمل کرتی ہین **نمبر ۲** اگر خلافت نبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منصوص نہین تو خیر تمام سنتہائے
عمریہ کو آپنے خیرباد کہدیا آپنے حدیث علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین
من بعدي کو نہین سُنا ہم تو پانچون وقت ہر رکعت نماز مین اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ
الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو پڑھا کرتے ہین **اقول** اشارات قرآنیہ اور صوفیہ کرام کی پیشین
گوئیین اعداد جمل کے طور پر حجت علی الغیر نہین ہوسکتی اور نہ کسی صوفی نے وجوبی طور پر اعداد
جملی سے حجت پکڑکر کسی مسلمان کو مجبور علے الایمان کیا ہے چنانچہ آپ کا یہی کرتا ہے **نمبر ۲**
تاریخ ہجری کی نسبت جو لکھا ہے کہ منصوصی نہین اُس سے مطلب یہہ ہے کہ تاریخ ہجری
باوجود تقرر اوسکے زمانہ نزول قرآن مین کسی آیت سے صراحۃً یا اشارۃً ثابت نہین ہوتی تو
قادیانی صاحب کی تاریخ ظہور مین اتنا اہتمام کہ قرآن کریم بھی اسپر ناطق ہو یہ ترجیح مرجوح ہے
سُنت عمریہ کے انکار کا الزام یہ آپ کا دجل ہے آپکو ایک وقت کی نماز کی ایک رکعت مین بھی
اگر اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے پڑھنے کا اثر ہوتا تو اجماعی صراط کو نہ چھوڑتے
صـ ۳۰۲ کا حاصل تمیز اعداد کی بقرائن لفظیہ وحالیہ اکثر محذوف ہوا کرتی ہے۔
دیکھو اربعۃ اشہر وعشرا۔ **نمبر ۳** مصنف شمس الہدایت کا یہ کہنا کہ (القادرون) سے
یہ نہین معلوم ہوتا کہ بالفعل متحقق کرنیوالے ہین۔ یہ اسکی خوش فہمی ہے قرآن مجید
مین جابجا ذکر صفات کا مقتضی یہی ہے کہ ہم بالضرور واقع کرنیوالے ہین۔
اقول نمبر ۱ اربعۃ اشہر وعشرا مین بحسب محاورہ عرب کے قرینہ موجود ہے بانحن فیہ
شتہ ۱۸۵۷ء پر کوئی قرینہ نہین بلکہ اس کے انتفا پر دلیل موجود ہے کیونکہ یعقلہ لغ اجماعیہ

جن کو مرزا صاحب ذہاب القرآن سمجھتے ہین - مرزا صاحب کے زمانہ سے پہلے چلے آتے ہین بلکہ زمانہ
نزول القرآن مین بھی موجود تھے لہذا اعداد مذکورہ کی تمیز برس و سال نہین ہوسکتی اور بر تقدیر
تسلیم بالخصوص مرزا صاحب ہی قرآن کے ذہاب اور اوٹھا یا جانے کا موجب ٹھیرے کیونکہ
یہ عقیدہ برخلاف اجماع آپکے طفیل ہی نکلا ہے اور آپ کے ہی زمانہ سے مخصوص ہے تو آیت
وانا علی ذھاب بہ لقادرون کا الہامی معنے مرزا ہی کو مفر پڑا نمبر ۲ قدرت و مشیت کا یہ
مقتضی نہین کہ مقدور و مشی ضرور متحقق ہوجاوے کیا بالفعل بھی دیکھو ولو شاء لھدٰکم اجمعین
وغیرہ صٓ ۳۰۳ اور ۳۰۴ کی تردید کی ضرورت نہین - **قولہ** صٓ ۳۰۵ لسان العرب مین لکھا ہے
وقیل لانہ یغطی الارض بکثرۃ جموعہ - **اقول** حضرت (لانہ) کی ضمیر کا خیال بھی فرمانا
چاہئے جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونیکا ہم کب انکار
کرتے ہین **قولہ** صٓ ۳۰۵ دیکھو فان یخرج الخ کو **اقول** حضرت عمر والی حدیث سے
فراری ہوکر اب فان یخرج کی طرف آئے اُسکا جواب بھی کچھ دینا تھا اوس سے تو دجال کا
قتل ظاہری معلوم ہوتا ہے اور وان یخرج والی حدیث کا معنے پہلے لکھا گیا ہے **قولہ**
صٓ ۳۰۶ پس اگر اسی طرح پر کسی صحابی یا تابعی کا قول دربارہ حیات عیسی ابن مریم وغیرہ کے
کسی روائیت وغیرہ مین آیا ہو تو وہ روائیت یا قول بمقابلہ نصوص قطعیہ کتاب وسنت
صحیحہ کے کیونکر قبول ہوسکتا ہے **اقول** مانحن فیہ تو ایک صحابی کا قول نہین یہان پر
تو اجماع ہے کما مر **ایھا الناظرون** اس مقام پر آمروہی صاحب اقرار کرتے ہین کہ صحابہ
وتابعین سے روایات حیات مسیح کی پائی گئی ہین مگر ہم بوجہ مخالفت اُن کے نصوص قطعیہ
سے ان کو تسلیم نہین کرتے - حضرت اُن کی مخالفت اہل لسان کے نزدیک نہین ہان
آپ کی رائے مین مخالفت ہے سو وہ قابل اعتبار نہین - دیکھو اپنے اصول عشرہ کو -
قولہ صٓ ۳۰۶ کون کہتا ہے کہ ابن صیاد اتبک زندہ ہے **اقول** کہان تک ہم
شمس الہدائیت کا مطلب آپکو سمجہاوین ذرا اوسکی عبارت ذیل کو غور فرماوین (اور بحکم
انما صاحبہ عیسی ابن مریم مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا الخ) **قولہ** صٓ ۳۰۷ آپ نے
اقرار کرلیا کہ احادیث دجالیہ محمول علی الظاہر نہین بلکہ ماول ہین **اقول** یہ آپ کی

خوش فہمی ہے حضرت اس کو تاویل نہین کہتے بالفاظ سے مراد تو وہی معانی حقیقیہ ہین۔
شمس الہدائیۃ کی عبارت ذیل (نہ یہ کہ فی الواقع دجال موصوف بصفات مذکور ہو) کا
مطلب یہ ہے کہ اسناد وصف خلق وغیرہ کا دجال کی طرف محض لوگون کی دید مین ہوگا اور
فی الواقع خالق سبحانہ وتعالے ہی ہوگا یہان پر مؤلف صاحب بنا بر خوش فہمی اپنی کے نہایت
طیش مین آکر قریب ۲ دو صفحون کے سیاہ کر دئیے چنانچہ پہلے اس سے بھی طیش مین
آکر لکھدیا ہے (کہ یہان پر مؤلف نے اقرار کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ
دجال کے بارہ مین متردد رہے) **اقول** ہان صاحب مگر اخیر مین آپنے بوقت حصول
کشف تفصیلی کے اس کا مفصل حلیہ بیان فرما دیا صفحہ ۳۰۹ پر نعمت اللہ ولی کے **بیت**

مہدیئے وقت وعیسیٰ دوران

ہر دو را شہسوار مے بینم

کو جواباً اس محاورہ پر محمول کیا ہے (حاتم دوران و نوشیروان زمان) کہ حاتم اور نوشیروان سے
مراد بحسب محاورہ ایک ہی شخص ہوتا ہے **اقول** آپ بھی اپنے مرشد کی طرح گر سے
گیا دوسرے مصراع مین (ہر دو را شاہسوار می بینم) کو ملاحظہ نہین فرمایا نعمت اللہ ولی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاشفہ کا بیان فرماتے ہین کہ مہدی موعود اور عیسیٰ موعود دونون کو اس وقت
کشف کی آنکھ سے دیکھ رہا ہون۔

ناظرین۔ امر وہی صاحب سے دریافت کرین کہ شیخ محمد اکرم صابری مرحوم کا حوالہ جو مرزا
صاحب نے دیا تھا اور اس پر شمس الہدائیت مین اعتراض کیا گیا ہے اُس سے آپنے جواب کیون
نہین دیا۔ کیا تسلیم کر گئے ہین کہ مرزا صاحب ایسے دجل کیا کرتے ہین۔ **قولہ**
صفحہ ۳۱۰ ورنہ جس طرح پر فرقہ معتزلہ وخوارج وجہمیہ نے ان احادیث کو الخ **اقول**

ع چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد

حضرت آپ ناظرین آپ کے دھوکہ مین نہین آنے کیونکہ ان کو پہلے نووی شرح
صحیح مسلم کی نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ بعض معتزلہ اور جہمیہ کے ساتھ آپ ہی ہین
نہ اہل اجماع اور پھر بالعکس دجل سے کام لیتے ہین صفحہ ۳۱۲ سے ۳۱۳ تک کا حاصل

مرزا صاحب پر جو الزام لگایا ہے کہ اونہوں نے ازالہ میں وحی انبیا میں بھی دخل شیطانی
لکھا ہے یہ بالکل ابلہ فریبی اور لوگون کو بدگمان کرنا ہے مرزا صاحب نے اس طرح پر لکھا ہے
(یہ دخل کبھی انبیا اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اور
یہ مضمون ہے آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی
الشیطان فی امنیتہ الخ کا **اقول** ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مضمون تو آیت مذکورہ کا ہے مگر
محل استشہاد ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ کی عبارت ذیل ہے ایک بادشاہ کے وقت میں چارسو
نبی نے اوسکی فتح کے بارہ میں پشینگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی
بلکہ وہ اوسی میدان میں مرگیا الخ اب فرمائیے کہ اس سے شیطانی کلمہ کا دخل انبیا کے
وحی میں ثابت ہوا یا نہ اور شمس الہدایت میں جو حوالہ ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ کا دیا گیا ہے اُس
صفحہ سے لیکر دوسرے صفحہ کے اخیر تک دیکھو کہیں ہے آپنے صرف آیت کا مضمون نقل کر دیا
ہے مرزا صاحب کو بری کرنا چاہا مگر اُس صفحہ کو اخیر تک ملاحظہ نہیں فرمایا یا دانستہ دجل کیا۔
قولہ صفحہ ۳۱۴ مجدد اور محدث بھی تو مرسل ہوتا ہے **اقول** اصطلاحی معنے کے
رو سے اونکو رسول نہیں کہا جاتا صفحہ ۳۱۵ سے ۳۱۸ تک کی تردید کیضرورت نہیں صفحہ ۳۱۹
میں لکھا ہے کہ حدیث ذیل عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس
حتی یتناولہ رواہ مسلم کا مصداق امام ہمام نعمان بن ثابت کوفی نہیں کیونکہ اُن کے
وقت میں علم زمین سے نہیں گیا تھا **اقول** آپکے مرزا جیو تو صرف سمرقندی الا
صل ہونے کی وجہ سے بلکہ مزید براں تحریف الکتاب والسنۃ کے رو سے بھی حدیث مذکو
کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ رہا امام ہمام علیہ الرحمۃ والسلام کا مصداق ہونا حدیث مذکور
کے لئے سو وہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں کیونکہ اجداد کے رو سے اُن پر رجل من ابنا
فارس) صادق ہے اور حدیث مذکور کا مفاد یہ نہیں کہ رجل من ابناء فارس کے وقت
میں علم کا اُٹھ جانا بھی ضرور متحقق ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُس شخص میں لیاقت اور استعداد
اس حد تک ہو گا اگر علم زمین سے اُٹھ گیا ہو تو بھی اوسکو بوجہ کمال لینے کے لوٹا لاسکے

کلمہ لو کا سنئے خیال کرو ملا ۳۲ کا حاصل علے مؤلف شمس الہدایت کو اس حدیث کا
اقرار ہے کہ الدنیا سبعة آلاف وانا فی آخرھا الفا اندریں صورت جو کچھ آپ نے لکھا
غت ربود ہو گیا کیونکہ علامات قیامت کبریٰ جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں جب تک
وہ پوری نہ ہولیویں تب تک قیامت کیونکر آسکتی ہے نمبر ۲۔ آدم علیہ السلام سے آجتک
سات ہزار تین سو اٹھاون برس تو گذر چکے اندریں صورت کیا مؤلف کو اتنا عقل و فہم بھی
نہیں ہے کہ سات ہزار برس سے پہلے قیامت کیونکر آسکتی ہے اس سے مؤلف صاحب
کا علم حساب میں بھی طاق ہونا ثابت ہوا۔ **شعر**

تا مرد سخن نگفتہ باشد ✤ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

شعر

حملہ بر خود مے کنی اے سادہ مرد ✤ ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

نمبر ۳۔ حضرت اقدس نے مدت قیامت کی تحدید بعد گذرنے سات ہزار برس کے آدم
علیہ السلام سے کس جگہ فرمائی ہے جو مخالف ہو قال انما العلم عند اللہ یا ما المسئول
عنہا باعلم من السائل کے **اقول** نمبر ا شمس الہدایت کو اس حدیث کی صحت کا
فرضی طور پر اقرار ہے دیکھو صفحہ ۱۱۶ سطر اول شمس الہدایت او فرضی کیوں نہ کہا جاوے
چونکہ ثقات نے مثل مناوی و شیخ سیوطی و صاحب سراج منیر نے اسکو موضوع و ضعیف
کہا ہے اور اس حدیث کے مضمون کو مستقل طور پر چونکہ مرزا صاحب نے وقوع قیامت کے
روکنے والا ٹھیرایا ہے دیکھو ازالہ صفحہ ۵۵ اریہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے
سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی لہٰذا اسپر وارد کیا گیا کہ آجتک حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر
سات ہزار تین سو اٹھارں برس تو گذر چکے اندریں صورت کیا مرزا صاحب کو یہ بھی یہ حدیث
وقوع قیامت سے روکنے والی معلوم ہوتی ہے مع آنکہ طلوع الشمس من مغربہا اور
یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ اشراط کا تحقق آپکے نزدیک ہو چکا ہے۔
الغرض مرزا صاحب نے حدیث مذکور کو مانع مستقل ٹھیرایا ہے وقوع قیامت کیلئے دیکھو
ازالہ لہٰذا یہ اعتراض اسپر وارد و غیر مندفع ہی رہا اور مروہی صاحب نے بھی حسب عادت

شامل کردیا اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور امروہی صاحب دونوں نے علم حساب میں پاس کیا ہوا ہے **بیت** تا مرد سخن نگفتہ باشد * عیب و ہنرش نہفتہ باشد *
اس سے امروہی صاحب کی خوش فہمی بھی ثابت ہوگئی اور تینوں نمبروں کا جواب بھی ہوگیا ص ۳۲۳ کی تردید ہو چکی ہے **قولہ** ص ۳۲۴ سطر ۲ تمت الکتاب والیہ المرجع والمآب **اقول** تم الکتاب چاہئے کیا نحو میر نہیں پڑھا اور نیز (والیہ) کا مرجع کتاب ہوگی جو پہلے فقرہ متناسبہ میں مذکور ہے کیونکہ اللہ کا ذکر گو کہ فقرہ (واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین) میں ہوا ہے مگر تمت الکتاب و الیہ المرجع والمآب یہ دونوں فقرے باہم کہیں متناسب اور پہلوں سے الگ الگ ہیں پس معنی یہ ہوا کتاب شمس بازغہ ہی کی طرف مرجع اور بازگشت ہے جو بالکل منافی ہے دیانت و درایت کے لئے بعض مقامات میں ہمارے نرکی بہ ترکی جوابوں پر امید ہے کہ آپ خفا نہ ہوں گے کیونکہ بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی ہے آئندہ یار زندہ صحبت باقی مطمئن رہیں۔
اللھم صل وسلم و بارك وادم علی سید المرسلین واٰلہ وعترتہ وصحبہ اجمعین
واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین ص ۳۲۴ کا حاصل نمبر ۱ میری نسبت لوگوں کا یہ مشہور کرنا کہ سید محمد احسن امروہی مرزا صاحب سے منحرف ہوگیا ہے بالکل جھوٹ اور لغو ہے کیونکہ میں نے عرصہ ۱۹ یا بیس سال میں اپنی تالیفات میں مرزا صاحب کے دعوی کو براہین ساطعہ سے ثابت کردیا ہے پس ایسے محقق کا برگشتہ ہونا دراہ راست پر آنا کیا معنے رکھتا ہے نمبر ۲ ہمارے رسائل کا آجتک کسی نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی باوجود وعدۂ جواب سکوت کیا اور مولوی محمد بشیر صاحب باوجود ہمارے شدید تقاضا کے عدم فرصت کا عذر پیش کرتے رہے **اقول** نمبر ۱ آپ خواہ کچھ ہی کہیں مگر سورج کو انگلی سے ہرگز چھپا نہیں سکتے قادیاں سے جانا آپکا بھی دراہم معدودہ میں کسر واقع ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ آنا جبر نقصان کے سبب سے ہوا (محقق) کا لفظ جو آپ نے اپنے لئے لقب دیا ہے گویا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا چاہا ہے نمبر ۲ ہاں صاحب مگر اسوجہ سے کہ ......

ع جواب جاہلاں باشد خموشی **قولہ** صـ۳۲۵ سطر ۱۴ کتبہ السید
محمد احسن امروہوی **اقول** امروہی چاہیئے وا سکے لانیکا کوئی قاعدہ
نہیں دیکھو شافیہ فصول اکبری اور نیز بوجہ تعریف محمد احسن اور نکامت امروہوی کے موصوف
اور صفت کے درمیان مطابقت بھی نہیں لہذا الامروہی چاہیئے تھا **قولہ** صفحہ
مذکورہ سـ۱۵ فی تاریخ ۲۳ اگست ۱۹۰۰ء یوم الخمیس **اقول** (فی تاریخ
اور (یوم الخمیس استعلق (کتبہ) سے معنے یہ ہوا کہ لکھا ہے اس کتاب کو سید
صاحب نے ۲۳ ۔ اگست خمیس کے دن ۔ ایہا الناظرون کیا سید صاحب نے کتاب کو
ایک دن میں لکھا ہے ہرگز نہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید صاحب نے حسب عادت
اپنی کتاب کا خاتمہ بھی کلام کاذب پر کیا خدا کے بندے خاتمہ کا فقرہ
تو سچا بولا ہوتا صفحہ ۳۲۶ اور ۳۲۷ کا حاصل ہم ایسے ہیں اور ہمارے
مسائل ویسے فلاں صاحب سے منگالو **اقول** یہ ایسے ویسے صرف
اپنے ہی منہ کی شکر خائی ہے ورنہ مردم شناسوں
کے ہاں جیسے ہیں تیسے ہی ہیں فتدبر ۔
اہل اسلام میں سے کسی کے منگانے
کی امید مت رکھیں ۔



امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف اور مختصر طور پر اونکی علمی لیاقت کا نقشہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد خاتم النبیین وآلہ وعترتہ الطاھرین

نمبر شمار صفحہ نقش	سطر	مردود	تردید
ا	۳	کلہم	کل مضاف الی المعرفہ مجموعہ اجزار کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں۔
〃	۴	ثم قال	ثم کا مقام نہیں۔
〃	〃	تولوا	وہ نہیں ہم نے خلف غیر موقع ہوا جاتا ہے۔
〃	۶	ما عدا الانس	ثقلین سے انس کا انفراد بے وجہ ہے۔
〃	۷	وصلی للہ	از قبیل عطف الانشاء علی الاخبار ہے۔
۴	۱۵	قادیان کا جانب شرق دمشق ہونا	بالکل جھوٹ ہے دیکھو جغرافیہ
۵	۲۱	بہ بہانہ انکار مجاز	پھر کیسے حشر و نشر و دوزخ و بہشت و عذاب و ثواب میں مجاز و استعارہ سے کام نہ لیا جاوے ورنہ مابہ الامتیاز چاہیے۔
۶	۲	صدہا واقع ہو چکے ہیں	شرم شرم کب ہوئیں اور کسنے مانیں۔
۶	۸	ماتحت اسلام سے وہ ہوئیں	آپ والے اسلام سے جسکی بنا حبک الشئی یعمی ویصم پر ہے
۶	۱۴	حجت قائم کرتے رہتے ہیں	ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۷	۱۸	کیا وجہ ہے کہ مؤلف صاحب نے حضرت اقدس کے پاس ذریعہ ڈاک رجسٹری کر کے روانہ نہیں کیا۔	لعنۃ اللہ علی الکاذبین
۸	۲	اور مؤلف جسنے آٹھ نو برس تک محنت کر کر کچھ لکھا ہے۔	چند روزہ تحریر کو آٹھ ۹ برس کی محنت خیال کرنا قوی دلیل ہے آپکی بزدلی اور کم عقلی پر۔
″	۶	اسی کلمہ کے معنوں پر حملہ کیا ہے	جس کے جواب پر آپ قادر نہو سکے کما سیجئی۔
″	۱۰	اچھی طرح بیان نہیں کر سکا	جیسا کہ آپنے کیا اور قادیانی کی نمک حرامی کی۔
″	۱۲	جواب شافی کافی دیا جا چکا ہے	اپنے منہ سے میاں مٹھو بنتا ہے۔
″	۱۳	مگر بغرض آسائش اُن بعض احباب کے	اُس ذباب کے جس کا سیلان بوجہ کج فہمی اور کم علمی کی دلیل ہے بطلان سلسلہ پر۔
″	۱۶	اندر میعاد بارہ تیرہ روز	لعنۃ اللہ علی الکاذبین
″	۲۲	اب ہمارے مسائل مختارہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہوگئے ہیں	مگر بوجہ مخالفت کل اہل اسلام کے والغی کا مصداق ٹھیرے نہ والرشد کا۔
۹	۲	ترکی بترکی لکھا جاوے گا۔	کیا پہلے جواب کا مضحکہ عقلا وطلبا ہونا عبرت بخش نہوگا مگر شاہرہ لینا کیسے ترک کر دیا جائے۔
″	″	وسیتہ بالشمس البازغہ	قبر چیرنے گجھ مُردہ خوار۔
″	۵	وہا انا اشرع	تقدیم مسند الیہ بے وجہ ہے۔
″	۱۲	والمرجو خذا بقرار صلانی عارضتہ بختارہ۔	تعلیل غلط ہے کیونکہ لام تعلیلیہ کا مدخول علت ہونا چاہئے ماقبل کیلئے جو یہانپر معلول ہے۔
″	۱۶	پھر آپ کا شمس الہدایت کیونکر اب طلوع ہو سکتا ہے۔	ہر مبتدع کی شب بدعت کے جانیکا سبب طلوع شمس الہدایت ہوا کرتا ہے دفرعونے راموسیٰ / فلا منافاۃ

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۰	۸	کیا ابتک بھی ضرورت کسی مجدد کی نہیں۔	گو مرزا بوجوہ مذکورہ فی الکتاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔
″	۲۱	اعتراض و اشکال حل نہیں ہو سکتا۔	اصل اعتراض اور ایسا ہی عدم کفائیت جواب الفاظ ز انی وغیرہ امتحاناً تھے جنکے دفع کرنے میں آپ فیل نکلے اسی آڑ میں دم لینا چاہتے ہیں کہ مولف نے متکلمین اور صوفیا پر بیجا حملہ کیا۔ مثل آپ جیسے مولوی سے کسی نے امتحاناً پوچھا کہ (الحمدُللہ) میں الحمد پر ضمہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے مولوی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ شخص خدا پر اعتراض کر رہا ہے
۱۱	۵	کوئی مجدد اسد اللہ سرمدی پر	ہاں سچ ہے مگر تجدید کا یہ معنی نہیں کہ نیا دین لائے اور نبوت کا دعویٰ کرے۔
۱۲	۴	کوئی مخالفت کر سکے	اگر مجدد میں یہ وصف ہے تو مرزا ہرگز مجدد نہیں۔
″	۱۱	اجماع ممکن ہی نہیں	جس پیشینگوئی کو شارع نے مفصل طور پر تاکید ات بلیغہ کے رو سے دھوکا سے بچانے کیلئے فرما دیا ہو قبل از وقوع واجب الایمان ہے اور مجمع علیہ آپ اپنے کلیہ کے مطابق قیامت میں بھی قبل از وقوع شاید مذبذب ہونگے۔
″	۱۴	ورنہ مؤلف ثابت کرے	لیجئے حضرت حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ ملاحظہ فرمائیے۔
۱۲	۲۴	بلکہ صحابہ کا اجماع و اتفاق تو وفات پر ثابت ہوتا ہے	ہاں مگر آپ ہی کی غلط فہمی پر کھا سیٹلر۔
″	۱۸	تو اجماع کدھر ہوا	اجماع کا انعقاد قدر مشترک پر ہے۔

نمبر صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۲	۲۰	اُس مجہول کی ملے	برعکس نہند نام زنگی کافور شعر کبہیمۃ عمیاء قاد زماہا امی علی عوج الطریق الحائر ضلّوا فاضلّوا۔ سیدانہیں مقابلہ کیوقت ذاب کما یذوب الملح فی الماء کا مصداق۔ پس بڑا ہی نادان ہے وہ شخص جو انکے چند اعتراضات ابلہ فریب سے خائف ہو کر عقیدہ حقہ اجماعیہ سے انحراف کرکر فیج اعوج مین داخل رہے۔
۱۳	۱۷	وما کل الظنون تکون حقا وما کل الصواب علی القیاس	اِدھر تکون اور اُدھر حقا۔ سبحان اللہ
۱۱	۱۹	البتہ بعض نادانوں سے خوف ہے	جیسے قادیانی وامروہی وغیرہ جنہوں نے ایسے اصول علی شفا جرف ہار اختراع کئے ہیں جن سے آیات واحادیث کی تحریف معنوی کی جاسکتی ہیں۔
۱۴	۱	کاذب ٹھیراکر	وہی (الحمد للہ) والی مثل کو یاد کرو۔
۱۱	۱۹	متوفیک ورافعک الی	واو ترتیب کیلئے نہیں۔
۱۱	۲۲	اور افقہ الناس عبد اللہ بن عباس	ابن عباس اس آیت میں تقدیم تاخیر کے قائل ہیں دیکھو اتقان
۱۶	۱	منکر ہیں	کذب محض
۱۱	۲	اور مکاشفات	کس دلیل سے
۱۷	۱۸	لقد طلب	فقد طلب چاہئے۔
۱۱	۲۴	ان کنتم لا تعلمون	بتعلیم سیدنا ابو القاسم صلعم ہم تو جانتے ہیں پہر اہل کتاب سے پوچھنے کی ہمیں کیا حاجت ہے۔
۱۸	۱	الہام متعدیانہ	جبکہ ہم مرزا کو اہل اسلام سے ہی نہیں مانتے تو اسکا الہام ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے۔

نمبر شمار صفحہ ضمیمہ	سطر	مردود	تردید
۱۸	۱۲	مذہب حق کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا۔	جیسا کہ اجماعی عقیدہ کا ادرکیا ہو شعر فی زخرف القول تزیین لباطلہ والحق قد یعتریہ سوء تعبیر
"	۲۲	کسی قسم کا حسد یا عناد نہیں	مگر چندہ کے دام ہم مردودہ نے پاگل کر کہا ہے ہائے دنیا۔ ہائے دنیا۔
۱۹	۱	یعنی بھی یہ اکابر نہیں جانتے	افترا باندھنا مسلمانوں کا کام نہیں۔
"	۸	چہ ہیبت ہا بداد ند این جوان را کہ ناید کس بمیدان محمدؐ	چہ ہیبت ہا رسوئے ہنود این میرزا را کہ نامد او بمیدان محمدؐ الا اے میرزا نادان وکوراہ بترس از تیغ بران محمدؐ بلاہور ارسیدی حسب وعدہ چہا دیدی زغلمان محمدؐ
۱۹	۶	ہنود اور نصاریٰ	اسی آڑ میں دین محمدی کی تحریف کر رہا ہے اور بعض نادان اسی دھوکا میں آکر روپیہ کی امداد دے رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ بتہیرے سمجھ گئے۔
"	۱۲	حجت پوری ہوگئی۔	تو مان نہ مان میں تیرا مہمان۔
"	۲۱	ایسے مؤید اسلام	اپنے منہ سے میاں مٹھو۔
۲۰	۱۹	اور مجدد و مامور من اللہ	شعر۔ جوہر جسم مسیح از گل کان دگر ست تو توقع زگل طینت دجال مدار
"	۲۵	محدث یا مفسر	چنانچہ جلسہ لاہور میں۔ شرم شرم شرم
۲۱	۱	کہ در تمام عالم یک انا گوی ہست کہ انانیت او از ہمہ جا جلوہ گر ہست	سبحان اللہ تصوف میں بھی آپکو بڑی شناقی ہے کیا مقولہ منقولہ کا یہ مطلب ہے کہ تمام عالم میں ایک مبعوث من اللہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس مقولہ سے مراد تو یہاں وحدت وجود کا ہے۔ دیکھو مقولہ

جلسہ لاہور

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ		مردود	تردید
			مذکورہ کی عبارت ذیل۔ ہماں یک ذات است کہ اولا تجلی علمی نمودہ بار دگر بصورت علمہائے جہاں شد۔
۲۱	۱۳	کون شخص	علماء اسلام اور صوفیاء کرام جنسے دین اسلام کو فائدہ پہونچ رہا ہے آپکے نبی نے تو مدرسہ کیلئے چندہ وغیرہ سے بھی معتقدین کو بغرض اپنی ہی عیاشی کے روک دیا ہے۔ ہم تو چندہ کے مبلغات پر آپ لوگوں کے یہاں یہ مضمون دیکھ رہے ہیں ؎ رأى الدراهم فكالحيتان هفوا والله ما اجتمعوا لاجل الله سب والحاد و تحريف سنة أرأيت قط مجدد ذا ابتلى
۲۱	۱۰	فاصدع بما تؤمر	مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا بھی یہی ڈھونگ تھا
″	۲۵	بلی عندنا خضر	بلی عبدنا چاہیے۔
۲۲	۱	فدع جبّ الزمار والدف الغناء وما اختاره من طاعة الدنيا هبا ويعلم ما قد كان فيه حياته اذا حصلت اعماله كلها هبا	فدع صاحب التحريف والطمع والهوى وما اختاره من جمع الدراهم نصبا ويعلم ما قد كان فيه حياته اذا صارت اعماله كلها هبا
″	۱۰	ہم کو اونکی بڑی تلاش ہے	گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ آپ ایسے ناامید کیوں ہو بیٹھے ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یہی تو وہ لوگ ہیں سب کا دیانی جماعت کی طرح تو نہیں۔ ؎

نمبر شمار صفحہ ضمیمہ نزول مسیح	سطر	مردود	تردید
۲۲	۱۶	صحت لفظی نہیں کرسکے	نعوذ باللہ من الناس۔ تشیخوا قبل ان تشیخوا استوطنوا القادیان طمعا۔ فاحذرہم انہم فخوخ۔ شروح بخاری اور فتوح الغیب اور صحائف السلوک ملاحظہ ہو۔
؍	۲۲	واقع ہوا	حسب تاریخ مذکور فی الحدیث واقع نہیں ہوا۔
؍	۲۴	حدیثوں میں بھی موجود ہے	بالکل افترا ہے۔
؍	۲۴	مستورین یا مستورات کا ذکر ایسی بحث میں بالکل بیجل ہے	کیا منکوحہ آسمانی کا بھی۔ اسکا تو تبرکا ہونا چاہئے
۲۳	۱	پیشین گوئی مندرجہ لیظہرہ علی الدین کلہ	کیا بتاتا ہے مرزا کے وجود سے اسلام کو کونسا غلبہ ہوا بلکہ معاملہ بالعکس ہے۔
؍؍	۷	علوم آلیہ سے	علوم آلیہ وغیرہ آلیہ میں آپکی مہارت سارے عالم پر روشن ہو گئی ہے سرقہ ہے تحقیق الحق کا۔
؍	۹	تخصیص عقلی و نقلی	
؍؍	۱۰	جو واجب الوجود لذاتہ ہے	واجب الوجود کا اطلاق کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے
؍؍	۱۳	اللہ وہی ہے جسکو غایۃ الکمال حاصل ہو	خطابیات میں سے ہے کوئی مستند نہیں رکھتا نہ لغوی اور نہ عقلی لاحتمال التشکیک فی التعظیم والظہار الذلۃ علی حسب التفاوت فی مدارج المعظم کمانی لم یشکر اللہ من لم یشکر الناس اور شرعی بوجہ سوق الکلام علی خصوص منہاج الدلیل العقلی مراد نہیں ہوسکتا فبطل الاستدلال
۲۴	۱۰	دلیل نقلی اس تخصیص کی کہ مراد اللہ سے قرآن مجید میں وہی ذات واجب الوجود لذاتہ ہی جو مذکور	وما من الٰہ الا اللہ میں ارادہ معبود مطلق یا معبود ممکن کا مستلزم ہے وقوع کذب کو اور ارادہ واجب الوجود کا بوجہ استغراق افرادی اور بدلیل مزعوم مخاطب ممکن

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
		ہوا ہے قال اللہ تعالیٰ وما من الٰہ الا اللہ ایضاً قال تعالیٰ انما اللہ الٰہ واحد وما من الٰہ الا الٰہ واحد	نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ میں جو اشکال تمہارے یہاں پر بھی موجود ہے جواب کیا ہوا خاک۔ اور انما اللہ الٰہ واحد میں مراد الٰہ سے معبود مطلق موصوف بالوحدۃ ہے وہو مناط الحکم القصری ایسا ہی وما من الٰہ الا الٰہ واحد میں بھی فالجواب ہو ما ذکرنا فی تحقیق الحق
٢٤	١٤	ای لیس فی الوجود الٰہ ولا ثانی لہ ولا شریک ولا ولد لہ ولا صاحبۃ لہ الا اللہ سبحانہ۔	غلط عبارت ہے کیونکہ ولا ثانی لہ ولا شریک لہ ولا ولد لہ ولا صاحبۃ لہ کا حکم سلبی یعنی لیس فی الوجود الٰہ سے کوئی تعلق نہیں ایسے ہیچ کے ایسے فصیح ہونے چاہئیں
٢٤	١٧	لن نؤمن من دونہ الٰہا (یعنی الٰہ سے مراد واجب الوجود لذاتہ ہے)	یہاں پر بھی مراد الٰہ سے مطلق معبود ہے۔
؍؍	٢٠	قصر افراد لیویں یا قصر تعیین	قصر افراد میں مخاطب من یعتقد الشرکۃ ہوتا ہے اور مشرکین مکہ اپنے معبودات کو وصف وجوب الوجود لذاتہ میں شریک نہیں قرار دیتے تھے بدلیل قولہ تعالیٰ ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ اور قصر تعیین میں مخاطب من تساوی عندہ الامران ہوتا ہے جو یہاں پر نہیں لہٰذا قصر افراد اور ایسا ہی قصر تعیین بھی نہیں ہو سکتا فالجواب ہو ما ذکرنا افسوس کہ آپ نے چندہ کا روپیہ مفت میں اڑایا۔
٢٤	١٨	پس ہرگاہ کہ کوئی الٰہ سوا الٰہ واحد کے موجود ہی نہیں۔	لہٰذا وقت استغراق اور جمعیت کے جو تعدد کو چاہتے ہیں واجب الوجود نہیں لے سکتے فالجواب ہو الجواب۔
؍؍	٢١	تو مؤلف کا یہ دعویٰ کہ وقت	استغراق اور جمعیت ظاہر ہے کہ ممکن نہیں ہی متصور

نمبر صفحہ از شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
		استغراق اور جمعیت اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کیطرف مراد الٰہ سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں غیر مسلم ہے ۔	ہوسکتے ہیں نہ واجب ہیں اور مشرکین معبودات والٰہ اصنام ہی تھے ۔
۲۴	۲۴	اور زعم مشرکین ہم پر حجت نہیں	مگر بوجہ اہل لسان ہونے اون کے اُن کا محاورہ اور بول چال تو لغت اور فصاحت بلاغت میں مستند ہے فالجواب ہو الجواب ۔
	۲۴	مع ان شریک الباری ممتنع لا ممکن	اسمیں کیا شک ہے لہذا جمعیت اور استغراق اور اضافت الی المشرکین کیوقت ممکن مراد ہونا چاہیے جسمیں تکثر متصور ہو واجب الوجود میں تو تعدد ممتنع ہے ۔
۲۵	۱	پس اسمیں کذب کہاں ہے بلکہ معترض خود محض کاذب ہے ۔	آئی وہی مثل جو کسی نے امتحاناً کسی آیت کے متعلق سوال کیا مجیب کو چونکہ لاعلمی کا اقرار تو ناگوار تھا لہذا اس آڑ میں بچنا چاہا کہ یہ شخص قرآن کریم پر اعتراض کرتا ہے مگر تاڑنیوالے تو تاڑ گئے ۔ خدا کے بندے اب بھی پوچھ لو ہمارے طلبہ سمجھا دینگے ہم تو پہلے عرصے اسکا جواب لکھ بھی چکے ہیں جو آپکے پاس پنڈی والے مخلص نے پہونچا یا تھا مگر سمجھاوے کون ۔ یاد رہے کہ مخاطب کسی معبود ممکن کو شریک بالباری فی وصف الوجوب نہیں خیال کرتا تا کہ القاء الکلام بر تقدیر یا ارادہ معنی وجوب علی حسب مقتضی الحال ہو ۔ جبتک اسکا تدارک کرینگے لا کے شکنجہ سے نکلنا مشکل ہے ۔ فالجواب ہو الجواب

نمبر صفحہ شمس بزعمہ	سطر	مردود	تردید
٢٥	١٩	کہ عالم کا فساد لازم آویگا	صورت مفروضہ میں چونکہ عالم کا تمانع فی الالہین کیوجہ سے وجود ہی متصور نہیں تو فساد کیسا فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے کاش قرآن کریم کو کسی عالم سے پڑھا ہوتا سمجھا
٢٦	١٢	جدہر مؤلف گیا ہے اودہر ہی کو ہم بھی اوسکے ساتھ گئے ہیں	یہی تو دلیل ہے آپ کی ناسمجھی کی۔
٢٦	١٥	اس محل پر لفظ عنوان موضوعی اور محمولی کا لکھنا سراپا غلط ہے۔	سراپا صحیح ہے مطلب عبارت شمس الہدایت کا یہ ہے کہ اگر کلمہ طیبہ میں جو مدعی ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے استحقاق للعبادۃ حقیقی طور پر لیا جاوے تو تقریب تام نہیں یعنے دلیل میں استلزام مفقود ہوا جاتا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امروہی صاحب اصطلاحات منطقیہ وغیرہا سے محض نابلد ہیں **شعر** حرف درویشاں بدزدد مرد دوں تا بخواند بر سلیمے او فسوں ہا آپنے اس مقام پر انتفاء استلزام مارے شرم کے دریافت نہیں کیا تعلم اور استفادہ میں شرم کرنا انسان کو جاہل رکھتا ہے پھر جدہر کو مؤلف گیا ادھر ہی کو آپ کیوں جا رہے
٢٦	١٠	تو مستلزم لغیرہ تام کو ضرور ہوگا کہ تمام استدلالہ تفصیلا	مستلزم لغیرہ تام کو نہوگا لیا تر اضمحلالہ تکمیلا۔
٢٧	٢	وہ بالکل بے محل ہے	صاف کیوں نہیں کہدیتے کہ ہم سمجھے نہیں۔
"	١٠	حل کیا جاوے گا۔	چنانچہ کلمہ طیبہ کو حل کیا۔
"	١٣	اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا	یہی تو دلیل ہے نافہمی کی۔
"	١٦	یہاں پر حرف الا موجود ہے جو بمعنے غیر ہے	کیا کافیہ نہیں دیکھا الا بمعنے غیر اسی وقت ہوتا ہے کہ

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			اذا کانت تابعۃ لجمع منکور غیر محصور نحو لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا لا الہ الا اللہ میں تو شرط مذکور مفقود ہے۔ اور نیز لا الہ الا اللہ کلام قصری مشتمل ہے دو حکم پر جو استثناء کی تقدیر پر متصور ہو سکتی ہیں
۲۷	۲۱	تقریب تام بخوبی حاصل ہے کما بینا	حاصل نہیں کما بینا۔
؍	۲۴	اسمیں بھی نفی الوہیت مستحقہ ہی کی فرمائی گئی ہے۔	مشرکین اپنے معبودوں میں الوہیت مستحقہ مستلزمۃ للوجوب کے قائل ہی نہیں بدلیل قولہ تعالے ولئن سألتہم الخ پس نفی اسکی کس کار و ٹھیری۔
؍	۲۵	یہی بات کہ کفار مشرکین کی طرف سے نقل کیا گیا ہے کہ اجعل الآلہۃ الٰہا واحدا سو یہ قول مشرکین کا ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔	اجعل الآلہۃ میں ظاہر ہے کہ مشرکین کی مراد آلہۃ واجبۃ الوجود نہیں لما مر بلکہ معبودات مطلقہ ہیں من حیث دلالۃ اللفظ اور ازروئے خصوص مصداق اصنام ہیں پس قول انکا اجعل الآلہۃ کیسے دلیل ٹھیرا ارادہ وجوب الوجود کیلئے لو کان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا میں فالجواب ہو الجواب اور نیز ورود الاصنام فی النار جو متحقق ہوگا حشر میں بسبب رائے آپکے اوسکا انتفاء دلیل نہیں ٹھیر سکتا انتفاء الوہیت کیلئے اصنام سے دیکھو صفحہ ۸۲ سطر اول شمس بازغہ اور پھر کیسی بے معنے بات ہے کہ نزول عیسے تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہو اور قبل دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے کہ فلا تمترن بہا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد دیجاوے گی اور مدلول کو تم اسیوقت تسلیم کر لو۔ انتہی موضع الحاجۃ پھر ہم ناظرین کو اصل مطلب کیطرف توجہ دلا کر کہتے

نمبر شار صفحہ کس بابت	سطر	مردود	تردید
			ہیں کہ مشرکین کہ جو اہل لسان ہوئے اون کے لغت او ما یتعلق بہا میں سند ہیں یہاں پر تو کلام اطلاقات لفظیہ میں ہے۔ نہیں کہ استحقاق اصنام کا ارباباً من دون اللہ حق ہے یا نہیں فالجواب ہو الجواب۔
۲۸	۶	اب بھی کلمہ توحید کے معنے آپ پر حل ہوئے یا نہیں	ہم پر تو پہلے سے بفضل اللہ وحولہ منکشف تھے آپ اور آپکے پیغمبر بتاویں کہ اوس نے بوجہ سکوت اور آپنے بدیں بیان کہ جب کافیہ خوان بھی تھے اشارہ ہی ہیں لاعلمی کا پورا ثبوت دیا یا نہیں مگر اس لباس میں کہ جدہر کو مؤلف گیا اودہر ہی کو ہم بھی پیچھے پیچھے چلے گئے ہیں چھپنا چاہا ہے من انداز قدرت را خوش شناسم گر آئی دلبرا در ہر لباسے
"	۷	اے مؤلف صاحب ہم گر والہٰ فرض کریں الخ	اے امروہی صاحب یہی تو وجہ ہے عدم استلزام تعدد کے فساد کیلیے فقوی الاشکال
"	۲۴	کہ آیت مذکورہ میں انتفاء آلہہ سے انتفاء مقدم کا مزدوہی ہوا و الکل	آیت میں لفسدتا مذکور ہے جب تعدد کی تقدیر پر عالم کا وجود ہی متصور نہیں تو فساد کیا فالجواب ہو الجواب
۲۹	۴	اس صورت میں کوئی موجود چیز وجود میں بھی نہیں آسکتا۔	لہذا الفسدتا کا ترتب تعدد پر نہوا فالجواب ہو الجواب
"	۵	اب فرمائیے	اب فرمائیے۔ ایہا الناظرین امروہی صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابی السعود وغیرہ کی عبارات کا ترجمہ لکھدیا جس سے اشکال مذکور مندفع نہیں ہوا بلکہ اثبات دلائل امتناع تعدد سے جنکو تفاسیر سے لیا ہے اشکال کو قوی کردیا

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			کیونکہ وقوع نکرہ تحت النفی عموم اور استغراق افرادی کو چاہتا ہے جو واجب الوجود میں بوجہ امتناع تعدد کے ممکن نہیں اور نیز مخاطبین کا زعم چونکہ سرے سے شرک فی الوجوب ہی نہیں لقولہ تعالےٰ ولئن سالتہم من خلق السمٰوات والارض لیقولن اللّٰہ تو پھر نفی تعدد فی الوجوب القاء اور پر کیا معنے رکھتا ہے فالجواب ہو الجواب **شعر** فان کنت ذا عقل وفہم فتنۃ علمنا الذی قد کنت فی الامس تجہل
۳۰	۱۰	جاوے سکے مقابلہ میں اسرائیلی روایات لائی جاویں۔	خود ہی شرم کیجئے کیا ایلیا کا قصہ اور صلیبی واقعہ وغیرہ وغیرہ قرآن کے مقابلہ پر نہیں ولنعم ما قیل جمال شاہد قرآن نقاب آنگاہ بکشاید کہ دور مراۃ تفسیر رسولؐ ہاشمی تابد۔
؎	۲۴	کہیں پر خروج لکھا ہے	ذرا صبر کرو ہم ہی سمجھا دینگے۔
۳۲	۱	مقتولیت بالصلیب	تحریف ہے کیونکہ قرآن کریم میں ما قتلوہ وما صلبوہ بالعطف مذکور ہیں۔
صفحہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۱	سطر ۹	سطر ۱۳ کیونکہ یہ امر ہرگز نہیں ہو سکتا کہ محققین رفع برزخی اعنی روحانی کے قائل ہیں نزول جسمانی کے قائل ہو سکیں	کیوں نہیں ہو سکتا حضرت محی الدین ابن عربی اور شاہ ولی اللہ کی تصریحات ملاحظہ ہوں جو اسی کتاب میں منقول ہیں
صفحہ حاشیہ متعلقہ	سطر ۱۹	کیونکہ عوام کافۃ الناس ہے تو اجماع ہی نہیں ہو سکتا۔	عوام سے جاہل مراد نہیں ہیں بلکہ اکثر مراد ہیں
ب	۲	نزول روحانی مراد ہو گا۔	خیالی بات ہے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
ب	۹	سو نزول روحانی ہے جو اہل تحقیق کا مذہب ہے نزول جسمانی	یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ اسی کتاب میں اجماع کا ثبوت نزول جسمانی و بعد کی قائل بغیر مرزا اور مریدوں کے آج تک کوئی معتبر بزرگ نہیں
ج	۲	تصریح کردی ہے	لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔
〃	۱۰	فیصلہ کردیا ہے	مگر مطابق فہم آپ کے۔
〃	۱۸	امام الزمان اہل تحقیق ہی سے ہیں	اپنے منہ سے میاں مٹھو ہیں لن تجتمع امتی علی الضلالۃ کا خیال کرو
د	۱۷	کل کتاب کا رد پندرہ منٹ میں ہو گیا	جس کا رد الرد پانچ منٹ میں ہو گیا تو ثابت ہوا کہ شمس بازغہ کی بنا علی شفا جرف ہار تھی۔
۲۳	۲۱	اس قدر طوالت پر ملالت	قرآن کریم کی آیت کو طوالت پر ملالت سے موصوف کرنا کفر ہے
۳۵	۸	ہاں البتہ مسیح عیسیٰ ابن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے۔	جسم مع الروح سے مراد مسیح عیسیٰ ابن مریم ہی ہے۔
۳۶	۱۸	دوسری طرح بھی رد کر سکتے تھے	محض لاف ہے۔
〃	۲۰	بعض قواعد مخترعہ مؤلف	کوئی مستند سے خالی نہیں ثقات کا قول ہے یا ضرورت عقلی اور اقتضاء مقام۔ ایہا الناظرون شمس بازغہ کی کوئی سطر بطالت یا ملالت سے خالی نہیں مگر ہم آپ سے ہر ایک کی تردید کی معافی چاہتے ہیں مشت نمونہ خروار عاقل کو بس ہے۔
۳۷	۲۴	بلکہ رفع روحانی ہے	بلکہ رفع جسمانی ہے دیکھو اسی کتاب میں۔
۴۰	۱	بیجا ہے	سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس امر میں قیاس نہ کرنا قتادہ اور ہر ادہ جنہیں اشتراک ہے وہ ادر۔
۴۶	۹	ماخوذ ہوتی ہے	غلط ہے
۴۸	۲۰	فالحمد للہ الذی انا جامع لعلومہا ولعلم ما لم تعلم	انا جامع لعلومہا میں ضمیر موصول کی طرف عائد نہیں علاوہ اسکے معنی میں بھی تعلق اور اضطراب ہے۔

مردود	مردود	سطر	نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ
یاد کرو واجب الوجود کا اطلاق یہاں پر تو وکلم اللہ موسی تکلیما آگیا ہے۔	متکلم بلیغ کا اطلاق کہیں نہیں آیا	۱۲	۵۱
تقدیم ظرف کی کوئی وجہ نہیں۔	ولکن نہنا یجتمع	۲	۵۸
یاد کرو الیایا کا قصہ اور صلیبی واقعہ اس کا کیا جواب۔	امور مشکوکہ اور قصص مجہولہ کیطرف وہ ڈرے تو اسکا کیا علاج	۱۹	۶۰
مقید کی نفی کیلئے یہ کہاں ضروری ہے کہ مطلق اور قید دونوں منتفی ہو جائیں۔	جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہو جاتی ہے	۱۷	۶۲
لیومنتن کو انشائیہ کہنا سخت حماقت ہے کشاف اور بیضاوی کا حوالہ غلط محض اور جھوٹ ہے جملہ قسمیہ جو انشا ہے وہ صرف اللہ ہوتا ہے اور جواب قسم خبریہ ہوتا ہے دیکھو مطول بحث مسند الیہ ص۱۳۶ مطبوعہ نولکشور اور مولوی عبد الحکیم حاشیہ بیضاوی اور شہاب حاشیہ بیضاوی تکملہ کی عبارت کو سبقاً کسی استاد سے پڑھنا چاہئے۔	بلکہ جملہ انشائیہ ہوا	۱۲	۷۰
کیسی تحریف ہے۔	یعنی لن نالو جہدا لنعرک	۶	۷۵
خیالی بات ہے۔	صلبوہ مجازا	۱۱	"
فا غلط ہے دیکھو کتب نحو میں بحث کلمہ فا	فلہذا	۱۳	"
دوبارہ ذکر کرنے سے صرف ایک ہی اعادہ ہوتا ہے دوسرا اعادہ کیسا۔	فلا نفیدہا مرۃ اخری	۱	۷۶
ایقان کے صلہ میں با آتی ہے۔	یوقنون حقیقۃ دین الاسلام	۷	۱۲۷
غلط ہے وغیر ذلک من المرضیٰ چاہئے۔	دائرۃ الاکمہ والابرص وغیر ذلک من الاسقام	۹	۱۳۹

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۶۰	۱۸	ایہا الناظرین	منادی مفرد کا منصوب لکھنا غلط ہے
۱۷۱	۱۱	خاتم الانبیا بنی اسرائیل	الف لام غلط ہے
۱۹۳	۱	فیعلم الاقوی فیعل ۔	لام کا مقام نہ فا کا لیعلم الاقوی فیعل ۔ چاہیے ۔
۳۱۶	۱۸	مع صدق الالہام المسیح الموعود	مضاف پالف لام کالانا غلط ہے مع صدق الہام المسیح الموعود چاہیے ۔
۳۲۱	۱	فلا نعید ہا مرۃ اخری	فقرہ غلط ہے کما مرفلا نذکرہا مرۃ اخری
۳۲۴	۲	تمت الکتاب	تانیث غلط ہے تم الکتاب چاہیے ۔
"	"	والیہ المرجع والمآب	ماقبل میں فقرہ متناسبہ تمت الکتاب ہی مذکور ہے لہذا مرجع الیہ کتاب ہی ہوئی اور حصر سے ملکر یہ فقرہ قریب بکفر ہے ۔
۳۲۵	۱۴	محمد احسن امروہی	معرفہ کی صفت نکرہ واقع ہوا ہے اور نیز امروہی میں واؤ لانیکا کوئی قاعدہ نہیں ۔
۳۲۵	۱۵	فی تاریخ ۲۳ ۔ اگست یوم الخمیس	صریح جھوٹ ہے ایک دن میں کتاب نہیں لکھی گئی ۔
۳۲۵	۱۵	مطابق ۲۶ ربیع	عربیت کے رو سے بے ربط ہے ۔

وما علینا الا البلاغ

بازغۂ شمس

بالمقابل دعوت از مولوی محمد غازی صاحب بخدمت

مرزا غلام احمد قادیانی

الا اے مرزا تا کے تو حال این و آن بینی
بایں حال و روش ہرگز نہ اصل حق عیاں بینی
دریں عالم کسی را نے بقائے جاوداں بینی
تو تا کے اندریں عالم بہارِ گل فشاں بینی
نہ محبوبے نہ معشوقے نہ ایں شیریں دہاں بینی
تفکر کن بحالِ خود نہ غافل شو نہ غافل شو
اجل وقتیکہ مے آید کند پامال حالِ تو
اگر روزے بانصافے بینی در وجودِ خود
نمے زیبد تفاخر بر خود و بر قادیانِ تو
نہ نور الدیں بکار آید نہ امروہی نہ کشمیری
نہ خندد صبح امیت نہ بر آرد نہالِ تو
چرا شائع کنی ایں دینِ باطل را درایں عالم
چرا بستی کمر از بہرِ ترویج عقائد خود
بتکذیب امامت تو ندا از آسمان آید
زمیں نفرت کند از تو فلک گرید براحوالت
الا اے احمق و جاہل حذر کن زیں عقائدہا
ازیں مذہب کنارہ کن وزیں دیں توبہ مے باید
ز شمس بازغہ مردود شد خود دینِ مرزائی

دمے چشم دلت واکن کہ نورِ صبح جاں بینی
بچشمِ دل نگر تا کہ رموزِ دو جہاں بینی
نہ گل خنداں نہ بلبل را ہمیشہ نغمہ خواں بینی
پشیماں می شوی آخر اجل را بیگماں بینی
نہ مداح خود وت را ہمہ زباں رطب اللساں بینی
نہ غمخوارے بکار آید نہ مونس اندراں بینی
شوی مانند بیچارہ نہ کس را آں زماں بینی
نہ آثار مسیحی را در و ہرگز نشاں بینی
نہ ایں ماند نہ تو مانی نہ ہرگز عز و شاں بینی
نہ تیمورے و ندہ لکھچر نہ خود را پیشِ شاں بینی
نہ دائم گلشنت را ایں لباسِ زعفراں بینی
چو آمادہ بتکذیبش زمین و آسماں بینی
چو آیاتِ خدا از بہرِ تردیدش عیاں بینی
بزودی پیشِ حق شاداں گروہِ دشمناں بینی
ملک لعنت کناں نزدِ خدا بر آسماں بینی
وگرنہ ذلت و خواری بہ نزدِ عاقلاں بینی
چو او را کاذب و باطل بوقتِ امتحاں بینی
مسیح قادیانی را سیہ روئے ازاں بینی

شده مردود تصنیفات او رهی همه یکدم	چو شمس بازغه مردود چشم مردمان بینی
خدا را بین چه ثابت شد به تصنیفات او رهی	بجز جهل مرکب نے ورا دیگر نشان بینی
نه حدیث مسیحیت ازو ثابت شده هرگز	نگاہے ابن مریم را تو اندر قادیان بینی
حذر کن از مکائد این تدبر کن به او رهی	که اقوالش همه یکدم بطرز جاہلان بینی
نصیحت گوش کن از من بدر کن این شیخیت	بیا اینجا با خلاصے که نور حق عیان بینی
نظر کن سوئے **شاہ** من که مهرش چون درخشان است	فلک مرہون شار او نجوم آسمان بینی
بیک جلوه جہانے را کند محو تماشائے	عجب شانے و طرازے بطرز دلستان بینی
بصحرا گر وزد بادے ز لطف و مهربانی اش	دران وادی همه شاخ غزالان دُر فشان بینی
شوی آگاه اگر از علم و از فضل و کمالاتش	بلا شک تو دین مصطفےٰ را بس ضمان بینی
ز آثار کمالاتش آئینے هست این کتاب او	اگر بینی بہ نیکوئی براهینش عیان بینی
هزاران آفرین بر همت مردانه اش بادا	که از لطف و عنایاتش ره حق را عیان بینی
چو هست از آل پاک مصطفےٰ ذات معلاتش	سراپا مطلع حمدش کما او در فشان بینی
شهنشاه جہان بینی امام عارفان بینی	گر از عین جان بینی حبیب دو جہان بینی
کمال او شود روشن چو ذاتش را عیان بینی	نه چون و این چرا ماند نه آنجا این و آن بینی
شکوک رفع مے گردد تسلے مے شود حاصل	چو او را در فشان و نکته را در امتحان بینی
اگر روز کنے ایزد برائے تو ملاقاتش	وجود ذات عالی را نه چون اهل جہان بینی
برو بالد مے زیبد بر آن وصفی که میگوئی	چو آل مصطفےٰ را پیش حق با عز و شان بینی
گلستان جہان تا سبز بادا و ربود غازی	چو بلبل برگل نعتش مرا تسبیح خوان بینی

ایضاً

الا اے میرزائے قادیانی	بقلے این جہان تا کے بدانی
چه در بند نفس آشفته جانی	بیا بشنو حدیث کامرانی
ز گلبانگ حدیث شاہ ثانی	شگفته شد دل اہل معانی

بنخواست بلبلِ خنداں کہ اینم ... ترو تازہ ہست باغِ زندگانی
بحمد اللہ خوشی آمد الم رفت ... بشادی و خوشی شد کامرانی
نحوست با سعادت شد مبدّل ... الم رفتہ فرو شد سرگرانی
مہیا شد ہمہ اسباب راحت ... بامداد فیوض آسمانی
کجائی اے مسیح قادیانی ... بیا بنگر تو ایں باغِ معانی
شگفتہ شد گلِ امید عالم ... ترو تازہ شدہ عہدِ جوانی
بطورِ دعوے می گویم کہ اینم ... تجلی کردہ فیضِ آسمانی
بدانش ہر یکے تصنیف کردہ ... کتابے نو بردِ قادیانی
کسے تا ایں زماں نادر کتابے ... نکرد ایجاد با ایں خوش بیانی
کتابے نو عجب ایجاد فرمود ... بشرح و بسط و با حلِ معانی
امام پیشوا مہرِ علی شاہ ... حبیبِ کبریا محبوب ثانی
سہی سروِ ریاضِ مصطفائی ... دلِ مشکل کشا شاہِ جہانی
کلیدِ قفلِ گنجِ علم و دانش ... دُرِ یکتائے دریائے معانی
جنابِ او بنورِ حق منور ... دلش را مظہرِ حق ہم بدانی
نہ بیند ارم چو او شخصے بعالم ... بعلم و دانش و با نکتہ دانی
کمالاتش کسے حصر نماید ... کند اوصاف اگر چہ جانفشانی
عدیلش نیست پیدا در زمانہ ... مثیلش گم شدہ در دارِ فانی
دریں تصنیف و تالیفِ مضامیں ... سبق بردہ بر اربابِ معانی
بعلمش کے رسد علمیتِ تو ... ز فیاضِ ازل علمش بدانی
انو مہدیت مردود گردید ... شدہ مکسوف شمسِ قادیانی
چساں شد منہدم حصنِ نبیت ... بچشمِ خویش بنگر گر توانی
شکستہ شد کمانِ اختراعت ... ز زورِ بازوئے مردِ جیلانی
شدہ باطل عقائد میرزائی ... خجل گشتہ گروہِ قادیانی

کجائی ای غلام احمد کجائی — بیا گویم بتو رازِ نهانی
اگر بینی مضامینش بانصاف — شوی فائز بعمرِ جاودانی
بچشمِ خود بنگر این صحیفه — اگر خواهی حیاتِ جاودانی
اشاره کن به قریات خویشت — که این را می کنند از بر زبانی
تنبه کن تنبه کن تنبه — که آخر نیست دائم زندگانی
نه امروزی بکار آید نه دیگر — خیال خویش کن گر میتوانی
خدا پرسد ز تو این ماجرائی — چها کردی بگو ای قادیانی
جوابی چه دهی آنوقت آخر — تو ساکت می شوی حیران بمانی
نصیحت گوش کن گر عقل داری — ترا گویم ز روئی مهربانی
پشیمان شو بگو کردم گناهی — خدایا عفو کن از مهربانی
سخن کوتاه کن ای غازئی باز — ندارد فائده طولِ بیانی
دعا کن بهرِ شاهِ خود که او را — خدا دارد بحفظ و مهربانی
مرا کافیست این عزت خدایا — که در سلکِ غلامانش بخوانی
کنی یا رب بحشر لطف بر من — بحق حرمت آن جانِ جانی

يقول المصحح الحافظ الغازي

هذا الكتاب للفضائل جامع — فكأنه روض نضير يانع
وكأنه بالنور بدر ساطع — وكأنه بالحق سيف قاطع
وكأنما قرطاسه وحروفه — ورق وورق في الرياض سواجع
وكأنما منه مداد كلامه — سبج وياقوت مذاب ناصع
فيه الى نهج النجاة طريقة — وبه الى الشرع الشريف شرائع
شيخ الانام اجاد في تحقيقه — اعلى العلى والجاهلون مراجع
كشف الغطا عنه فاضحى واضحًا — كالشمس عنها قد اميط براقع

تمت

مرزائی ابحاث کی اصلیت

چونکہ بعض مرزائی صاحبان ہمارے حضرت سیادت پناہ سلمہم اللہ تعالےٰ اور مرزا صاحب کی باہمی ابحاث کو غلط بیانیوں سے خلط مبحث کر کے عوام کو دہوکا میں ڈالدیتے ہیں لہذا ہم نے تمام وہ اشتہارات جو حضور والا کیطرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے بطور ضمیمہ طبع ثانی سیف چشتیائی کے ساتھ شامل کر دیئے ہیں تاکہ عوام کو دہوکا نہ ہو۔

اشتہار واجب الاظہار

ناظرین پر مخفی نہ ہے کہ کتاب شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح مصنفہ مولانا حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف عرصہ ۴ ماہ کامل سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور بعض مرزا صاحب کے حواریوں سے سنا تہا کہ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب ایک ہفتہ مین تحریر کر کے شائع کرا دیوینگے ہم منتظر تھے کہ اس اثنا مین مولوی نور الدین صاحب کا ایک خط جسمین بارا ۱۲ ان سوالات مندرج تھے حضرت پیر صاحب کیخدمت میں پہونچا جناب موصوف نے جواب مفصل تحریر فرمایا مگر بعض احباب نے بوجوہات چند اوس کا ارسال کرنا مناسب نہ سمجہا۔ منجملہ جن کے ایک تو یہ تھی کہ کہین ایسی تحریرات کے سلسلہ جاری ہونے سے جواب کتاب بے جواب نہو۔ دوسری وجہ پیر صاحب نے جو بیان فرمائی ہے وہ اِن کے خط مین درج ہے اَب چونکہ پرچہ اخبار الحکم مورخہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء مین مطالبہ جواب کا کیا گیا جو ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو مولانا صاحب کی نظر سے گذرا تو مولانا موصوف نے وہی جواب مفصل جو پہلے دن سے لکھ رکھا تہا مولوی نور دین صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال فرمایا۔ اُمید ہے کہ اون کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا مین اِن ہر دو خطوط کو فقط اس خیال سے کہ مبادا حواریان انکو مشتہر نہ کرین بذریعہ اشتہار ہذا ہدیہ ناظرین کرتا ہون تاکہ ملاحظہ کے بعد انصاف پسند خود اسکا نتیجہ نکال لینگے۔

مولوی نور الدین بھیروی کا خط

مولینا السید المکرم المعظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اول فتح محمد نام آپ کے مرید سے پہر مولوی غلام محی الدین ساکن دہن مولوی محمد علی ساکن بدوال حکیم اللہ دین شیخوپور۔ حکیم شاہنواز کے باعث مجہے جناب سے بہت ہی بڑا حُسن ظن حاصل ہوا۔ اور مین بدین خیال کہ جناب کو اشغال وارشاد مین فرصت کہان کہ میرے جیسے آدمیون کے خطوط کا جواب ملیگا ارسال عرائض سے متامل رہا۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے اور انمین مرزا جی کے حُسن ظن کا تذکرہ تہا اور بہی غرور وسرور ملا۔ قریب تہا کہ مین حاضر حضور ہوتا اسی اثنا مین ایک کتاب شمس الہدایت نام مجہے آج رات دیکہنے کا اتفاق ہوا صفحہ نمبر ۴۰ تک رات کو پڑہی جناب نے اسمین بڑا تنزل اختیار کیا کہ بالکل مولویون اور منطقیون کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے اور صوفیون کے مشرب سے ذرہ جہلک نہ تہی۔ سبحان اللہ مین نے بارہا سنا کہ جناب

فتوحات مکیہ کے غواص ہین اورکتاب صفحہ نمبر ۴۴ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر وہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی توجیہ ناپسندیدہ پایا۔ کتاب کو دیکھکر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے ہیں تو جواب خط کوئی بڑی بات نہین فاحسن کما احسن اللّٰہ الیک۔ میری مختصر التماسون کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا۔ اوّل جناب نے صفحہ نمبر ۸ مین فرمایا ہے۔

(۱) تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر آہ اسپر

(۱) عرض ہے۔ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہین۔ جناب کے پاس ہے یا نہین۔ کہان سے تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے۔

(۲) مثل ابن جریر کے کم سے کم پانچ چھ تفسیرون کے نام ارشاد ہون۔

(۳) کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر۔

(۴) تجدد امثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔

(۵) زید و عمرو یا نورالدین راقم خاکسار غرض یہ جزئیات انسانیہ صرف اسی محسوس مبصر جسم عنصری خاکی مائی کا محدود نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لئے یہ موجودۃ الآن جسم بطور لباس کے ہے یا اسی معنے پر۔

(۶) انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم وسلامہ آئمہ و عترۃ۔ اولیاء کرام صحابہ عظام۔ انواع واقسام ذنوب خطایا سے محفوظ نہین یا ہیں۔ بصورت اولی انپر اعتماد کا معیار کیا ہوگا۔ اور بصورت ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر۔ کتاب اللہ یا سنۃ رسول اللہ سے۔

(۷) الہام وکشف رویا صالحہ کیا چیز ہیں اور ان سے ہم فائدہ اُٹھا سکتے ہین یا نہین۔

(۸) ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے کیا وہ جناب کے کتب خانہ مین ہے یا نہین۔

(۹) بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی اسکو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے جس کا ذکر کتاب مین فرمایا ہے۔

(۱۰) عقل قانون قدرت۔ فطرۃ کس حد تک مفید ہین یا یہ چیزین شریعۃ کے سامنے اس قابل نہین کہ ان کا نام لیا جاوے۔ تعارض عقل ونقل۔ تعارض اقوال شریعۃ وسنت اللہ مقابلہ فطرۃ وشرع کے وقت کونسی راہ اختیار کیجاوے۔ مختصر جواب بدون دلائل کافی ہوگا۔

(۱۱) تفسیر بالرائے اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال مین ہے کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہین۔

(۱۲) تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھکر آجکل آپ اور ہم بھی کر سکتے ہیں یا نہیں۔

المسترشد

نورالدین

۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۰ء

حضرت مولنا پیر مہر علیشاہ صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ -

معظمی ومکرمی جناب مولوی نورالدین صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - **اما بعد** مین ہرگز نہیں چاہتا تہا اور نہ چاہتا ہون کہ **بجواب سوالات** جناب کے کچھ لکھون کیونکہ اشاعت جواب میں کسر شان حضرت سائل کا نہائیت ہی خیال تہا اور ہے - یہان تو پہلے ہی سے کچھ نہ ہونیکے سوا اور کچھ نہیں - لہذا مین نے بجواب مکاتبہ شریفیہ اثنا عشریہ آپ کے اپنے قصور اور لاعلمی کو پیش کیا مگر پرچہ الحکم مطبوعہ ۲۳ ذی الحجہ نے جو آج ۲۶ ماہ محرم الحرام کو میری نظر سے گذرا ہے اوسکی نامنظوری بیان فرمائی اب اگر فضلائے عصر وعلماء دہر بعد ملاحظہ کلام جانبین کے داد وانصاف عطا فرمادین تو یہ نیاز مند علماء وفقراء معذور سمجہا جاویگا -

جواب نمبر (۱) صفحہ مین آپ نے غور نہیں فرمائی - کیا صفحہ مذکورہ کی عبارت ہذا (اگر کوئی شخص برخلاف الخ) کا یہہ مطلب ہے کہ یہ نیاز مند شمس الہدائیت کا جواب ابن جریر سے لکھے گا - لہذا آپ مجھ سے یہ دریافت فرماتے ہیں کہ ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں الخ - مولانا بلکہ عبارت مذکورہ سے مقصود یہ ہے کہ مجیب کے ذمہ پر نقل از ثقات مثل ابن جریر وابن کثیر اور استنباط صحیح ہوگا - دوبارہ معروض ہے کہ آپنے ابن جریر ہی کی تعیین کہان سے سمجھ لی - عبارت ہذا (تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر کی الخ) مین تو عموم ہے - سہ بارہ مکلف ہون کہ اگر آپ ابن جریر ہی سے جواب دینا چاہتے ہیں تو آسان طریق عرض کیا جاتا ہے کہ آپ قول ابن جریر کا بتحویل ثقات مثل حافظ عماد الدین وعلامہ سیوطی وغیرہ کی نقل فرمادین جیسا کہ شمس الہدائیت مین کیا گیا ہے ہمکو بسر وچشم منظور ومقبول ہوگا - ہان اگر آپ کو محض ابن جریر کے دیکھنے کا اشتیاق ہے تو مولوی محمد غازی صاحب فرماتے ہیں کہ بالمشافہ دکہا سکتا ہون - مولانا مجھے تو پہلے ہی سوال سے حسن ظن سموعی جاتا رہا ذرہ غوض مشکل کو غور فرماکر معترض ہونا چاہئے -

جواب نمبر ۲ - لیجئے تفسیر سفیان بن عینیہ ووکیع بن الجراح - وشعبۃ بن الحجاج - ویزید بن ہارون وعبد الرزاق - وآدم بن ابی ایاس - واسحٰق بن راہویہ - وروح بن عبادہ - وعبد بن حمید - ومسند ابی بکر بن ابی شیبہ - وابن ابی حاتم - وابن ماجہ - والحاکم - وابن مردویہ - وابو الشیخ بن حبان - وابن المنذر - جن کی شان میں علامہ سیوطی وکلہا مسندۃ الی الصحابۃ الخ فرماتے ہیں -

جواب نمبر ۳ - میرے نزدیک کلی طبعی کا منشاء موجود فی الخارج ہے اور تشخص عین شخص ہے مگر عوارض بہی لزوم فی التحقق سے بہرہ یاب ہیں -

جواب نمبر ۴ - تجدد امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے مگر تجدد شہودی وحدۃ سیالہ کو منافی نہیں جو مدار ہے ترتب احکام عرفیہ کے لئے -

جواب نمبر ۵ - جزئیات انسانیہ ماہیت معروضہ کا نام ہے وجودات خاصہ ہوں یا عدمات خاصہ یا دونوں

مغائر اجسام ملما کو عینی یا برزخی یا حشری زید کے مسمے میں نہائیت ہی دخل ہے فقط روح مجرد کیلئے بمنزلہ لباس ہیں ہاں بطریق مجاز مرسل کبھی جزو ماہیت پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرائن مثل قتل و صلب نہائیت ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶ ۔ انبیاء و رسل علیہم السلام انواع ذنوب و خطایا سے جو منافی ہوں شانِ نبوت کو معصوم و مامون ہیں ورنہ امر بالاتباع کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور ایسا ہی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان حامی وقت ہیں۔ اولیاء کرام جو بعد فنا اتم کانہ ہو کی رنگت سے رنگین ہیں داخل ہیں بشارت مذکورہ میں۔ اصالت اور تبعیت کا فرق ہے۔

جواب نمبر ۷ ۔ الہام و کشف و رویائے صالحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور معیار صحت و فساد کا مطابقت کتاب و سنت ہے۔

جواب نمبر ۸ ۔ تاریخ کبیر بخاری کا ذکر درمنثور کی عبارت میں آیا ہے جو شمس الہدائیت میں منقول ہے۔ مولانا یہ سوال علامہ سیوطی سے دریافت کرنا تھا میرے سے آپ درمنثور کا ہونا نہ ہونا استفسار فرماتے ہیں؟

جواب نمبر ۹ ۔ آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق چونکہ ابن کثیر اور درمنثور سے تفسیر لکھی گئی ہے آپ سب احادیث مذکورہ کی تخریجات وہاں سے معلوم فرما سکتے ہیں ایکدو جگہ تفسیر ابن کثیر اور درمنثور کا نام بھی لکھا ہوا ہے ناظرین تفاسیر مذکورہ کو چونکہ سب تخریجات ایک ہی جگہ سے مل سکتی تھیں لہذا ہر ایک حدیث کے بعد بوجہ اختصار نہیں لکھی گئیں۔ مولانا سب اسانید کی صحت کشفیہ یا عرفیہ سے خالی نہیں ہاں صرف ایکدو جگہ جیسے روائیت ضحاک یا ابی صالح کی ضعاف میں سے مذکور ہیں مگر بوجہ تقویت مدعی کے ساتھ صحاح کے وہ بھی اس مقام میں جہاں خصم سے مطلق روائیت کا مطالبہ کیا گیا ہے گو کہ ضعاف میں سے ہو۔

جواب نمبر ۱۰ ۔ عقل اور قانون قدرت جو عبارت ہیں استقراء ناقص سے اعتبار ان کا محدود ہی تاوقتیکہ نص مخالف قطعی الدلالۃ شارع سے وارد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسی تحریر نے آپکو مرزا صاحب کے قدموں میں جھکایا ہے مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۱۱ ۔ تفسیر بالرائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات غیر مختصہ بعلم الباری او بعلم الرسول کا نام ہے۔ تفسیر بالرائے جس کا جواز اتفاقی ہے عبارت ہے استنباط احکام سے اصلیہ ہوں یا فرعیہ اعرابیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ وغیرہ بشرط قابلیت۔ تفسیر بالرائے جو بالاتفاق ناجائز اور منہی عنہ ہے۔ تفسیر متشابہ کا نام ہے جو مختص ہے بعلم الباری او بعلم الرسول صلعم۔ اور تفسیر بغیر حصول علوم مشروطہ للتفسیر اور تفسیر مقرر للمذہب جسمیں مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع قرار دیا جاوے۔ اور تفسیر علی القطع یعنی مراد حق سبحانہ کی قطعی طور پر یہی ہے بغیر دلیل کے۔ اور تفسیر بالہوی یہ سب منہی عنہ کے اقسام ہیں۔ تفاسیر ثقات متداولہ بین اہل السنۃ تفسیر بالرائے باقسام المذکورہ سے پاک ہیں متشابہ مختص بعلم الباری اور بعلم الرسول صلعم ہیں تو ہم بغیر آمنا من عند اللہ کچھ کہہ نہیں سکتے اور وہ متشابہ جسمیں خوض کرنے کے ہم مجاز ہیں آپ اوسکو قدر مشترک بین المجمل والمؤول سے پہچان سکتے ہیں یعنی جسمیں دلالت

احد المعنیین راجح نہو مگر یہ بھی خیال رہے کہ بعد اقامت دلیل منفرد کے مرجوح بھی راجح بلکہ قطعی الدلالہ ہو جاتا ہے

جواب نمبر ۱۲ - تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آجکل آپ اور ہم بغیر نقل جرح و تعدیل عن السلف نہیں کر سکتے آپ (لا مہدی الا عیسیٰ) کے معنے کو بھی غور فرمانا مبادا کہ بعد تفہیم کچھا اور ہی نکلے - بعد اس کے معروض خدمت عالیہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں (صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جہلک بھی نہ دی سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں الغرض غریب نواز افیوضات مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے جو منشا ہیں فتوحات مکیہ کے لئے آپکے سامنے کیا وقعت اور قدر پائی کہ میں قول شیخ اکبر قدس سرہ کو پیش کرتا - کیا سینکڑوں احادیث صحیحہ کافی نہ تھیں اگر اس نیازمند کا قول تعصبی طور پر سمجھا جاوے تو کیا مرزا صاحب کا الہام ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶ پر تعلم بایک شہادت اس قطع و برید پر نہیں دے رہا -

مرزا صاحب کے عبادت خانہ میں آمد و رفت والے علما بغیر آپکے یا اتباع آپکے کون ہیں دوسرے علما بیچارے تو اپنے اپنے وطن اور جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں - مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے تعبیر اس الہام میں بھی علما مخالفین ہی کو الزام لگایا باوجود اس کے کہ صریح طور پر لفظ (میری عبادت گاہ) کا الہامی کلام میں موجود ہے - آپ اس صفحہ میں ذرا ملاحظہ فرماویں کہ (امد چوہوں کی طرح میرے بنی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں) موجود ہے یا نہیں - اب فرمائیے کہ تصدیق الہام ہذا کی تکذیب آپ کی اور تکذیب الہام کی موجب تخریب سب عملہ کی ہے یا نہیں - ایک اور گذارش بھی معروض کرتا ہوں کہ جواب میں نقل بالاستیعاب اور بلحاظ محل کلام اور مرزا صاحب کا خاص دستخط ہونا ضروری سمجھے جاوینگے - یہ نہو کہ تحقق تضاد ماقبل اور مابعد کلمہ بل میں استشہاد تئیسویں ۲۳ آیت کتاب استثناء سے پکڑ کر بائیسویں آیت کو بالکل متروک کر دیا جاوے - اور یہ بھی نہو کہ محل ذکر قول حضرت شیخ کو توجیہ کلمہ طیبہ میں خیال نفرما کر الزام مخالفت حضرت شیخ کا لگایا جائے یا نکات بعد الوقوع کو مثل تشبہ مسیح کے بالملائکہ جو (عزیزا حکیما) کے متعلق خلاصہ قول حضرت شیخ اکبر و شیخ علی قدس سرہما لکھا گیا ہے الی الوجہ سے شہیر اگر باوہ نقض پیدا کریں اور نیز معلوم ہو کہ ضعاف کو بھی ہم بعد تشئید مبانی دعویٰ کے بکتاب و سنت صحیحہ متواترہ قبول کر لیویں گے مثلاً قول ضحاک اور حوالہ عباسی جنہیں اصحاب جرح والتعدیل کو کلام ہے بعد تقویت مذکورہ کے بغیر عذر سند ہوگا - علماء وقت کو تو امید تھی کہ آپ مرزا صاحب کو بھی سمجھا دینگے - ع خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم - مجھے بخیال شان آپکے بڑا افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں عصمت انبیا اور عدم وقوع خطائی الامر التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عصمت اور عدم امکان خطائی التعبیر تک بھی متیقن - سبحان اللہ مولانا آپکے اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ تشریح حقیقت معجزہ سے ذرہ آپ ہی ممنون فرما دینگے - والسلام خیر ختام

المکلف العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ عفی عنہ ربہ

ضمیمہ از جانب مشتہر - فن مناظرہ سے مولوی نور الدین صاحب بالکل بے بہرہ ہیں اعتراض اول میں تو یوں کہنا تھا کہ تفسیر ابن جریر کو میں نے اول سے آخر تک مطالعہ کیا مگر حوالہ دیا ہوا کسی جگہ نہ ملا معہذا یہ اعتراض بیموقع ہے کیونکہ یہ اور جگہ بمناسب تھا جہاں ابن جریر کا حوالہ دیا ہوا ہے علی ہذا القیاس دوسرے

اعتراض میں تعداد تفسیروں سے سوال ہے جواب ہے عبارت مذا دش ابن جریر الخ کا مطلب یہ ہے کہ معتبر تفسیر کی سند منقول ہوگی خواہ متعدد ہوں یا ایک ہی ہو اگر غرض اعتراض کی نہیں تو اخبار میں شائع کرنے کی کوئی وجہ نہیں مولانا گستاخی معاف فرماویں ایک سوال کے جواب سے ممنون فرماویں بلاغت اور فصاحت اخبار اور قصص قرآنیہ کی کیفیت بیان فرماویں مثلاً حکایت از کلام فرعون جو کہ مؤکد بلغیر مؤکد بالحصر یا بغیر الحصر وغیرہ وغیرہ آیا یہ سب امور کلام ربانی ہی میں ہیں اور کلام فرعون ان سے معرا تھی تو کلام ربانی میں کذب لازم آیا۔ العیاذ باللہ۔ اور اگر کلام فرعون میں بھی یہ امور موجود تھے تو بلیغ اور فصیح فرعون ہوا خداوند کریم تو فقط مترجم ہوا اور یہ کچھ مشکل نہیں ہے اور نہ بلاغت اور فصاحت اس کا نام ہے۔ فقط

نوٹ۔ مولوی عبد الکریم کی بے تہذیبی (جو اخبار الحکم ۲۴۔ اپریل میں درج ہے) کا جواب ہم کچھ نہیں دیسکتے کیونکہ یہ تو جھوٹے مسیح کے حواریان کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ سب پر روشن ہوگیا ہے کہ کتاب کا جواب تو ہرگز نہیں دیسکتے۔ المشتہر

خاکسار حافظ غازی عفی عنہ

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

دیگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وعترتہ

امابعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء آج اس نیاز مند علما کرام ومشائخ عظام کی نظر سے گذرا۔ مجھکو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسرو چشم منظور ہے میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گذارش کو بسلک شرائط مجوزہ کے منسلک فرماوینگے وہ یہ ہے کہ پہلے مدعی مسیحیت ومہدویت ورسالت لسانی تقریر سے بشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت پہونچا دے گا۔

بجواب اس کے نیازمند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرماکر اپنی رائے ظاہر فرماوینگے مجھکو شہادت وراے تینوں علما کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ومولوی عبد الجبار غزنوی ومولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر لاہوری) کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہوگا بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بپایہ ثبوت نہیں پہونچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ بعد اسکے عقائد معدودہ مرزا صاحب میں جنہیں جناب ساری امت مرحومہ سے متفرد ہیں بحث تقریری واظہار رائے ہوکر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دیجاویگی۔ یہ وہ شرط ہے کہ دعوے جناب اور تحقیق حق کیلئے عند العقلا مقتضی بالطبع ہے۔ ظاہر ہے کہ تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد ربط ان مضامین کے کچھ بھی وقعت اور عظمت نہیں حقیت مضامین کا محفوظ رہنا عیار ان صداقت کے لئے نہایت مہتم بالشان ہے۔ اظہار حقیت بغیر اس

طریق کے متصور ہی نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو اُن کی تصانیف بھری ہوئی ہیں اور وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حقیت کی وجہ سے دھبہ لگا رہی ہیں۔ علماء کرام کی تحریرات اور اہل دیانت و فہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں۔ نیز نوبسبب چونکہ بروز عیسوی و بروز محمدی سے بالکل اجنبی و بطرف ہے لہٰذا اوسکو موقوف کیا جاویگا۔ اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرماویں۔ نہایت ممنون ہو کر حاضر ہو جاؤں گا۔ قانون فطرت اور آیات مرات کا تجربہ مع شہادت (وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا) کے پیشینگوئی کر رہا ہے کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکوتی ہو جاویگا۔ آپ فرماویں اس کا کیا علاج ہوگا۔

اپنے اشتہار میں اس الہام ضروری الوقوع کا مستثنیٰ نہ فرمانا صاف شہادت دے رہا ہے کہ ایسے الہامات عندیہ اور اپنے اختیاری ہیں۔ ورنہ درصورت منجانب اللہ ہونے اون کے کیونکر زیر لحاظ نہوں اور مستثنیٰ نہ کئے جاویں۔ یہ بھی مانا کہ منجانب اللہ ہیں تو پھر اُن پر تعمیل واجب ہوگی۔ مشائخ عظام و علماء کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات و تکلیف عبث کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیازمند اُن کا حاضر ہو جائیگا۔ بشرط معروض الصدر نامنظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہوگی آپ کے کاذب ہونے پر۔ آپ فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے صفحہ ۱۸ میں نیازمند نے علم اور فقر میں لاف زنی کی ہے۔ ناظرین صفحہ مذکور کے ملاحظہ فرمانے کے بعد انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا لاف زنی نے اپنے بارہ میں یا تہدید ہے بمقابلہ اوس کے جو اجماع کو رانہ۔ "حزب ناوان"۔ "بے شرم"۔ "بے حیا"۔ "علماء یہود"۔ انا الہ۔ ایام الصلح میں دربارہ علماء سلف و خلف شکر اللہ سعیہم کے مرزا صاحب نے دیانت اور تہذیب سے لکھا ہے اور تفرد فی فہم القرآن کا دعویٰ کیا ہے۔

آپ اس اشتہار کے صفحہ ۳ کے اخیر پر بایک قلم سے لکھتے ہیں اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی الخ

لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمائیے کہ جب آپ اپنی دعوت میں مامور من اللہ ہیں تو یہ لاف زنی پر اس دعوت کی بنا ٹھیرانی قول بالمتناقضین نہیں تو کیا ہے۔

مرزا صاحب نیازمند کو مع علمائے کرام کے کسی قسم کا عناد یا حسد جناب کے ساتھ نہیں مگر کتاب اللہ و سنت الرسول صلعم باعث انکار ہے۔ انصاف۔ فرماویں مثل مشہور کا مصداق نہیں (ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا) اظہار تو عشق محمدی صلعم و قرآن کریم سے دم مارنا اور درپردہ کیا بلکہ علانیہ تحریف کتاب و سنت کرنی۔ اور پھر اس کمال پر مکتفی نہ رہنا بلکہ اوروں کو بھی اس کمال کے ساتھ بیان لانے کی تکلیف دینی بھلا یہ علماء کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔

آپ اپنے اشتہار میں جو کچھ بڑے زور شور سے ارشاد فرما چکے ہیں۔ اگر بلحاظ اس کے کچھ لکھا بھی جاوے۔ تو داخل گستاخی اور بیرون از شان اہل تہذیب نہیں ہو سکتا۔ مگر تاہم لوگوں کی ہنسی سے شرم آتا ہے اس سے زیادہ آپ کے اوقات گرامی کی تضیع نہیں کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ و آمن بخاتمیتہ افضل الاولین والآخرین سیدنا ابی القاسم محمد المصطفیٰ وصدق بما جاء بہ من عند رب الارضین

۱

والسموات العلی بہنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا فصل وسلم وبارک وادم علی من اریتہ الآیات الکبریٰ صلوۃ تستجیب بھا دعائنا وتزکی بھا نفوسنا وتحیی بھا قلوبنا واخر دعونا

ان الحمد للہ رب العلمین۔

العبد الملتجی الی اللہ مہر شاہ از گولڑہ ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۰۰ع

نوٹ ۔ حسب الطلب یہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ابلاغ ہے اور میں بروئے اختیار اشتہار دعوت ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۰ع بمقام لاہور مقرر کرتا ہوں براہ مہربانی اب آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔

گواہ شدند

محمد غازی مولوی حضرت میر سعلم صاحبزادگان خان ملا خان صاحب رئیس کابل قاضی محمد زمان ساکن پنڈی مولوی محمد مولوی عبد اللہ ساکن جگو مولوی ہدایت اللہ مولوی احمد الدین ساکن بھوئی مولوی محمد یوسف ساکن ایضاً مولوی غلام ربانی ساکن ایضاً مولوی سید حسن مدرس اول مدرسہ اسلامیہ پنڈی مولوی محمد اسمٰعیل گولڑہ مولوی عبد اللہ شاہ ساکن گڈہی افغانان مولوی میر حمزہ ساکن بھوئی مولوی محمد عرفان ساکن گولڑہ مولوی فضل احمد ساکن سواں مولوی منہاج الدین ساکن کوٹ نجیب اللہ مولوی عبد المجید ساکن ساکن کوٹ نجیب اللہ قاضی نواب ساکن کوٹ مولوی محمد عالم ساکن گولڑہ مولوی بدر الدین پوٹھوہاری

ضمیمہ اشتہار بجواب دعوت

نحمدہ ونصلّے علی رسولہ الکریم

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار موخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ع مشتہرہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۰ع جو حضرت پیر **مہر علیشاہ** صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری آج پہونچا ہے اور جس میں وہ پیر صاحب کو مدعو کرتے ہیں کہ پیر صاحب اُن سے بشرائط ذیل (جن کو وہ خود ہی تجویز کرتے ہیں اور جنکو میں مختصر ذیل میں بغرض سہولیت فہم درج کرتا ہوں) مباحثہ کریں مضمون مباحثہ قرآن کریم کی کوئی سورۃ یا کسی سورۃ کی چالیس آئیتوں کی تفسیر ہوگا ۔ اور سورۃ بذریعہ فال یا قرعہ اندازی انتخاب کیجاوے گی ۔

(۱) پیر صاحب[1] دس روز کے اندر تاریخ رسید گی اشتہار دعوت مرزا صاحب سے بذریعہ اشتہار مطبوعہ

---

[1] اصل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا منشا یہ ہے کہ اشتہار دعوت ہی مشتہر ہو جاوے اور معاملہ ہی وقوع میں نہ آوے اور اسلئے ایسے ایسے علماء اور سجادہ نشین بیچ فہرست کر دئیے ہیں جو بعضے تو بوجہ علائق متعددہ اپنا مکان بھی ہرگز

جس کی پانچ ہزار کاپیاں ہوں کُل علمائے ہندوستان کو جن کے نام وہ آخر درخواست میں درج کرتے ہیں مطلع کر دیں۔ جلسہ میں پیر صاحب کی شمولیت ضروری ہوگی۔ اگر پیر صاحب بذریعہ اشتہار قبول دعوت کریں یا چالیس اور علماء کی جماعت درخواست بذریعہ اشتہار کرے تو مرزا صاحب مباحثہ کرینگے۔

(۲)[۱] مباحثہ بمقام لاہور ہوگا۔ مکان کی تجویز و اہتمام پیر صاحب کے ذمہ ہوگا بصورت انکار پیر صاحب مرزا صاحب خود انتظام کرینگے۔

(۳)[۲] بحث ایک ہی روز میں ختم ہو جاوے گی۔ اور ہر ایک شخص کو بالمقابل لکھنے کیلئے سات گھنٹہ تک مہلت ملے گی۔

(۴)[۳] اس مقابلہ کیلئے مولوی صاحبان جو حاضر ہونگے۔ اُنکو جائز نہ ہوگا کہ وہ ایکدوسرے مباحث کو اشارات سے

۱ حضرت آپ خود ہی انتظام کریں آپکے لئے لاہور میں اہتمام کرنا بڑا آسان ہوگا۔ آپ لاہور سے قریب ہیں آپ کے معتقدین بھی وہاں بہت ہیں کرایہ ہم ادا کر دینگے۔

۲ مگر حضرت نقل مطابق اصل کا نام بھی محسوس کریں۔ کم از کم ۵ - ۶ گھنٹہ اسمیں بھی صرف ہونگے آپ تو اس روز کی نماز بخشوا لینگے۔ یا ایک ہی وقت جمع کر لینگے۔ پیر صاحب تو امت محمدی کے ایک فرد ہیں اور نیز اور باقی علماء پر نماز موقوت فرض ہے اور دیگر حوائج ضروریہ بھی ہیں اُن کیواسطے وقت نکال لیجئے گا۔

۳ کیا آپ تو فرماتے ہیں کہ آپ الٰہی طاقت سے یہ مقابلہ یا مباحثہ (جو کچھ نام آپ کہیں) کرتے ہیں یہ ایسی قید آپ کیوں لگاتے ہیں۔ الٰہی زور تو دنیاوی لوگوں سے مغلوب نہیں ہوا کرتا۔ خواہ کتنی ہی تعداد مقابلہ میں آجاوے۔ وادعوا شہداءکم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین۔ بھلا یہ تو فرما دیجئے گا کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہو کر کیا کرے گی۔ صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر دو منشیوں کو یہ دیکھتی رہے گی۔ کہ کس کا قلم زور سے چلتا ہے اور وہ کونسی دلچسپی ہے جس کے واسطے اور کونسا اور اہم علم ہے جسکی شہادت کیلئے آپ اس قدر علماء کو بصورت حاضری پیر صاحب طلب کرتے ہیں اور ایسی ہی بندش لگاتے ہے تو دو پولیس کانسٹبل بلوا لیجئے گا وہ آپ دونوں کے تحریر پر پہرہ دینگے۔ اور بعد میں مضامین طبع ہو کر علماء کو ملجاوینگے وہ فیصلہ کر دینگے۔ حلف تین چھوڑ دس لے لینا۔

یا تحریر و تقریر سے کسی طرح کی امداد دیویں۔ بصورت انحراف شرط وہ کمرہ سے نکالدیئے جاوینگے۔

(۵) ضروری ہوگا کہ ہر ایک شخص کم از کم بیس[۱] ورق لکھے اور اُسمیں کل عبارت عربی سوا اُردو بالکل نہو اور بعد از اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کاتب فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دیجاوے گی۔

(۶) بعد از تحریر ہر ایک شخص اپنا مضمون خواہ خود خواہ مختار اُسکا جلسہ عام میں سنا دیگا۔

(۷)[۲] بعد ازاں کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا کہ اس مضمون میں کوئی ترمیم۔ اصلاح۔ کمی بیشی کرے

۱ اسمیں تو شک نہیں کہ آپ ضرور ۲۰ ورق پورے کر لیں گے۔ اگر نفس مضمون نصف اوراق پر ختم ہو جاویگا تو باقی ورق آپ علماء، صلحاء، انبیاء اور فریق مخالف کو گالیاں دیکر بھی پورے کر لیں گے۔ مگر حضرت ایک چوک تو ہو گئی کہ ورق کی تقطیع اور قلم کی موٹائی اور درآمدگی اور کشادگی خط کا آپنے ذکر نہیں کیا۔

نسیان کا عذر مسموع نہیں ہوگا۔

(۸) بعد تعین مولوی صاحبان کو جن کو پیر صاحب تجویز کریں گے۔ مگر اب تو اسکی ضرورت ہی نہیں کہ مرزا صاحب نے خود تین عالم تشخیص کر دئے ہیں۔ یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی عبد الجبار صاحب۔ اور مولوی عبد الاحد صاحب پروفیسر لاہوری۔ اُن تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور انکو تین مرتبہ کی حلف قذف محصنات کیساتھ دیکر دریافت کیا جاویگا۔ کہ کون سا مضمون تائید رائے سے لکھا گیا ہے اور وہ رائے قطعی ہوگی وہ ملے طبع کرا کر تقسیم بھی کیجاوے گی۔

(۹) اگر الٰہی رعب کے نیچے آ کر پیر صاحب اس مقابلہ سے ڈرجاویں۔ اور گریز اختیار کریں یا دس دن تک بذریعہ اشتہار مطبوعہ دعوت کی منظوری کا اعلان نہ کریں تو اس صورت میں جائز نہ ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبان میں سے ایک یا دو شخص مقابلہ کا اشتہار دیں۔ کیونکہ ایسا مقابلہ تضیع اوقات ہے کیونکہ کم از کم چالیس نامی علماء اُس فہرست میں سے جو مرزا صاحب نے اپنے اشتہار میں دی ہے یا اَور علماء کی ایسی جماعت جو مرزا صاحب کی مکذب ہو اور مرزا صاحب اُن سے بعلم ہیں۔ درخواست کریں تو مرزا صاحب بحث کرینگے۔

(۱۰) [۱] اگر مرزا صاحب کے اشتہار کی تاریخ شیوع سے جو ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء ہے ایک ماہ تک بغرض مقابلہ مرزا صاحب مذکور پیر صاحب کی طرف سے اشتہار نہ نکلے اور نہ دوسرے مولوی صاحبان کے چالیس اشخاص کے مجمع سے تو اوس صورت میں سمجھا جاویگا کہ آسمانی نشان نے اونکی شیخی کو کچل ڈالا۔ یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے نہیں ہوسکتا ہے۔ تلک عشرة کاملة

[۲] اس میں اُن علماء کو جن کو مدعو کیا گیا ہے یہ وعدہ بھی دیا گیا ہے کہ جو صاحب بوجہ ناداری نہ آسکیں وہ قرضہ لیکر آجاویں۔ اگر اُن کا فریق کامیاب ہوگیا تو اُن کو مرزا صاحب اُن کے مصارف ادا کرینگے

اس مباحثہ میں تین طور پر خدا اونکی تائید کرے گا۔

(۱) بطور خرق عادت ایک یا چند امور مابہ الامتیاز جو مرزا صاحب میں پیدا ہو جاوینگی اور اُن کے مقابل میں نہیں ہوں گے۔

---

[۱] حضرت یہ نشتر تو نہ چلا پیر صاحب بھی خدمت والا میں حاضر ہیں اور چالیس چھوڑ کے علماء کی دستخطی درخواست بھی آپکے پاس پہونچ چکی ہے۔ اب ذرا میدان میں تشریف لے آویں۔ زنانہ سیرت چھوڑ کر مردوں میں تشریف لا کر باتیں کریں۔ چرخہ کے پیچھے سے لعنت ملامت کرنیکا وتیرہ چھوڑ دیں۔

[۲] مرزا صاحب یہ فیاضی ہے تو ابھی سے منی آرڈر بھیجئے گا۔ آپ کی ناکامیابی یقینی اور قطعی ہے۔ بعد میں کون نالش کرتا پھرے گا۔ اور اگر نالش کی بھی تو آپ سے وصول کیا خاک ہوگا۔ بہت سی قیمتی جائداد تو آپ بذریعہ وثیقہ رجسٹری شدہ اپنی زوجہ شریف نصرت جہاں بیگم کے پاس بالعوض [illegible] روپیہ کے رہن کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ دولت ونقد وصول کرنا قبول کر چکے ہیں اور وہ انکو آپ کیا دینگے۔ نقد روپیہ ہوتا تو انکم ٹیکس کا محتاج فرض ہوتا آپکے پاس ہی گیا ہے جو آپ ایسی دعوتیں دے رہے ہیں مگر ہاں جلدی جلدی چندہ کرکے انکو منی آرڈر بھیج دیجئے گا۔

(۲) مرزا صاحب کو خاص طور پر اُن آیات قرآنی کے معارف وحقائق وحقائق کا علم دیا جاویگا مگر غیر کو نہیں۔

(۳) اوسکی دعا اوسوقت قبول ہوگی اور اوسکے غیر کی نہیں۔

حضرت مرزا صاحب یہ اشتہار تو کجا بود اشہب کجا تا ختم کا مضمون کا ہے۔ کیا آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ آپ بڑے کاتب منشی اور بڑے فصیح وبلیغ عربی نویس ہیں۔ یا آنکہ۔ مجدد۔ ومہدی۔ ومسیح۔ مثیل محمدؐ۔

آپ اپنا دعوے ثابت کریں یہ لت کیا سوجھ گئی ہے۔ آپ ذو بروزین ہیں ایک نصف جسم آپ کا تو مثیل مسیح ہے اور دوسرا نصف مثیل محمدؐ۔ وہ ہر دو انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اُمی تھے۔ لکھ پڑھ نہیں جانتے تھے اولاً منفرعی آپ مباحثہ تقریری کریں۔ اور اُن کی سنت پر چلیں۔ ہم نے مانا کہ آپ چھاپہ خانہ کی مشین ہیں پر اس سے کیا ہوتا ہے خاک پتھر

باقی رہی معارف وحقائق قرآنی کی تفسیر سو وہ تو حضرت سلامت ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۱ء سال سے سنتے سنتے ہمارے کلیجے پک گئے جن معارف وحقائق کو اب آپ بذریعہ الہام تفسیر فرماویں گے وہ تو یہی یا اسی طرح کے ہوں گے۔

(۱) آنحضرت صلعم سورۃ الزلزال کے معنے غلط سمجھے۔ ازالہ صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو لیکھرام کی موت کی نسبت اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴

(۳) فرشتے نفوس فلکیہ وارواح کواکب کا نام ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات کی تاثیر سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ توضیح مرام ملخصاً صفحات ۳۳۔ ۳۷۔ ۳۸۔ تا ۴۰ و ۶۷

(۴) جبرائیل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں۔ توضیح مرام ملخصاً صفحہ ۶۸۔ ۷۰۔ ۸۵

(۵) انبیا علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام ۶۲۸ و ۶۲۹

(۶) حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۸ و ۶۸۹

(۷) حضرت رسول کریم کو ابن مریم اور دجال اور خر دجال اور یاجوج ماجوج۔ اور دابۃ الارض کی وحی نے خبر نہیں دی۔ ازالہ الاوہام صفحہ ۶۹۱

(۸) خر دجال ریل ہے۔ دابۃ الارض علما ہونگے۔ اور دجال پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ ازالۃ الاوہام نمبر ۴۹۵ و ۴۹۶ و رسالہ انجام آتھم۔

ازالہ کے صفحہ ۱۴۸ میں آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے علما نے جو ظاہری اس سورۃ کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ دیگا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اوس سے زیر و زبر ہو جائیگی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجاویں گی۔ اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے حالانکہ یہی معنی وہی ہیں جو افقہ الناس ابن عباسؓ نے آنحضرت رسول خدا صلعم سے کئے ہیں دیکھو ابن کثیر۔ درمنثور۔ وغیرہ تصنیفات سلف الائمہ

(۹) حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۸
(۱۰) حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۳
(۱۱) براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳
(۱۲) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔ ازالہ صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۳
(۱۳) قرآن شریف میں انا انزلنا ہ قریبا من القادیان موجود ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۶
(۱۴) مکہ مدینہ قادیاں تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے
ازالہ صفحہ ۷۶ و ۷۷
(۱۵) بیت الفکر واقع قادیاں (وہ چوبارہ جسمیں مرزا صاحب بیٹھکر کتابت کرتے ہیں) مثیل حرم کعبہ ہے ومن دخلہ کان امنا - ۵۵۸ براہین احمدیہ۔
(۱۶) آیۃ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ کا معنوی اور اصلی طور پر مصداق وہ مسجد ہے جو مرزا صاحب کے والد نے بنائی اور مرزا صاحب نے اوسمیں توسیع کی۔ اشتہار منارۃ المسیح۔
(۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ دوبارہ دنیا میں نہیں آویں گے۔
حاجت حوالہ نہیں۔
(۱۸) حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲ واشتہار معیار الاخبار۔
(۱۹) قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے۔ صفحہ دوئم ٹائیٹل پیج ازالۃ الاوہام۔
(۲۰) حضرت مہدی نہیں آویں گے۔ ازالۃ الاوہام ۵۱۸ واشتہارات حالی جنمیں لا المہدی الا عیسیٰ کی حدیث پر استدلال ہے۔
(۲۱) آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵
(۲۲) عذاب قبر نہیں ہے ۴۱۵ ازالۃ الاوہام۔
(۲۳) تناسخ صحیح ہے۔ صفحہ ۸۴ ست بچن۔
(۲۴) قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۵ - ۲۶ -

---

سلہ شاید اسی عقیدہ پر عمل کرکے مرزا صاحب ہی ہر ایک شخص مخالف کو اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کو ہزار ہزار بے نقط سناتے ہیں۔ مگر حضرت آیۃ شریفہ وقولوا للناس حسنا - اور دیگر آیات قرآنی - اور آپکے اپنے الہامات ذاتی وتلطف بالناس وترحم علیہم یا دا ؤد عامل بالناس رفقا واحسانا وغیرہ اور دو الہامات ہم مضمون کو شاید بھول جاتے ہیں۔ آپ کی بدزبانی تو تلوار سے زیادہ کام کرتی ہے شاید ان گالیوں ہی کیلئے جنت پیدا کی گئی ہو۔

سلہ سبحان اللہ اب قادیان ہی مرزا صاحب کے قدم بقدم گاؤں سے شہر تک تو رتبہ پاگیا اور پھر شہر بھی مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک فیہ۔

گر ان تمام امور سے قطع نظر کر کے بدیں خیال کہ آپ بیٹھے بٹھائے گھر میں اشتہارات لکھا کرینگے اور فضول ڈھنگ ہانکیں گے اور عوام بھی سمجھیں گے کہ دعوت مباحثہ کو قبول نہ کرنا ظاہراً پیر صاحب کے خلاف ہے۔ لیکن بااین ہمہ پیر صاحب حاضر ہیں اور آپ کی سب شرائط کو جن کے آپ خود ہی مجوز ہیں اور خود ہی منصف منظور کرتے ہیں اشتہار دینا اور مشتہر کرنا ہمارا کام ہے۔ مگر یہ ذمہ نہیں ہے کہ وہ لوگ جمع بھی ہو جاویں گے الاا شتحالت میں کہ آپ اونکی دستگیری کریں۔ البتہ لاہور۔ امرتسر اور بعض دیگر مقامات کے علماء کو ہم بھی ضرور جمع کرلیں گے۔

مگر شرط یہ ہے کہ

قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری (دعوئے مسیحیت و مہدیت وغیرہ عقاید مرزا صاحب جو تعداد میں تخمیناً ۱۳۰ کے قریب ہیں اور اُن کے الہامی کتب میں مندرج ہیں باپابندی امور ذیل ہو جائے۔

(الف) تعیین و تقرر سوالات حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا۔ کیونکہ ہم لوگ آپ کے دعاوی سے منکر ہیں اور آپ مدعی۔
اور ان دعاوی کا اثبات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مرزا صاحب کریں گے۔ گر واضح رہے کہ اناجیل اربعہ جو مخالف مضامین قرآن شریف ہوں گے بحث میں مقبول نہوں گے۔

(ب) یہ بحث تقریری اُس بحث تحریری سے اوّل ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہوگی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہیگی۔ زیادہ تکلیف آپ کو نہ دیجاویگی۔

(ج) جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا اس کو بیعت توبہ کرنا لازمی ہوگا۔ وہ بیعت بحاضری جمیع علماء کرنی ہوگی۔ اور اس بحث کے حکم خواہ تو وہ ہر سہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب منظور کرتے ہیں یا اور جن کو مرزا صاحب مقرر کریں گے مگر رعائیت یہ ہوگی کہ وہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب مہدمیں مقرر کرینگے نہ تو اونکے معتقدین میں سے ہوں۔ اور نہ پیر صاحب کے ملنے والوں سے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے اونکو جس طرح سے اور جو جو حلف قبل از اظہار رائے دینا مناسب سمجھیں دلیویں وہ رائے قطع ہوگی۔

(د) چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جاوے اور وہ پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دیدیویں۔ کہ وہ روپیہ اُن علماء کے اظہار رائے پر فریق غالب کا حق ہوگا۔

(ہ) مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اُس بحث کے وقت یا دوران زمانہ بحث میں اگر کوئی الہام اس قسم کا اونکو ہو جاوے جو مبدل یا ناسخ شرائط بحث و مباحثہ ہو یا مرزا صاحب کو کوئی تامیں مضمون کا

آجاوے لنگر میں کوئی بیمار ہے یا اور کوئی ہیچ قسم خط پیام وغیرہ آجاوے تو مرزا صاحب بحث و مباحثہ کو حسب شرائط
مقررہ حال پورا کر دینگے۔ اور اس الہام۔ تار۔ خط۔ پیام وغیرہ پر کاربند ہونگے۔ پہلے سوچ سمجھ لو بابا
اور الہام کے ذریعہ ان تمام امور کی احتیاط کر لو۔ بعد میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اگر مرزا صاحب اب میدان میں تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر اس میں کوئی
حجت و حیلہ کریں گے۔ یا اب شرائط میں کسی قسم کی کوئی وقت یا پیچیدگی پیدا کر دیں گے جس سے
اس معاملہ کا وقوع غیر اغلب ہو جائے تو یہ سمجھا جاوے گا اور اس کا نتیجہ فطرتی طور پر یہ ہوگا کہ مرزا
صاحب کی الٰہی طاقت (یعنی خدائی عاجی والی) مغلوب ہو گئی۔ اور خدائے رب العلمین کی الٰہی طاقت
نے ان کے غرور اور ان کی شیخیت کو توڑ کر کچل ڈالا۔ اور ان کے تمام دعاوی بیہودہ پر خاک پڑ گئی
ہم تو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آپ میدان میں آویں۔ بلکہ آپ نے ان شرائط کو منظور کیا تو لوگ گھی کے
چراغ جلائیں گے۔ مگر یہ کہے دیتے ہیں کہ آپ کبھی میدان میں نہیں آویں گے۔ ہم الہام سے
نہیں کہتے مگر سابقہ تجارب اس خیال کے مؤید ہیں۔

بہ بینیم تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

العارض محمد غازی
۲۵۔ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء

نوٹ۔ پیر صاحب اس مباحثہ کیلئے ۲۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء مقرر کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب
خیال رہے کہ آپ اشتہار ہذا کے موصول ہونے پر منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں ورنہ
یاد رہے کہ اگر پیر صاحب لاہور تشریف لے گئے اور آپ تاریخ مقررہ پر نہ آئے تو آپ اوس
صورت میں کسی یا چند ذمہ واریوں کے ذمہ دار بھی ہونگے۔ فقط

مطبوعہ چودھویں صدی پریس راولپنڈی

حامدًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ومصلیًا

نور الانوار بجواب نور الابصار یعنے مولوی محمد احسن امروہی مرزائی کے بیہودہ اشتہار کا جواب

اہل اسلام ادنے توجہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ اور رسول صلعم نے ہمارے امور متنازعہ فیہا کے لئے طریق فیصلہ رجوع الی
کتاب اللہ و کتاب الرسول صلعم اور اجماع الامت رکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ

پس اگر اختلاف کرو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسکو اللہ و رسول کیطرف۔ پس نہیں قسم ہے تیرے رب کی وہ ایمان نہیں لاویں گے یہاں تک کہ
فیصلہ کریں تجھ سے بیچ اس کے جو اختلاف ہوا ہے درمیان انکے نہیں پائیں گے وہ اپنی نفسوں میں کچھ تنگی اوس سے جو فیصلہ کیا تو نے اور تسلیم کریں گے وہ
تسلیم کرنا۔ فرمایا رسول صلعم نے چھوڑ دینے میں تمہیں دو امر ہرگز نہیں گمراہ ہوگے جب تک پکڑ رکھو گے تم ان دونوں کو اللہ کی کتاب نبی کی سنت۔ تحقیق جو ہمکو اللہ اور رسول
کی کتاب فرمایا رسول صلعم نے ہرگز نہیں جمع ہوگی امت میری گمراہی پر وہ تمہارے واسطے قرآن نہیں چھوڑیں گے اسکو مگر ایک لوگ۔

والرسول - ایضاً فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً - وقال صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنۃ نبیہ - اور حضرت عمر رضی اللہ کا مقولہ حسبنا کتاب اللہ و کتاب الرسول وقال صلی اللہ علیہ وسلم لن تجتمع امتی علی الضلالۃ اس بنا پر طریق فیصلہ فیما بین مرزا صاحب و سائر علماء کے وہی تہا جو کہ اشتہار حضرت مولینا پیر مہر علیشاہ صاحب مورخہ ۲۵ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء شائع ہو چکا مع قاعدہ مرزا صاحب کو بھی بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا تھا مگر افسوس کہ مرزا صاحب اور انکے مولویوں نے اس سے گریز کر کے وہ طریق اختیار کیا جو ہمیشہ سے مکذبین میں ہوا کرتا ہے جیسا خلاصہ یہ ہے کہ ہم قرآن اور حدیث اور اجماع کے ہوتے فیصلہ میں محتاج نہیں ہم خود معجزات و خوارق کے ذریعہ سے اپنے دعوے کو ثابت کر سکتے ہیں - الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ کہ آجتک بوقت مقابلہ اہل اسلام یجعل لکم فرقاناً اور لا یمسہ الا المطہرون کی تمنا اور ادعوا فی استجب لکم کے آثار اہل السنۃ والجماعت والعقیدۃ الاجماعیہ کو ہی نصیب ہوئے ہیں گو کہ درصورت ظہور خوارق بعد اسکے کہ قرآن و سنت و اجماع مرزا صاحب کے دعویٰ کو جھٹلا رہے ہیں اہل علم و تابعین انکی بشہادت قرآن و حدیث و اجماع اس صریح کذب کو ہرگز نہ مانتے مگر تاہم مرزا صاحب بعض چند ایسے جوڑ بھی دام تدبیر میں پھنسے ہوئے ہیں چلا کر کہ کہڑی ہو چکا ہیں کہ لو ہماری صداقت کا نشان ظاہر ہو گیا - باقی رہا غالب خیالات ناضیفت اسلام کو دعوی میں خالف سویہ دین محمدی اور اسلام احمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کا مقتضا بالطبع ہے اسمیں مرزا صاحب کا کمال نہیں کہا جا سکتا ہاں البتہ اگر انہی اس دعوی کو پہلے علماء اسلام بپایہ ثبوت پہونچاتے تو بیشک مستقل طور پر مرزا صاحب کا ہی کمال سمجھا جاتا کیونکہ اس دعوی کا مصدق دین پاک تو ہو ہی نہیں سکتا الیوم اکملت لکم دینکم اور ویسا ہی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وغیر نصوص اسپر شاہد ہیں - لہذا مرزا صاحب کا تو استقلالی ہو چکا تا بعد ملاحظہ بیان معروض الصدر کے پبلک انصاف فرما سکتی ہے کہ اشتہار نور الابصار محمد حسن امروہی کا کسقدر بعید از صراط مستقیم ہے کیا چند آیات و احادیث کو بے موقع لکھنے سے کام نکل سکتا ہے ہرگز نہیں ہے ہی تو بفضل خدا علماء و فضلاء موجود ہیں آپ اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲۵ میں لکھتے ہیں (مامور من اللہ کی جو شخص تکذیب کرتا ہے اسیکا اسکات اور افحام اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے الخ) حضرت اس سے صاف طور پر آپ مان گئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی دعوت کی بنا تکذیب پر کرتے ہیں ورنہ قول بالتنافی لازم ہوتا ہے نہ کہ علم میلاف نبی پر - مرزا کو مسیح موعود ہونیکی تکذیب حضرت مولنا پیر مہر علیشاہ صاحب سے تخمیناً دو تین سال ہو چکی ہیں کہ درجواب خط عبدالکریم سیالکوٹی لکھوایا تھا (اس قدر معتقد ہوں کہ آپکو مسیح موعود نہیں سمجھتا ہوں ! وکما قال) انکو پہونچ گئے تھے اسپر دعوت انعقاد جلسہ کی اس جواب سے مرزا صاحب کا کام ہی نہ ہوا یعنی انکا قول صرف تناقض ہی نہ ہوا مشتہر کی لیاقت علمی یا جہالت جیسا کہ پبلک انصاف پر آئی تو ثابت ہو گئی سبحان اللہ بروقت مقابلہ خوارق اور نشانوں کا ظہور دعاؤں کی استجابت یا ظہور فرقان یہی کا نام ہوئے شرم ! شرم !! شرم !!! چھوٹا میاں سو اوہ اور بڑا میاں سبحان اللہ مشتہر صاحب صفحہ ۲ سطر ۱۴ میں لکھتے ہیں (میں حیران ہوں کہ اس دو سطری تحریر میں باہم کسقدر منافات ہے جبکہ توبہ کر لی پھر مباحثہ کی ضرورت دوسرے عقاید میں کیا باقی رہی) حضرت حیران نہ ہو جئے توبہ سے مسیحیت مہدویت رسالت کے دعوی مراد ہے باقی کو دیکھو حضرت پیر صاحب کے اشتہار میں (مدعی مسیحیت مہدویت و رسالت) لکھا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ اس دعوی سے توبہ کرنی انکو مستلزم نہیں کہ باقی مسائل و تفاسیر میں جو اختلاف ہے وہ بھی جاتا رہے شاید آپنے یہ سمجھا کہ فقط توبہ سے یہ سچا جھوٹ جائیگا حضرت جی ع این خیال است و محال است و جنون - آپ ہزار وجوہات فاسدہ فرما اور گریز کی الزام سے بری ہونیکے لئے بناویں مگر سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہیں بلکہ آپ کی جماعت کے لوگ بھی یقین کر چکے ہیں کہ علماء اسلام نے مباحثہ تحریری سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ تقریری کو بھی ساتھ اسکے ایزاد کیا تھا کیا اسی کا نام انکار ہے اب لوگوں کو دلوں سے اس مرض کے نکالنے کا کیا علاج ہو گیا ہے تو کرو خونخوار مدعی چش کا معاملہ مولوی نور الدین صاحب کی علمیت اور مرزا جی کی مسیحیت کا آپ جیسے حواریوں نے تیا ناس کر دیا اگر شک ہے تو قادیان سے باہر نکلکر مختلف شہروں میں جا کر دیکھو ایک نغمہ فروش ملتانی حال مقیم راولپنڈی نے بنام محمد یسین واتوی کی اشتہار دیا اور ویسا ہی حکیم عیسوی کا مریض عبدالکریم سیالکوٹی اور ویسا ہی سبحی مسعود اور مشتہران سب بھولا بھالا مسلمان بھائیوں کو چندہ کا روپیہ حق لیکر اہل اسلام اور مرزا صاحب کی گمراہی کی کوشش کیجئے کچھ مضائقہ نہیں قال لو اعجبک الکلس لیس الی طاہر قلنا تشبہ قلوبہم ... الی دین - صفحہ ۳ سطر ۸ میں فرماتے ہیں کہ کیا آپکے نزدیک لکہنا پڑہنا انسانی بیرزین بھی

مرزا صاحب قادیانی کے علما کیطرف سے شمس الہدایۃ مصنفہ حضرت خواجہ سید مہر علیشاہ صاحب

یا یوں کہو کہ عقیدہ اسلامیہ پر اعتراضات

(اور)

حضرت مولنا حافظ محمد غازی صاحب مقیم آستانہ شریف گولڑہ کیطرف سے انکی جوابات

مرزائی مولوی کے اعتراضات | جناب پیر صاحب رسالہ مذکور (شمس الہدایۃ) کے صفحہ ۳ میں بجواب سوال یوں لکھتے ہیں (کہ تمام اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں) پیر صاحب کا پہلا قول کہ تمام اہل اسلام مسیح کے رفع جسمانی کے قائل ہیں۔ یہ سچ ہے۔ عوام ہی خیال کرتے ہیں۔ اسی واسطے بعض مفسرین نے اہل کتاب کی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ رفع عیسٰی و عمرہ ثلث و ثلثون سنۃ اور یہی عقیدہ ہے نصاریٰ کا دیکھو تواریخ المسیح مؤلفہ پادری عماد الدین۔ اگرچہ یہ روایت محض غلط ہے اور علماء محققین نے لکھا ہے کہ لا اصل لہ دیکھو زاد المعاد صفحہ ۱۰ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور۔ دیکھو کتاب مجمع البحار میں لکھا ہے این عم نصاریٰ است۔ دوسرا یہ قول کہ بعض اہل تحقیق رفع روحانی کے قائل ہیں یہ بھی سچ ہے۔ یعنی عوام میں سے بعض جو اہل تحقیق ہیں رفع روحانی کے قائل ہیں جیسا کہ شرح المقاصد کے صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے وقد ذہب قوم من امۃ محمد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع عیسٰی تحت محمد صلعم سے ہے اولیاء کرام و شہداء وغیرہ کاملین کا رفع روحانی ہوا اور جسمانی کسی کا بھی نہیں ہوا۔ اور پیر صاحب کا تیسرا قول۔ کہ نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں یہ بھی پیر صاحب کے علم لدنیات کا خوب ثبوت ملتا ہے کیسی بے ہودہ زبان سے حق اور باطل کو خلط کر دیا ہے صاف کیوں نہیں کہتے کہ جو لوگ رفع جسمانی کے قائل ہیں جیسے کہ بعض تفاسیر و کتب اہل کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح دمشق منارہ پر یا بیت المقدس میں یا جبل فیق پر نازل ہو گا یا لشکر اہل اسلام میں جہاں مسیح کا باختلاف روایات۔ اور عوام میں سے بعض جو اہل تحقیق ہیں وہ نزول روحانی کے قائل ہیں جیسا کہ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے بعضے (یعنے عوام میں سے جو اہل تحقیق ہیں) بر آنند کہ روح عیسٰی در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم ایسا ہی کتاب کرۃ الابرار و الاشرار وغیرہ اور جنکو پیر صاحب اہل تحقیق لکھ رہے ہیں یہ صوفیائے کرام ہی ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صوفیائے کرام کا علم اور عوام کا علم برابر نہیں ہے اسی واسطے سید محمد غنی اپنی کتاب خزینۃ الاسرار میں لکھتے ہیں من یاخذ العلم من شیخ مشافہۃ یکن عن الزیغ والتصحیف فحرزہ من یکن اخذ العلم من صحف فعلمہ عند اہل العلم کالعدم زیادہ تفصیل کیلئے دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی صفحہ ۳ جلد دوم مزید براں مولانا روم صاحب فرماتے ہیں ع من ز قرآن مغز را برداشتم استخواں پیش سگاں انداختم + مگر معلوم نہیں کہ پیر صاحب مشرب تو صوفیانہ رکھتے ہیں مگر عقیدہ صوفیانہ کیوں پسند نہیں اگر اہل تحقیق قرآن و احادیث کے برخلاف کہتے ہیں تو پھر پیر صاحب نے انکو اہل تحقیق کیوں لکھا۔ اب چند سوالات جو اب طلب عرض ہیں انکا جواب پیر صاحب کے مرید پیر صاحب سے دریافت کر کے قلمی فرماویں۔ **پہلا سوال**۔ پیر صاحب عیسائیوں کی اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے ہیں مگر اپنے نانا صاحب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو کیوں نہیں مانتے جو مستدرک اور طبرانی میں موجود ہے لفظ یہ ہیں ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ الخ **دوسرا سوال** اگر مسیح زندہ بلا ایذا ہو کر آسمان پر چلا گیا تو وہ مسیح کون تھا جو مصلوب ہوا تھا اوسکی نعش کدھر گئی جس قبر میں وہ نعش رکھی گئی تھی وہ تیسرے روز اس قبر میں نہ تھی۔ بلکہ آجتک قبر خالی پڑی ہے اور یہودی اس روز سے آجتک یہی الزام حواریوں پر کیوں لگاتے ہیں کہ انہوں نے مسیح کی نعش کو چرایا ہے۔ اگر وہ مصلوب کوئی اور تھا تو حواریوں کو اسکے چرانیکی کیا ضرورت تھی حالانکہ بحکم توریت مصلوب کی نعش کو قبر سے نکالنا ہی منع تھا **تیسرا سوال** اگر مسیح بلا ایذائے یہود آسمان پر چلے گئے تھے تو پھر مرہم عیسیٰ جو آجتک تمام حکما اپنی کتابوں میں لکھتے آئے کہ یہ مرہم حواریوں نے مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے تیار کی تھی دیکھو

دیکھو علاج الامراض صفحہ ٥٠ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی۔ مرہم رسل کہ مسمی است بمرہم سلیخہ و مرہم عیسیٰ۔ و اجزائے ایں نسخہ دوازدہ عدد است کہ حواریین حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام ترکیب کردہ اند برائے اورام صلیبیہ الخ یہ کون عیسیٰ تھا جس کے لئے یہ مرہم تیار ہوئی۔

چوتھا سوال ملک کشمیر شہر سرینگر محلہ خانیار میں جو ایک اولوالعزم نبی کا مزار ہے اُس کو عیسیٰ اور یوز آسف نبی اور یسوع کیوں کہتے ہیں

پانچواں سوال ملک تبت علاقہ بالشا میں بمقام تیسر ایک مسجد آستانہ عیسیٰ نبی کے نام سے کیوں مشہور ہے **چھٹا سوال**۔ اس مسجد کے قریب ایک گرم چشمہ جس کا پانی پیا۔ لوگ بامید شفا استعمال کرتے ہیں عوام میں مشہور ہے کہ چشمہ عیسیٰ نبی کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ یہ کونسا عیسیٰ تھا

ساتواں سوال حضرت اقدس مرزا صاحب نے جناب پیر صاحب کو رسالہ دعوت قوم کے صفحہ ١١ میں خاص مباہلہ کیلئے مخاطب کیا ہے۔ پیر صاحب مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔

بالآخر یہ عرض ہے کہ جو صاحب شمس الہدایۃ کی روایات کو صحیح تعین کرتا ہو تو براہ مہربانی قلمی فرما دیں کہ یہ عاجز انکی صحت کی نسبت کچھ دریافت کریگا۔ **نوٹ** جبتک ان سوالات کا جواب کافی نہ دیا جاویگا۔ اور کسی تحریر کا جواب خاکسار کیطرف سے نہ دیا جائیگا۔

الراقم :۔ محمد یمین۔ از دواتہ تحصیل مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

مولوی حافظ محمد غازی کیطرف سے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

میاں محمد یمین صاحب عبارت مذا کرہ فا اہل اسلام الخ کا مطلب یہ ہے کہ رفع جسمی اور نزول جسمی پر سب اہل اسلام متفق ہیں مگر بعض صوفیہ مثل شیخ اکبر و شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم تبدیل جسم خاکی مع جسم نوری کے قائل ہیں میں آپکے اس طباعی اور ذکا پر نہایت ہی تعجب کرتا ہوں کہ آپنے اس عبارت سے رفع روحانی کیسے سمجھ لیا مزید براں شرح الصدور کی عبارت رفع روحانی کی سند میں کس دیدہ دلیری کے ساتھ پیش کی ہے۔ سبحان اللہ لیجئے میں آپکے لئے شرح الصدور کی عبارت نقل کرتا ہوں جس سے آپکی سمجھ و دانش کا پورا موازنہ ہو جائیگا۔ اور عبارت شرح الصدور (وقد رفع قوم من امۃ محمد نبینا علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کما رفع عیسیٰ وذلک عجب) کا معنی یعنی امت محمدیہ سے اولیاء کرام و شہداء وغیرہ الخ جو آپنے لکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ جواب ہے اُس سوال کا جو دیگر [illegible] تر نہ معجزات محمد صلعم اور معجزات باقی انبیاء علیہم السلام کے واقع ہوا ہے جیسا کہ ماقبل کی عبارت سے واضح ہے۔ عبارتہ ہکذا (فان قیل فان عیسیٰ رفع الی السماء) یعنی اگر اعتراض کیا جائے کہ معجزہ عیسوی یعنی بجسدہ مرفوع الی السماء ہونا بنسبت اور معجزات کے زیادہ وقعت اور عظمت رکھتا ہے۔ تو ہم جواب دینگے۔ (وقد رفع قوم من امۃ محمد الخ) یعنی امت مرحومہ محمدیہ میں سے بھی کئی ایک اہل اللہ بجسدہ آسمان کیطرف اُٹھائے گئے ہیں۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ اُٹھائے گئے۔ اور بعض امت مرحومہ کا مرفوع بالجسم ہونا عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے سے زیادہ تر موجب تعجب ہے۔ ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ معجزات میں رفع جسمی ہے بالخصوص شمار کیا گیا ہے۔ بخلاف رفع روحانی کے کہ غیر انبیاء کرام کو بھی شامل ہے۔ ناظرین برائے خدا ذرہ صفحہ ١٢٤ شرح الصدور میں عبارت مذکورہ کے ماقبل اور مابعد میں بھی خیال فرمائیں۔ جس سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے۔ کہ امت مرحومہ میں سے بھی کئی اہل اللہ مثل عیسیٰ علیہ السلام کے بالجسم اٹھائے گئے ہیں۔ تشبیہ فقط بالجسم اٹھائے جانے میں ہے۔ جسم مع الروح یا بلا روح سے کچھ بحث نہیں۔ ہاں بالجسم کی قید بالضرور لفظ کہ حدیث یعنی فلم توجد جثتہ الخ سے لینی پڑیگی۔ بعد از ایں اگر رفع جسمی عیسیٰ علیہ السلام بعد الوفات لیویں تو آپ کے مذہب کے برخلاف ہے۔ اُسی صفحہ کے ماقبل اور مابعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور اویس قرنی وغیرہ وغیرہ کا بجسدہ مرفوع ہونا مذکور ہے۔ اور بخاری کی جلد ثانی صفحہ ٥٨٧ میں بھی قصہ عامر بن فہیرہ کا مذکور ہے۔ اگر بخاری میں ثم وضع مذکور ہے جس سے اٹھائے جانے کے بعد زمین پر رکھدینا مفہوم ہوتا ہے مگر عروہ بن الزبیر سے مغازی موسیٰ بن عقبہ میں فرفع ثم وضع ثم فقد بعد ذلک۔ وہی ہے جس سے دوبارہ اُٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔ عبارت تمام خوفاً للتطویل نہیں لکھتا ہوں شرح الصدور ملاحظہ فرماویں۔ اور نیز اگر عبارت مذکورہ سے رفع روحانی مراد ہو تو مشبہ بہ میں جو کسی نوع کا امتیاز ہونا چاہئے تھا وہ تقدیر مذکور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رفع روحانی میں سب برابر ہیں اور اگر رفع روحانی لیں تو تخصیص قوم کے ساتھ شہداء اور انبیاء اور اولیاء ہرگز صحیح نہیں اسلئے کہ رفع روحانی ہر مومن کیلئے ثابت ہے۔ آپنے (الا البعض اہل التحقیق الخ) سے بحوالہ اقتباس الانوار وہ بعض مراد لئے ہیں جو باستثناء ولا مہدی الا عیسیٰ کے مسیح یا کا مہدی عیسیٰ میں مانتے ہیں اور نزول کو عبارت اسی بروز سے ٹہرالتے ہیں سبحان اللہ اس بعض کو کسی اہل تحقیق نے لکھا ہے؟ خدا سے ڈرو

صاحب اقتباس الانوار تو صفحہ ۵۹ کی تیسری سطر میں صرح لکھ گئے ہیں بلکہ عربی میں یوں فرماتے ہیں قیل وہی مقدمہ بغایت ضعیف ہست اور اپنا مذہب کا پتا بیان فرمایا
ابن عربی میں کسی مصنف سوفسطائی نالائق بعض کے اشتباہ اور مغالطہ کا صاحب سے اشتباہ کو پورا حال معلوم ہو جاتا۔ بر فرض کہ مسئلہ بھی کسی اہل تصوف سے
سمجھکر بعد از اس دعوی مسیحیت موعودہ کے ساتھ مطابق کیں۔ علاوہ ازیں نزول کو بعثت بروز لینا میں نے غیر اپنی کیسی ہی مفسر ہو جبکہ تعبیر ہی تو صیغہ
برونکی گئی تو سب اہل اسلام امام الزمان مجھکو ہی مقتدی کیونکر مان لینگے اب جو بات اس اشکال سو بغیر تاویل در تاویل مشکل ہے۔ آپکو شمس البازغہ
میں الاسبعہ اہل تحقیق کے سند کر کے کہتے ہیں کہ یہ بھی قول مردود عند الصوفیہ ہے ملاذ فتوحات یا فصوص یا مولانا قطب الدین صاحب کی مثنوی
کو ملاحظہ فرما لیجئے یا کسی عالم ہی سے پوچھ لیتے۔ الغرض آپنے جلدی فرمائی مگر گفتہ خویش آمد پیش اچھی وہی بیت جو داخلہ بانشود دندکے کہ گھر

جواب سوال اول - امام جلیل کبیر حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعد روایات رفع کے ۳۳ سال کی روایت کو بمطابقت حدیث صحیح کے ترجیح
دی ہے۔ کما قال فانہ رفع ولہ ثلث وثلثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذلک فی حدیث صفۃ اہل الجنۃ انہم علی صورۃ آدم و میلاد عیسی ثلث وثلثین
سنۃ فاما ما حکاہ ابن عساکر عن بعضہم انہ رفع ولہ مائۃ وخمسون سنۃ فشاذ غریب بعید (ابن کثیر صفحہ ۲۴۵)۔ اور طبرانی نے باسناد جید انس سے
سے روایت ۳۳ سال کو ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل اہل الجنۃ علی طول آدم
ستین ذراعا بذراع الملک وعلی حسن یوسف وعلی میلاد عیسی ثلث وثلثین سنۃ الخ سبد والساخو صفحہ ۶۴ اور غالبا اور ابن سعد اور
احمد اور حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس ارسل اللہ عیسی علیہ السلام وہو ابن ثلثین سنۃ
فمکث فی رسالتہ ثلثین شہرا ثم رفعہ اللہ الیہ تفسیر ابن عباس صفحہ ۵۰ واخرج ابن سعد واحمد فی الزہد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسی ابن ثلث
وثلثین سنۃ درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ اب فرمائیے یہ عیسائیوں کا قول ہے یا سیدنا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ نے جو حوالہ طبرانی کا دیا
ہے سچ ہے یا جھوٹ۔ اور روایت ۳۳ سال کی روایات ۱۵۰ اور ۱۲۰ سال سے صحیح ہے یا نہیں۔ بالفرض اگر روایت دوسری یا تیسری
صحیح ہی ہو تو عقیدہ اجماعیہ کو کیا ضرر اور آپکے مدعی کو ان سے کیا فائدہ۔ کیا ناظرین علماء کرام اس اعتراض کو مناقضہ یا معارضہ یا منع کسی
مقدمہ کا مقدمات مطلوبہ میں سے ٹھہرا سکتے ہیں؟ **جواب سوال دوم**۔ ناظرین خدارا انصاف سے مسیح کا مصلوب و مدفون ہو کر بعد تیسرے
روز کے قبر سے اٹھایا جانا یہ عیسائیوں کا قول نہیں؟ پہلے سوال میں جو معترض نے الزام ہم پر لگایا تھا اس کے ملزم آپ ہی ٹھہرے کیونکہ
دیکھنے کی اور کہنے کی ہے مثل مشہور ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ مسیح کی نعش کو اب عیسائیوں سے پوچھئے جنکو آپنے امام بنا کر صحیح قرآن
اور اجماع اہل اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر یہود اور ان کے اتباع چونکہ خود بھی وہ ہو کا میں آ رہے ہیں تو تم کو کیا پتہ دیویں گے۔ آخر کار تم کو
اور فرقان حمید ہی فیصلہ فرما دے گا۔ یہ سوال (کہ مسیح کی نعش کدھر گئی ہے؟) بیجا ہے کیونکہ جب ہم شکل مسیح کو اونہوں نے مسیح ہی سمجھکر
مصلوب اور مدفون قرار دیا تو یہا اپنے زعم کے مطابق نعش کو چرا لینے میں کیا تھا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم کو پڑھو۔ مسیح کا بلا ایذا
آسمان پر چڑھایا جانا اگر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے تو اس آیت کو سوچو۔ واذ کففت بنی اسرائیل عنک اللہ جلشانہ فرماتا ہے اے مسیح منجملہ
ہماری انعامات کے جو تمہاری پر کئے ہیں ایک یہی ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل یعنی یہود کو تمہارے سے روک دیا جبکہ اونہوں نے تیری ایذا اور قتل
کا ارادہ کیا تھا سو دیکھو سب تفاسیر اہل اسلام کو اگر کہو تو تین سو تفسیر سے زائد کا پتہ بتا سکتا ہوں۔ دیکھتا ہے۔ اب فرمائیے پہلے سوال میں جو ہم پر
الزام لگایا گیا وہاں تو ۱۲۰ یا ۱۵۰ کی روایت قرآن کریم میں یا حدیث صحیح میں ہی بطریق قطعیت مذکور نہ تھی اور ہمارے مدعی یعنی
عقیدہ اسلامیہ کو کسی طرح کا اوس سے ضرر بھی نہ تھا بخلاف اس الزام کے جو دوسرے سوال میں آپکے اوپر عائد ہوا کیونکہ یہ
مخالف ہے۔ قرآن کریم اور اجماع امت مرحومہ سے علاوہ اسکے تمہارے مدعی کو بھی مناقض ہے۔ **تیسرا سوال اور چوتھا پانچواں
چھٹا**۔ اس قابل نہیں کہ کوئی اہل اسلام قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی کو العیاذ باللہ چھوڑ کر محض افترا
خانہ زاد باتوں کے درپے ہو۔ اہل کشمیر تمہاری ہنسی کر رہے ہیں کہ یہ کیا مالیخولیا ہے کہ ہم کو روپیہ دیکر ایک بزرگ کی قبر کو قبر مسیح کہلانا چاہتے
ہیں۔ یہ حکایت عزیزی سوداگر ہماری پاس بیان کر گیا ہے۔ اور جو کشمیر سے آتا ہے اس امر کی تکذیب بیان کرتا ہے اگرچہ ہم لوگ ایسی باتوں پر
یقین نہیں کرتے بلکہ قرآن اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت مرحومہ ہماری واسطے سند کافی ہے مگر محض تمہاری بہتان و افترا ظاہر کرنیکے لئے
جو کشمیر سے آتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے۔ معہذا سوال ۵ و ۶ سے تمہاری مدعی یعنی وفات مسیح کا اثبات اور ہمارے مدعی کی نفی کیونکر
ہو سکتی ہے۔ **جواب سوال ساتواں** مباہلہ تو آپ لوگوں نے اپنا بچاؤ بنا رکھا ہے جب فریقین ماجاء بہ الرسول علیہ السلام کے ساتھ ایمان
رکھتے ہیں اور امر متنازعہ فیہا کا ذکر بھی صراحۃً قرآن اور حدیث میں موجود ہے تو پھر مباہلہ کا کیا معنے۔ ہاں البتہ اس کے پیش کرنے سے
فائدہ آپکو ہے۔ کہ کون اپنے اوقات عزیزہ کو ضائع کر کے ہماری تک پہنچیگا۔ تو پھر ہم ہی غالب رہیں گے۔ مگر یاد رکھیں محض نصیحۃ

فیصلہ عرض کرتا ہوں کہ قرآن اور سنت کے سمجھنے کیلئے علوم خادمہ کا ہونا بھی ضروری ہے کچھ حاصل کر لیویں۔ ورنہ کون ہر وقت آپکے سمجھانے کے واسطے شرح بناکر چھپاتا رہیگا۔ میاں محمد یسین صاحب۔ اب ذرا اپنے گریبان میں مونہہ ڈالئے اور انصاف فرمائیے یہ کس کی دیانت اور علمیت کی خانہ خرابی ہے۔ کیسے مشرب صوفیہ کرام اور مذہب علما عظام سے روگردانی ہے؟ وہ کون ہے جس نے حق و باطل کو خلط کیا دیدہ و دانستہ راہ راست کو چھوڑا کس نے سلف و خلف کے عقیدہ حقہ کی تخریب کی کس کے ہاتھوں قرآن و حدیث کی تحریف ہوئی؟ خدا را منصف۔ اسی فہم و دانش پر اتنا ناز و شور ہے اتنی ہی سمجھ بوجھ پر یہ غرور ہے؟ شرح الصدور کی عبارت والی مین تو ماشاء اللہ آپ نمبر اول پاس ہوئے ہیں۔ اب ذرا فادر صحیح الکلام کے مطلب فہمی سے ڈول نہ لینا باقی رہ گیا ہے۔ مہربان من اتنے ہی پر صبر کیجئے زیادہ اپنی پردہ دری نہ کرائیے جب آپ کو شمس الہدایۃ کی اردو عبارت سمجھنے میں اتنی دقت واقع ہوئی ہے۔ تو قرآن و حدیث کے مضامین عالیہ و مطالب اقوال صوفیہ کرام خود ہی سمجھانے کا معجزہ ایسے بڑوں پر میاں کا ڈنہ اٹھا کہ ڈالنے کا حوصلہ ہاں سچ ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد | **میلش اندر طعنہ پاکان زند**

اب میں آپ لوگوں کو نصیحتانہ لکھتا ہوں۔ کہ اگر تمہیں ان مسائل متنازعہ میں شک و شبہ ہے اور واقعی تحقیق حق بھی منظور ہے تو دور بدو رفع کیجئے۔ محمد یسین صاحب جیسے آپکو شرح الصدور کی عبارت ہذا (دکا خلاف) میں دھوکا ہوا ہے۔ اور رفع سے رفع روحانی سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح فاضل امروہی نے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ کے اس قول سے (رفع محمدؐ الی السماء کما رفع عیسی) رفع روحانی سمجھا ہے۔ میں پوری عبارت شرح مواقف کی نقل کر دیتا ہوں تاکہ ناظرین سیاق سباق سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کی سمجھ کر محاکمہ فرماویں۔ عبارت شرح المواقف ہکذا (دکا ختلاف ہم بعد ذٰلک فی موتہ حتی قال عمر من قال ان محمدًا قدمات علوتہ بسیفی وانما رفع الی السماء کما رفع عیسی بن مریم وقال ابوبکر من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قدمات ومن کان یعبد الٰہ محمد فانہ حی لایموت الخ) یہ شرح مواقف کی خاتمہ میں دیکھو جہاں پر بیان مختلفہ کا ہے۔

نیز مرزا صاحب و مولوی نورالدین کی خدمت میں یہ ضروری التماس ہے کہ اس سلسلہ اشتہاری بلا محل سے بجز تضیع اوقات آپکو کچھ حاصل نہوگا۔ اور نہ یہ فضول گوئی آپ کی جماعت کی فرداً فرداً آپ کو کچھ فائدہ دے گی ہاں اگر کوئی تحریر آپ اپنے نام سے عمل میں لا۔ تو مضائقہ نہ تھا۔

پس ہم آئندہ آپ کی ایسی فضول تحریروں کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے۔ اور نہ ہی اُن کا جواب دیا جائے گا البتہ اختلاف مسائل کی تصدیق کیواسطے ہم تیار ہیں۔ اگر منشا ہو تو بذریعہ جناب میر احمد شاہ صاحب وکیل راولپنڈی آپ مقام اور وقت وغیرہ کا تصفیہ فرماویں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

المشتھر

مولوی حافظ محمد غازی۔ عفی عنہ

اے فرقہ مرزائی اس کتاب کو غور سے پڑھو اور خدا سے ڈرو اور جلد عقائد کفریہ سے توبہ کرو وغیرہ

اعلان طبع اوّل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد بخدمت ماہران رموز شریعت و واقفان فنون طریقت و حقیقت عرض پرداز ہوں کہ ان ایام میں حضرت اقدس مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ پیر **مہر علی شاہ** صاحب دام ظل اللہ تعالیٰ نے چند معززین احباب کے مجبور کرنے و نیز فائدہ اہل اسلام کی غرض سے امروہی کے شمس بازغہ و مرزا قادیانی کی تفسیر فاتحہ کے جواب میں جواوراق تحریر فرما کر مجھے بغرض طبع عطا فرمائے تھے میں نے اُن کو حسب ہدایت حضور والا بہت جلد لکھوا اور چھپوا کر بصورت کتاب سیف چشتیائی مسمّٰے بہ

تحجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح

کے نام سے طیار کرا کے پیش حضور کر دیا۔ اور میں نے جو بعض الفاظ امروہی وغیرہ کے مقابلہ میں کتاب میں مزاح کے طور پر تحریر کر دیئے ہیں۔ و نیز کتاب کے جلدی تیار کرنے میں اگر کچھ نقص مجھ سے رہا ہو تو حضرتِ اقدس، ناظرین مجھے معاف فرماویں۔

الحمد للہ کہ حضرت اقدس نے جو امروہی کے شمس بازغہ و قادیانی کی تفسیر فاتحہ کا (فاتحہ) معمولی طریق سے پڑھا ہے اس سے شائقینوں کے دل مسرور اور آنکھیں منور ہوں گی زیادہ تر حضرت پیر صاحب کی اس فیاضانہ عنایت کا کہاں تک شکر ادا کیا جاوے جو انہوں نے ماسوا جواب تحریر کرنے کی تکلیف کے اسقدر صرف زر کثیر سے بھی اہل اسلام کو ممنون احسان فرما کر کتاب کے مفت تقسیم فرمانے کا حکم صادر فرمایا ہے جو علمائے کرام و معززین اسلام میں مناسب طریق پر تقسیم ہو گی۔

کیا فرقہ مرزائی اب بھی اس سے عبرت حاصل نہ کریں گے اور اپنی ہٹ دھرمی و بے شرمی سے اس آیت کریمہ کے مصداق بنے رہیں گے۔ خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ھو الخسران المبین

وما علینا الا البلاغ المبین ہ

المشتہر

حافظ محمد غازی ساکن ضلع راولپنڈی حال داراکھوہا



اعلان طبع ثانی

چونکہ کتاب سیف چشتیائی پہلی دفعہ حضرت مصنف ادام اللہ برکاتہم نے
بتعداد کثیر طبع کرا کر علمائے کرام پر بغرض تقسیم نذر کی تھی اور اب اس کا کوئی
نسخہ دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ لہذا اہل اسلام کی کثرت فرمائشات اور احباب کے اصرار پر
باجازت جناب معلی القاب حضرت فیض گنجور زبدۃ العارفین راہنمائے طریقت علامہ زمان قطب دوران
نخل گلشن دودمان رسالت پناہ حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب مد ظلہ برکاتہم
طبع کرا کر ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ اور مرزائی جماعت کے گذشتہ واقعات کو خلاف واقعہ بیان کرنے کی وجہ سے
طبع ثانی میں بوجہ اضافہ اقتباسات متعلقہ بعض امور کے قادیانی کتاب کا حجم بڑھ گیا ہے اور علاوہ ازیں
کتاب بہ نسبت سابق عمدہ چھپی ہے اگرچہ مناسب تھا کہ اس کی قیمت زیادہ بھی ہوتی لیکن
[illegible]
[illegible]
[illegible]

منیجر کتب خانہ عالیہ گولڑہ شریف